۹۶۰۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی
مسلم مشنری
صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۲ اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے

جلد (۵) | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر (۱)

فہرست مضامین

بیبیوں اور بچوں کے پڑھنے کی دلچسپ کتابوں کا نچوڑ

ان کتابوں کے پڑھنے سے عورتوں میں اخلاق تہذیب اور روشن خیالی کا اضافہ ہوتا ہے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
رسول عربی	۸/	چپ کی داد	۲/
بنت رسول	۵/	لائق ماں کا لائق بیٹا	۳/
حسنین	۴/	ناصح مشفق	۳/
جام کوثر	۴/	تاثیر صحبت	۱۰/
آداب النسوان جدید	۶/	مجموعہ وظائف	۲/
جمیلہ خاتون	۳/	خوش انجام	۲/
زنانہ حساب کتاب مجلد	۱۰/	رباعیات حالی	۴/
نیا باورچیخانہ	۶/	ایک شریف خاتون کی جمع کی ہوئی سولہ دلچسپ اور مزیدار کہانیاں	۷/
مناجات بیوہ	۲/		
زنانہ خطوط	۵/	مسدس حالی	۸/
صبر کی دیوی	۳/	انشائے نسوان	۴/
اصلاح الرسوم	۳/	ادیب النسوان	۴/
قومی گیت	۵/	اخلاقی کہانیاں	۴/
لیکچر اسلام	۳/	چڑے چڑیا کی کہانی	۳/
راہ جنت			۳/



THE EID-UD-DUHA PRAYER (SEPTEMBER 16).
After finishing the prayer the Muslim congregation is saying "Takbirs."

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) — بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء — نمبر (۱)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ عید الضحےٰ کی نماز کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے۔ جو ۱۶ ستمبر ۱۹۱۸ء کو مسجد ووکنگ کے میدان میں پڑھی گئی۔ اِس فوٹو میں وحدت کا رنگ نظر آتا ہے توحید تثلیث پر غالب آ رہی ہے۔ اور اِنگلستان جیسی سرزمین میں جہاں کہا جاتا ہے کہ لوگ مذہب کی ضرورت سے قطعاً آزاد ہیں اِسلام نے کتنوں کے قلوب میں جگہ کی ہے اِس فوٹو میں نومسلمین یورپ کے علاوہ دیگر عیسائی معززین کس دلچسپی کے ساتھ اسلامی خطبہ میں حصّہ لے رہے ہیں۔ اِس فوٹو میں اخوت اسلام کا منظر ہے۔ جس نے تمام گورے اور کالے اِمتیازات کو اُڑا دیا ہے مشرق و مغرب کے مسلمان کس طرح پہلو بہ پہلو ملے جلے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی اقتدا میں ایک ساتھ ایک صف میں بیٹھے اپنے وحدہٗ لاشریک خدا کے حضور اَللّٰہُ اَکۡبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ۔ اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد کی تکبیریں ہم آہنگ ہوکر بہ آوازِ بلند پڑھ کر اسلامی اخوت وحدت کا عملی ثبوت دے رہے ہیں +

اسی رسالہ میں ناظرین کرام کسی دوسری جگہ عید الضحیٰ کی مفصل روئداد ملاحظہ فرمائینگے اسکے علاوہ لندن کے دو مشہور و معروف اخبار نویسوں کی رائیں بھی قابل دید ہیں جو انہوں نے اس اسلامی اجتماع اور حضرت خواجہ صاحب موصوف کے خطبہ کے متعلق اپنے ۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء کے گرامی صحیفوں کی اشاعت میں دی ہیں +

کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہمیں پھر اکتوبر اور نومبر کیلئے ایک ہی رسالہ (اسلامک ریویو انگریزی) شائع کرنا پڑا ہے۔ گو حجم کو کم کرنا پڑا ہے۔ لیکن جو مضامین چھپے گئے ہیں وہ ہمارے دو رسالوں کے مضامین کے برابر ہیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ کاغذ کی قیمت اس وقت اُس قیمت سے جو جنگ سے پیشتر تھی تین گنا ہو گئی ہے۔ بلکہ کاغذ کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ بڑی کفایت شعاری سے ہمنے اس کاغذ کے ذخیرہ سے سال ۱۹۱۸ء کی ضرورت کو پورا کیا ہے لیکن ہمارے لندن کے کاغذ کے ایجنٹ نے ہمیں تقین دلایا ہے کہ سال ۱۹۱۹ء میں حالات بہتر ہونگے ممکن ہے کہ ہمیں اس سے بہتر کاغذ نہ ملے۔ لیکن امید ہے کہ ہماری ضرورت کے مطابق کافی کاغذ مل رہیگا +

دوکنگ کی تازہ ڈاک سے ہمیں یہ پڑھ کر بہت رنج ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب کو علالتِ طبع کی وجہ سے کئی ہفتوں تک طبی ہدایت کے ماتحت مشن کے کاروبار سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ نماز گاہ لندن اور دوسری کسی جگہ بھی آپ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے حصہ نے سکے آپ کی عدم موجودگی میں ہمارے مکرم و معزز برادران جناب عبد الخالق صاحب اسمعیل بے جناب احسان البکری صاحب اور جناب مسٹر خواجہ اسمعیل صاحب ترجمہ کراتے رہے اللہ تعالیٰ ان احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے +

جن احباب نے حضرت خواجہ صاحب کے فرزند اکبر کی حسرتناک وفات پر ہمیں تعزیت کے خطوط فرداً فرداً ارسال فرمائے ہیں۔ ان سب کا ہم تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو

اپنی درگاہ سے اس ہمدردی کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

یہ خبر اسلامی دنیا میں فرحت افزا ہوئی۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے سالانہ جلسہ میں جو مورخہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء کو لاہور میں منعقد ہوا یہ تجویز باتفاق رائے پاس کی۔ کہ ہندوستان کے اندر اور بیرونی ممالک میں متعدد اسلامی مشن قائم کئے جائیں اس کام کیلئے بیس ہزار روپیہ سالانہ کا تخمینہ کیا گیا ہے۔ جس کو پورا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے ممبروں نے ایک ایک ماہ کی تنخواہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اسی جلسہ میں اس پاک مقصد کو سرانجام دینے کیلئے ایک اور اہم تجویز کی گئی جسمیں تقریباً پچاس حضرات نے صرف اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ ان میں سے خصوصیت کے ساتھ ذیل کے اصحاب کے اسماء گرامی قابل تذکرہ ہیں:-

(۱) حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی۔

(۲) حضرت مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ۔

(۳) جناب صاحبزادہ سید عبد الجبار شاہ صاحب سابق بادشاہ سوات۔

(۴) جناب نواب زادہ محمد سلیم خاں صاحب ٹیری۔

(۵) حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی۔

(۶) جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

لندن میں جلسۂ مولود النبی صلعم

سنٹرل اسلامک سوسائٹی کے زیر اہتمام گذشتہ سالوں کی طرح امسال سنہ ۱۹۱۸ء میں بھی آنحضرت صلعم کا یوم ولادت بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ یہ سعید تقریب دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء کی کسی درمیانی تاریخ کو لنڈن نماز گاہ میں منعقد ہوئی۔ رسالہ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء اسلامک ریویو انگریزی مولود نمبر شائع ہوا ہے جسمیں وہ تمام تقاریر و مضامین درج ہیں جو کارکنان ووکنگ

ودیگر مشاہیر قوم نے اس مبارک وسعید تقریب کو کامیاب بنانے اور آنحضرت صلعم کی ذات پاک سی فضلیت جتانے کے لئے پڑھے۔ یہ مضامین موجودہ زمانہ کے عجیب وغریب حالات کو (جنمیں کہ ہم اس وقت تمام کے تمام گذر رہے ہیں) ملحوظ نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ تاکہ مسلم وغیرمسلم قارئین رسالہ اسلامک ریویو کو آنحضرت صلعم کی اس پیشوائی کی خوبی معلوم ہو۔ جو آپ کے جلیل القدر پیغام میں موجود ہے۔ اور اس قسم کے دیگر حالات کے اندر آپ کی زندگی میں ہمیں ایک درخشاں نمونہ ملتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے عالمگیر پیشوائی کے دعویٰ کو جو وسعت اور معقولیت پر مبنی ہے تمام دنیا کے سامنے ثابت کرنے کیلئے موجودہ وقت سے بڑھکر کوئی اور وقت موزوں نہیں ہوسکتا ہے ✤

ایٹ ہوم

(دعوت چاء وغیرہ)

مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۱۸ء بروز ہفتہ ایک نہایت ہی کامیاب وشاندار ایٹ ہوم (دعوت چاء) منعقد ہوئی۔ چاء نوشی اور نماز عصر کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے ایک مہتم بالشان لیکچر دیا جسمیں آپنے بتایا کہ "مذہبی دنیا کے آپس کے اختلاف میں سے اتحاد ووحدت کس طرح پیدا ہوتی ہے"۔ سامعین نے معزز مقرر کے لیکچر کو نہایت سکون واشتیاق اور ہمہ تن گوش ہوکر سنا۔ لیکچر کے اختتام پر سامعین میں سے بہت سے احباب نے مختلف قسم کے استفسارات فاضل لیکچرار سے کئے۔ جن کے تسلی بخش جوابات فاضل لیکچرار نے نہایت معقولیت اور خوش اسلوبی سے دئے۔

اس کے بعد "دی کوسٹ" کے فاضل اڈیٹر جناب مسٹر میڈ صاحب نے ایک نہایت ہی فصیح اور مختصر سی تقریر فرمائی۔ جسمیں کہ انہوں نے اس فراخ حوصلگی اور وسیع القلبی کا اظہار کیا۔ جو انہوں نے حضرت خواجہ صاحب موصوف کے دوران تقریر میں مشاہدہ کی۔ فاضل اڈیٹر نے حضرت خواجہ صاحب کی تقریر کی تائید کی۔ اور اس مبارک دن کے دیکھنے کی دلی خواہش ظاہر کی۔ جبکہ متذکرہ بالا فراخ حوصلگی اور وسیع القلبی کی روح کل دنیا کے مذاہب کا

خاصہ ہو جائے +

اِس کے علاوہ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو بروز ہفتہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اور اُن کثیر التعداد مسلمین و دیگر احباب کو دعوت دیگئی جو اسلامی کام میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اور جنہوں نے ان تمام جلسوں میں باقاعدہ طور پر شامل ہونے کا عہد کیا ہوا ہے جو لندن نماز گاہ میں منعقد ہوتے رہتے ہیں نماز اور چاء کے بعد ایک مختصر سی تقریر حضرت خواجہ صاحب نے "میرا بہشت میرا اپنا ہے" کے موضوع پر فرمائی جسمیں آپنے بتایا۔ کہ اسلام میں بہشت کی اصلیت اور ماہیت کیا ہے۔ تقریر کے اختتام پر سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا

لندن مُسلم نماز گاہ

لندن مسلم نماز گاہ میں اتوار کے لیکچر اور جمعہ کی نماز حسبِ معمول باقاعدہ جاری ہیں لندن مسلم نماز گاہ میں ہر اتوار کی دوپہر کے بعد لیکچر ہوتے رہے ہیں۔ جن کا پروگرام تاریخوار ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے +

(۱) ۲۱ جولائی ۱۹۱۸ء حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "خدا کے ساتھ عاجزی سے چلو" پر لیکچر دیا +

(۲) ۲۸ جولائی ۱۹۱۸ء جناب مسٹر احسان البکری صاحب نے "نماز" پر لیکچر دیا +

(۳) ۴۔ اگست ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "نماز" پر لیکچر دیا جسمیں بتایا۔ کہ نماز پاکیزگی اور طہارت کی جڑ ہے +

(۴) ۱۱۔ اگست ۱۹۱۸ء کو مسٹر سی سلمان سلج نے "ترک اعتقاد" پر لیکچر دیا +

(۵) ۱۸۔ اگست ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب نے قرآن کریم کی تعلیمات کی فضیلت پر لیکچر دیا۔ جسمیں معاشرتی قوانین پر روشنی ڈالی +

(۶) ۲۵۔ اگست ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر احسان البکری نے "زندگی کی جدوجہد" پر لیکچر فرمایا +

(۷) یکم ستمبر ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب نے قرآن کریم کی تعلیمات کی فوقیت پر لیکچر دیا

اور اخلاقی قوانین پر روشنی ڈالی +

(۸) ۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر سی سلیمان سلیچ نے "توکل اور اعمال" پر لیکچر فرمایا +

مسلمانان لندن کی سوسائٹی نے ماہ اکتوبر ـ نومبر ۱۹۱۸ء میں مندرجہ ذیل پروگرام پر عملدرآمد کر کے اپنی ہستی کو عوام الناس کیلئے مذہبی رنگ میں نہایت ہی مفید ثابت کیا ہے ۔ ان مجمعوں میں سامعین کی تعداد ہمیشہ معقول رہی ہے ۔ جن میں مختلف طبقہ کے انگریز نژاد لیڈیاں و اخوان شامل ہوتے رہے ہیں ۔ اس سوسائٹی نے ماہ اکتوبر نومبر ۱۹۱۸ء میں جلسے منعقد کر کے مندرجہ ذیل لیکچر دئے +

(۱) ۱۳ ـ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ صاحب نے "مذہب کے کار منصبی اور اسکی حقیقت" پر لیکچر دیا ۔

(۲) ۲۰ ـ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر لوگرو نے "گیان دھیان" پر لیکچر دیا ۔

(۳) ۲۷ ـ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ نے "آنحضرت صلعم بحیثیت ایک انسان کامل اور آپ کا کار منصبی" پر لیکچر دیا +

(۴) ۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر احسان البکری صاحب نے ایک لکچر فرمایا ۔

(۵) ۱۰ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ صاحب نے "اسلام" پر لیکچر دیا ۔ جسمیں یہ ثابت کیا ۔ کہ اسلام میں صرف تقدیر پر ہی دارومدار نہیں ہے +

(۶) ۱۷ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ایس ۔ ایچ رضا صاحب نے "اسلام اور عیسائیت" پر لیکچر فرمایا +

(۷) ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ نے لیکچر دیا +

حضرت خواجہ صاحب کی تقریر کے متعلق

لندن کے مشہور و معروف اخبار نیر ایسٹ کی رائے

گذشتہ ہفتہ کو جناب خواجہ کمال الدین صاحب کو مسلم پریئیر ہوس (عبادتگاہ مسلمین) واقعہ کمپٹن ہل روڈ میں دعوت دیگئی ۔ اور وہاں ایک کثیر تعداد مسلمانان لندن کی خواجہ صاحب

سے ملاقات کرنے کیلئے جمع ہوئی - ایک مختصر سے لیکچر میں جو انھوں نے اس موقعہ پر دیا بیان کیا - کہ دُنیا میں ترقی کا قانون یہ ہے کہ ایک جنس سے مختلف قسم کی جنسیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر مختلف جنسوں کو ملا کر اتحاد اور وحدت کی صُورت پیدا کی جاتی ہے - مثلاً دنیا کے تمدن کی طرف نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں - کہ ایک سادہ امُور خانہ داری سے جبکہ گھر میں ہر ایک آدمی شکاری کاشتکار - جُلاہا - درزی وغیرہ کا کام کرتا تھا ایک اعلےٰ درجہ کی مختلف الانواع جمہُوریت پیدا ہوگئی جسمیں کہ مختلف قومیں ہی مختلف تجارتیں نہیں کرتیں بلکہ دُنیا کے مختلف حصے خاص صنعت و حرفت میں مشغول ہیں - یہ غیر جنسیت رحمت کی صورت اختیار کرتی ہے - اگر اسکے مختلف جُزیں متفق ہوکر کام کریں - یہی اصُول اخلاقی اور رُوحانی امور میں عائد ہوسکتا ہے - مذہب ایک ہی خدا کی طرف سے آیا اور اسکی مختلف شاخیں ہُوئیں - اب سوال حل طلب یہ ہے کہ اختلاف کو وحدت میں کس طرح تبدیل کیا جائے - عالمگیر مذہب تو کسی خاص جگہ کے ساتھ وابستہ نہیں ہوسکتا - اسکی بُنیاد ایسے اصولوں پر ہونی چاہئے جو سب جگہ اور سب لوگوں پر حاوی ہو - اسلام ہی ایسا مذہب ہے - کیونکہ اسکے پیرودں نے ان سب احکام کو قبول کیا جو خدا کی طرف سے اس کے پیغمبروں پر نازل ہوئے بلا لحاظ اسکے کہ وہ پیغمبر کب اور کس جگہ پیدا ہوئے + (از اخبار نیر ایسٹ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۱۶ء)

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اِسلام

قبولِ اِسلام

گذشتہ دو ماہ میں پانچ مستورات نے اسلام قبول کیا - دو تو اڈنبرگ کی رہنے والی ہیں ایک ناٹنگھم - ایک مانچسٹر اور ایک لندن کی - ان میں سے ایک اڈنبرگ یونیورسٹی کی گریجوایٹ ہے - اور اس نے موجودہ زبانوں کا اعلیٰ امتحان بھی پاس کیا ہے +

(از ملک عبد القیوم)

مسلمانوں کا تہوار عید الضحےٰ

مسجد ووکنگ میں تہوار عید الضحےٰ کے متعلق ہمیں پھر قلم اٹھانے کی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اب یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ یہاں کے مسلمان جو کہ تمام انگلستان میں پھیلے ہوئے ہیں اسلامی تہواروں کے بڑے شوق سے منتظر رہتے ہیں حسب معمول اس موقعہ پر بھی ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے لوگ جمع تھے صرف اس لحاظ سے نہیں کہ وہ مسلمان مرد وزن جو کثیر تعداد میں جمع ہوئے مختلف قسم کے کاروبار کرنیوالے تھے۔ اور جن میں ہندوستانی مسلمان افسر جو فرانس سے چند یوم آرام کرنے کے لئے انگلینڈ آئے ہوئے تھے۔ اور ہمارے نومسلم انگریز بھائی کچھ تو سول کے اور کچھ جنگی محکمہ کے اپنی خاکی وردیوں میں اور ایک کثیر تعداد ہندوستانی اور مصری طالبعلموں کی جو انگلستان کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں شامل تھی بلکہ اس خیال سے ہی کہ ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کے مختلف طبقوں کے لوگ ایک بھاری مجمع میں اسطرح اکٹھے ہوئے ہوئے تھے کہ قومیت رسم ورواج اور لباس کے اختلاف کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ تھی۔ دنیا کے کسی حصہ میں ایسا مجمع شاید ہی دکھائی دے جسمیں مسلمان اور دیگر مذاہب کے مرد وزن شامل ہوں۔ اس موقعہ پر بڑے بڑے معزز پارسی۔ ہندو اور سکھ صاحبان بھی موجود تھے۔ لندن سے آخری ریل گاڑی میں مسلمانوں کے پہنچنے پر جناب خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد وعظ میں قربانی کے وسیع الاصل معنوں کے متعلق خطبہ بیان کیا۔ خطبہ* کے بعد مجمع میں سے ایک نے تمام حاضرین سے عموماً اور انگریزوں سے انڈیا ڈے فنڈ میں چندہ دینے کیلئے درخواست کی۔ یہ چندہ ان ہندوستانی مجروحیں اور بیماروں کے لئے سامان آرام وآسائش مہیا کرنے کیلئے تھا جو جنگ میں تھے۔ ایکدوسرے کو عید مبارک کہنے کے بعد ساری جماعت نے حسب معمول عید کا کھانا تناول کیا۔ اور نماز ظہر کے بعد چاء نوشی ہوئی۔ اور پھر نماز عصر کے بعد زیادہ حصہ جماعت کا رخصت ہوا۔ چند اصحاب نماز مغرب تک ٹھیرے۔ اور کھانا کھاکر رخصت ہوئے +

ہم اپنی انگریزی بہنوں کے ازحد شکر گزار ہیں جنہوں نے دو دن بڑی محنت سے کام کر کے عید کے دن کو کامیاب بنایا

مسلم تہوار عید الضحیٰ کے متعلق

لندن کے مشہور و معروف ایڈیٹر پالمال گزٹ کی رائے

مسجد ووکنگ میں میں مسلم اجتماع کو دیکھ کر بہت مرعوب ہؤا۔ ہندوستان عرب۔ ایران و مصر کے مسلمین اپنے برٹش کے نومسلمین بھائیوں سے ملے۔ ان لوگوں نے جو اسلامی طرز سے نماز ادا کرتے تھے۔ میں نے دو ٹومیز (گوروں) کو دیکھا۔ جن کی خاکی ٹوپی اپنے ہم مذہب بھائیوں کی سُرخ فیض ٹوپی سے نمایاں فرق ظاہر کر رہی تھی۔ خواجہ کمال الدین صاحب جنہوں نے نماز کرائی اور اسکے بعد ایک شاندار خطبہ پڑھا پنجاب یونیورسٹی کے بی اے ایل ایل بی ہیں۔ خواجہ صاحب موصوف انگریزی بولنے میں بڑے فصیح طرار ہیں۔ اور ان کی آواز بھی خاصی بلند ہے + (پالمال گزٹ ۱۷ ستمبر ۱۹۱۸ء)

مسجد ووکنگ

مسجد ووکنگ میں اتوار کی نماز اور لیکچر حسب معمول مسلسل طور پر ہوتے رہتے ہیں جنمیں حضرت خواجہ صاحب و جناب سید الجبرتی۔ اور جناب ملک عبد القیوم صاحب باری باری اس خدمت کو سرانجام دیتے رہتے ہیں +

ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۱۸ء میں مندرجہ ذیل لیکچر مسجد ووکنگ میں جناب ملک عبد القیوم صاحب نے دیئے

(۱) ۶۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جنگ پر لیکچر دیا۔ اور اسمیں اسلامی نقطۂ خیال سے روشنی ڈالی۔ اور جنگیوں کے حقوق بتلائے +

(۲) ۱۳۔ اکتوبر کو بھی جنگ پر لیکچر دیا۔ اسمیں جنگیوں کے فرائض بتلائے +

(۳) ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء اسلام میں فتح و نصرت کے مفہوم کو بیان کیا +

(۴) ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو "حضرت محمد صلعم فاتح" پر لیکچر دیا +

(۵) ۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے شعبہ میں اسلام کی حیثیت و ضرورت پر لیکچر دیا +

قربانی اور تقوےٰ

ترجمہ خطبہ عید الضحیٰ (عید قربان) جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مسجد ووکنگ میں ۱۱ ستمبر ۱۹۱۸ء کو پڑھا

ولکل امۃٍ جعلنا منسکاً لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین ○ الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصبرین علیٰ ما اصابھم والمقیمی الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون ○ والبدن جعلنھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیرٌ فاذکروا اسم اللہ علیھا صوافّ فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعترّ کذٰلک سخرنٰھا لکم لعلکم تشکرون ○ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم کذٰلک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم وبشر المحسنین ○ ان اللہ یدٰفع عن الذین اٰمنوا ان اللہ لا یحب کل خوان کفورٍ ○ سورۃ الحج آیت ۳۴ سے ۳۸ +

(ترجمہ) اور ہر ایک اُمت کیلئے ہم نے قربانی قرار دی تھی۔ تاکہ خدا نے جو ان کو مویشی چار پائے دے رکھے ہیں (قربانی کرتے وقت) ان پر خدا کا نام لیں سو (لوگو) تم سب کا خدا (وہی) خدائے واحد ہے تو اس کے فرمانبردار رہو۔ اور (اے پیغمبر) عاجزی کرنیوالے بندوں کو (جنت کی) خوشخبری سُنا دو (جو) ایسے (نیک ہیں) کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ انکے دل لرز اُٹھتے ہیں۔ اور جب مصیبت اُن پر آپڑے اُس پر صبر کرتے اور نمازیں پڑھتے اور جو ہم نے انکو دے رکھا ہے اسمیں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور (مسلمانو) ہم نے تمہارے لئے قُربانی کے اونٹوں کو (بھی) اور (قابل اداب) چیزوں میں قرار دیا ہے۔ جو خدا کے ساتھ نامزد کیجاتی ہیں۔ ان میں تمہارے لئے (چند در چند) فائدے ہیں۔ تو (ان فائدوں کے شکریہ میں خدا کے نام قربانی کرتے وقت) ان کو کھڑا رکھ کر (ذبح کرو اور ذبح کرتے وقت) ان پر خدا کا نام لو۔ پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں (اور

ٹھنڈے ہو جائیں) تو ان میں سے (آپ بھی) کھاؤ۔ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ (ہر طرح کے محتاجوں) کو کھلاؤ۔ ہم نے یوں ان (جانوروں) کو تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ تاکہ تم (ہمارا) شکر کرو۔ خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں۔ اور نہ ان کے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری (اور فرمانبرداری) پہنچتی ہے۔ خدا نے ان کو یوں تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ تاکہ اس نے جو (احکام حج تعلیم کرکے) تم کو (دین کا) رستہ دکھا دیا ہے۔ تو (اس کے) اس (احسان) کے بدلے میں اس کی بڑائیاں کرو۔ اور اے پیغمبر خلوص دل سے نیک کام کرنے والوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو۔ خدا مسلمانوں (کے دشمنوں کو ان) سے ہٹاتا رہتا ہے بیشک اللہ کسی دغاباز ناشکر کو پسند نہیں کرتا +

آج ہم یہاں قربانی کا تہوار منانے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ رسم ہر ایک قوم کے نزدیک متبرک ہے۔ اور ہر جگہ مذہب اور روایات اسے مقدس ٹھیراتا ہے۔ آج سے چار سال پیشتر میں اسی دن اس مشہور پہاڑی پر جو کہ مکہ معظمہ سے قریباً چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس غرض کیلئے گیا۔ کہ خدا کے اس صادق عاشق یعنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کی زیارت کروں جو کہ قوموں کے باپ ہیں جو اپنے لڑکے حضرت اسمعیل کو قریباً پانچہزار سال آج سے پہلے اس مقام پر قربان کرنے کے لئے لائے۔ تاکہ اس روک کو جو دنیاوی محبت کی وجہ سے اُن کی خدا کی محبت کے درمیان حائل ہو سکتی ہے دُور کر دیں سچی محبت کے کیا معنے ہیں؟ دل و جان سے اس چیز میں محو ہو جانا جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ سچی محبت ایک سے زیادہ میں تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اور نہ سچا دل ہر ایک کا عبادتگاہ بن سکتا ہے محبت کا تقاضا ہے کہ ہر ایک کو جس کی ہم قدر کرتے ہیں یا جس کا ہمیں خیال ہے قربان کر دیں۔ ہماری زندگی ہی ہمارے خیال میں سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور سب سے زیادہ اسکی حفاظت کی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ عمدہ چیز ہم محبت کے مذبح پر قربان نہیں کر سکتے ہیں۔ پس یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خدا کے صادق عاشق کو جب اس معشوق کے مذبح کیلئے کوئی مناسب قربانی نہ ملے تو وہ

اپنی زندگی قربانی کی صورت میں پیش کر دیں۔ اسی وجہ سے انسانی قربانی کا رواج گذشتہ زمانہ میں ہوا لیکن تم اپنے لڑکے کو اپنی جان سے زیادہ عزیز خیال کرتے ہو۔ کیونکہ بڑھاپے میں وہ تمہارے لئے عصا کا کام دیتا ہے۔ اور تمہاری وفات کے بعد تمہارا نام زندہ رکھنے والا ہے۔ ہم اپنے بچوں کے فائدہ کیلئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ باوجود ان باتوں کے حضرت ابراہیمؑ اپنے بڑے لڑکے حضرت اسمعیلؑ کو عشق و محبت کے مذبح پر قربان کرنے کیلئے لاتے ہیں انہوں نے گوارا نہ فرمایا کہ انکی اور ان کے معشوق کے درمیان وہ چیز حائل رہے جو اُن کی نظر میں نے بہا تھی۔ لیکن اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کے بیشتر انہیں اس محبت کو اور اُن خیالات و تمام جذبات کو بھی ذبح کرنا تھا جو انسان کے دل کو اپنی اولاد سے جکڑ دیتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ضرور ان تمام رشتوں کو مذبح پر آنے سے پیشتر کاٹ دیا ہوگا۔ انہوں نے پدرانہ محبت کو ذبح کر دیا۔ ان کے دل سے وہ تمام باتیں نکل گئیں جن کی وجہ سے وہ پیارے بچہ کو محبت کرتے تھے۔ اور وہ دل صرف خدا کا ہو گیا۔ دل کے اِس قسم کی کیفیت کے ساتھ وہ قوموں کے باپ خدا کے حضور اپنی قربانی لایا حضرت ابراہیم کا امتحان کیا گیا۔ اور وہ اسمیں کامل اُترے۔ وہ خدا کی عبادت کے اعلےٰ ترین مقام پر پہنچے۔ اور رُوحانیت کے تمام مدارج میں سے ہو کر گذرے۔ تو پھر کیا یہ ضروری تھا کہ وہ قربانی جو وہ کرنا چاہتے تھے ضروری کیجاتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں اس قربانی کا مُدّعا تو پورا ہو چکا۔ کیونکہ تمام خواہشیں اور جذبات تو فنا ہو چکے عشق فتحمند ہُوا۔ تمام خواہشیں اور جذبے قتل کئے گئے۔ اور رُوح تمام دُنیاوی رغبتوں سے پاک کیا گیا۔ اس صُورت میں جان قربان کرنے کی ضرورت نظر نہیں آتی۔ اس کے خدا نے الہام کیا۔ اور انسانی قربانی کی جگہ حیوان کی قربانی مقرر کی گئی۔

رسم قربانی کا تنزّل

لیکن قربانی کی اِس پاک رسم کو جہالت اور خوش اعتقادی کی وجہ سے بگاڑ دیا گیا ہے۔ اِس رسم سے جو رُوح پیدا کرنے کی غرض تھی اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ توہمات نے عجیب طرح کے خیالات سے اسے ملبُوس کر دیا۔ اس سے تو دینداری اور صفائی کی رُوح پیدا کرنا تھا لیکن

اب اسے بدی اور گناہ کا کفارہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور ان مقدس انسانوں کو جنہوں نے نوع انسانی کیلئے قربانی ہو کر اپنے خدا کے ساتھ محبت کا اظہار کیا خدا بنا یا گیا۔ اور اُن کی موت کو کفارہ خیال کیا گیا۔

اب سوال ہو سکتا ہے کہ آیا خون اور جان کشی سے خدا جو کہ رحیم اور رحمٰن ہے حقیقت میں خوش ہوتا ہے۔ اور کیا وہ بخارات جن میں حیوان کے خون کے ذرات ملے ہوئے ہوں اس خدا کے نتھنوں میں خوشبو کا کام دیتے ہیں۔ جو کہ برکات سخاوت اور رحم دلی کا سرچشمہ ہے لیکن بدقسمتی سے جہالت اور خوف۔ زود اعتقادی اور بزدلی نے اس پُر معنی رسم قربانی کو ایسی باتوں کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے خون اور قربانی کے ناراض شدہ خدا خوش نہیں ہوتا۔ خدا کا غصہ خونریزی ہی سے فرو ہو سکتا ہے۔ اس امر کا خیال نہیں کیا جاتا۔ کہ خدا کو ہم نے اپنے گناہوں سے ناراض کیا ہے۔ اور اُس کے غضب کو اپنی بے انصافی اور بدکرداری سے بھڑکایا ہے۔ کیا ہم پر اس کا حکم سزا اس گناہ کی وجہ سے جاری نہیں ہوا جیسے بعض مورُوثی خیال کرتے ہیں۔ اب خدا کو جو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ناراض ہوا ہے کیسے خوش کریں۔ انسان تو یُوں استدلال کرتا ہے کہ یا تو ہمیں سزا ملے۔ یا ہم قربانی کریں اور یا کوئی چیز یا انسان ہمارے لئے کفارہ ہو۔ اور اس طرح اِس پاک رسم قربانی کو اس نے بگاڑ دیا ہے۔ وقتاً فوقتاً ایک انسان کی شرارتوں کے کفارہ کے لئے مینڈھا۔ بکرا۔ کبوتر اور دیگر طیُور کو اس مذبح پر جو خدا کے لئے تیار کیا ہو ذبح کر دیا گیا لیکن کسی قوم کی اِس شرارت اور ظلم کے لئے کفارہ دیا جائے جو بعض اوقات قوم کی بھاری تباہی کا موجب ہو۔ اس سے بچنے کیلئے کسی بڑی قربانی کی ضرورت ہے اور اِس طرح ہندوستان میں زمانہ قدیم میں اسوامیدا یعنے گھوڑے کی قربانی کا رواج ہُوا۔ اور آج ہم بنگالہ میں کالی دیوی کے مذبح پر سینکڑوں بھینسوں کو ذبح ہوتے دیکھتے ہیں۔ بس اگر یہ طریق استدلال صحیح ہے۔ اور اگر ہمارا خدا قدوس جو آسمانوں پر ہے ایسا سخت دل ہے۔ کہ وہ بغیر معاوضہ لئے رحم اور مہربانی نہیں کرتا۔ اور معاوضہ بھی بہت بھاری خون کی شکل میں مانگتا ہے۔ تو پھر سینٹ پال کی نیم پیغمبرانہ منطق

خوش کن معلوم ہوئی۔ اگر ایک قوم کی شرارت کا کفارہ گھوڑا ہو سکتا ہے۔ یعنے ایسا جانور جو سب جانوروں سے شریف ترین اس وقت ہندوستان میں خیال کیا جاتا تھا۔ تو تمام نسل انسانی کا بوجھ دور نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ گھوڑے سے زیادہ شریف چیز کو قربان نہ کیا جائے۔ یعنے خود انسان کو۔ مگر یہ عجیب منطق سینٹ پال کے دماغ میں سب سے پہلے پیدا نہیں ہوئی۔ ایک بے ضرر نحیف انسان کو جو گلیل کا رہنے والا تھا مقام کالوری میں صلیب پر چڑھانے سے پیشتر بھی گاہ بگاہ انسانی گناہوں کیلئے بہت سی قربانیاں دی جا چکی تھیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہودیوں۔ یونانیوں اور مصریوں کے نزدیک یہ نیا مذہب ان کے اپنے پرانے قصوں کو گویا دُہرانا تھا +

لیکن خدا کی نسبت ایسا خیال ایک سخت غلطی ہے۔ آپ کا اس انسان کی نسبت کیا خیال ہوگا جو سوائے معاوضہ قبول کئے معافی نہیں دیتا۔ اور جس کے نزدیک دوسرے لوگوں کی غلطیوں کی سوائے خون اور قتل کے اور کسی قسم کی سزا نہیں۔ اور جس کی رضا جوئی سوائے خون بہانے کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیا ایسا شخص ایک وحشی حیوان نہیں؟ اگر آپ کا یہ فیصلہ اسکی نسبت درست ہے تو پھر آپ اپنے خدا کی نسبت کیا خیال کرینگے۔ کیا تمام قوموں اور تمام ممالک میں لفظ خدا یا دیگر زبانوں میں اس لفظ کے ہم معنے لفظ عظمت اور نیکی بتمامہ کا لُبّ لباب نہیں۔ آپ خدا کو اپنا باپ جو آسمانوں میں ہے کہہ کر پکارتے ہیں تو کیا اس قسم کا اعتقاد اس باپ کے متعلق خیال میں عزت پیدا کرتا ہے۔ باپ کی طرف تو محبت۔ اُلفت۔ اور نرم دلی کو منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ اس باپ کے متعلق کیا رائے قائم کرینگے۔ جس کی غیروں کے ساتھ محبت کا اظہار خون کے قطروں میں ہوتا ہے

میرے بھائیو اس قسم کے اعتقادات سے آپ خدا کو ناراض کر رہے ہیں۔ خدا کی نسبت صحیح خیال پر یہ ایک قسم کی زد ہے۔ خون کے ذریعہ گناہ کا کفارہ دُنیا کے کسی مذہب میں نہ ہوا اور نہ جائز رکھا گیا۔ یہ خدا کی خوشی کا موجب نہیں۔ ہمیں کچھ شبہ نہیں کہ قرآن شریف قربانیوں کی اجازت دیتا ہے لیکن ساتھ ہی جب قربانیوں کے متعلق آیات بالا میں ذکر کرتا ہے تو یہ فرماتا ہے کہ خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ انکے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری ہی پہنچتی ہے +

تمام مغالطہ خون اور قتل کو تقوٰی کی غرض کے ساتھ مخلوط کرنے سے پیدا ہوا ہے - اور اس ہی اسلئے ایک بُری قسم کی آئین پیدا ہوگئی ہے - آئین بنانیوالا حکم دیتا ہے کہ فلاں فلاں موقعہ پر حیوان ذبح کرو اور اس سے تمہیں نیکی و تقوی کا سارٹیفکیٹ ملجائیگا - اور تمہیں تمہارے تمام بُرے افعال کے نتائج سے مخلصی حاصل ہو جائیگی - کیا یہ خیالات کی قابل افسوس پستی نہیں - اور کیا یہ ایک عظیم الشان خیال کی طرف سے پست اور تمسخر انگیز خیال کی طرف قابل نفرت تنزل نہیں - وہ قربانی جس کی غرض و غایت بے نفسی کے خیالات پیدا کرنا - خدا کی رضا کے آگے جُھک جانا اور احکام الٰہی کو پورا کرکے کامل تقوٰی حاصل کرنا تھا اس طریق سے گناہ کرنے کے لئے ایک طرح کا انعام اور بدمعاشی کے لئے ایک پروانہ راہداری کا کام دینے لگی +

پیشتر اس کے کہ میں کچھ اسکے متعلق بیان کروں کہ قرآن کس طرح سکھلاتا ہے کہ قربانی اور تقوٰی کا باہمی تعلق ایسا ہے جیسا کہ اسباب اور نتائج کا میں چاہتا ہوں کہ اس نکتہ چینی کا جواب مختصراً دوں جو اس رسم قربانی پر وہ لوگ کرتے ہیں جو ہمدردان اسلام کے نام سے پکارے جاتے ہیں - میں پوچھتا ہوں کہ کیا حیوانوں پر ظلم کرنا بدی نہیں - اور کیا کسی چیز کا ضائع کرنا خلاف راستی اور تقوے نہیں - اور کیا قربانی کا تیوہار آج اسلامی دنیا میں ہزارہا حیوانوں کے ذبح ہونے کا باعث نہ ہوگا - اس سے کسقدر خوفناک فضولخرچی اور تباہی اور کسقدر ظلم جانوروں پر ہے - یہ منطق تو واقعی خوفناک ہے - لیکن افسوس ہے کہ اسبارے میں امور تنقیح طلب پر اچھی طرح غور نہیں کی گئی اور ٹھیک طور پر نہیں نکالے گئے - ظلم و رحم - خونریزی اور نرم دلی وغیرہ وغیرہ الفاظ صرف ذہنی اختراعات ہی نہیں تبدیلئے حالات سے ان کے معنوں پر اثر پڑتا ہے - اغراض و مدعا اور نتائج کے لحاظ سے ہمارے تمام کام قابل تحسین یا قابل مذمت ٹھیرائے جاتے ہیں - اسبارے میں اس سوال پر گوشت خور اور سبزی خور فرقوں میں بحث ہے - اگر اصول حفظان صحت اور علم موجودات جو کہ حال ہی میں سائنسدانوں نے دریافت کئے ہیں گوشت خوری کو تمہارے جسم کی ساخت کیلئے اور جسمانی اعضا کے درست طور پر کام دینے کیلئے آب و ہوا کے حالات کو مدنظر رکھ کر ضروری قرار دیتے ہیں - اور اگر آپ ہر روز مختلف قسم کے گوشت پکاتے ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ذبح کرنے کے معاملہ میں آپ کیوں اسقدر زود حس بن جاتے ہیں - کیا آپ اس تمام خونریزی کے ذمہ دار نہیں - آپ کا قصاب گویا قاتل ہے - اور جسے آپ نے ملازم رکھا ہے وہ ایک تنخواہ دار سفاک ہے اور آپ اس کے آقا ہیں +

اپنے آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالیں - اگر آپ جناب بدھ کی سی زندگی کو اختیار نہیں کر سکتے - گو اس زندگی کو معدودے چند ہی نے اختیار کیا ہو لیکن عام طور پر انسانوں کیلئے یہ مفید ثابت نہیں ہوا - تو آپکا فعل آپکے خیالات کے مطابق نہیں - اور اگر آپ گوشت کو عمدہ غذا اور لطیف اور ضروری قسم کی خوراک خیال کرتے ہیں تو

توکیا آپ اسمیں سے اپنے پڑوسی غریب کو حصہ نہ دینگے۔ مجھے تو آپکے فیاض طبع ہونے پر یقین ہے لیکن کیا آپنے سوسائٹی کے غریب اور محتاج لوگونکو اسمیں سے تھوڑا سا حصہ دینے کا انتظام کیا ہے جس کا آپ ات دن مزا اُڑا رہے ہیں۔ اور اگر آپنے غریبونکو بھلا دیا ہے تو چاہئے کہ مذہب آپ کو اپنے فرائض یاد دلانے کیلئے موجود ہو یہیں اسلئے قربانی کا تہوار منانا چاہئے۔ اور جسقدر جانور ہماری خوراک کیلئے روزانہ ذبح کئے جاتے ہیں انکی تعداد میں چند ایک ہزار کا اضافہ کر دیا جائے۔ آپنے تو اپنے فائدہ کی خاطر جانوروں کو مارنے کے فعل کو جائز رکھا ہے۔ تو آپ پھر دوسروں کے نقصان کیلئے کیوں نئے طرز کے اخلاق کا وعظ کرتے ہیں۔ اب تو سوال صرف تعداد اور تقسیم قربانی کا باقی رہگیا ہے۔ اور اس کا نتائج غریب اور نادار لوگوں کو پہنچتا ہے۔ جیسا کہ کتاب اللہ میں آیا ہے۔ فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر۔ **ترجمہ**۔ ان کو کھڑا رکھ کر ان پر خدا کا نام لو پھر جب وہ کسی پہلو گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ کو بھی کھلاؤ۔

کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ غربا اور مساکین کی ضروریات کا خیال رکھنا فضولخرچی ہے۔ اور کیا یہ ناخدا ترسی ہے کہ آپ کی جیب میں سے کچھ رقم اس غرض کیلئے نکال لیجائے۔ کہ سال میں ایک یا دو دفعہ محتاج لوگ اس قسم کی مزیدار خوراک کھائیں جس کا لطف آپ رات دن اُڑاتے ہیں +

اب ہماری سوال حیوانی زندگی کو تکلیف دینے اور اس پر ظلم کرنے کا سامنے آتا ہے۔ اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ کہ جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے اور خطرناک ہوتی ہے۔ میں اس فعل کو یہ کہہ کر جائز قرار نہ دونگا کہ دنیا میں میرے چاروں طرف ایسا ہی دیکھنے میں آتا ہے کہ ادنےٰ طبقہ کے جاندار اعلےٰ طبقہ کے جانداروں کی خوراک کا موجب ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بات میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ بہتری اور ترقی تکلیف کی راہ سے ملتی ہے۔ اس کیلئے مصائب اور ابتلاؤں میں پڑنا پڑتا ہے۔ اور جان بھی قربان کرنی پڑتی ہے۔ فناہ کے دروازوں میں سے گذر کر تکریم و احترام حاصل ہوتا ہے۔ ذرہ ان مختلف مدارج کا خیال آپ کریں جنمیں سے ایک ذرہ پھر یا پتھر کو گذرنا پڑتا ہے پیشتر اسکے کہ وہ انسانی جسم تک پہنچے۔ اور کس طرح ان ذرات سے جو کسی خاص غرض کو پورا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ایک نئی ترتیب پیدا ہوتی ہے مگر اعلیٰ طبقہ میں ظہور کرنے سے مراد ادنےٰ طبقہ میں موت کا اختیار کرنا ہے کیسی قسم کی ترقی اور عروج حاصل نہیں ہوتا جبتک کہ فنا نہ ہو اور موجودہ ساخت بگڑ نہ جائے۔ اور کوئی نئی ترتیب اور ساخت نہیں ہوتی پیشتر اسکے کہ پرانی ترکیب کے حصے متفرق نہ ہو جائیں ترقی کا اصول فنا ہے۔ اور جناب محمدؐ صاحب کے اس کلام سے کہ فناہ ہی ہستی ہے یہی مراد ہے +

(باقی آیندہ)

رسُول کا کارِ منصبی

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (سورۂ اعراف آیت ۱۸۸)

یہ سُورت جس عمدگی اور سادگی سے رسُول کے فرضِ منصبی وکام کو ظاہر کرتی ہے۔ اُسکی نظیر دکھائی نہیں دیتی۔ رسُول صلعم مومنوں کو فتح وظفر کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اور شریروں کو ان کے افعال کے بدنتائج سے جو انہیں اس دُنیا میں اور آخرت میں بھگتنے پڑینگے آگاہ کرتے ہیں لیکن آپ یہ دعویٰ نہیں فرماتے کہ آپ میں خدائی زور اور طاقت ہے۔ عربوں کی ایک توہم پرست قوم تھی۔ اور اگر رسُول پاک جیسا کہ میں نے اُوپر ذکر کیا ہے چاہتے تو آپ دعوےٰ فرما سکتے تھے۔ کہ آپ میں بہت بڑی خوق العادت طاقتیں ہیں۔ لیکن آپ کی رسالت کا لُبِّ لباب آیتہ کریمہ بالا نے مختصر الفاظ میں صاف ظاہر کردیا ہے۔ بہت سی ایسی روایات بیان کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگوں نے آپ کی طرف خدائی طاقتوں کو منسوب کیا لیکن آپ نے اس قسم کے تمام بیہودہ خیالات کا صاف صاف انکار کرکے زائل کردیا۔ روایت ہے کہ آپ کے بیٹے ابراہیم کی وفات کے دن سُورج کو گرہن کامل لگا۔ لوگوں میں چُپکے چُپکے یہ بات ہورہی تھی کہ رسُول صلعم کے بیٹے کی وفات کی وجہ سے سُورج بالکل سیاہ ہوگیا ہے لیکن آپ ایسے دیانتدار اور صادق تھے۔ کہ آپ نے گوارہ نہ فرمایا کہ لوگ اس قسم کے دھوکے میں رہیں اگرچہ آپ کی خاموشی سے آپ کی قدر ومنزلت آپ کے متبعین کی نظروں میں بہت بڑھ جاتی۔ لہذا آپ منبر پر چڑھے اور یُوں گویا ہوئے:۔

الشمس والقمر ایتان من ایات اللّٰہ لا تنکسفان لموت احد... الخ چاند اور سُورج یقیناً اللہ کے دو نشان ہیں۔ نہ تو انہیں کسی کی وفات کی وجہ سے گرہن لگتا ہے۔ اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے۔ پس اگر تم گرہن دیکھو تو اللہ کو پکارو۔ اسکی تسبیح کرو۔ اسکی عبادت کرو۔ اور خیرات دو۔ کبھی کسی رسُول نے اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ اور اس سے زیادہ صاف دلی

سے اپنی قوم سے گفتگو نہیں کی۔ جن لوگوں کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کیا وہ کئی صدیوں سے توہم پرستی اور بت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور اگر رسول پاک اپنے لئے دعویٰ خدائی پیش کرتے تو لوگ بڑی خوشی سے اس دعویٰ کو قبول کر لیتے۔ لیکن آپ تمام اغراض نفسانی سے بالاتر تھے۔ اور جو کچھ آپنے فرمایا۔ وہ ایک ایسے قلب سے نکلتا تھا جو ہر ایک قسم کی ریاکاری اور ذاتی خیال و مفاد سے مبرا تھا۔ آپنے صاف صاف خدا کے حکم کی تعمیل میں فرما دیا۔ کہ آپ ایک انسان ہی ہیں۔ اور آپ کے پاس خزانے نہیں۔ اور نہ انسان ہونے کی حیثیت میں آپنے دعوےٰ کیا کہ آپ غیب دان ہیں۔ اور نہ ہی آپنے بشریت سے بالاتر ہونے کا اظہار کیا۔ جتنے عمدہ اور احسن کام آپ نے کیئے۔ اور جتنی پیشگوئیاں آپنے کیں۔ ان سب کی وجہ سے کسی قسم کی شہرت یا نام آپنے حاصل کرنا پسند نہ فرمایا۔ آپنے پکار پکار کر یہی کہا۔ کہ سب بڑائی اور بزرگی اللہ ہی کے لئے ہے۔ ہاں عوام الناس میں اور آپ میں یہ مابہ الامتیاز تھا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ اپنی رضا و حکم ظاہر کرتا تھا۔ اور آپ بڑی دیانت اور امانت سے اس پر چلتے اور جو کچھ آپ پر نازل ہوتا اُسے عملی جامہ پہناتے تھے۔ اور آپ چاہتے تھے کہ لوگ بھی آپ کی طرح ہی بن جائیں۔ آپ کا ہرگز منشا نہ تھا کہ آپکے متبعین خزانوں کے مالک بنیں یا طاسمات دکھائیں یا نجومیوں کا سا کام کریں۔ بلکہ آپ کی خواہش تھی کہ ان میں انسانیت اور شرافت پیدا ہو اور وہ زندگی کے اُن اعلےٰ اصولوں پر قدم ماریں جو آپ پر خدا کی طرف سے ظاہر ہوتے تھے۔ آپنے لوگوں کو کھلے الفاظ میں بتلا دیا کہ آپ اُن سے کیا چاہتے ہیں۔ اور اپنی صاف گوئی ہی کی وجہ سے آپ کو بار بار قرآن شریف میں نذیر مبین کر کے پکارا گیا ہے +

رسول کریم صلعم کی بے مثال بزرگی اور عظمت یہیں تھی۔ کہ آپنے کبھی بھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ آپ فوق الانسانی طاقتیں میں۔ اگرچہ بہت سی قرآن شریف کی پیشگوئیاں آپ کی زندگی ہی میں پوری ہوگئی تھیں لیکن آپ یہی فرماتے رہے۔ کہ آپ کو غیب کا علم نہیں۔ اسلام نے غلبہ پایا لیکن آپنے کبھی بھی نہیں فرمایا کہ آپ خدائی خزانوں کے مالک ہیں۔ پیشگوئیوں کے پورا ہونے اور کامیابیوں کے حاصل کرنے پر آپ یہی فرماتے رہے کہ یہ سب کچھ اس اللہ کی طرف سے ہے جو قادر اور علیم ہے +

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ - کہدے (اے رسول) میں تم سے نہیں کہتا کہ خدا کے خزانے میرے پاس ہیں - نہ میں غیب کا حال جانتا ہوں - اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں - اور میں پیروی نہیں کرتا کسی چیز کی سوائے اسکے کہ جو مجھ پر اُتاری گئی ہے +

ان آیات کا مقابلہ جناب مسیح کے ان اقوال سے جو انہوں نے اپنے متعلق کہے کہا - میں خود بخود کچھ نہیں کرتا (یوحنا ۸ باب ۲۸ آیت) میرا باپ مجھ سے بڑا ہے - (یوحنا ۱۴ باب ۲۸ آیت) مجھے تم نیک کیوں کہتے ہو سوا ایک کے اور کوئی نیک نہیں جو اللہ ہے میں شیطان کو خدا کی اُنگلی سے نکال دیتا ہوں (لوقا ۹ باب ۲۰ آیت) لومڑوں کے لئے بل ہیں ہوا کے پرندوں کے لئے گھونسلے ہیں لیکن انسان کے فرزند کیلئے کوئی جگہ سر رکھنے کی نہیں - میری نسبت پوچھتے ہو تو میں کہتا ہوں - کہ میں کچھ نہیں کر سکتا - اس دن اور اس ساعت کی نسبت کسی انسان کو علم نہیں - اور بیٹے کو بھی نہیں) ان الفاظ کے خواہ کچھ ہی معنے کیئے جائیں - کیا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے بولنے والا ایک بے بس انسان تھا نہیں وہ ایک رسول تھا یا ایک خدا - لیکن اگر اُسے خدا مانیں تو دیکھئے کہ خدائی کو کس درجہ تک گرا دیا گیا ہے +

اب ہم یہاں قرآن شریف کی اُن آیات کو لکھتے ہیں جو خدا کی صفات کے متعلق ہیں:-

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا +

ظہورِ اسلام اور مابعد

ترجمہ لیکچر جو جناب عبد الحق صاحب المصطفیٰ نے مسلم لٹریری سوسائٹی لندن میں دیا۔

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کام ایک قسم کا سلسلۂ انقلابات تھا۔ اور میں آپ کی کامیابیوں کے متعلق مختصر طور پر کچھ بیان کرونگا۔ آپ نے ایک تنزل کی طرف لیجانے والے طرز زندگی کا خاتمہ کر کے اُسکی بجائے ایک جدید اور نہایت مفید تہذیب کا بیج بو دیا +

مذہبی انقلاب

حضرت محمدؐ کے زمانہ میں بہت سے مذاہب موجود تھے ہر ایک میں مادہ کی پرستش کسی نہ کسی رنگ میں کیجاتی تھی۔ اور ہر ایک میں جدا جدا فرقے تھے۔ جو ایکدوسرے کے ساتھ زبان سے قلم سے ہاتھ سے اور تلوار سے لڑتے تھے۔ اِس طرح مذہب بجائے امن و آرام کے سرچشمہ ہونے کے لڑائی اور ابتری کا منبع تھا کسی جگہ کشت و خون ہوتا۔ اور کسی جگہ آتشزدگی ہوتی۔ غرضیکہ ہر جگہ طوفان بے تمیزی برپا تھا +

حضرت محمد صلعم کو معلوم تھا۔ کہ عرب و شام میں اس قسم کی حالت ہے۔ آپنے ان معاملات پر غور فرمایا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ مذہب کا کام بگاڑنا اور تباہ کرنا نہیں بلکہ سنوارنا اور بنانا ہے ایک کو دوسرے سے جدا کرنا نہیں بلکہ ملانا۔ لوگونکو غلام نہیں بلکہ انہیں آزاد کرنا۔ اور اُنہیں بجائے ذلیل اور بداخلاق بنانے کے انہیں خوشحال عروج کی طرف لیجانا ہے۔ آپ کئے سالونکی توجہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اچھا مذہب جس کی طرف ہر ایک کو رجوع کرنا چاہیئے وہ ہے جسمیں انسان ایک اعلےٰ اور غیر فانی خدا کی عبادت کرے۔ اور غیر متزلزل خدائی قوانین پر چلے آپنے خیال کیا کہ ایک گندم کے دانے یا کسی پودے یا درخت کے بیج بونے۔ اسکی نشو و نما پانے اس کے پھوٹنے۔ اور پھر اس کا انسان کے جسم کے لئے خوراک دینے اور آنکھوں کے لئے خوش منظر پیش کرنے میں صرف خدا ہی کا ہاتھ ہے۔ اس حیرت انگیز دُنیا میں ہر ایک کام کی تہ میں وہی ہستی ہے اور وہ ہستی نہ تو چاند سورج اور ستارے ہیں اور نہ درخت پودے اور پھول ہیں۔ نہ وہ پہاڑ۔ دریا اور سمندر ہی ہیں۔ اور نہ کوئی اور بیجان چیز ہے اور پھر وہ ہستی انسان بھی نہیں۔ بلکہ وہ مخلوق کی

رُوح ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ خدا کا غیر فانی ہونا نہایت ضروری امر ہے وہ ہر جگہ حاضر ہے لیکن وہ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ شرق وغرب۔ سیاہ وسفید وزرد رنگ قوموں کا اور ہر ایک ذرہ کا جہاں کہیں بھی وہ ہو۔ خدا ہے۔ وہ واحد ہے اور سب کا خدا ہے۔ اسکی نظر میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو خلق اللہ کی سچی خوشی وآرام کیلئے سب سے زیادہ کوشاں ہے۔ خواہ وہ سیاہ رنگ کا ہو اور خواہ سفید کا +

اِس قسم کا مذہب تمام مخلوق پر حاوی ہوتا ہے۔ اور تمام سابقہ مُرسلوں کو جو اتحاد علم اور تہذیب پھیلانے کیلئے آئے۔ کُل جہان کے لوگوں کا مشترکہ ہادی خیال کرتا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام دُنیا متحد و متفق ہو جاتی ہے۔ حضرت محمد صلعم نے اس مذہب کو جس میں انسانی ہمدردی ہے محمدی مذہب کے نام سے نہیں پُکارا۔ اور نہ وہ شخص جو اس کا متبع ہے محمدی کہلایا۔ حضرت محمد صلعم بشر تھے غیر فانی نہ تھے۔ مگر یہ مذہب غیر فانی ہے۔ اور اس کا نام اسلام ہے۔ فقط ایک اور واحد خدا ازل سے ہے۔ اور اسکے قوانین ازلی و ابدی ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے اٹل قوانین کی اطاعت کرنا ہی اسلام ہے۔ اور حضرت محمدؐ آپ کی اور میری طرح تھے اور مسلمان تھے +

اسلام ایک مفید اور متواتر ترقی چاہتا ہے مسلمان بعد از موت بھی ترقی کرتا ہے۔ وہی مسلمان ہے جو فطرت کے باریک اور پوشیدہ رازوں کی تلاش میں ہمیشہ لگا رہتا ہے۔ اور ہمارے اس علم میں جو دُنیا کے متعلق ہے اضافہ کرتا ہے۔ یہ کام اسی طرح جاری رہیگا حتیٰ کہ انسان اس کمال تک پہنچ جائے جس کا اُسے وعدہ دیا گیا ہے۔ اس حالت میں اُسکا خدا سے وصال ہو گا۔ اور یہی اسلام ہے +

اِنقلاب قوائے عقلیہ

آزادی رائے۔ اولین اصول اسلام

دوسرا امر جس کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توجہ مبذول فرمانی پڑی یہ تھا۔ کہ لوگ بجائے ترقی کرنے اور متحد ہونے کے کیوں رُوبہ تنزل اور ایکدوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہیں نہایت غور و خوض کے بعد آپنے دیکھا۔ کہ تمام توہمات۔ تعصبات اور خرابیوں کی تہ میں

عقل وقوت استدلال کو استعمال نہ کرنا اور اسے گویا جکڑ بند میں رکھنا ہے - انسان عقل سے کام نہیں لیتے اور وہ بھیڑوں کی طرح آنکھ بند کر کے چلتے ہیں - حضرت محمد صلعم نے فرمایا کہ عقل وفہم خدا کی طرف سے ایک عطیہ ہے - وہ شخص جو اسے استعمال کرتا ہے وہ خدا کا شکر گذار ہے - اور جو اس سے کام نہیں لیتا - وہ کفران نعمت کرتا ہے ہر ایک بات کی سچائی حتے کہ خدا کی ہستی کے متعلق بھی اطمینان کرنے کیلئے عقل و دلائل کو کام میں لانا چاہیئے - حضرت محمد صلعم پیغمبر ہیں نہ صرف اسلئے کہ آپنے ہمیں یہ سب باتیں بتلائیں - بلکہ اسلئے بھی کہ آپ نے انسانی بہتری اور ہمدردی کے لئے بہت معجز نما کام کیا - جیسے ہم دیکھتے ہیں - اور قدر کرتے ہیں - اس طرح آزاد خیالی کی بنیاد ڈالکر حضور نے ان عجائبات کے لئے راہ کھولدی جو علم سائنس - تجارت - حرفت - اور لوگوں کے میل جول سے ظہور میں آئے - پس اسلام نے معقولیت اور استدلال کو ممتاز جگہ دی +

انقلاب تمدّن

حضرت محمد صلعم نے جو اصلاحیں تمدن کے متعلق فرمائیں وہ بہت عظیم الشان تھیں اور اُن کا اثر دُور تک پہنچا - آپکے قوانین کاغذات ہی پر لکھنے کیلئے نہیں تھے - بلکہ آپنے تمام لوگونکو اپنا گرویدہ بنالیا تھا - اور وہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کیلئے ہر وقت مستعد اور سرگرم تھے +

یہ اصلاحات مختلف قسم کی ہیں - اور ہر ایک بذاتہٖ ایک جُدا مضمون ہے - میں ان کے متعلق مختصراً ہی بیان کرسکتا ہوں +

(الف) عورت کے متعلّق

ا - کثیر الازدواجی اس وقت عالمگیر تھی - اور عیسائی ممالک میں بھی باوجود جسٹینین کے حکم کے اس کا رواج تھا - ایک مرد علاوہ ناجائز طور پر عورتوں سے تعلق رکھنے کے جسقدر بیویاں اپنے بیاہ میں لانا چاہے لاسکتا تھا - عرب میں تو عورت کو جائداد سمجھا جاتا تھا - اور جب کبھی کوئی مرد فوت ہوتا ہے اس کا لڑکا علاوہ دیگر جائداد پر قبضہ کرنے کے اسکی بیویوں کا بھی مالک بنتا اور جس طرح چاہتا ان سے برتاؤ کرتا - اس کے اختیار میں تھا کہ وہ ان میں سے ایک یا زیادہ سے شادی کرے یا ان سے ناجائز طور پر تعلق پیدا کرے یا انہیں فروخت کردے - یا انہیں بطور تحفہ

کسی دوسرے کے پیش کرے +

۲۔ عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔ اور مصر میں ہر سال ایک جوان دوشیزہ لڑکی کو دریائے نیل میں غرق کر دیا جاتا تھا +

۳۔ اگر کوئی آزاد (حُر) عورت کسی غلام سے بیاہ کرتی تو اُسے قتل کر دیا جاتا +

۴۔ اس قسم کے بیشمار ہولناک واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی کچھ قدر و منزلت نہ تھی اس وقت ایسے حالات کی موجودگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرما کر دنیا کو چونکا دیا کہ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور مسلمان کو چاہئے کہ عورتوں کے مُتعلق بدگوئی نہ کرے یہ خُدا کی نظر میں مرد اور عورت برابر ہیں۔ اور اسلام نے مرد اور عورت کو اتحاد محبّت اور برادری کے سلسلہ میں باندھ دیا ہے۔ اور تعلیم سب مرد اور عورت کیلئے لازمی ہے۔ نیز آپ نے عورت کے حقوق اس کے لڑکی بیوی۔ ماں اور فرد خاندان یا جماعت ہونے کی حیثیت میں قائم کر دیئے +

وہ حقوق جو مسلمان عورتوں کو گذشتہ کئی صدیوں سے ملے ہوئے ہیں۔ یورپین عورتوں کو تھوڑے عرصہ میں اس ایکٹ کے ذریعے دیئے گئے ہیں جو انگلینڈ میں شادی شدہ مستورات کی جائداد کے مُتعلق نافذ ہوا ہے۔ عام کاروبار میں اسلام نے مرد و عورت کو ہمیشہ یکساں رکھا ہے +

(ب) غلامی

غُلامی بھی عالمگیر ہو رہی تھی۔ زبردست زیردست کو غُلام بنا لیتا تھا۔ غُلام کو خوراک اور لباس بُری قسم کا دیا جاتا تھا۔ اُسے دُکھ و عذاب میں رکھا جاتا تھا۔ حتّےٰ کہ اُسے بلا خون سزا قتل بھی کر دیا جاتا تھا۔ عیسائیت نے بھی غُلام کی حالت بہتر نہیں بنائی۔ رُوما کے قانون اسیارہ میں جاری ہوئے لیکن غلامی پھر بھی موجود رہی غُلام آپس میں ایک دوسرے سے شادی کر سکتے تھے۔ اگر غُلام کسی آزاد (حُر) عورت سے شادی کر لیتا تو اُسے زندہ جلا دیا جاتا۔ دُور کیوں جائیں امریکہ والوں کا طرز عمل غُلاموں کے بارے میں اکثر لوگوں کو یاد ہوگا۔ اور اس بارے میں بیسویں صدی کے نئے قسم کے قانون ایسے عام ہیں کہ انکی تشریح کی ضرورت نہیں +

اسلام نے شروع میں انسانی مساوات کا اعلان کیا۔ اور غُلاموں کے مُتعلق قانون جاری کیا جس کی غرض و غایت اس شرمناک طریقہ کو بالکل نیست و نابود کرنا تھا۔ میں ذیل میں چند ایک کا

ذکر کرتا ہوں:-

ا۔ جو شخص انسانوں کی تجارت کرتا ہے وہ دائرہ انسانیت سے خارج سمجھا جائیگا +

۲۔ اگر کسی غلام عورت کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو تو وہ آزاد سمجھی جائیگی۔ اور اُس بچے کے وہی حقوق ہونگے۔ جو ایک جائز اولاد کے ہوتے ہیں +

۳۔ کوئی مسلمان غلام نہیں بنایا جاسکتا +

۴۔ ان جنگوں میں جو جائز طور پر کئے جائیں گرفتار شدہ لوگ اس وقت تک غلام تصوّر کئے جائینگے۔ جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کریں یا زرِ فدیہ ادا نہ کریں یا آزاد نہ کئے جائیں۔

۵۔ غلام اپنے آقا کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے +

۶۔ خدا کی عبادت کا نہایت مقبول طریق یہ ہے۔ کہ غلاموں کو آزاد کر دیا جائے +

۷۔ صاحبِ غلام اگر قانون کی نظر میں مستوجبِ سزا سمجھا جائے تو ایک سزا یہ بھی ہے کہ اُس کا غلام آزاد کیا جائے +

۸۔ آقا اور غلام کے لباس اور خوراک میں کوئی تمیز نہ ہو +

۹۔ کسی غلام کو اُسکی طاقت اور قابلیت سے زیادہ کام نہ دیا جائے +

۱۰۔ غلام کو بوجہ اُس کی غلامی کے حقارت سے نہ دیکھا جائے +

۱۱۔ بیت المال کا ایک یہ بھی فرض ہے۔ کہ روپیہ دا کر کے غلاموں کو اُن کے مالکوں سے آزاد کرایا جائے +

۱۲۔ اگر آقا اور غلام کے باہمی معاہدہ کا توڑا جانا آقا کی طرف سے پایا جائے تو اُس سے غلام کو حتّی الامکان آزاد کئے جانے کا فائدہ اُٹھایا جائے +

(ج) قوانین

ا۔ دیوانی اور فوجداری قوانین

مجموعۂ قوانین دیوانی و فوجداری تیار کیا گیا۔ اور اس قسم کے عام اصول جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ آیندہ ہونیوالے واضعانِ قوانین کی ہدایت ورہبری کے لئے درج کر دیئے گئے۔

(۱) عُلما و فضلا میں سے صرف وہی لوگ قانون وضع کر سکتے ہیں جو اپنے تمام علوم کی

واقفیت اور انسانی زندگی کے حالات جاننے کی وجہ سے ممتاز ہوں۔ قوانین پرانے روایات پر مبنی نہ ہوں بلکہ نئے حالات کو مدنظر رکھ کر اصول اسلام کے مطابق ہوں۔ جب کبھی انمیں اختلاف پیدا ہو تو فیصلہ کثرت رائے پر کیا جائے +

(۲) تمام امور میں خواہ وہ اخلاقی ہوں یا جسمانی اعتدال کو مدنظر رکھا جائے +

(۳) کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے +

(۴) قانون کے ظاہری الفاظ پر اس کی اصل غرض منشا کو ہمیشہ فوقیت دیجائیگی +

(۵) ازروے قانون تمام لوگ برابر سمجھے جائینگے (۶) بدی کو احسن طریق سے دور کیا جائے +

قوانین جنگ

اسلام سے پہلے فاتح لوگ مغلوب دشمن کے ساتھ نہایت بیرحمی سے سلوک کرتے تھے کسی قانون سے بھی اُن کے اس ظلم و تعدی کی روک تھام نہ تھی۔ اس طرح یہودی۔ یُونانی۔ اہل روما اور اہل فارس میں زندہ انسان کو جلانے اور مقتول کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا رواج تھا +

انجیل کی عبارتوں سے جو ذیل میں درج کیجاتی ہیں اس قسم کے واقعات کی صاف تصویر نظر آتی ہے۔

کتاب چہارم عہدنامہ قدیم (گنتی) ۳۱ باب ۱۰ آیت۔ اور انکے سارے شہروں کو جنمیں وہ بستے تھے اور اُن کے سب قلعوں کو پھونکدیا +

کتاب چہارم عہدنامہ قدیم (گنتی) ۳۱ باب ۱۷ آیت۔ سو تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو +

کتاب استثناء۔ ۳ باب ۶ آیت۔ اور ہم نے اُن کو یعنی انکے مردوں اور عورتوں اور لڑکوں کو ہر ایک شہر میں ...... حرم کیا +

حزقیل۔ ۹ باب ۶ آیت۔ اور بوڑھوں کو اور نِنھے بچوں اور عورتوں کو ایک لخت مار ڈالو +

اسموایل۔ ۱۵ باب ۳ آیت۔ سو اب تو جا اور عمالیق کو مار۔ اور سب جو کچھ کہ اُن کا ہے کر۔ ایک لخت حرم کر۔ اور ان پر رحم مت کر۔ بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے اور شیرخوار۔ اور بیل بھیڑ اور اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر +

آؤ آیات بالا کا ان ہدایات سے جو حضرت محمد صلعم نے اسلامی فتوحات کے سرداروں کو دیں مقابلہ کریں

آپؐ حکم دیتے ہیں۔ کہ ان تکالیف کے بدلے میں جو ہمیں دیگئی ہیں اُن نے ضرر لوگوں کو جو گھروں میں ہیں دُکھ نہ دو۔ مستورات کو بچاؤ۔ جو بچے دُودھ پیتے ہیں انہیں ایزا مت دو۔ اور بیماروں کو بھی تکلیف نہ دو۔ اِن باشندوں کے گھروں کو جنہوں نے مقابلہ نہیں کیا مسمار نہ کرو۔ اور اُنکے ذرائع خورونوش کو ضائع نہ کرو اور نہ ہی اُن کے پھلدار درختوں کو جو احکام حضرت ابوبکرؓ خلیفۂ حضرت محمد صلعم نے اسلامی فوجوں کو دیتے وہ بھی ذیل میں برائے مقابلہ لکھے جاتے ہیں :۔

اِس امر کا اطمینان کرلو کہ تم اپنی قوم کو تکلیف نہیں دے رہے۔ اور انہیں بےچینی میں نہیں ڈال رہے۔ بلکہ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کرو۔ اور خبردار کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو سچائی اور انصاف سے دُور ہو۔ کیونکہ جو اس کے خلاف کرینگے وہ خوشحال نہ ہونگے۔ اپنے دشمنوں کے ساتھ بہادری سے مقابلہ کرو۔ اور اپنی پیٹھ مت دکھاؤ۔ اور اگر تم فتح حاصل کرو۔ تو چھوٹے بچوں۔ بوڑھے مردوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ کھجور کے درخت ویران نہ کرو۔ اور اناج کے کھیت مت جلاؤ۔ پھلدار درخت نہ کاٹو اور نہ کسی مویشی کو ایزا پہنچاؤ بجز اُن جانوروں کے جنہیں تم اپنی خورش کیلئے ذبح کرو۔ اور اگر تم کوئی معاہدہ کرو تو اُسکی پابندی دل سے کرو۔ تمہیں سفر میں ایسے مذہبی لوگ ملینگے جو خانقاہوں میں گوشہ نشین ہیں اور اپنے طریق پر خدا کی عبادت کرنے میں لگے ہوئے ہیں ایسے لوگوں کو ہرگز قتل نہ کرو اور نہ اُنکی خانقاہوں کو ویران کرو +

اِسلامی جرنیلوں نے اِن ہدایات کے مطابق اپنے سپاہیوں سے بڑی احتیاط کے ساتھ کام لیا۔ عمرابن عباس جب قاہرۂ قدیم میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے تمام مصریوں کے قانون کے مقابلہ میں آزادی اور مساوات کا اعلان کردیا۔ امن اور انصاف اور قانونی عدالتیں قائم کردیں۔ اور عوام الناس کی بہتری کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ جب وہ قاہرہ سے سکندریہ جانے لگے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک کبوتری نے اُن کے خیمہ کے اُوپر گھونسلا بنا رکھا ہے اور اُسمیں انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے اس کبوتری کی خاطر خیمہ چھوڑدیا اور تاکیدی حکم دیا۔ کہ کوئی اس جانور کو نہ چھیڑے۔ یا اس خیمہ کو نہ اُکھاڑے جب تک کہ کبوتر کے بچے اُڑنے کے قابل نہ ہوں +

اُس زمانہ میں مصریوں کا اعتقاد تھا کہ دریائے نیل میں اس وقت تک طغیانی نہیں آتی جب تک کہ کسی جوان باکرہ کو عروسانہ لباس پہنا کر ہر سال اسمیں نہ ڈالا جائے۔ جب انہوں نے اس رواج کے متعلق

سنا تو انہوں نے خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھا اور اُنکی ہدایات کے مطابق اس مکروہ رسم کو فوراً بند کردیا

قوانین حفظان صحت

حضرت محمد صلعم کو علم تھا کہ شراب - گرد وغبار اور ناصاف ہوا انسان کیلئے مضر ہیں اسلئے آپنے روزانہ وضو و غسل کے متعلق ہدایات صادر فرمائیں - اور حکم دیا کہ ہفتہ میں کم از کم ایکبار تمام جسم کو پانی سے صاف کیا جائے اور ستھرے کپڑے پہنے جائیں - اور شراب اور تمام ایسی اشیاء سے جو تجربہ سے انسانی صحت کے لئے مضر پائی گئی ہیں قطعاً ممانعت فرمادی - قرآن کا حکم ہے کہ کھاؤ پیو لیکن اعتدال سے باہر قدم نہ مارو - اس حکم کی ممانعت میں ہمیشہ فائدہ ہی ہے +

۴ - اخلاقی قوانین

ہر مسلمان کیلئے بعض فرائض مقرر کردئے گئے ہیں - جو اسکی ذات کے متعلق دیگر مسلمانوں کے عام انسانوں کے اور بیزبان جانوروں کے متعلق ہیں +

قمار بازی قطعاً بند کردی گئی - انصاف - راست گوئی اپنے جذبات پر قابو رکھنے اور دیگر نیک خصائل کے بارے میں بہت تاکید کی گئی - چونکہ وقت تھوڑا ہے - اسلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف تین احکام اس موقعہ پر بیان کئے جاتے ہیں :-

(۱) مسلمان بوجہ ہم مذہب ہونے کے ایکدوسرے کے بھائی ہیں - اسلئے چاہئے کہ وہ ایکدوسرے کو تکلیف نہ دیں - اور نہ ایک دوسرے کی مدد سے پہلوتہی کریں - اور نہ ایکدوسرے کو حقارت سے دیکھیں وغیرہ وغیرہ +

(۲) سب سے اچھا انسان وہ ہے جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچے +

(۳) جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں خدا کا خوف دل میں رکھو - ان پر اس وقت سواری کرو جب وہ سواری کے قابل ہوں - اور جب وہ تھک جائیں ان سے کام نہ لو - جو بیزبان جانوروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اُنہیں اجر ملیگا +

بہت سی مخرب الاخلاق باتوں کی ممانعت کردی مثلاً کعبہ کے گرد برہنہ اور بے تمیزی سے طواف کرنا

(د) ممانعت رہبانیت

حضرت محمد صلعم نے دیکھا کہ انسان نہ تو سب کے سب نیک ہی ہیں اور نہ سب کے سب بُرے البتہ نکتایہ

ترقی کرنے سے کمال حاصل ہو سکتا ہے۔لیکن رُہبان بن کر ترقی کرنا مشکل ہے۔یہی رفتہ رفتہ اِس طریق سے دور ہو سکتی ہے۔کہ انسان دُنیا اور اس کے طریقوں کا پُورا پورا علم حاصل کرے۔اسی وجہ ہر قسم کی رُہبانیت سے اسلام نے لوگونکو روک دیا۔

(۳) اِنسدادِ مفلسی

اسلام کے بینظیر ارکان میں سے ایک رُکن زکوٰۃ یعنی انسدادِ مفلسی ہے۔سال کے بعد ہر ایک سرمایہ میں سے جس کی مقدار ایک خاص رقم سے زائد ہو اڑھائی روپیہ فیصدی محصُول یا ٹیکس وضع کیا جاتا تھا۔جو معہ دیگر ٹیکسوں کے بیت المال کا بنیادی پتھر تھا۔اِس طرح آمد و خرچ کا اندازہ رکھا جاتا تھا۔اور موجودہ بجٹ کی ابتداء اِس سے ہوئی ہے۔اسلام سے پہلے بادشاہ اپنی بدقسمت رعیت اور مفتوح لوگوں سے جس قدر مال جبر و تعدی سے وہ وصول کر سکیں کرتے تھے۔اور اس مال کو بیہودگیوں اور دیگر اپنی بدمعاشیوں میں صرف کر دیا کرتے تھے۔لوگوں کی آرام و آسائش کا کبھی خیال نہ کیا جاتا تھا۔تاوقتیکہ حاکم کی بھی اسمیں دلچسپی نہ ہو۔لیکن اسلام نے حکومت کو لوگوں کا خادم بنا دیا۔بیت المال قائم کیا گیا اور وہ لوگوں کی مشترکہ جائداد سمجھا جاتا تھا۔خلیفہ اسمیں سے فقط اسقدر ملتا تھا جو اس کے اور اسکے عیال کے گذارہ کیلئے کافی ہو۔جو دولت باہر سے آتی تھی وہ اسلام کے عام اغراض پر بڑی دانشمندی کے ساتھ خرچ کیجاتی تھی۔یتیموں بیوگان اور بیکسوں کی خورونوش کا انتظام کیا جاتا تھا۔جو بحیثیت ہونے کے ان کا حق تھا لیکن اسے خیرات نہ سمجھا جاتا تھا۔اور ضرورت کے وقت مدد دی جاتی تھی۔ہر ایک مسلمان کا فرض تھا کہ وہ اپنی قوم کی بہتری کیلئے کچھ نہ کچھ امداد کرے۔اور اگر وہ نادار ہوتا تو اُسے کچھ دیا جاتا۔اگر کوئی معزز مسلمان دیوالیہ ہو جاتا تو اس کا خاندان کسی قسم کی امدادی کام کرنے کی درخواست نہ کرتا بلکہ وہ اُلٹا ایک حق طلب کرتا جو اُسے فوراً دیا جاتا۔اگر ناداری اسکی اپنی کسی غفلت کی وجہ سے ثابت نہ ہوتی۔اگر وہ کسی کام کیلئے درخواست کرتا تو اُسے دیا جاتا اور اسکی مدد ہر طریق سے کیجاتی تاکہ وہ اپنی پہلی تجارت قائم کر سکے۔یا کوئی اور تجارت شروع کرے۔مثلاً اگر اسلامی سلطنت کے کسی حصہ میں قحط سالی ہوتی تو بیت المال ضروری امداد دینے کیلئے تیار ہوتا تھا۔اور اس پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے لوگوں کا حق تھا۔اس دستور العمل کو وہ لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے جنہیں

افلاس یا تباہی کا اور اس کے نتائج کا علم ہی جو یورپ کے ان مقامات میں ہو رہی ہے - جہاں مفلس اور نادار لوگ رہتے ہیں - یورپ میں بیکاروں کے جلوس دیکھے جاتے ہیں - اور ان میں سب ایسے نہیں ہوتے جو کام کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان میں ایسے بدقسمت لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو باوجود قوی اور طاقتور ہونے کے کام حاصل نہیں کر سکتے - ان کے دُبلے پتلے چہروں اور پھٹے پُرانے کپڑوں سے صاف طور پر مفلسی عیاں ہوتی ہے - اکثر ان میں سے آسمان تلے رات گذارتے ہیں اور جب بھی لمحہ بھر کیلئے ان پر نیند غالب آتی ہے - تو پولیس والا ہوشیار ہو کہ کر انہیں بے آرام کر دیتا ہے کہ فلاں جگہ چلے جاؤ - اگر مفلس لوگوں کے محلوں کے تنگ و تار کوچوں اور صحنوں میں آپ جائیں تو وہاں ان کی مفلسی کا ایک نیا نظارہ دکھائی دیگا - وہاں اس قسم کے غریب مزدوری پیشہ لوگ آباد ہیں جنہیں محنت کی مزدوری اسقدر ملتی ہے جو ان کے جسم و جان کو قائم بمشکل رکھ سکتی ہی کوچے ایسے بچوں سے پُر نظر آتے ہیں جو گندی نالیوں ہی میں کھیلتے ہیں - ان بچوں کی حالت نہایت رحم کے قابل ہے - کیونکہ ابتدا ہی سے انہیں کوئی مفید موقعہ نہیں ملتا جس صورت میں ان کے چاروں طرف ناقابل بیان گندگی اور اس کے لازمی نتائج ہوں تو کب معزز شہری بننے کا وہ موقعہ پا سکتے ہیں - نیویارک کے ایک شخص کی نسبت میں نے سُنا کہ وہ ہر سال موسم سرما میں خفیف سے جُرم کا مرتکب اسلئے ہوتا کہ اُسے جیلخانہ میں خوراک اور گرم جگہ ملیگی - اسطرح ایک ضعیف العمر شخص نے چند ہفتے ہوئے بوسٹر سٹ میں کہا کہ میں جیلخانہ میں جاکر مشقت کرنے کو اس کارخانہ پر ترجیح دیتا جہاں کہ وہ گذشتہ سال سے کام کر رہا ہے - اصل تہذیب اس کا نام نہیں کہ ہر ایک شخص کیلئے کام مُہیا کیا جائے بلکہ اس ذلیل مفلسی کو دُور کرنا ہی سچی تہذیب ہے جیسا کہ اسلام نے مختلف طریقوں سے کیا +

انقلاب مُلکی

نئی طرز حکومت جس کی بُنیاد مدینہ میں رکھی گئی حقیقت میں جمہوری سلطنت تھی - مرد اور عورت بُوڑھا اور جوان - شہری اور آزاد شدہ سب کے سب اس سچی جمہوری حکومت کے ماتحت مساوی حقوق رکھتے تھے - اور ہر ایک کا کُل سلطنت و قوم کی بہبُودی کیلئے کوشاں رہنا فرض تھا + اس نئی حکومت نے کمزور کو زبردست سے - غریب کو دولتمند سے اور عوام کو طبقۂ امرا سے بچانے کا

بیڑا اُٹھایا۔ غربا کیلئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو پناہ و حفاظت میں سمجھا اور اُنہیں معلوم ہؤا کہ کوئی زبردست طاقت انہیں بچانے والی موجود ہے۔ زبردست اب محتاط ہو گئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ اُنکی سختیوں کی وجہ سے انہیں سزا ملیگی +

اس وقت نہ تو کوئی مطلق العنان اور نہ موروثی بادشاہ تھا۔ قوم میں سے جو سب سے اچھا ہوتا اُسے قوم کی بہتری کیلئے اور اسلام کے اصولوں کے مطابق حکومت کرنے کیلئے منتخب کیا جاتا تھا خلیفۂ ثانی حضرت عمر اکبرؓ مسجد کی سیڑھیوں پر سویا کرتے خلیفہ کا خزانہ عامرہ پر دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حق نہ تھا۔ اُنکی تنخواہ مقررہ تھی۔ اور مسلمانوں کی رائے کے خلاف اسمیں اضافہ نہ کیا جا سکتا تھا +

محصول و ٹیکس مقررہ تھے۔ اور بیت المال کے ذریعہ اکٹھے کئے جاتے اور اُنکا انتظام ہوتا بیت المال کا کام ایک نرالی قسم کا تھا۔ بیوگان یتیمی اور بچیوں کی پرورش اس سے ہوتی۔ بیکاروں کیلئے کام کا انتظام ہوتا۔ اور جب تک یہ انتظام اپنی اصلی اور ابتدائی صورت میں رہا مفلسی معدوم ہو گئی۔ بیت المال کسی فرقہ سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ بلکہ تمام مسلمانوں کا اس پر برابر حق تھا۔ یہ نئی اخوت حقیقی تھی اور متحد کرنیوالی تھی۔ کسی جماعت کو کوئی خاص حقوق لوگوں پر ظلم کرنے کیلئے حاصل نہ تھے۔ خواہ جماعت دنیاداروں سے تعلق رکھتی ہو اور خواہ مذہبی لوگوں سے مشرقی مصر اور مغربی ہسپانیہ کا حال پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اتحاد و اخوت نے غیر ممالک کے لوگوں پر اور بالخصوص ان مفتوحہ اقوام پر جو رومیوں کے ماتحت تھے ضرور اثر کیا ہوگا۔ یہ لوگ مدینہ میں آئے اور دیکھا کہ اس قسم کے حالات اور کسی جگہ نہیں۔ پس انہوں نے فوراً مسلمانوں سے التجا کی کہ وہ انہیں ان ظالموں کے پنجہ سے جن کے ماتحت وہ اس وقت تھے نجات دلائیں +

حالتِ ہسپانیہ رومیوں اور مغربی گاتھ کے زیرِ حکومت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں سلطنتِ روما کے دیگر علاقوں کی طرح ہسپانیہ کی بھی بہت بری حالت تھی۔ گو اُمرا تعداد میں زیادہ نہ تھے لیکن اُنکے قبضہ میں غریباً ملک کی ساری دولت تھی۔ ان کی خدمت میں بیشمار غلام موجود رہتے۔ اور وہ تمام عمر قمار بازی عیاشی اور ہر ایک قسم کی بدمعاشی میں صرف کرتے۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ ان پر کسی قسم کا ٹیکس و محصول نہ تھا۔ بلکہ اس کا بوجھ دیگر فرقوں اور اشخاص پر تھا۔ ان خونخوار و حریص رومیوں کی خاطر

مختلف قسم کی تعدی و دست درازی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی مالگذار یا ٹکس ادا کرنیوالا نادار ہو جاتا۔ تو اُس کے ہمسایہ کو دُگنا ٹکس یا خراج ادا کرنا پڑتا +

متوسط درجہ کے زمینداروں کی حالت قابل افسوس تھی۔ ان لوگوں پر تمام محصول و خراج کا بوجھ پڑتا۔ پھر اپنی زمین بلا منظوری شاہ روما فروخت نہ کر سکتے تھے۔ اور اگر ان میں سے کوئی مایوسی کی حالت میں بھاگ جاتا تاکہ کوئی بُری بھلی ملازمت کرے تو اُسے ڈھونڈ کر پکڑا جاتا۔ اور اپنے پہلے کام پر پھر اُسے جبراً لگایا جاتا۔ زمینداروں کی آسامیوں کی حالت تو اور بھی بدتر ہوتی۔ وہ گویا زمین کے ساتھ جکڑے ہوئے تھے۔ اور زمین کے ساتھ وہ بھی بیچ دیئے جاتے تھے۔ اُن کا فرض تھا۔ کہ وہ زمین کے مالک کے لئے کام کریں اور غلہ بہم پہنچائیں۔ رومیوں کو وہ اپنا علیحدہ محصول ادا کرتے۔ اُن سے فوجی خدمت لینے کا رومیوں کو ہر وقت حق تھا۔ غلاموں کی ان سے بھی بڑھ کر خراب حالت تھی وہ اپنے مالک کے نزدیک ایک قسم کی جائداد سمجھے جاتے تھے۔ وہ تعداد میں اس قدر بیشمار تھے کہ جب ایک دفعہ روما کے سربروں نے تجویز کی کہ سب کے سب ایک ہی قسم کی پوشاک پہنا کریں تو اس تجویز کو اس بنا پر رد کیا گیا کہ غلاموں کو معلوم ہو جائیگا کہ انکی تعداد ان کے مالکوں کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ ہے۔ ایک بہت بڑی جنگ کے بعد بھی جسمیں بیشمار غلاموں کا نقصان ہوا دیکھا گیا کہ بعض مالکوں کے پاس چار ہزار بلکہ آٹھ ہزار تک غلام موجود تھے۔ اُن غریب بدقسمتوں کے ساتھ انکے مالک بڑی بے رحمی سے سلوک کرتے۔ اور ان کی زندگی اور موت برابر سمجھی جاتی تھی +

اوسط درجہ آدمی اور زمینداروں کی آسامی اور غلام کے لئے اس ظلم سے نجات حاصل کرنیکی ایک راہ تھی۔ وہ جنگلوں میں بھاگ جاتے اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے۔ وہ قزاقوں کا ایک جتھا بنا لیتے اور وقتاً فوقتاً جہاں کہیں ممکن ہوتا ڈاکہ زنی کرتے ایکدفعہ تو ان کا وجود ایسا خطرناک ہو گیا کہ ان سے مقابلہ کیلئے ایک فوج بھیجنی پڑی +

اِن واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عوام کو اِس بات کی بالکل پرواہ نہ تھی کہ ملک پر کون حکمران ہوتا ہے۔ انکی اِس قسم کی لاپرواہی سے مغربی گاتھ کیلئے ہسپانیہ کا فتح کرنا آسان ہو گیا۔ ان وحشیوں نے اگرچہ ان کا مقابلہ بھی کسی نے نہ کیا۔ گرجوں اور گھروں کو جلا دیا۔ اور عورتوں مردوں اور بچوں کو یا تو قتل کیا اور یا غلام بنا لیا۔ اس خوف کی وجہ سے جو لوگوں کے دلوں پر طاری ہوا جنگلوں میں قزاقوں

کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد گاہستہ وہاں مالک کی حیثیت میں مقیم ہو گئے لیکن پادریوں کے اثر میں آگئے جو اس طرح ایک زبردست طاقت بن گئے +

جب پادریوں کی طاقت کمزور تھی۔ تو یہ ساميوں اور غلاموں کی مدد کرتے۔ بلکہ انکی آزادی اور رہائی کے لئے وعظ بھی کیا کرتے تھے لیکن جونہی انکی طاقت بڑھی۔ اور اُن کے قبضہ میں بڑے بڑے املاک اور محلات مع خدمتگاروں اور غلاموں کے آگئے تو انہوں نے علے الاعلان ظاہر کیا کہ فطرت نے بعض کیلئے غلام اور بعض کیلئے آقا ہونا لکھ دیا ہے۔ جب حالات اس سے بھی ابتر ہو گئے۔ اور لوگ پکار اُٹھے کہ پادریوں کی حکومت بجائے زمینی بہشت ہونے کے ایک نئی دوزخ ہو گئی ہے۔ تو کلیسیا سے جواب ملتا کہ یہ حالت اسلئے ہے کہ یہودیوں کو جنہوں نے جناب مسیح کو مارا تھا تا حال سزا نہیں ملی آخرش اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان بدبختوں کو ہر جگہ دکھ دیا گیا۔ پھر موت سے بچنے کیلئے بعض یہودی عیسائی بن گئے لیکن اس حالت میں بھی ان کے بچے اُن سے جدا کئے گئے۔ تاکہ ان بچوں کی تربیت پشتینی عیسائیوں کی طرح ہو۔ بعض کی آزادی اور جائدادیں چھن گئیں۔ اور انہیں ان عیسائیوں کا غلام بننا پڑا جو خود پہلے غلام تھے +

(باقی دارد)

دین عیسوی کا مفاد

اکثر اور بار بار میرے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فائدہ کیسی راحت اور طمانیت اور کیا نفع روحانی اخلاقی یا مادی ان لوگوں کو ہوتا ہے۔ جو اس زمانہ میں مسیحی عقائد پر ایمان رکھتے اور اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں جبکہ سائنس اور معقولیات اس درجہ ترقی کر چکی ہیں۔ اور جو زمانہ اسی حیرت انگیز انقلاب سے تیرہ صدی سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد آتا ہے۔ جو انقلاب بی بی آمنہ کے یتیم بچے نے مذہب اخلاق۔ روحانیت اور تمدنی اور سیاسی نظامات کے متعلق انسانی خیالات میں پیدا کر دیا بلکہ خود عقل انسانی میں ایک تغیر پیدا کر دیا۔ اور اُسے اوہام باطلہ اور تعصبات کی جکڑ بندیوں سے آزاد کر کے حریت کے زیور سے آراستہ کر دیا پس میں نہایت انکساری اور خاکساری کے ساتھ ان فاضل بزرگوں سے اسبارہ میں ہدایت چاہتا ہوں۔ جو موجودہ یا سابقہ عیسائیت پر پختہ یقین

رکھتے ہیں۔ اگر ایسے اصحاب واقعی کہیں موجود ہیں ✦

یہ بحث ایسا بلند پایہ اور وسیع الشان ہے کہ اسکے متعلق سوال و دلآزاری اور رنج دہی کی راہ سے نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اس کا جواب بھی کٹ حجتی کے خیال سے نہیں بلکہ پورے طور پر یقین دلانے والا ہونا چاہئے۔ عیسائیت متعدد شاخ در شاخ فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ عیسائیوں میں عام اور متفق علیہ عقیدہ کیا ہے۔ جسے عیسائیت کے نام سے موسوم کیا جائے عیسائیت اب ہرگز ایسی مشخص اور مصرح نہیں رہی۔ جیسا کہ مثلاً اسلام ہے۔ اسلام میں بھی مذہبی مناقشات اور فرقہ بندیاں ہوئی ہیں۔ بہت سے اختلافات اور تفرقے پیدا ہوتے ہیں۔ جن سے اسلام کے اس پہلو کے اعتبار سے جو علم فقہ سے متعلق ہے۔ بلکہ بعض رسمیات کے بارے میں بھی کئی فرقے ہو گئے ہیں۔ لیکن اسلام کے بنیادی اصول آج بھی بعینہٖ وہی ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو برس پیشتر تھے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید پر کامل اور شرک سے پاک ایمان کہ وہ پاک اور بے رنگ ہے حاضر و ناظر ہے۔ قادر مطلق ہے اور الرحمٰن اور الرحیم ہے۔ فراخ دلانہ اور فرق نہ کرنیوالا ایمان تمام ان انبیاء اور صحف پر جو اللہ تعالےٰ نے مختلف اقوام و ممالک کے لوگوں کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً اور آخری اور خاتم النبیین نبی کی بعثت سے پیشتر جو اپنے ساتھ آخری اور ابدی اور ناقابل تحریف ہمہ گیر کتاب لایا مبعوث یا نازل فرمائے اور ایمان اللہ تعالےٰ کے فرشتوں پر اور یوم آخرت پر۔ یہ تمام عقائد حامل اسلام کے اساسی عقائد ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام کے پانچ ارکان بھی وہی ہیں جو پہلے تھے یعنی (۱) کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر صدق دل سے ایمان (۲) نماز پنجگانہ (۳) زکوٰۃ یعنی غرباء کی اعانت اور دیگر نیک کاموں کے لئے لازمی چندہ (۴) حج کعبہ زندگی میں کم از کم ایکبار (۵) ماہ رمضان میں روزے ✦

بخلاف اس کے دین عیسوی میں کیا بلحاظ عقائد اور کیا بلحاظ اصول زندگی کوئی بات بھی مستقل مشخص نہیں رہی ہے۔ اکثر عیسائی اب بھی پرانے عہدنامہ کو اپنے لئے الہامی کتاب مانتے ہیں۔ لیکن یہی جماعت کثیرہ بعثت مسیح کے متعلق جو عقیدہ رکھتی ہے اس کا اسکے پہلے عقیدہ سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ عام عقیدہ تو یہ ہے کہ پرانا عہدنامہ الہامی کتاب ہے۔ لیکن عام عقیدہ یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بابت نئے

اور نا در شریعت لائے شریعت کے آئین کی جگہ قربانی نے لیلی۔ جس سے کفارہ کا مسئلہ منتج ہوا ان دونوں باتوں میں توافق پیدا کرنا ناممکن ہے۔ اگر شریعت کو قائم رکھا جاتا۔ اور اگر ان قوانین کی بجا آوری جو ایک خاص قوم کے لئے خاص حالات میں وضع کئے گئے تھے۔ اس ترقی یافتہ زمانہ میں جبکہ نوع انسانی ایکدوسرے کے قریب تر آگئی ہے۔ ممکن ثابت ہو جاتی۔ تو صاف ظاہر تھا کہ عیسائیوں کو عیسائی ہونے سے وہی اخلاقی یا مادی فوائد حاصل ہوتے جو یہودیوں کو یہودی ہونے سے حاصل ہوتے ہیں لیکن عیسائیت موجودہ صورت میں تمام الہامی قوانین سے تقریباً پورے طور پر مبرا اور بے تعلق ہو چکی ہے۔ مسیحی دنیا میں قانون سازی کا کام ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ جنہیں مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ پس کاروبار کی سرانجام دہی کیلئے انفرادی یا قومی حیثیت سے ان کا عیسائی یا دہریہ کہلانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم عیسائی ممالک میں دیکھتے ہیں کہ پادریوں کی مخالفت کے باوجود قانون پاس کرائے جاتے ہیں۔ جیسا مثلاً انگلستان میں متوفی زوجہ کی ہمشیرہ کے ساتھ جواز نکاح کا قانون +

۔ عیسائیوں کے مذہبی اور تمدنی قوانین بھی پرانے عہد نامہ کے قانون نہیں ہیں۔ ان کا سبت الگ ہے۔ انہوں نے تعداد ازدواج کو جس کا یہودی بزرگوں میں رواج تھا۔ ترک کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ جیسی کہ آجکل عیسائیت کی صورت ہے۔ وہ عملاً اس عقیدہ پر عامل ہے۔ کہ حضرت مسیح ایک بالکل نئی شریعت لائے۔ ہزاروں سال کے تجربہ کے بعد خدا کو معلوم ہوا کہ انسان جو خود اسکی مخلوق ہے اس قابل نہیں ہے۔ کہ اسکے قوانین کی تابعداری کر کے نجات حاصل کر سکے۔ لہذا اس نے نوع انسان کیلئے نجات حاصل کرنے کا ایک نیا طریق نکالا اور وہ یہ کہ تمام بنی آدم کے اعمال کی ذمہ واری کا بوجھ ایک شخص کے کندھوں پر ڈال دے۔ مسیح کے مصلوب ہونے کے دن اسبات کی ضرورت نہ رہی کہ لوگ قانون الٰہی کی تابعداری کرتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ فی الواقعہ یہ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ وہ ان قوانین کی پابندی کے فطرتاً ناقابل ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کجروی اور نافرمانی اپنے مورثان اعلےٰ حضرت آدم اور حوا سے ورثہ میں پائی ہے۔ اگر وہ دوسری دنیا میں نجات حاصل کر سکتے ہیں تو صرف بپتسمہ کے ذریعہ سے۔ اور جہانتک بنیادی عقائد کا تعلق ہے۔ یہ یاد رکھنا ہوں کا فرض ہے جو کہ انکی نگہداشت کریں عیسائیت کو بنا بریں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سوائے اسکے کہ معاشرتی قوانین

خلاف اطلاق یا اقوام میں ترک مسکرات کے متعلق اصلاحات میں رُکاوٹ پیدا کرے +

تمام وہ قومیں مثلاً یہودی اور مسلمان جو مذہبی شریعت رکھتی ہیں ان شریعتوں پر عمل کرتی ہیں نہ صرف ان قوانین پر جو انکی کتب مقدسہ میں مرقوم ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے اسوہ پر بھی۔ موسےٰ علیہ السلام یہود کیلئے سند ہیں۔ وہ ان کے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ آج بھی وہ موسیٰ کے نقش قدم پر چلنے سے کچھ حاصل کرتے ہیں یعنی کہ وہ آج اُن کے ہادی اور رہنما ہیں مسلمانوں کیلئے تو زندگی یا خیال کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں حضرت محمد صلعم کی ذات مبارک ایسا ہی اُسوہ۔ نمونہ اور مثال پیش نہ کرتی ہو۔ جیسا کہ وہ اس زمانہ میں پیش کرتی تھی۔ جبکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلعم بجسد عنصری اس معمورہ میں تشریف فرما تھے ہر ایک مسلمان کو اپنے ابدقرار اور ہمہ گیر پیغمبر کی ذات مبارک پر فخر اور ناز ہے۔ تاریخ کے فتوے نے ان پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ جس قدر وہ حضرت محمد صلعم کے اُسوہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں اسیقدر زیادہ وہ قومی اور انفرادی حیثیات سے مادی۔ عقلی اور رُوحانی ترقی کرتے ہیں۔ اسلام کی پاک کتاب محفوظ ہے۔ اور تحریفات اور تصرفات سے پاک ہے۔ کیونکہ اسکی تصنیف انسانی ہاتھوں سے نہیں ہوئی ہے۔ تمام ضروری قوانین اسمیں موجود ہیں۔ پھر بھی اہل اسلام محسوس کرتے رہے ہیں۔ کہ اس دنیا میں بھی وہ اسوہ اور نمونہ کے محتاج ہیں۔ انہوں نے نہایت صحت کے ساتھ ہزاروں احادیث نبوی جمع کی ہیں۔ اس وسیع عالم میں کوئی انسان نہیں ہے۔ بلکہ اس پرانہ سالہ دنیا میں ایک انسان بھی ایسا نہیں گذرا۔ جس کے حالات زندگی اس قدر تفصیل۔ باریک بینی خلوص عقیدت اور صحت کے ساتھ معرض تحریر میں لائے گئے ہوں۔ جیسے کہ ختم المرسلین۔ ختم المصلحین۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات لکھے گئے ہیں مسلمان رسول اللہ کے اُسوہ کی ضرورت کامل طور پر محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت نے خود فرما دیا تھا۔ کہ میں تو تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ یہ اسلام کا مرکزی اصول ہمیشہ مسلمانوں کو آگاہ کرتا رہتا ہے۔ کہ محمد صلعم صرف اللہ کے رسول تھے۔ یعنی اللہ کے بندے تھے باوجود اسکے تمام جہان کے مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملیگا۔ جو یہ یقین نہ کرتا ہو۔ کہ وہی نبی تمام جہان کیلئے اُسوہ حسنہ ہے +

عیسائیوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ مسیح ان کے لئے اُسوہ نہیں ہیں۔ وہ ہو بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ اُنہوں نے اسکو خدا بنا رکھا ہے۔ وہ اُسکو خدا کے بیشمار فرزندوں سے ایک نہیں سمجھتے۔ بلکہ واحد اور اکلوتا بیٹا مانتے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اور اس کے نمونہ کو اس دنیا میں ناقابل اتباع نہ بنا دیا ہوتا۔ تو بھی وہ شخص جسے سر ٹکانے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ جو تحفظ ذاتی کے خلاف وعظ کہتا تھا جس نے دولتمندوں کیلئے بہشت میں جانا ناممکن قرار دے دیا تھا۔ جو خود اپنی زندگی میں اپنے مٹھی بھر قریبی پیروؤں اور شاگردوں میں وفاشعاری۔ پاکبازی اور اخلاقی جرأت کی رُوح نہ پھونک سکا۔ اور جو ایک قبیلے کی زندگیوں میں بھی کوئی اصلاح نہ کر سکا ممکن نہیں تھا کہ اس زمانہ کی ترقی یافتہ اور منضبط نسل انسانی کے لئے نمونہ بن سکے +

پس یہ سمجھ لینا آسان نہیں۔ کہ عیسائی لوگ اپنے آپ کو مسیح کا پیرو کہنے سے اس دنیا میں کونسا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ فی الواقعہ وہ اسکی پیروی نہیں کرتے۔ نہایت نیک ارادوں اور نہایت بلیغ کوششوں کے باوجود وہ اسکی پیروی نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں کو اس سے کوئی اخلاقی فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ عیسائیت زندہ نہیں ہے۔ اسلام کی طرح یہ ایک زندہ طاقت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے اعمال و افعال ان کے عقائد پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر علاوہ اس کامیابی کے جو اسے نسل انسانی کے ایک کثیر حصہ کو جمہوریت۔ مساوات اور اخوت کے اصولوں پر عمل پیرا بنا دینے اور ان میں مسکرات کو قطعاً ترک کرا دینے میں حاصل ہوئی۔ اور یہ ایسی کامیابی تھی جسمیں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر اسلام سوائے اسکے اس دنیا میں اور کچھ بھی نہ کرتا۔ تو بھی یہ اس قابل تھا۔ کہ ہر ایک مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر فخر اور ناز کرتا۔ وہ زندہ اخوت جو باوجود تنزل و انحطاط کے اس زمانہ میں بھی مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اسلام کا ایک انمول عطیہ ہے +

جب میں قسطنطنیہ گیا۔ اور مجھے پرائیویٹ طور پر مسلمانانِ عالم کے خلیفہ شہنشاہ معظم کے حضور میں شرف باریابی بخشا گیا۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ اس عنایتِ خسروانہ سے مجھے اور میرے ہموطنوں کو بہت بڑا شرف اور اعزاز حاصل ہوا ہے۔ اس کا جواب نہایت سنسنی خیز تھا۔ سلطان المعظم نے فرمایا۔ کہ شرف وغیرہ کا کیا ذکر۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس وہ سب ایک دوسرے

کے مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ کیا یہ ایسا موقعہ تھا۔ کہ میں اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتا یقیناً محض لسانی یا سخاطر کی راہ سے نہیں تھا۔ بلکہ حقیقی اور عملی بات تھی۔ میں اس ملک میں اجنبی تھا۔ جو مرتبہ مجھے اپنے ملک میں حاصل ہے۔ سلطان المعظم کو اس کا چنداں علم نہ تھا۔ میرا نام تعارف صرف یہ تھا۔ کہ میں مسلمان تھا۔ اور میں نے دیکھ لیا۔ کہ نہایت عالیمرتبت اور بلند ترین ہستی سے مساویانہ اور برادرانہ سلوک حاصل کرنے کیلئے صرف یہی سند کافی ہے +

تھوڑا ہی عرصہ ہؤا ہے۔ کہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک انگریز مسلمان کے ایک عیسائی بھائی کو جرمنوں نے اس جنگ میں گرفتار کر لیا۔ اتفاق ایسا ہؤا۔ کہ اسی کیمپ میں الجیریا کا ایک مسلمان بھی اسیر جنگ تھا۔ مسلمان قیدی کو جب معلوم ہؤا۔ کہ انگریز قیدی کا ایک بھائی مسلمان ہے۔ تو اخوت اسلامی نے فوراً اپنا اثر دکھایا۔ اور اسے انگریز مسلمان بھائی کو محبت آمیز خط لکھنے پر مجبور کیا۔ حالانکہ نہ تو وہ اسکی زبان جانتا تھا۔ نہ اس کا ملک اس نے کبھی دیکھا تھا۔ اور کوئی جان پہچان نہ تھی +

اس قسم کی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ جو ثابت کرتی ہیں۔ کہ اسلامی اخوت ایک زندہ طاقت ہے۔ پس کم از کم اس لحاظ سے تو مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے بہتر حالت میں ہیں +

بخلاف اس کے عیسائیوں میں ایسی اخوت اور ہمہ گیر جمہوریت یا مساوات ہرگز نہیں ہے امریکہ میں ایک سفید رنگ عیسائی دوسرے سیاہ رنگ والے عیسائی کو مار پیٹ کرنے سے چنداں پس و پیش نہیں کرتا۔ ہندوستان میں جب عیسائی مشنری پادری کسی نہایت نیچ ذات کے آدمی کو (اور عیسائی مشنری عموماً نہایت نیچ اور مفلس طبقہ سے اپنے رنگروٹ بھرتی کرتے ہیں) گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو ذات پات کا امتیاز نہ صرف باقی رہتا ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ نام نہاد گوروں کا مسیحی تکبر و نخوت نہایت بیدردانہ ہے عیسائیوں میں رنگی ملکی۔ تراعظے فیصلی یہ طبقی بلکہ صنفی امتیازات بھی ہمیشہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں جسمیں مذہبی شعبہ بھی شامل ہے نہایت نمایاں رہتے ہیں۔ حالانکہ جس انسان کو وہ خدا بنا رہے ہیں وہ ایک معمولی عورت کے بطن سے پیدا ہؤا تھا۔ جس کا خاوند نجاری پیشہ کرتا تھا۔ عیسائی جماعت میں ہمیشہ مزدور حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ

اُمرا کے محلّات میں تاجر پیشہ لوگوں کے اندر آنے کے لئے الگ بائیں دروازے مخصوص ہوتے ہیں پس مساوات اور اخوت کے اعتبار سے اور ہمہ گیر جمہوریت کے لحاظ سے کوئی عیسائی بحیثیت عیسائی ہونیکے بہتر حالت میں نہیں ہے۔ جیساکہ ایک مسلمان ہے +

اخلاقی بندشوں کے لحاظ سے عیسائیوں کی حالت اور بھی خراب ہے۔ ایک عیسائی مُلک میں جہاں کہ کلبوں اور پرائیویٹ مکانات میں قمار بازی کی اجازت ہوتی ہے۔ جہاں زناکاری کوئی جُرم نہیں ہوتا۔ جہاں شراب خانوں کی تعداد گرجوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور جہاں شراب نوشی نہ صرف ممنوع ہی نہیں۔ بلکہ خاص خاص مواقع پر مذہبی تقدس اپنے اندر رکھتی ہے وہاں ایک مسلمان مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو بہتر حالت میں محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ یہ محض اسکے مذہب کی تعلیمات ہی کے طفیل سے ہے۔ کہ وہ ان تمام بدیوں سے حظ اُٹھانے کی ترغیبات اور تحریصات پر قابو پانے کے قابل ہو جاتا ہے +

مسلمانوں کی زندگی ان کے مذہب کے قواعد کے پورے پورے تابع ہوتی ہے عیسائیوں کی زندگی پر ان کے مذہب کا ہرگز کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو بہت کم۔ اسلام ایک مسلمان کو تمام وہ قوانین اور تعلیمات دیتا ہے۔ جو اس کو ایک بہتر رعایا۔ بہتر سپاہی بہتر تاجر۔ بہتر سیاستدان۔ الغرض بحیثیت مجموعی بہتر مرد اور عورت بنانے کیلئے ضروری ہیں عیسائیت کو ان جملہ معاملات سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے پیرو ذکو اس سے کوئی مدد نہیں ملتی۔ اس سے وہ کوئی ہدایت نہیں پاتے۔ یہ ان کو کوئی ضابطہ نہیں سکھاتی +

پس اخلاقی تمدنی سیاسی یا اخوت ہمہ گیر کے اعتبار سے عیسائیت قطعی بے سود ہے اور اس سے کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی میری سمجھ میں آتا ہے۔ کہ اس شخص کو جو یہ یقین کرتا ہے کہ اس کے اعمال کی ذمہ داری کا بار کسی دوسرے کے کندھوں پر ڈالا جاچکا ہے اور اسکی نجات اور بھلائی بجائے اسکے کہ اپنے اعمال پر مبنی ہو اس کا انحصار کسی دوسرے شخص کے خون کی قربانی پر ایمان لانے پر ہو جو ان تمام لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لاتے ہیں پھانسی ہوکر مرا۔ ایسے شخص کو اس مذہب سے کیا رُوحانی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کسی مسلمان شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر است
رفتن بہ پائمردیٔ ہمسایہ در بہشت

مسیح کے خون کے ذریعہ کفارہ کا ایمان اگر وہ ایمان واقعی اور حقیقی ہو۔ تو سوائے بغایت مخرب الاخلاق ہونے کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ مجھے یقین واثق ہے۔ کہ کوئی سلطنت اس ایمان کی بناء پر کہ بپتسمہ ہی حصولِ نجات جبلی اور فطری معصیت کی بیخکنی کیلئے کافی ہے۔ قوم کے بچوں کو اخلاقی قوانین و احکامات کی تعلیم دینا ترک نہیں کردیگی +

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ کوئی رُوح جو خود اپنا بار اُٹھائے ہوئے ہے کسی دوسری رُوح کا بار نہیں اُٹھائیگی۔ غیر مسلم لوگ اپنے اعمال کا نتیجہ پالینگے اور مسلمان اپنے اعمال کا اجر پالینگے وعلٰے ہذا القیاس +

خون کے ذریعہ حصول نجات کا عقیدہ نہ صرف مخرب اخلاق ہے بلکہ بالکل وحشیانہ ہے۔ رُوحانیت اور تقویٰ کے خلاف اس سے زیادہ اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ قادر مطلق۔ رحیم اور منصف خُدا نہ صرف ایک سفاکانہ قتل تجویز کرے۔ بلکہ ایک معصوم انسان کو نہایت شدید عذاب کا شکار بنائے۔ خواہ اس فعل کا مقصد تمام نسل انسانی کی نجات ہی کیوں نہ ہو۔ یہ عقیدہ تو خدا کو ایک ظالم سنگدل اور ناکارہ ہستی ثابت کرتا ہے۔ جو دیدہ و دانستہ اپنے اکلوتے بیٹے پر عذاب الیم نازل کرنے کا صرف اس وجہ سے تہیہ کرلیتا ہے۔ کہ وہ خود انسانی رُوح کو معصوم پیدا نہ کرسکا۔ اس سے تو خدا ایک معمولی آدمی سے جو اپنے لختِ جگر کو رنج و بلا سے محفوظ رکھنے کیلئے خود اپنے آپ کو گرفتار بلا کرنے کو تیار ہو جائیگا بھی کم محبت کرنے والا کم فیاض اور کم شفقتِ پدری رکھنے والا ثابت ہوتا ہے +

کیا ایسے عقائد سے کوئی شخص بھی جو اپنے اندر رُوح رکھتا ہے رُوحانیت میں ترقی کرسکتا ہے۔ کیا ایسے ایمان سے اسکو راحت اور طمانیت حاصل ہوسکتی ہے۔ نسل انسانی کا بہترین طبقہ اس قسم کی خود غرضی سے بہت بالا ہے۔ کہ ایسے مکروہ عقائد پر ایمان لاکر دوسری دُنیا میں نجات کے وعدہ پر خوش ہو۔ ایک بلند ہمت اور عالی حوصلہ شخص ایسے خدا کی پرستش کرنے کی بجائے جو اسقدر بے درد۔ ظالم اور سفاک ہے کہ اسنے اپنے اکلوتے بیٹے کو عذاب میں گرفتار کرنے کا منصوبہ

باندھا۔ اسبات کو زیادہ پسند کریگا۔ کہ اس خدا کے قہر کا شکار بنے اور ابدی جہنم میں رہے ایک بلند ہمت شخص اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنا زیادہ پسند کریگا۔ اور یہ گوارا نہ کرے گا کہ کوئی بیگناہ آدمی اسکی جگہ اسکو بچانے کیلئے سزا پائے۔

جو عیسائی اِس عقیدہ سے اپنے قلب میں راحت محسوس کرتے ہیں کہ مسیح کا خون اُن کیلئے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ شرافت و نجابت اور عدل و انصاف کا صحیح مفہوم انکے دلوں میں ہو۔ مردمی بلکہ انثیت کے درجے سے بھی وہ بہت گرے ہوئے ہیں۔ اگر میں یقین کروں کہ کسی دوسرے شخص نے میری جگہ اپنی جان دے دی ہے۔ تو خوش ہونے کی بجائے میری تمام عمر رنج و الم کی تلخکامی میں گذریگی۔ کیا کسی مرد یا عورت کو کوئی تسلّی اسبات سے ہو سکتی ہے کہ مسیح اُن کیلئے ظلم کی موت مرا۔

نہ صرف اخلاقی نقطۂ نظر سے بلکہ الٰہیات کے نقطۂ نظر سے بھی مسیحی تثلیث کا عقیدہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اور مذہب میں ایک بھونڈا سا نہ پیچیدگی داخل کرنے سے کوئی زمینی مفاد یا سماوی طمانیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ واحد علیم و بصیر۔ قادر مطلق رحیم لیکن ساتھ ہی جزا و سزا کے مالک خدا پر ایمان لانا اور اسکے آگے سربسجود ہونا بہت زیادہ سیدھا سادہ دلنشین ہونیوالا اور روح کو ترقی دینے والا ہے اس سے کہ انسان اپنے دماغ کو پریشان کرے اور ازراہِ خوش عقیدگی ظاہرداری کے طور پر ایمان لے آئے۔ کہ "ایک تین ہے اور تین ایک ہے"۔ تضرّع۔ محبت۔ اطاعت اور تابعداری کو ایک سے زیادہ ہستیوں میں کیوں تقسیم کرتے ہو۔ اس سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے کونسی راحت حاصل ہوتی ہے۔ اگر خدا قادر مطلق ہے۔ تو اسکو ایک بیٹے کی امداد کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ علیم و بصیر اور رحمٰن ہے تو انسان کو اسبات کی ضرورت نہیں کہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کسی دوسرے انسان کو وسیلہ بنائے۔

اگر ہم مسیح کی صلیب کشی کے سانحۂ رُوح فرسا پر ایمان لے بھی آئیں۔ کہ خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا کہ عذاب سہے اور قتل ہو۔ تو اب تثلیث پر ایمان رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جبکہ باپ اور بیٹا پھر ایک ہو گئے ہیں۔ بیٹا پھر باپ کے اندر ضم ہو گیا ہے۔ لہٰذا تمام عبادت اور عاجزی صرف باپ کے آگے ہی ہونی چاہئے۔ خدائے منقسم پر اب کیوں ایمان جاری رکھا جائے۔ اور خدا کے لئے یہ بھی تو

بتاؤ کہ خدا کا رحم اور محبت مقابلۃً نہایت قلیل تعداد تک کیوں محدود رکھتے ہو۔ مسیحی المذاک مذہب پر ایمان رکھنے والوں کی تعداد نسل انسانی کے اس کثیر حصہ کے مقابلہ میں جو اس پر ایمان نہیں رکھتی بہت تھوڑی ہے اُنہیں کیوں ابدی جہنم کا سزاوار ٹھیرا تے ہو اور اس قرآنی تعلیم پر کیوں عمل نہیں کرتے کہ ان الذین امنو والذین ھادو والنصاری والصابیین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل الصالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقر آیہ ۶۲) ترجمہ۔ تحقیق وہ جو ایمان لائے (مسلمان) اور وہ جو یہودی ہیں اور عیسائی ہیں اور سابی ہیں جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے رب سے اس کا اجر پائینگے۔ پس ان کے لئے خوف نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کو رنج ہوگا +

الغرض کسی پہلو سے بھی نگاہ ڈالی جائے بحیثیت مذہب اخلاقی قوت۔ نظام تمدن ملائمت اور نرمی پیدا کرنے اور عقل کو فروغ دینے کا ذریعہ اور طاقتور محرک عمل ہونے سے عیسائیت کا مفاد اسلام کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے۔ اسلام تمدنی پاکیزگی اور مسکرات سے قومی پرہیز کی کامیابی کے ساتھ تعلیم دیتا ہے عیسائیت ایسا نہیں کرتی۔ اسلامی ہمگیر اخوت اور مساوات عمومی کی عملی تعلیم دیتا ہے۔ دین مسیحی اس سے قاصر ہے۔ اسلام موثر اخلاقی قوانین نافذ کرتا ہے۔ عیسویت اس سے غافل ہے۔ اسلام مردانگی۔ بہادری عمل اور قوت کی روح پھونکتا ہے۔ نصرانیت بےہمتی۔ اباحت اور رہبانیت پیدا کرتی ہے۔ اسلام عملی تحقیقات واشاعت علوم۔ سفر اور تجارت کی حمایت کرتا اور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مسیحیت کا جب روز تھا۔ تو اس نے ان سب کی مخالفت کی۔ اور ہسپانیہ سے لیکر گلیلیو تک نوکی الذہن اور نئے خیالات پیدا کرنیوالوں کے ساتھ نہایت بے دردانہ سلوک کیا جہاں اسلام نے غلاموں کو آزادی اور عورتوں کو حقوق دینے کیلئے قوانین بنائے وہاں عیسائی مذہب نے غلاموں پر جفا کاری کی اور عورتوں کو جادوگرنیاں کہہ کر زندہ آگ میں جھونک دیا عیسائی مذہب نے سب سے زیادہ خون بہایا ہے۔ اور سب سے زیادہ انسانوں کو ایذا اور دکھ پہنچایا ہے +

عیسائیت کا الٰہیات کا پہلو وحشیوں سے بھی گرا ہؤا ہے۔ خالص ویدک اور بدھی مطمح نظر بھی اس سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ ویدمت اور بدھ مت دونوں نے خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے انسان کے لئے ایک راہ نکالی ہے۔ گو وہ تنگ پُرخطر دشوار گذار اور مشکل ہے تاہم انہوں نے انسان کو بلند کرنے کی کوشش کی ہے +

اسلام ایک کشادہ صاف پختہ جنگلہ دار اور ہموار راستہ۔ شاہراہ بلکہ شارع عام بنانے میں کامیاب ہؤا۔ جس پر اندھے بھی سلامتی سے چل سکیں اور عورتیں اور بچے بھی خدا کی راہ میں چل سکیں۔ اسلام نے انسان کو اس حد تک خدا کا خلیفہ بنا دیا۔ جو سوائے اس بالا و برتر ذات کے اور کسی سے کم نہ رہا۔ بخلاف اسکے دین عیسوی نے انسان کو ایک بدنصیب بدبخت اور فطرتاً معصیت کار بتایا۔ عیسائیت نے خود خدا کو بھی نیچے گھسیٹ کر انسان کے برابر کر دیا اور اسے ایک ایسا انسان بنا دکھایا۔ جو انسانی اور شہوانی جذبات سے پُر ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ دین مسیحی نے خدا کو بُت پرستوں کا سا خدا بنا دیا ہے۔ جس کا قہر صرف خونی قربانی سے ہی ٹھنڈا ہو سکتا ہے۔ جو مصیبت اور بلا میں پھنستا ہے بشری خصائص اور کیفیات سے متصف ہے۔ انصاف نہیں کرتا۔ اسکے بیٹے کے توسل کے بغیر اس تک پہنچنا ناممکن ہے۔ وقس علےٰ ہذا عیسائیت نے خدا کا رتبہ کم کیا۔ انبیا کا رتبہ کم کیا۔ اخلاقی۔ روحانیت اور انسانیت کو ذلیل کر دیا۔ اور فرشتہ انات پر فتوے کفر لگا دیا کہ نافرمانی اور گناہ کی علت اولےٰ یہی ہے۔ پس عیسائیت سے انسانی روح کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے ہر ایک مرد اور عورت کو جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ یہ سوال اپنے آپ سے پوچھنا چاہئے +

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے۔ کہ مسیح کی ذات کی کوئی عزت میرے دل میں نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ میں اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتا اگر میرے دل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت نہ ہو۔ وہ ایک اولوالعزم پیغمبر تھے۔ گو اتنی محبت تو نہیں لیکن اسیقدر عزت میرے دل میں حضرت مسیح کی ہے جس قدر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے لئے ہے۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ وہ عیسائی لوگ (بدقسمتی سے انکی تعداد نہایت ہی قلیل ہے) جو مسیح کی درویشانہ زندگی کا تتبع کرتے ہیں جو سادگی اور افلاس کی زندگی بسر کرتے ہیں

مجرد اور تارک الدنیا رہتے ہیں انکساری اور مسکینی سے رہتے ہیں اور ہمہ تن مصروف عبادت ہیں۔ وہ اس قسم کی زندگی سے کچھ نہ کچھ قلبی راحت اور سکون محسوس کرتے ہوں گے گو ان کے لئے بھی شاید گوتم بُدھ بہتر نمونہ ہوتا لیکن جس سوال کی تشریح میں چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ بیس کروڑ انسان جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں عیسائیت سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں وہ بوجہ عیسائی ہونے کے آپ کو کس طرح بہتر حالت میں پاتے ہیں عیسائیوں کو عیسائیت سے کونسا روحانی اخلاقی سیاسی تمدنی یا عقلی فائدہ ہوتا ہے عیسائیت کے وجود کے ہی سرے سے کیا فائدہ ہے + (القدوائی)

اسلام سراسر امن ہے

اسلام و وفاداری مترادف ہیں تاج برطانیہ کا وفادار حامی اور قیصر ہند شاہ انگلستان کا عقیدت کیش ہوا خواہ ہونے کی حیثیت سے میں اس امر کا اظہار کر دینا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں۔ کہ پیغمبر عرب صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت اور اسلام کے حلقہ بگوشوں کی اکثریت کسی طرح بھی سلطنت برطانیہ کیلئے موجب خطرہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسلام اور وفاداری دو مترادف الفاظ ہیں۔ اور ہر ایک مومن جو قرآن کو خدا کی کلام سمجھتا ہے۔ اس کا فرض ہے۔ کہ محبت الٰہی اور شفقت علے خلق اللہ کو اپنا شعار بنائے۔ اور دنیا کے کسی لالچ یا حرص سے مغلوب ہو کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑے۔ اور ہمیشہ بغاوت و دغا کی راہوں سے بچتا رہے +

مسلمان باغی نہیں ہو سکتا قرآن کریم میں لکھا ہے لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ اور اس حکم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے ماقبل آیت الکرسی جیسا اسم اعظم اور بعد میں مفصلہ ذیل ارشاد باری ہے:

قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن	تحقیق ظاہر ہو گئی نیکی بغاوت سے پس جو شخص انکار کرے شیطان کا اور ایمان لائے اللہ پر

یا اللہ خضلا ستمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا واللہ سمیع العلیم

اس نے پکڑ لیا مضبوط رسہ کو جو کہ ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے +

اب اس حکم ربانی سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کا عامل ہرگز کوئی ایسی راہ اختیار نہیں کر سکتا۔ جو بغاوت کے گرد و غبار سے آلودہ اور امن و آشتی سے بیگانہ ہو +

حقیقی مُسلمان ہر ایک سچا مُسلمان خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرضِ اولین سمجھتا اور خالق ارض و سما کی رضا کے سامنے تسلیم و نیاز خم کرنا اپنے لئے نہ صرف موجب سعادت تصور کرتا ہے بلکہ اسکی نظر میں مقام تسلیم ہی وہ مقام ہے جہاں سے بہشت بریں بہت قریب اور نزدیک ہے اُس مقام پر پہنچا ہوا مومن خواہ امیر ہو یا غریب۔ وہ بہرحال محبت اور عشقِ الٰہی کے جام طلعت آفرین سے سرشار رہتا اور ورلی زندگی کے جملہ بیم و ہراس سے امن میں ہوتا ہے۔ اور وہ کیوں اس امن و سلامتی سے بہرہ اندوز نہ ہو؟ جبکہ اس کے رگ و ریشہ میں یہ خواہش سرایت کر چکی ہے۔ کہ اس کا کوئی فعل خلاف منشاء ایزدی نہ ہوگا اور وہ ہر حالت میں رُوح القدس کی رہنمائی اور تائید سے خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی حاصل کرتا رہیگا مسیحی دُنیا اگرچہ حقیقی مُسلمان کے مدارج سے ناواقف ہے تاہم فطرت انسانی نے ان دُعاؤں کی کتاب میں بھی محولہ بالا مقام کے حصول کیلئے ایک دعا کا اندراج کرا دیا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

امن و سلامتی کے لیے دُعا اے خُداوند خدا! ہم تیرے بغیر تیری عبادت کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ پس تو اے رحیم و کریم خُداوند رُوح القدس سے ہماری رہنمائی کر اور ہمارے دلوں پر حکومت کر +

سُبحان اللہ کیا اعلیٰ دُعا ہے۔ اور مخلوق کی طرف سے اپنے خالق کے حضور میں کیسی نیاز مندانہ التجا ہے لیکن اگر اس انسانی تصنیف کردہ دُعا کو دین فطرت کے آسمانی صحیفہ کی افتتاحی دُعا کے سامنے رکھ دیا جائے۔ تو نہ صرف یہ کہنا پڑیگا کہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بلکہ اسباب کا بھی مقر ہونا پڑیگا۔ کہ حقیقی سلامتی ، امن کا وہی راستہ ہے جس کی طرف قرآن کریم کی پہلی سُورت لیجارہی ہے +

اللہ! اللہ کیا پاک عبارت ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ یعنی مولا ہم تو صرف اُنہی لوگوں کا راستہ چاہتے ہیں۔ جن پر تیرا انعام ہُوا ہے۔ اور یہ راستہ اے رب العلمین ہم ابھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ ہم صرف اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ؕ یعنی تیرے ہی حضور جھکنے اور تیری ہی مدد و رہنمائی سے حاصل کر سکتے ہیں +

تسلی دینے والا مذہب

اب جو قوم صرف خدا ہی سے اپنی دستگیری اور راہنموئی کی ملتجی ہو اور اسی اسلام یعنی مبدا، سلامتی سے اپنی سلامتی اور امن کی خواہاں ہو۔ بھلا وہ کیونکر بغاوت کی راہیں اختیار کر سکتی اور کیونکر اپنے اطمینان قلب کو خلجان دِل و بددلی سے مُبدّل کرکے خدا کی عطا کردہ تسلی و تسکین کو پس پشت ڈال سکتی ہے ؟ اور ہر ایک سچّا مسلمان جو ذات باری کو احکم الحاکمین اور اسلام کو "تسلّی دینے" والی سچائی کی رُوح کا تعلیم کردہ پاک مذہب یقین کرتا ہے۔ اسکی نظر میں مشرق بعیدہ کا زرد رنگ چینی یا برّ اعظم افریقہ کا سیاہ فام حبشی نئی دُنیا کا سُرخ رنگ انڈین ہو یا فرنگستان کا گورا فرنجی سب کے سب ایک ہی خدا کی مخلوق اور ایک ہی آسمان کے نیچے رہنے والے انسان ہیں مسلمان کو اُنکی دنیوی حیثیت اُن کے ملکی حالات ان کی قومیت اختلاف السنہ اور آب وہوا سے سروکار نہیں۔ اگر وہ اُس کے ہم عقیدہ ہیں تو کُلُّ مُؤمِنٍ اِخْوَۃٌ کے ماتحت اُن کے برادرانِ دینی ہیں۔ اگر وہ مسافر ہیں تو ابناء السبیل ہونے کی حیثیت سے قابل خدمت ہیں۔ اگر وہ محکوم ہیں تو رعیت ہونے کے باعث قابلِ رعایت ہیں۔ اور اگر وہ حاکم ہیں۔ تو سلامتی کا مذہب اُن کی اطاعت اور وفاداری کا سبق دیتا ہے۔ غرض ہر حالت میں اسلام کامل تسلی اور امن کا مذہب ہے۔ اور اسکی تعلیم تشکر و تلطف۔ جود و سخاوت۔ کامل اطاعت و حمد و ثنا ئے الٰہی اور صلح و آشتی کے سُنہری اصولوں پر مبنی ہے +

امن کیلئے جنگ کرنی پڑتی ہے

ہمارے مسیحی دوست کہہ سکتے ہیں کہ دراصل

امن کا مذہب تو مسیحیت ہے۔ کیونکہ خداوند یسوع مسیح نے فرمایا "جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے"۔ لیکن میں کہوں گا۔ یہ تعلیم مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں ہی موزوں ہو سکتی تھی۔ اب تو اس پر عمل کرنا بعض حالات میں معصیت کا موجب ہو سکتا ہے کیونکہ شیطان کی افواج تمام اقطاع عالم میں مستعدی سے یلغار کرتی اور ایمان کے قلعوں کو توڑنے میں مصروف ہیں۔ اِس لئے امن کی بحالی کی بہترین صورت اب یہی ہے۔ کہ بدیوں کے شہزادہ کو دار پر لٹکا دیا جائے۔ اور جزاءُ سیئۃٍ سیئۃ مثلھا پر عمل پیرا ہو کر شیاطین کے کیمپ پر خطرناک گولہ باری کی جائے لیکن سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان جنگ کی طرح کس طرح ڈالی جائے؟ اور تاریکی کے فرزندوں کا کن قوانین حرب کے ساتھ مقابلہ کیا جائے؟ اور ملائکہ کی افواج کس کے اشارہ وارشاد پر میدان جنگ میں اُتریں؟

شہزادۂ امن

ان سوالوں کا بہترین جواب صرف وہی لوگ دے سکتے ہیں۔ جو الہام الٰہی کے تواتر پر ایمان رکھنے اور اس بات کے قائل ہیں۔ کہ قادر مطلق خدائے یگانہ اب بھی اسیطرح زندہ خدا ہے۔ جس طرح وہ پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھا۔ اور اب بھی ہماری ہدایت کیلئے اسیطرح آسمان کے دروازے کھلے ہیں جس طرح پہلے تھے +

ایسے مومن اپنے ایمان کی بناء پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت رب الارباب جناب احدیت مآب کو نقص امن اور بغاوت ناپسند ہے۔ لہذا مقدر تھا کہ رب العٰلمین کی پیشگاہِ عالی سے لشکر اشرار کی سرکوبی کا خاص حکمنامہ ایک موعود شہزادۂ امن یا آسمانی سپہ سالار کے سپرد ہو اور وہ شیطان کی باغی جمعیت و ذریت کو مغلوب و مقہور کر کے اُن کی شرارتوں سے خدا کے پاکباز کو مخلصی دے +

وہ مثیل انبیا ہوتا ہے

لیکن جب ایسے شخص دنیا کی اصلاح اور تاریکی کے فرزندوں کی گوشمالی کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ تو شیطان کے کیمپ میں ایک کھلبلی مچ جاتی ہے۔ اور کم فہمی سے دوست کو دشمن خیال کر لینے کی غلطی کا ارتکاب ہوتا ہے مثلاً کسی وقت دنیا اپنی ارتقائی رفتار سے ترقی کرتے کرتے ایسی حالت میں پہنچے کہ مسیح علیہ السلام

کی نرم تعلیم میں مصلحتِ وقت کے تقاضا سے ترمیم یا ایزادی کی ضرورت لاحق ہو تو خیال کیا جائیگا۔ کہ ایسی تعلیم کا وعظ کرنیوالا دجال اور مسیح کا دشمن ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ ایسا شخص تو خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں بمنزلہ ایک آلہ کے ہوتا ہے۔ اور اُس سے وہی کام لیا جاتا ہے جس کیلئے موسٰی۔ مسیح اور محمد الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت وقوع میں آئی تھی۔ وہ سلسلۂ انبیاء کی زنجیر کا ایک جُزو اور الہام الٰہی کے چشمہ سے جاری شدہ ندی کے پانی کی مانند ہوتا ہے چونکہ قانون فطرت کی دفعات غیر مُبدّل اور غیر متغیر ہیں۔ لہٰذا بعد میں آنیوالا الہام اپنی نوعیت میں نرالا ہونے کی بجائے سابقہ الہامات سے مماثلت رکھتا۔ اور ملہم من اللہ انبیائے سابقین کا مثیل ہوتا ہے +

دُنیا مخالفت کرتی ہے

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آسمانی لوگوں کی آمد پر زمینی انسانوں کو اُن کے شناخت کرنے میں ہمیشہ غلطی لگتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ دُنیا شیاطین کے زیر اثر ہو کر آسمانی حکومت سے بغاوت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اور جب کوئی آسمانی عامل پروانۂ حکومت لے کر آتا ہے۔ اور اپنی سرکار کے محکم وصریح احکام سُناتا ہے۔ تو باوجود اس صراحت و توضیح کے بگڑی ہُوئی دُنیا اُس مُرسل من اللہ کو مجنوں و سڑی اور وہمی خیال کرتی ہے۔ آہ۔ اُس پیار کرنیوالے ہاتھ کو کاٹنے کی کوشش کی جاتی اور آسمانی پیغام سُنانے کا صلہ مخالفت اور ایذا دہی کی صُورت میں دیا جاتا ہے مگر آخر فرشتے اُس کی نصرت کو آتے اور ایک نہ ایک دن تاریکی کے بادلوں کو کاٹ کر راستی کا منور چہرہ دُنیا کو دکھاتے ہیں +

مخالفت کی وجہ جہالت ہے

یہاں پر اگر کوئی شخص متعجب ہو کر پُوچھے۔ کہ ایں! اپنے محسن اور بہی خواہ کی مخالفت کی جا سکتی ہے؟ تو میں کہوں گا۔ کہ اس مخالفت کی وجہ نادانی اور ناواقفی ہے۔ اور چنانچہ آپ فرض کر لیں۔ کہ اگر آج کوئی شخص البرٹ ہال میں لیکچر دیتا ہُوا کہدے۔ کہ میں یوحنا فقیہہ کی کرامات مندرجہ کتاب مکاشفات

کا اپنی ذات میں مشاہدہ کیا ہے۔ تو ایسے خطیب پر فوراً مجنون ہونے کا فتویٰ صادر کیا جائیگا اور اسے اپنے دماغ کا علاج کرانے کا مشورہ دیا جائیگا۔ اور کوئی تحقیقات نہ ہوگی۔ کہ آیا اُس کا بیان صحیح ہے یا غلط۔ اس جلد بازی اور حق کی تلاش سے لاپرواہی کا باعث یہ ہے۔ کہ دہریت اور مادیت نے دُنیا پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور وہ خداوند تعالےٰ کی لامحدود طاقتوں سے ناواقف ہونے کے باعث یہ نہیں جانتے۔ کہ وہ اپنے قوانین کو مُعطّل یا مُبدّل یا حالات کے موافق کر سکتا ہے۔ اور

شہزادۂ امن کے اوصاف

اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے الہام سے مستفیض کر کے مختلف عالموں کی خوبیوں اور کُنہ سے آگاہی بخشتا ہے اور اُس کو غیب کے اُن اُمور سے مطلع کرتا ہے۔ جن کی اُس عالم الغیب کی وساطت کے بغیر کسی نفس کو قطعاً اطلاع نہیں ہو سکتی۔ اور اِس طرح وہ السلام خدا شیطان کے مکاید و حیل کو توڑنے اس کی بڑھی ہوئی افواج کو شکست دے کر امن و امان بحال کرنے کے لئے بوقت ضرورت ایک شہزادۂ امن مامور کر کے اسلام کی نصرت کرتا رہتا ہے پس اے مسلم! تُو خوش ہو۔ کہ تیرا مذہب سراسر امن ہے"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق

کیا ابھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں۔ یہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل سے ذکر کے لئے اور اس کے لئے جو حق سے نازل ہؤا جھک جائیں +

برادرانِ اسلام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک درددل کا پیغام آپ کی خدمت میں پہنچاتا ہوں۔ اور دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے دلوں کو اس کے لئے کھول دے +

اسلام پر مصائب کی انتہا ہوگئی ہے۔ بہتوں کی نظر اسلام کی ملکی طاقت کے جاتے رہنے پر ہے۔ اس کی بادشاہتوں کی بربادی میں وہ اسلام کی تباہی کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ عیسائی۔ پادری کھلے طور پر یہ لکھتے ہیں کہ اسلام اب تباہ ہو جائیگا۔ کیونکہ اسکی طاقت کا موجب اس کا ملکی اقتدار تھا۔ وہ جاتا رہا۔ واقعاتِ عالم کو دیکھ کر کچھ دوستوں کے دل بھی بیٹھے جاتے تھے۔ مگر علیم وحکیم خدا نے اسلام کی کمزوری کے وقت یہ سنا دیا تھا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔ تاکہ اسے سارے دینوں پر غالب کرے۔

خدا کا وعدہ

اسلام کے بڑے بڑے مصائب کے وقت میں سچا ہوا۔ خود بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایسے موقع آئے کہ دشمنان اسلام نے سمجھا کہ اسلام اب گیا۔ کبھی عین میدان جنگ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مارا جانے کی خبر اُڑتی ہے مگر ایمان ان لوگوں کا تھا۔ کہ اس خبر کو سن کر بول اٹھے ان کان محمد قد قتل فرب محمد لم یقتل۔ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ تو رب محمد قتل نہیں ہوا۔ کبھی چوبیس ہزار لشکر جرار مٹھی بھر مسلمانوں کو محصور کر لیتا ہے۔ اور کمزور دلوں میں وعدہ الٰہی کی صداقت پر شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ تو سچے مومن بجائے گھبرانے کے پکار اٹھتے ہیں۔ ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ یہ وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا (کہ اسلام پر بڑے بڑے سختی کے دن آئینگے) اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا (کہ اسلام آخر کار کامیاب اور غالب ہوگا) اور تھوڑے ہی دنوں میں۔

اسلام کی بادشاہت دور دراز ملکوں میں قائم ہو جاتی ہے

کبھی ایک دوسرا نقشہ نظر آتا ہے۔ کہ اسلام کی سلطنت غیر مسلموں (تاتاریوں) کے ہاتھ سے تباہ ہو کر جب اسلام شکست خوردہ نظر آتا ہے۔ تو خود فاتح قوم ہی اسلام کی زبردست آسمانی سلطنت کے سامنے سرجھکا دیتی ہے۔ اور یوں شکست ہی اسلام کی فتح کا موجب ہو جاتی ہے۔ غرض اگر کبھی خدا کا زبردست ہاتھ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اسلام کے غریب نام لیواؤں کو ملکوں کا فاتح اور بادشاہ بنا دیتا ہے تو وہی زبردست ہاتھ دوسرے وقت میں زبردست فاتحین اور بادشاہوں کو اسلام کی غلامی میں لا کھڑا کرتا ہے۔ پس اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ اسلام کا ملکی اقتدار جاتا رہا۔ تو اس میں اسلام کی مغلوبیت کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ کسی فتح کا پیش خیمہ ہے۔ اور یہ ملکی اقتدار کوئی ایسی چیز نہیں جس پر کسی مذہب کی ترقی و تنزل کا حقیقی مدار ہو۔ بلکہ یہ خود ایک تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے۔ اور سب

سے بڑھ کر یہ کہ ہر قوم کا اپنی قسمت اور اپنے نظم و نسق کا آپ مالک ہوتے چلے جانا ایک ایسا امر ہے جس کی طرف کل دنیا میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ مذہب کے اصول ہمیشہ کے لئے قائم ہیں۔ ایسا بدلنے والی چیزیں ان پر اپنا کوئی اثر ڈالیں مگر ان اصول کو برباد نہیں کرسکتیں

اسلام کی آخری کامیابی

دنیا کے کل مذاہب پر غالب آنے کی خوشخبری جو ہمارے مولا نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر دی اور جس کا ظہور ان تیرہ سو سال میں وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے۔ اگر غور کی نگہ سے دیکھا جائے تو آج اس کے کھلے آثار بھی ہم کو نظر آتے ہیں۔ بلکہ خود یہ جنگ جس میں چار ساڑھے چار سال کے عرصہ میں لاکھوں کی تعداد میں مرد تندرست اور توانا انسان خاک کے نیچے جا سوئے اگر کوئی دیرپا خوشخبری ہم کو دیتی ہے تو وہ اصول اسلامی کی کامیابی ہے۔ آج تک عیسائی مذہب کو یہ فخر رہا کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اور قرآن اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ انجیل ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ دشمنوں سے پیار اور رحم کرو مگر قرآن دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ ساری دنیا کو ایک جنگ میں شامل کر کے خدا نے اپنے طاقتور ہاتھ سے بتا دیا کہ انجیل کی تعلیم ناقص ہے

جنگ ضروریات انسانی میں سے

ہے۔ اور ظلم و تعدی کو روکنے کے لئے جنگ کرنا نتیجہ خواہ فتح ہو یا شکست۔ اخلاق انسانی میں ایک نہایت اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ اب جنگ کے بعد صلح سے جو فیصلہ قوموں کی قسمت کا ہو وہ کب تک قائم رہتے ہیں یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ انسان آج ایک چیز بناتا ہے کل اسے خود معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غلطی کی ہے۔ آج ایک کے ساتھ دوستی گانٹھتا ہے کل کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کا دشمن تھا۔ جنگ یا صلح کے فیصلے پائدار نہیں مگر صلح کا اگر کوئی مستقل اور دیرپا اثر نوع انسانی پر رہ سکتا ہے تو وہ

اصول جمہوریت

اصول شوریٰ۔ اصول مساوات نسل انسانی کی فتح ہے۔ کیونکہ یہ فتح دلوں پر ہے۔ مگر کیا سچ نہیں کہ یہ اصول بحیثیت ایک مذہب کے اسلام ہی پہلے سکھلا گیا۔ امرہم شوریٰ بینہم حکومت مشورہ کا ہی کام ہے سوائے اسلام کے کس مذہب نے سکھلایا ہو انما انا بشر مثلکم جب سید الکونین

فخرِ نسلِ انسانی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے انسان کے منہ سے یہ کہلوایا جائے کہ میں بھی تمہارے جیسا ہی بشر ہوں۔ حالانکہ بشر اس آفتاب کے سامنے خاک کے ذرات کی طرح ہیں۔ تو جمہوریت کی وہ بنیا د رکھدی گئی جس کو کوئی جابرانہ حکومت دنیا سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود نہیں کرسکی گو ایک وقت اس کے اوپر تاریکی کا پردہ چھجاتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم میں بتایا کہ

چھوٹے سے چھوٹا انسان بڑے سے بڑے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے

عرب و عجم گورے کالے آزاد و غلام کے فرق کو ایسا مٹایا۔ کہ جس قوم کے لئے ابوبکرؓ عمرؓ فخر ہیں۔ اس میں **ایک حبشی غلام بلالؓ** کی عزت کسی طرح کم نہیں۔ غرض جو کچھ **قوموں کی قسمت کا فیصلہ** اس جنگ کے نتیجہ میں ہوگا۔ وہ ایک عارضی اور تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے مگر جو فتح اصولِ جمہوریت اصول مساواتِ نسلِ انسانی۔ اصول شوریٰ کو عطا ہوئی ہے۔ یا یوں کہو کہ جو عظیم الشان فتح اصولِ اسلامی کو ہوئی ہے وہ ہمیشہ کے لئے ہے غرض

اصولِ اسلام کی کامیابی کا نظارہ

نظرِ دوربین اس وقت دیکھ سکتی ہے اصول مذہب میں مسئلہ توحید کو جو غلبہ بت پرستی تثلیث وغیرہ غلط عقاید پر حاصل ہو رہا ہے نیکی بدی کی جزا و سزا کا جو مسئلہ اسلام نے سکھایا تھا جس طرح کفارہ اور دوسرے عقاید کی بیخ کنی کرتا جا رہا ہے۔ اصول سیاست میں جمہوریت جو فتح حاصل کرتی جا رہی ہے۔ اصول تمدن میں جو آج زکوٰۃ اور مسئلہ وراثت میں سوشلزم کی مشکلات کی حل موجود ہے۔ اصول معاشرت میں جو ضروریاتِ انسانی قوموں کو اسلامی اصول کی طرف لے آنے کے لئے مجبور کر رہی ہیں یہ سب کھلی علامات اس بات کی ہیں۔ کہ **آخری غلبہ دنیا میں اسلام کے لئے مقدر ہے** مگر مصائب کا اس قدر ہجوم ہے۔ کہ اکثر دلوں میں بجائے اس مضبوط ایمان کے کہ اسلام غالب ہوگا۔ ایک کمزوری پیدا ہوگئی ہے **یاد رکھو اسلام کے غلبہ پر ایمان** ہی ہماری کوششوں میں جان ڈال سکتا ہے۔ اور ان کو بارآور کرسکتا ہے یہی ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں تھا جس نے ان سے اسلام کی جان نثاری کے ناممکن کام کرا دیئے۔ اور اسی ایمان کے اس زمانہ میں دوبارہ پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی کامیابی کی حقیقی راہ پر قدم مارنا ضروری ہے۔ اور یہی وہ دو باتیں ہیں۔ جن کی طرف

اس صدی کے مجدد اسلام کے مسیح موعود

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں کو توجہ دلائی +

جب چاروں طرف اسلام پر مصائب کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ جب کوئی انسان واقعات عالم پر غور کر کے اپنے قیاس سے اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکتا تھا۔ کہ دنیا میں آخری کامیابی اسلام کے لئے مقدر ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی حالت دن بدن تنزل کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری اسی انسان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچائی۔ کہ

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد

یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کی سلطنتیں یکے بعد دیگرے گرتی چلی جاتی تھیں۔ جب مسلمانوں کا اخلاقی تنزل حد درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ جب اس قوم کو گرتی ہوئی سلطنتوں کی خطرناک آوازیں بھی خواب غفلت سے بیدار نہ کرتی تھیں۔ جب مسلمان سب کے سب ایک مایوسی کی حالت میں تھے۔ جب غیر مذاہب کے حملوں سے غیر مذاہب کی جد وجہد سے اسلام میں لوگوں کے داخل ہونے کی بجائے اسلام سے لوگ نکل رہے تھے۔ اور مسلمان دوسرے مذاہب کی تردید ایک طرف رہی اپنے مذہب کو غیروں کے حملوں سے بچانے کی طاقت بھی اپنے اندر نہ دیکھتے تھے۔ ان حالات میں یہ روشنی کی چمک ایک قلب پر خدا کی طرف سے پڑی۔ اور یہ زندگی بخش پیغام خدا کی طرف سے ایک دل زندہ کو ملا کہ یہ سب ظلمتیں پاش پاش ہو جائیں گی۔ اور انہی بادلوں کے نیچے سے اسلام کا منور آفتاب نمودار ہو کر ساری دنیا میں اپنی روشنی پھیلائیگا۔ یہاں تک کہ وہ مغرب بھی جس نے اس آفتاب کی روشنی کو آجتک قبول نہیں کیا اس کی تیز شعاعوں سے بچ نہ سکیگا۔ اور

اسلام کی صداقت کا آفتاب مغرب سے

نمودار ہوگا۔ پس پہلی وہ بات جو اس شخص کو اس زمانہ میں مسلمانوں کی امیدوں کا مرجع بناتی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ خود اللہ تعالےٰ نے اپنی بشارت دینے والی آواز اس زمانہ میں سب سے پہلے اسی کے دل پر ڈالی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس کا دل اسلام کی آیندہ کامیابی پر ایمان سے لبریز تھا۔ اور یہی ایمان اس نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیا۔ برادران اسلام! میں سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ ایمان جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک قوم کی قوم کے اندر پیدا کر دیا ہے اسی کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔ جب تک دل مایوس ہیں۔ جبتک ان کے اندر سے وہی آواز نہیں اٹھتی جو تمام اسباب شکست کے پیدا ہو جانے پر صحابہ کے دلوں سے اٹھتی تھی

ولما رأ المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ

جب تک ان کے دلوں میں وہ ہمت پیدا نہیں ہوتی جو حد درجہ کے زخم رسیدہ ہونے پر بھی اس پاک گروہ کے دلوں میں موجود تھی +

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل

اس وقت تک کامیابی کا منہ وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اس آواز کو ایک خادم نے اس زمانہ میں زندہ کیا۔ اور اس نے یہ بشارت دیکر اپنی طرف بلایا ہے۔ ہمارے کام کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں ایسے نداد ینے والے کی ضرورت تھی۔ وہ ندا خدا نے اپنے ایک

مجدد

کے ذریعہ سے دیدی ہے۔ اب اس کوشش کراس کی طرف آنا نہ آنا آپ لوگوں کا اختیار ہے دوسری ضرورت جیسا کہ میں نے کہا یہ تھی۔ کہ

اسلام کی کامیابی کی حقیقی راہ

پر ہمارے قدم پڑیں۔ عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیالات جاگزین تھے کہ اسلام کی آخری کامیابیاں اس مہدی و مسیح کے ذریعہ سے ہوں گی جن کا غلبہ تلوار سے ہوگا۔ مگر وہی شخص جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے ایک بشارت کی آواز ہم تک پہنچائی کہ اسلام ضرور سب دینوں پر غالب ہوگا۔ اسی کے ذریعہ یہ بھی ہم کو بتایا کہ اسلام کی وہ آخری کامیابیاں تلوار کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ قلم کے ذریعہ سے دلایل و براہین سے مقدر ہیں۔ پادریوں نے اسلام کی پہلی کامیابیوں کو یہ کہکر مشتبہ کرنا چاہا۔ کہ وہ اسلام کی کامیابی نہ تھی۔ بلکہ تلوار کی کامیابی تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں یہ دکھانا چاہا ہے کہ اسلام کے اصول کے اندر کامیابی کے بیج مخفی ہیں۔ اور وہ اپنی کامیابی کے لئے کسی تلوار کا محتاج نہیں اس نے پہلے بجبر سے تلوار چلانے والوں کو اپنا غلام بنایا ہے۔ اب اس زمانہ میں جو ایک علمی زمانہ ہے۔ وہ اسلام کو علوم کے ذریعہ سے کامیاب کر کے دکھائیگا۔ اور مسلمانوں کے فاتحین کو اسلام کی حلقہ بگوشی میں داخل کر کے یہ دکھا دیگا۔ کہ اسلام کا غلبہ فتوحات ملکی سے نہ ہوا تھا۔ کیونکہ وہ آج بھی دلوں کو اسی طرح فتح کرتا جا رہا ہے۔ بلکہ

فتوحات ملکی درحقیقت اصول اسلام کی صداقت کا نتیجہ تھیں

جس طرح اب اصول اسلامی کی فتوحات ان کی صداقت کا نتیجہ ہیں۔ ہاں چونکہ وہ پہلا زمانہ ایک

ایسا زمانہ تھا۔ کہ اس وقت اگر اسلام کی بادشاہت قایم نہ ہوتی۔ تو دین اسلام کے پھیلانے
میں خطرناک رکاوٹیں تھیں۔ اس لئے اللہ تعالے نے

اپنی حکمت بالغہ سے

ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے فوراً سلطنت اسلام کو قایم کر دیا۔ اور اب جب اس نے ان رکاوٹوں کو ایک بڑی حد تک اپنے فضل سے یوں ہی دور کر دیا ہے تو اب اسلام کے اقتدار ملکی کے کم ہو جانے سے اسلام کو کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر واقعات عالم پر غور کیا جائے تو خود اس خیال کا بطلان نظر آتا ہے۔ جو ایک مدت تک غلطی سے مسلمانوں کے دلوں میں جاگزین رہا ہے کہ اسلام کا آخری غلبہ تلوار کے ذریعہ سے ہوگا۔ گذشتہ سو سال میں جہاں جہاں مسلمانوں نے تلوار اٹھائی ہے ان کے قدم پیچھے ہٹے ہیں لیکن جہاں

اسلام کی تبلیغ

کے لئے تھوڑی سی بھی کوشش کی ہے اس کا ثمرہ امید سے بڑھ کر پایا ہے۔ اگر ایک طرف افریقہ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم نے عیسائی دنیا کو حیران کیا ہے تو دوسری خود یورپ میں ایک تھوڑی سی کوشش وہم و گمان سے بڑھ کر پھل لائی ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس پر اللہ تعالے نے اس زمانہ کے مجدد کو مطلع فرمایا۔ اور پرانے خیالات کو اس کے ذریعہ سے دلوں سے نکال کر اسلام کی کامیابی کی صحیح راہ پر لگایا پس ان برادران اسلام سے جو اسلام کے لئے اپنے سینے میں کچھ درد رکھتے ہیں میری یہ درخواست ہے کہ وہ ان واقعات پر غور کریں۔ اور ان اسباب کو جو اسلام کی کامیابی کے لئے اللہ تعالے پیدا کر رہا ہے تحقیر کی نظر سے نہ دیکھیں مجدد ہر صدی کے سر پر آتے رہے۔ اب جب کہ اسلام کی مصائب و بیکسی کی انتہا ہو گئی یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالی اس وعدہ کو پورا نہ کرتا۔ وہ آدمی جو بشارت اس نے ہمیں دی اس کے آثار بھی ہمیں نظر آتے ہیں پھر بھی اس کی طرف توجہ نہ کرنا محبت اسلام کے دعوے کے منافی ہے۔ ایک عظیم الشان کام کرنے میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر اٹک جانا اور ان پر غالب آنیکی کوشش نہ کرنا حد درجہ کی بدقسمتی ہے۔ آخر اس ندا دینے والے کے ساتھ ہو جانے سے کچھ بگڑتا تو نہیں۔ وہ اسلام سے الگ نہیں کرتا۔ کوئی نیا مذہب نہیں لایا۔ قرآن و حدیث اس کا مسلک ہے۔ اور اسلام کی خدمت کے لئے بلاتا ہے۔ اور اس راہ پر لگاتا ہے جس پر آج سب دل بھی شہادت دے اٹھے ہیں

کر دہی کامیابی کی سچی راہ ہے جس پر چل کر کامیابی کی جھلک بھی نظر آرہی ہے موہوم باتوں پر خواب غفلت میں پڑے رہنا اور ساتھ پاؤں نہ ہلانا شیوۂ دانشمندی نہیں۔

برادران اسلام!

لَا تَيْئَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَيْئَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے کافر مایوس ہوا کرتے ہیں تھوڑی سی ہمت کرو۔ کچھ قدم آگے اٹھاؤ۔ کچھ غور و فکر سے کام لو۔ اور دیکھو کہ اللہ تعالےٰ ان کوششوں میں کیا برکات ڈالتا ہے حضرت مرزا صاحب نے جماعت اسلام میں ایک اور فرقہ بڑھانے کیلئے نہیں بڑھائی۔ بلکہ اس لئے کہ بغیر جماعت خدمت اسلام کا وہ عظیم الشان کام نہیں ہو سکتا تھا۔ جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔

آؤ

اور تجربہ کر کے ہی دیکھ لو کہ اس کے ساتھ ہونے میں اسلام کو کیا فایدہ پہنچ سکتا ہے۔ بہر حال غور کرو تحقیق کرو اور اس اتحاد کو تحقیر کی نظر سے نہ دیکھو۔ یہ ہماری بھلائی کے لئے ایک آواز ہے۔ اس کے گرد جمع ہو کر ہم خدمت اسلام کے ایک عظیم الشان کام میں لگ سکتے ہیں۔ اسلام کے مزدور بننا بڑے فخر کا مقام ہے خواہ کام لینے والا کوئی ہو پھر جب خدا تعالیٰ اپنی طرف سے ایک شخص کو کام لینے کیلئے کھڑا کر دے تو انتظار کیا ہے

اسلام کے مزدور

وہ لوگ بنے جن کے ناموں پر ہم آج فدا ہوتے ہیں پھر اس پاک گروہ میں شامل ہونے سے گھبراہٹ کیوں ہے؟ کوئی عزت اس عزت سے بڑھ کر نہیں جو اسلام کی خدمت سے حاصل ہو سکتی ہے میں دردِ دل کے ساتھ اس آواز کی طرف اور ان واقعات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو اس آواز کی صداقت پر شہادت دے رہے ہیں۔ یہ واقعات کی شہادت اسکے صدق پر اللہ تعالےٰ کی گواہی ہے۔ دنیا میں غیر اپنے اپنے نصب العین کو ترقی دینے کی سر توڑ کوششیں کر رہی ہیں۔ ہمارا نصب العین

دین اسلام کا کل دینوں پر غلبہ

ہونا چاہئے۔ اور اسی کے لئے ہمیں سر توڑ کوششوں میں لگ جانا چاہئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اسلام سے محبت رکھنے والے میری اس درخواست کو بے توجہی کی نگاہ سے نہ دیکھینگے۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والسلام

خاکسار محمد علی احمدیہ بلڈنگس لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۱۸ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰

اسلامک ریویو مجریہ لندن

قیمت سالانہ چھ روپے — سات روپے

اِس کا اُردو ترجمہ رسالہ اشاعتِ اسلام قیمت سالانہ تین روپے

ایڈیٹرز خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدرالدین صاحب بی اے بی ٹی

مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرفت کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلادِ غربیہ میں اشاعتِ اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچ ہزار اور اُردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ کے اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلادِ غربیہ میں مفت تقسیم ہو اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیج دے تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے۔ کیا ملتِ بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں؟

دوستو اُٹھو! جاگو!! وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے اور بفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے۔ اسکو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤ۔ والسلام

نوٹ ہر دو کا نمونہ ۲ کا ٹکٹ آنے پر مفت رسال خدمت کیا جائیگا کل درخواستہائے خریداری حسب ذیل پتہ پر آنی چاہئیں

لمعاتِ انوارِ محمدیہ رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حُسنِ معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع حسین جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء جناب اسٹینوک کیتھال و جناب ایس ایچ لیڈز مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین سے جنمیں مختلف حیثیتوں سے بحث کی گئی ہے اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت مجلد ۱ روپیہ

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل ۔ لاہور

مطبوعہ ... پریس لاہور ... اشاعت اسلام ...

ایل ۔ نمبر ۹۰۰

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۵) | بابت ماہ فروری ۱۹۱۹ء | نمبر (۲)

فہرست مضامین

اطلاع عام

(۱) رسالہ اشاعت اسلام ہر انگریزی مہینہ کی چھبیس تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہنچے تو اسے دوسرے ماہ کی دس تاریخ تک منگالینا چاہئے۔ ورنہ پھر ملنا ناممکن ہے (۲) رسالہ اشاعت اسلام ایک ہی قسم کے اعلےٰ کاغذ پر ادنےٰ واعلےٰ امیر و غریب کے لئے چھپتا ہے۔ جس کی سالانہ قیمت ۲؎ روپیہ محصول ڈاک ہے۔ جو بہر حال پیشگی آنی چاہئے (۳) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکاری اطلاع دفتر میں نہ پہنچیگی تو ہم آیندہ سال کا چندہ وصول کرنے کے لئے وی پی بھیجنے کے مجاز ہونگے (۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے۔ شکایتی خطوط میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہئے نام و پتہ خوشخط لکھنا چاہئے۔ ورنہ تعمیل نہ ہوگی + مینیجر رسالہ

ایک مودبانہ التماس

جو مالی تقویت رسالہ ہذا کے ذریعہ بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کو پہنچ رہی ہے وہ ہر مسلم فرد بشر جو مسلم مشن ووکنگ کے کاروبار میں دلچسپی لیتا ہے عیاں ہے لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ سالانہ وی۔پی کے موقع پر ایک کثیر التعداد احباب نے رسالہ ہذا کی بابت وی پی لینے سے انکار کردیا۔ جس کی وجہ سے دفتر ہذا کو محصولڈاک کا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ حالانکہ اجرا وی پی سے پیشتر فرداً فرداً اطلاعی کارڈ بھی انکی خدمتیں آیندہ انکا ایما دریافت کرنے کیلئے ارسال کئے گئے لیکن اس وقت تو انھوں نے خاموشی اختیار کی۔ اور بعدازاں وی۔پی انکار فرمادیا بہرحال ان سے کوئی گلہ شکوہ نہیں۔ ہم اب اپنے موجودہ ناظرین کرام سے مودبانہ التماس کرتے ہیں کہ ازراہ کرم آیندہ اس کمی کی تلافی کرنے کیلئے دست اعانت بڑھاکر عنداللہ ماجور ہوں اور کم ازکم تین جدید خریدار ناظرین رسالہ میں سے ہر ایک بہی خواہ دفتر ہذا میں ارسال فرماکر اس فرض سے سبکدوش ہو۔ سال بھر میں تین خریدار فراہم کرنے کوئی بڑی بات نہیں +

ضروری نوٹ ہمارا ارادہ ہے کہ ہر ایک اسلامیہ کالج اور اسلامیہ ہائی سکول میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مفت بھیجا جائے پیشتر ازیں ووکنگ سے جایا کرتا تھا۔ اب چونکہ انگریزی رسالہ بھی لاہور سے ہی خریداروں کو تقسیم ہوتا ہے۔ اسلئے ازراہ کرم ہمارے احباب ہم کو اسلامیہ سکولوں و کالجوں کے نام و پتہ سے جلد مطلع فرمائیں +

خواجہ عبدالغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۵) بابت ماہ فروری ۱۹۱۹ء نمبر (۲)

شذرات

یہ پڑھ کر ہمیں از حد مسرت ہوئی ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت و صحت سے آپ گذشتہ اکتوبر ۱۹۱۸ء سے علیل تھے۔ مُدت طویل کی آب وہوا نے آپ کی صحت پر نُمایاں اثر کیا ہے۔ اُمید واثق ہے۔ کہ آپ بہت جلد انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مشن کے کاروبار میں مصروف ہوجائیں گے +

حضرت خواجہ صاحب کا وجود اس وقت جُملہ مُسلمین کے لئے بہت سے قابلقدر اور لائق تقلید نمونے اپنے اندر رکھتا ہے۔ ان میں سے ایک عظیم الشان نمونہ آپ کا وہ صبر و استقلال و تسلیم و رضا ہے۔ جو آپ نے اپنے لائق فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم کی حسرتناک وفات کی تار خبر سُننے پر آپ نے ووکنگ میں دکھایا۔ چنانچہ آپ کا وہ گرامی نامہ جو آپ نے اپنے مکرم و محترم بزرگ و دوست جناب شیخ رحمت اللہ صاحب امین ووکنگ مسلم مشن کے نام اِس موقع پر انگلستان سے ارسال فرمایا ہے اس پر شاہد عادل ہے جو بجنسہ ناظرین کرام کے ملاحظہ کیلئے اس رسالہ میں

کسی دوسری جگہ "پیام تسلیم و رضا" کے عنوان کے نیچے درج کر دیا گیا ہے۔ ہماری دلی دُعا ہے کہ ایسے قیمتی وجود کو اللہ تعالے شفا عاجل اور صحت کامل عطا فرمائے۔ اور اس جانگداز و رُوح فرسا صدمہ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

مکرم محترم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی جن کا قیمتی وجود مسلم مشن ووکنگ کی ہستی کیلئے نہایت ہی منفعت بخش ثابت ہو رہا ہے۔ اور جو اپنے گرانقدر مضامین سے رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کو مزین فرماتے رہتے ہیں۔ خواجہ بشیر احمد مرحوم کی فوتیدگی پر انہوں نے ایک مضمون "افسوسناک نقصان" کے عنوان سے رسالہ اسلامک ریویو جنوری ۱۹۱۹ء میں تحریر فرمایا ہے جس میں مرحوم کے اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور مرحوم کی وفات کو ایک قومی نقصان قرار دیا ہے یہ مضمون بھی اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کر دیا گیا ہے +

لنڈن مسلم سوسائٹی نے گذشتہ اکتوبر و نومبر ۱۹۱۸ء میں تبلیغی کوششوں میں نہایت سرگرمی دکھائی۔ جس کی مختصر سی رپورٹ گذشتہ نمبر میں ناظرین رسالہ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور جو لیکچر سوسائٹی مذکورہ کی طرف سے اکتوبر و نومبر ۱۹۱۸ء میں دئیے گئے۔ وہ بھی گذشتہ نمبر میں درج ہو چکے ہیں۔ سوسائٹی مذکور تبلیغی جد و جہد میں مسلسل طور پر ہمہ تن مصروف ہے۔ اور اپنی ہستی کو مسلمانان لنڈن اور دیگر یورپین احباب کے لئے مفید ثابت کر رہی ہے۔ جس سے کہ مذہبی اشتیاق روز افزوں ترقی پر ہے۔ چنانچہ ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں سوسائٹی مذکورہ نے مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق اجلاس منعقد کر کے اسلام کی افضلیت کو دیگر مذاہب پر ثابت کیا +

(۱) یکم دسمبر ۱۹۱۸ء جناب مسٹر سید احسان الیکبری صاحب نے "اسلام اور اسلامی گھر" پر لیکچر دیا +

(۲) ۸ دسمبر ۱۹۱۸ء جناب مسٹر ایس۔ ایچ رضا صاحب نے "اسلام ایک بڑا اخلاقی مذہب ہے" پر لیکچر دیا۔

(۳) ۱۵ دسمبر ۱۹۱۸ء جناب مسٹر سید احسان الیکبری صاحب نے "دنیوی کاروبار میں اسلام کی حیثیت" پر لیکچر دیا +

(۴) ۲۲ دسمبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈوڈلے رائیٹ صاحب نو مسلم نے لیکچر فرمایا۔

کارکنان ووکنگ نے ان تمام لیکچروں کو جولندن مسلم ہوس میں دیئے جاتے ہیں یا جو چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں کی صورت میں بطور تبلیغ مفت تقسیم کئے جاتے ہیں ان سب کو اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کرنے کا انتظام کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کا ترجمہ وقتاً فوقتاً ناظرین رسالہ تک پہنچتا رہیگا +

لندن مسلم ہوس میں نماز جمعہ حسب معمول ہوتی رہتی ہے۔ اور جناب خواجہ اسماعیل صاحب وجناب سید احسان الہجری صاحب وجناب مسٹر عبدالقیوم ملک صاحب باری باری خطیب کیخدمت سرانجام دیتے رہتے ہیں +

یہ خبر کل اسلامی دنیا کیلئے نہایت ہی فرحت افزا ہے۔ کہ امریکہ نے اپنے تمام مالی منفعت کو نظرانداز کرکے شراب کا بنانا اس کا بیچنا ملک کے اندر آنا اور باہر جانا قانوناً بند کردیا ہے۔ اور اس طرح اسلام کے اٹل قانون انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون کے سامنے گردن تسلیم خم کردی ہے۔ مسلمانوں کیلئے یہ امر خاص خوشی کا موجب ہے۔ کہ اس سے اسلام کے ایک عظیم الشان اصول کی بین فتح ہوتی ہے +

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

قبول اسلام

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔ کہ ہر ماہ کسی نہ کسی سعید روح کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا مژدہ جانفزا ہمارے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ گو ملک و قوم (یورپ) کی توجہ بادہ تر ان ناخوشگوار حالات کی طرف منعطف تھی۔ جو گذشتہ پانچ سالوں میں وقوع پذیر ہوئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ دین فطرت بھی اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا۔ دسمبر ۱۹۱۸ء کے رسالہ

اشاعت اسلام میں ہم ناظرین کرام کو پانچ سعید رُوحوں کے اسلام سے بہرہ اندوز ہونے کی مسرت انگیز خبر سُنا چکے ہیں۔ بفضل ایزدی یہ گذشتہ ماہ بھی قبول اسلام سے خالی نہیں گیا۔ چنانچہ جناب مسٹر ڈی۔ وی انڈرسن ماربل آرچ لندن نے اسلام قبول فرما کر ہمارے اسلامی سلسلہ اخوت میں منسلک ہو گئے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذٰلک۔ اللھم زد فزد +

ایک افسوسناک نقصان

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا مسجد ووکنگ انگلستان)

"پیارے بشیر کو مشیت ایزدی نے بُلا لیا۔ اور دل حزین کے ساتھ ہم سر تسلیم خم کرتے ہیں" +

مندرجہ بالا الفاظ اس نسی خیز تار کے تھے جو ہندوستان سے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو ووکنگ ارسال فرمائی +

خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ انکی عمر صرف ۲۲ سال کی تھی۔ اور عین عالم شباب میں تھے جبکہ ۲۰ سال کی عمر میں انہوں نے بی اے پاس کیا۔ آپ کالج کی کھیلوں میں بھی بڑے مشہور و معروف تھے۔ جسمانی لحاظ سے بھی ایک قوی الجثہ تھے اور آپ کا حسن خلق ہر ایک شخص کو جو آپ سے ملتا گرویدہ کر لیتا تھا +

قرآن کریم اور آنحضرت صلعم ایسے جانکاہ صدمات اور حادثات پر انا للہ وانا الیہ راجعون کے پُر معنی الفاظ دُہرانے کی ہی تلقین فرماتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی ہمیں یہی تعلیم ہے کہ ایسے مواقع پر ہم استقلال اور مضبوطی سے کام لیں۔ ہندوستان کی تار نے جس سے کہ اس متوحش خبر کا پتہ چلا ہمارے منہ سے بھی یہی الفاظ دُہرائے۔ جو کہ ہر ایک مسلم کیلئے ایسے موقع پر تسکین و سکینت قلب کا موجب ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک مسلم کو چاہئیے کہ اُس خالق اکبر کے واپس بُلا لینے پر تسلیم و رضا کے ساتھ سر تسلیم خم کرے۔ اسمیں شک نہیں کہ ایسے موقع پر اس قسم کا استقلال اور صبر دکھانا مشکل امر ہے لیکن مرحوم و مغفور کے والد بزرگوار حضرت خواجہ صاحب نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کیا +

ایک جوان ثمر رسیدہ کا عین عنفوان جوانی میں رحلت کر جانا نہایت ہی حسرتناک ہوتا ہے لیکن اُس کے ساتھ ہی ایک اور امر جو زیادہ تر تکلیف دہ ہے وہ یہ ہے کہ مرحوم نے مشنری زندگی بسر کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اور انگلستان آ کر اپنے معزز والد صاحب بزرگوار کا اسلامی کام میں ہاتھ بٹانے کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔ تا کہ حضرت خواجہ صاحب کو موجودہ کاروبار سے کسی قدر فرصت مل سکے۔ اور وہ انگریزی زبان میں اسلام پر مبسوط مضامین لٹریچر لکھنے کے قابل ہو سکیں۔ حقیقتاً خواجہ بشیر احمد صاحب مرحوم اس اسلامی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف فرما چکے تھے۔ گریجوایٹ ہونے کے بعد انہوں نے ہر ایک قسم کے دنیوی کاروبار اور خواہشات پر لات ماری۔ انہوں نے نوکری پیشہ اختیار کرنے کا ارادہ قطعاً سر سے نکال دیا تھا۔ بی اے پاس کرنے کے بعد دو سال تک مرحوم علم عربی حدیث اور آنحضرت صلعم کی سوانح عمری کی تحصیل و تعلیم میں مصروف رہے۔ اپنے ہموطنوں کی بہبودی کے لئے آپ اسلامک ریویو کا اُردو میں ترجمہ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کے والد صاحب بزرگوار نے آپ کو ووکنگ سے مطلع کیا۔ کہ مذہبی زندگی ایک فقر کی زندگی ہے جو قربانی اور ایثار چاہتی ہے۔ آپ جوان عنا تھے۔ اور آپ کے سامنے شاندار مستقبل بھی تھا اسکے ساتھ ہی آپ متاہل بھی تھے۔ اور حال ہی میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک فرزند نرینہ عطا فرمایا فطرتاً جوان آدمیوں کے لئے آیندہ کا آرام و آسائش چھوڑ کر قربانی اور ایثار کرنا بڑا مشکل معاملہ ہے۔ لیکن مرحوم و مغفور بشیر ایک لمحہ بھر کے لئے بھی اس قربانی سے جس کا کہ وہ دل سے تہیہ کر چکا تھا متزلزل نہ ہوئے۔ انہوں نے ایک مشنری کی فقر کی زندگی کے بسر کرنے کا دل و جان سے مصمم اور پختہ ارادہ فرما لیا ہوا تھا۔ اور آیندہ کی تمام زندگی کو مفلسی فروتنی اور انکساری کے ساتھ بسر کرنے کا تہیہ کر لیا تھا جو بلا شبہ ایک نہایت ہی اعلےٰ اور احسن مصمم بالجزم تھا۔ خواجہ بشیر احمد مرحوم اپنا وطن گھر بار بچہ اور بیوی اس اسلامی خدمت کے لئے چھوڑنے کو بالکل تیار رہے تھے۔ جبکہ مشیت ایزدی نے ان کو اپنے پاس واپس بلا لیا یہ امر نہایت ہی افسوسناک ہے۔ کہ اس وقت جبکہ مرحوم نے خدا کی راہ میں پہلا قدم اٹھانا تھا۔ اور ووکنگ کی اسلامی خدمت کو سرانجام دینے کیلئے انگلستان روانہ ہونا تھا۔ کہ

مشیت ایزدی نے اسی ہفتہ اس کو بلا لیا ۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ ہر ایک مسلم اپنے پیارے دین متین کا بذاتہ مبلغ ہے خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا مرد ہو یا عورت لیکن نوجوانوں میں ایسے لوگ بہت ہی نایاب ہیں جو بہ طیب خاطر اپنی آیندہ بہبودی پر لات مار کر بدل سے مشنری زندگی کو اختیار کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں ۔ مرحوم مغفور کی وفات جملہ مسلمین کیلئے ایک بڑا بھاری نقصان ہے جس کی تلافی بظاہر امر محال ہے مسلمانوں کے لئے موجودہ ایام وبار و شقاوت کے ہیں اور ایسے وقت پر جبکہ پیشتر سے ہی ہم میں قحط الرجال ہو ایسے قیمتی وجود کا ہم کو اچانک داغ مفارقت دے جانا ہمارے غم واندوہ کو دوگنا کرنے کیلئے کافی ہے ۔ خواجہ بشیر احمد کی وفات صرف حضرت خواجہ صاحب کا ہی ذاتی نقصان نہیں ہے ۔ بلکہ یہ نقصان مسلم مشن ووکنگ کی ہستی کیلئے خصوصاً اور جملہ مسلمین کے لئے عموماً اور ان احباب کے لئے جو اس مسلم مشن کے کام میں دلچسپی لیتے ہیں جسنے دہریت اور اوہری کا انگلستان جیسی سرزمین میں قلع قمع کیا اور اسلام کا نام بلند کر کے مذہب کی اہمیت اور ضرورت کا احساس لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ۔ یہ ایک عظیم الشان قومی نقصان ہے ۔

القدوائی مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۱۶ء

اسلامک ریویو ۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون ۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصبرین ۔ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون ۔ ترجمہ ۔ اور مت کہو واسطے ان لوگوں کے جو مارے جاتے ہیں بیچ راہ خدا کے کہ مردے ہیں بلکہ جیتے ہیں یعنی زندہ ہیں و لیکن تم نہیں سمجھتے اور البتہ آزماویں گے ہم تم کو ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک سے اور کمی باتوں سے اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور بشارت دے صبر کرنیوالوں کو وہ لوگ کہ جب پہنچتی ہے ان کو مصیبت کہتے ہیں تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں ۔ اور تحقیق ہم طرف اسکے پھر جانے والے ہیں ۔ یہ لوگ اوپر ان کے ہے درود پروردگار ان کے سے اور رحمت اور یہ لوگ ہیں راہ پانے والے ۔

پیام تسلیم و رضا

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا خط خواجہ بشیر احمد مرحوم کی وفات پر

یکم دسمبر ۱۹۱۸ء

برادرم حضرت شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ بس باقی ہوس

بشیر کو مشیت ایزدی نے بلا لیا - خدا تعالیٰ کی شان اُسی ہفتہ جب اُس نے پاسپورٹ لیکر خدا کی راہ میں پہلا قدم اُٹھانا تھا - اور اس طرح دُنیا کو اسی جہان میں چھوڑنے کے لئے سفر شروع کرنا تھا - اللہ تعالیٰ کی عنایت نے اُسے ہمیشہ کیلئے دُنیوی علائق سے چھوڑا لیا - ایک باپ کے قلم سے یہ کلمات شاید کسی کو انوکھے نظر آویں - لیکن جس وقت مجھے مرحوم کے چلے جانے کے تار ملے وہ ایک بجے کا وقت تھا - اور نماز ظہر قریب تھی - اسی وقت معاً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب جو نماز میں کھڑا ہو کر میں الحمد للہ رب العالمین کہنا ہے تو کیا واقعی میں سچے دل سے الحمد اس واقعہ کے بعد کہہ سکتا ہوں - یا یہ نماز بھی نفاق کی ہوگی لیکن اگر ایک مسلمان کو ہر حال میں پانچ وقت نماز ادا کرنی ہے - اور ہر نماز میں الحمد بھی کئی کئی دفعہ کہنا ہے - تو پھر یہ منافقیت ہے - اگو میں اس قضائے الٰہی کے ساتھ پورے طور سے رضامند نہ ہو کر نماز ادا کروں - خدا کا شکر ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا - اس وقت میری صحت کی حالت جس کے متعلق میں پہلے لکھ چکا ہوں - اور اس وقت تک بھی ایک حد تک نہایت ہی نازک تھی - اس مرض میں کسی وحشتناک خبر یا تشویش یا غم یا غصہ یا اشتعال کا آنا سم قاتل ہے - میرے دوستوں نے از راہ شفقت سب پہلی تار متعلق بیماری مجھ سے کئی دن سے چھپا رکھی تھیں - اور یہ تار جو صبح سے آئی ہوئی تھی - یہ بھی ایک بجے تک چھپی رہی گذشتہ سال میں نے اس قدر کام کیا ہے - کہ جس سے میرے اعصاب بالکل تباہ ہو گئے - معمولی سے معمولی تشویش میرے رگ و پٹھہ کو گرم کر دیتی ہے اور اس موسم سرما میں کئی کئی کوزے سرد پانی کے مجھے سر پر ڈالنے سے

آرام آتا ہے۔ اسی حالت میں یہ خبر آئی ہے جو کئی گھنٹہ چھپائی گئی لیکن اتفاق سے مجھے پتہ لگ گیا خدا کی شان ہے کہ یہ خبر جو اس نازک حالت میں ہی میرا تن تنہا خاتمہ کر دینی چاہیے سننے پر فی الفور میرا جسم ایک قسم کی برودت سے بھر گیا۔ اور سر سے لے کر پاؤں تک ایک قسم کی ٹھنڈک کی چادر میرے اندر باہر لپیٹی گئی۔ یہ احساس مجھے دوسری دفعہ زندگی میں ہوا۔ اول اس دن حبیب اللہ شبیر مرحوم سنہ ۱۹۱۲ء میں اچانک دنیا سے رخصت کر گئی۔ اس دن بھی میرے ساتھ یہی واقعہ ہوا۔ ہاں اس وقت یہ برودت ایک دن رہی۔ اور اس وقت یہ برودت برابر دو دن رہی۔ رہا اس عزیز کا رخصت ہو جانا سو دنیوی اصول سے تو میں اسے مدت ہوئی اپنی طرف سے رخصت کر چکا تھا۔ میں نے ایام حج میں بمقام منا مذبح ذبیح اللہ پر جب دو رکعت نفل ادا کئے تو سجدہ میں اسے خدا کی نذر کیا۔ میری طرف سے تو وہ عین قربانی کے دن دو سال ہوئے خدا کے آگے بطور قربانی پیش ہو چکا۔ خدا نے جب چاہا اس قربانی کو قبول کر لیا جب اس نے بی اے پاس کیا تو اسے میں نے کہا۔ کہ میں اسے خدا کی نذر کر چکا ہوں لیکن اگر اسے دنیوی کاروبار کی خواہش ہے تو بھی میں حاضر ہوں۔ وہ لا کلاس میں داخل ہو لیکن اس نے نہایت جوانمردی سے دنیا پر لات ماری۔ اور اٹھتی جوانی میں میری رفاقت کرنی پسند کی۔ اور قربانی کو قبول کیا۔ اس پر اس کی بی بی کا بھی حق تھا۔ اسلئے میں نے مرحوم کے خسر اور اُن کی اہلیہ صاحبہ سے بھی استرضا کیا۔ اور ان کو بھی کہا کہ اگر وہ اس فقر کی زندگی کو جو مشنری کے سامنے ہونی چاہئے۔ پسند کر سکتی ہوں تو پھر کچھ مضائقہ نہیں۔ جو پیشہ اس کے لئے موزوں سمجھیں یا پسند کریں میں اس کا تہیہ کر سکتا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں جزائے موفور عطا کرے انہوں نے بھی بطیب خاطر میری خواہش کو مانا +

سو ایک جوان ثمر رسیدہ بچّہ سے جو والدین کو دنیوی توقعات ہو سکتی ہیں اس سے تو مدت ہوئی میں نے قطع تعلق کر لیا۔ وہ میری طرف سے خدا کی نذر تھا۔ پھر میرا کیا تعلق۔ وہ جس طرح چاہے اسے لے۔ میں اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے شکر کا موقعہ دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے عین اس وقت اٹھا لیا کہ ابھی وہ دنیا کے علائق او گندوں سے پاک تھا۔ اور وہ ایک مسلم مشنری کیلئے تیاری کر رہا تھا۔ اسکے وہ خطوط جو اسکی خبر وفات کے بعد مجھے ملے اور وہ ایک

اپنے ہاتھ کے تھے۔ اُن میں بھی اگرچہ تڑپ تھی تو اس امر کی کہ مولوی صدرالدین صاحب کو اشغال مدرسہ کے بعد جو نکہ فرصت نہیں ہے اسلئے وہ پورا وقت حدیث کے لئے انہیں دے سکتے دوسرے خط میں مرحوم کی طرف سے انتہا درجہ کی خوشی کا اظہار اس امر پر تھا کہ حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے اب اعلان ہوا ہے کہ اگر کوئی مسلم مشنری زندگی اختیار کرنا چاہے تو حضرت قبلہ خود اسے تعلیم دینگے۔ مرحوم مجھے اطلاع دیتا ہے۔ کہ اب میرا مولوی صاحب قبلہ پر اس اعلان کے بعد خاص حق ہو گیا ہے۔ اب ان کا فرض ہے کہ مجھے خود تعلیم دیں اور طیار کریں۔ یہ خطوط اس کی وفات سے دو ہفتہ پہلے کے ہیں۔ جو بچہ ان خواہشوں اور اُمنگوں میں ہو۔ جس کے اوقات علم دین کے حاصل کرنے میں گذریں اور جو دُنیا کو لات مارنے پر طیار رہو۔ اب اگر وہ جیفۂ دُنیا سے اُٹھا لیا جاوے اور اس پر لاانتہا ترقیات اور عطاء غیر مجذوذ کا دروازہ بلا اس محنت شاقہ کے جو ایک مومن کو اس دارالابتلا میں نفس مطمئنہ پیدا کرنے کیلئے اُٹھانی پڑتی ہیں کھل جاوے تو پھر میں کیوں خبر وفات کے سننے کے بعد ہی جو نماز پڑھوں اسمیں الحمد بادل صد وحد بیشک لیکن نفاق سے خالی نہ کہوں +

مرحوم کی بیوی جس نے اپنے شوہر کے ساتھ پوری رفاقت کی نہایت ہی سعید لڑکی تھی جو زیور تعلیم سے خالی نہ تھی۔ جیسے کہ آپ کو علم ہے۔ شادی کے بعد اس نے زیادہ وقت سا کا علم حاصل کرنے میں گذارا۔ اس کی بھی یہی خواہش مرتے دم تک تھی کہ وہ [illegible] یہاں آکر مشن میں کرے۔ اس کے سر سے بھی دُنیوی جوش سب نکل چکے تھے۔ وہ پختہ ارادے سے اپنے شوہر کی رفاقت کرنا چاہتی تھی۔ یہی اس کے خطوط مجھے لندن آتے تھے۔ ایسی بی بی کس طرح دُنیا میں اپنے شوہر کے بعد رہ سکتی تھی۔ اس نے حق رفاقت ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے وابستگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور انہیں جس طرح چاہے نعم البدل عطا کرے +

خادم

خواجہ کمال الدین از مسجد ووکنگ
انگلستان

سیرت نبوی

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

علامہ شبلی مرحوم کی جدید تصنیف جس کا غلغلہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں گونج رہا تھا اور جس کی اشاعت کے لئے ملک کی آنکھیں انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھیں آخر کار نامی پریس کانپور کی لغزیب اور دیدہ زیب چھپائی کے ساتھ شائع ہوئی یہ جلد "سیرت النبیؐ" کی پہلی جلد ہے۔ اور اس میں حضور سرور عالم صلعم کے حالات زندگی غزوات تک لکھے گئے ہیں۔ دوسری جلد میں اسلام کی امن کی زندگی تنظیم و تنسیق اشاعت اسلام وفات و اخلاق کے حالات قلمبند کئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے ✦

افسوس ہے کہ مصنف مرحوم کی زندگی نے اسقدر وفا نہ کی کہ عقیدت و ارادت کا یہ گلدستہ جو مختلف چمن کدوں سے تیار ہوا ہے بذات خود آستانۂ نبوت پر چڑھاتا مگر اس رنج کے ساتھ ہمیں ایک گونہ خوشی یہ بھی ہے کہ آخر کار سید سلیمان ندوی کی مساعی جمیلہ سے علامہ مرحوم کی محنت ٹھکانے لگی۔ اور مرحوم کا مسودہ ایک وقیع تصنیف کی صورت میں پبلک کے سامنے پیش ہو گیا ✦

کتاب کے شروع میں سید سلیمان ندوی نے بحیثیت جامع ایک مختصر سا دیباچہ لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں اصلی مسودہ مصنف میں بعض حوالے اور حواشی چھوٹ گئے تھے وہ انہوں نے تلاش کر کے لکھے لیکن اس کے متعلق کامل احتیاط کی گئی ہے کہ جامع کا کوئی لفظ مصنف کی عبارت میں نہ ملنے پائے ✦

اس کے بعد مصنف کا فاضلانہ دیباچہ شروع ہوتا ہے جس میں انہوں نے فن سیرت کے مختلف شعبوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اصول علمیہ کے لحاظ سے یہ حصہ کتاب کا بہترین حصہ ہے۔ روایت و درایت پر ایک لطیف بحث کی گئی ہے۔ فن سیرۃ پر ایک مبسوط اور رنگین تبصرہ کیا ہے۔ اور عرب کی قدیم تاریخ اور اسکے ماضی پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب لکھا ہے۔ غرض کتاب کی ترتیب و تدوین نہایت قابل تعریف ہے

ارباب سیر جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی نہایت سیدھی سادی اور

غریبانہ زندگی تھی۔ یہاں تک کہ یورپ کے مصنف جو حضور سرور عالم کی ذات ستودہ صفات میں خامیاں نکالنے کیلئے اُدھار کھائے بیٹھے ہیں معترف ہیں کہ اس حصہ زندگی میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر وہ انگلی رکھ سکیں لیکن مدنی زندگی میں حالات بہت بدل چکے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی قدر اقتدار حاصل ہو گیا تھا سلسلہ غزوات بھی شروع ہوا۔ کفار عرب کی طاقت اس زمانہ میں درہم برہم ہوئی۔ اسی زمانہ میں مدینہ کے یہود اپنی شرارتوں کی سزا میں جلاوطن کئے گئے غرض شان جلالی کا زمانہ مدنی زندگی سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ اور اسی لئے یورپ کے خوردہ بین اس زمانہ کے سوانح کو جی لگا کر پڑھتے ہیں۔ اور اس میں موشگافیاں کرتے ہیں۔ کیونکہ جناب مسیح علیہ السلام کی درویشانہ اور فقیرانہ سوانح کو پڑھنے والوں کو شاہانہ اقتدار اوپرا معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مغازی (جنگیں) پر یورپ نے بڑی دیدہ دلیری سے اعتراض کئے ہیں۔ اور اس شوق میں خانہ ساز واقعات بھی تراش لئے ہیں۔ بعض وقت مسلمانوں نے بھی ان واقعات سے دھوکا کھایا۔ اور انہیں اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ کی سیرت میں **مغازی** کا حصہ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ اور ہم خوش ہیں کہ علامہ مرحوم نے سیرت النبی میں اس حصہ کو نہایت تحقیق سے لکھا ہے۔ اور ان روایات کی خوب تنقید کی ہے جو حضور سرور عالم کی ذات ستودہ صفات کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتی تھیں جو شان نبوت کے منافی ہیں۔ اور جن کو یورپ کے مصنفین نے سرور عالم پر اعتراضات کی بوچھاڑ کے لئے آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ مثلاً **غزوہ بدر** کے متعلق معترضین کا عام اعتراض ہے کہ اسکی ابتدا محض اسلئے ہوئی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے قافلہ کو لوٹنے کا قصد رکھتے تھے لیکن "سیرت النبی" میں ان تمام روایات کی تنقید کرنے کے بعد ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قریش مکہ نے یہ افواہ خود ہی اختراع کر کے اُڑا دی تھی۔ اور اسی بنا پر وہ مدینہ پر حملہ کرنے کو آئے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجبوراً صرف حفاظت مدینہ اور انسداد حملہ کے لئے باہر نکلے۔ اور جنگ بدر کا واقعہ ہوا +

تصویر کا دوسرا رُخ

برچند کہ **سیرت النبی** بلحاظ سیرت نہایت مستند کتاب ہے۔ مگر بعض ضمنی امور میں جنہیں اصل موضوع کتاب سے چنداں سروکار نہیں کسی قدر فروگذاشت ہو گئی ہے۔ جو بعض سہو قلم کہا جاسکتا ہے

اگر مصنف مرحوم زندہ ہوتے تو غالباً وہ مسودہ کی نظر ثانی کرتے وقت تصحیح کر دیتے۔ لیکن افسوس کہ

تمن قدح بشکست آں ساقی نماند

اب سیرۃ النبی کی تدوین و تکمیل کی امانت مولانا سید سلیمان ندوی کے سپرد رہی لیکن وہ مصنف کے اصل مسودہ کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ابتدائی نوٹ میں خود بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ مگر ہمارے خیال میں اگر جامع کی طرف سے حواشی میں ان امور کی صحت کی طرف اشارہ ہو جاتا تو چنداں مضائقہ نہ تھا تعمیر کعبہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے علامہ شبلی لکھتے ہیں :-

حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو عرب لائے۔ اور ان کو یہیں آباد کیا۔ حضرت سارہ نے جیسا کہ توراۃ میں ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد انتقال کیا۔ حضرت ابراہیمؑ مکہ میں چلے آئے۔ حضرت اسمٰعیل جوان ہو چکے تھے۔ اعلان حق میں ایک ہم آواز ہاتھ آیا۔ دونوں نے ملکر ایک چھوٹے سے چھوٹے گھر کی بنیاد ڈالی۔

اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل (اور جبکہ ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ خدا کی دیواریں اٹھا رہے تھے)۔

گھر بن چکا تو وحی الٰہی نے آواز دی :-

وطھر بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔ ہمارا گھر طواف کرنیوالوں اور رکوع کرنیوالوں اور سجدہ کرنیوالوں کیلئے پاک کر (صفحہ ۱۱۱-۱۱۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالنے والے حضرت ابراہیم تھے۔ مگر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ سے بھی پہلے کا ہے۔ چنانچہ خود قرآن مجید نے اسے بیت العتیق کہا ہے۔ اور ایک مقام پر فرمایا :-

اول بیت وضع للناس۔ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا۔

مسٹر میور نے بھی اعتراض کیا ہے کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم کا تعمیر کردہ ہے۔ مگر تاریخ کہتی ہے کہ ان سے پہلے کا ہے۔ اس اعتراض کا جواب نہایت آسان ہے کہ یرفع القواعد کے یہ معنے تو نہیں کہ اس خانہ خدا کی بنیاد ڈالی۔ بلکہ معنے صرف یہ ہیں کہ اسکی دیواریں بلند کیں۔ اس نتیجہ کی مؤید

قرآن مجید میں ایک اور آیت بھی ہے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم سے پہلے کا ہے:۔

انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ۔ اے خدا میں نے اپنی ذریت کو ایک بیابان وادی میں تیرے پاک گھر کے قریب لا بسایا ہے +

صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں :۔

"تبلیغ اسلام کی حیثیت سے جو کچھ ان کے (یہودیوں کے) سامنے پیش کیا جاتا تھا صرف اسقدر تھا

قل یااھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (آل عمران کوع ۷) کہدو اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جس کو ہم تم دونوں یکساں مانتے ہیں وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں ۔ اور ہم میں سے کوئی خدا کو چھوڑ کر کسی کو اپنا رب نہ بنائے ۔ تو اگر وہ منہ پھیریں تو تم کہدو کہ اچھا گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں +

ان باتوں میں سے ایک بھی ان کے معتقدات اور مزعومات کے خلاف نہ تھی لیکن ان تمام مہربانیوں اور اظہار لطف و مدارا کا جو صلہ تھا یہ تھا کہ انہوں نے ہر طرح سے اسلام کی خانہ براندازی کا عزم کر لیا" +

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ محض توحید ہی اسلام میں داخل ہونے کے لئے صرف کافی ہے ۔ نبوت کے اقرار کی ضرورت نہیں ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جہاں اسلام نے غیر مذاہب سے فیصلہ کرنے کا ایک جامع طریق بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امور مشترکہ کو مان لیا جائے ۔ اسمیں شک نہیں مذاہب عالم میں جو امور مشترک ہیں وہ سب اسلام میں پائے جاتے ہیں ۔ اور غیر مذاہب سے فیصلہ کرنے کا یہ طریق نہایت حکیمانہ ہے +

ہم امید کرتے ہیں کہ اس قسم کی لغزشیں آئندہ ایڈیشنوں میں درست کر دیجائینگی ۔ اور اگر اصل عبارتیں تحریر قبل کر دی ہوں تو ضمیمہ میں ان کی توضیح ہونی چاہئیے +

قربانی اور تقوے

(بسلسلہ صفحہ ۱۶ جلد ۵ نمبر ۱)

ایک ذرے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو فنا کردیوے پیشتر اسکے کہ وہ عالم غیرذوی حس میں پہنچے - اور غیرذوی حس اشیاء کو ذوی حس بننے کیلئے پہلے خود فنا ہوجانا چاہئیے مثلاً دیکھو کہ سیاہ مٹی کے تودے کس طرح سے خود فنا ہوکر ایک خوبصورت میوہ دار باغ کی صورت اختیار کرتے ہیں - اگر عالم نباتات معدنیات سے بہتر ہے - تو اس کا ظہور معدنیات کے فنا سے ہُوا ہے - لیکن پھر بھی ان میں حرکت کی کمی ہے - مگر درا اگر ان میں سے بعض چلنے پھرنے کی طاقت اختیار کرنا چاہتے ہیں - تو ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ حیوانات کی خوراک بن جائیں - اسی طرح سے اگر ایک لیلا عروج کی طرف جانا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی ترقی کا راستہ کھلا ہے - اس میں اعلیٰ درجے کی اخلاقی اور روحانی قابلیت کا مادہ پیدا ہوسکتا ہے بشرطیکہ وہ ذبح ہو کر ہمارے دستر خوان پر پہنچے - اس کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں وہ انسان کے جسم کا ایک جزو ہو جائیگا - یہی سبق ہے جو کہ قرآن کی آیات جو میں نے آج تلاوت کی ہیں سکھاتی ہیں - اپنے اللہ تعالےٰ کی رضا کے آگے سر جھکا دو - اور اس کے راستے میں اپنے آپ کو فنا کردو - تو پھر تم میں خدائی آثار پیدا ہونگے -

اب میں پھر اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں - قرآن کریم اس غلطی پر متنبہ کرتا ہے کہ خون اور گوشت سے خدا خوش نہیں ہوتا - اس آیت میں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں قربانی کا پاکیزگی اور تقویٰ سے تعلق بتلایا ہے - اور اگر آپ ان اصولوں پر غور کریں جو ایک طرف تو تقویٰ اور دوسری طرف قربانی کی بنا ہیں - تو آپ کو معلوم ہو جائیگا - کہ ان کے درمیان نہایت ہی گہرا تعلق ہے - اور سچائی کی بڑی صفائی اور فصاحت کے ساتھ آپ کو سمجھ آجائیگی - قرآن کریم اس مضمون پر ایک اور جگہ کافی روشنی ڈالتا ہے - فرماتا ہے - کہ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون - تم نیکی اور تقویٰ حاصل نہیں کرسکتے - جب تک کہ تم وہ چیز خرچ نہ کرو جسے تم سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہو - اگر قربانی کے یہ معنی ہیں (اور درحقیقت اس کے معنے بھی یہی ہیں) کہ ایسی چیز کو

اپنے سے جُدا کیا جائے جس کو کہ خود انسان رکھنے کا از حد خواہشمند ہے۔ اور جسے کہ جائز طور پر انسان رکھ سکتا ہے۔ تو بدی کے یہ معنے ہیں کہ اس چیز کو اپنے پاس رکھنا جس سے کہ ہمیں محبت ہے لیکن جس پر جائز طور پر ہمارا حق نہیں۔ کیا ان دو ذہنی کیفیتوں کے درمیان مطابقت ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ چاہتی ہے۔ کہ ہم اپنے مقبوضات سے علیحدہ ہو جائیں اور دوسری اسباب کی ترغیب دیتی ہے کہ دوسروں کا مال قبضے میں لائیں۔ کیا قربانی کرنے والے شخص کے دل میں بدی اور شیطنت گھس سکتی ہے۔ اگر قربانی کے معنے بے نفسی اور بیغرضی ہے۔ تو کیا خودغرضی اور دوسروں کو نقصان پہنچا کر دیگر ذاتی ترقی حاصل کرنا ان تمام بدیوں اور شرارتوں کی جڑ نہیں ہے صرف وہ شخص جو قربانی اور ایثار کا عادی ہو۔ اپنے اندر دوسروں کو اس قسم کی چیزیں دینے کی عادت پیدا کر سکتا ہے جس سے کہ ان کو فائدہ پہنچے۔ اور جو کہ جائز طور پر وہ اپنے پاس رکھ بھی سکتا ہے۔ اور وہی جان سکتا ہے۔ کہ دوسروں کے مال پر طمع اور حرص کرنے سے کس طرح بچنا چاہیئے۔ کیا میں پانچ پونڈ کیلئے ڈاکہ زنی کا مرتکب ہو سکتا ہوں۔ جب کہ میں پانچ پونڈ روزانہ کی خیرات کرتا ہوں کیا ہماری محبت مختلف اشیاء کے ساتھ ان تمام جرائم اور بدیوں کی ذمہ وار نہیں ہے۔ جو شخص کہ اپنی چیز کو اپنے سے علیحدہ کرنے کا مشتاق ہے۔ تو اسے بے انصافی اور بدی کی طرف ترغیب نہیں دی جا سکتی۔ کامل تقوی اور نیکی حاصل کرنے کیلئے ہمارے لئے از حد ضروری ہے کہ ہم دُنیاوی تعلقات وغیرہ کو قربان کرنے کی مشق کریں۔ یعنی اپنا وقت روپے۔ کمائی۔ اشیائے خوردنی اور نوشیدنی۔ اپنے لباس اور دیگر آسائش و آرام کی چیزوں اور انکی رفاقت و صحبت کو بھی جو ہمارے اعزا اور اقارب ہیں۔ اور اپنے وطن کو بھی اپنے سے جُدا کر نیکی عادت ڈالیں یہی ہمارے بڑے بڑے دُنیاوی تعلقات ہیں۔ ان کے ساتھ حد سے زیادہ محبت کی وجہ سے زیادہ مختلف قسم کے جرم و گناہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان چیزوں سے علیحدگی اختیار کرنے کے لئے اسلام نے ایک قسم کی ورزش جسے رُوحانی ورزش کہا جا سکتا ہے۔ تجویز کی ہے جو کہ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے چار ارکان ہیں۔ ایثار اور قربانی کی عادت ڈالو۔ تاکہ بدی کافور ہو جائے۔ کوشش کرو کہ آپکے ہموطنوں میں بے نفسی اور بیغرضی پیدا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کو تمام محکمہ جات عدالت و پولیس کی ضرورت نہ رہیگی لیکن

وہ کونسی قربانی ہے۔ جو ہمیں اس خدائے تبارک و تعالےٰ کے لیے کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ قربانی سے عبادت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ محبّت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس سچّی محبّت کا ظہور ہوتا ہے! ور انسان اپنے محبوب کو خوش کرنے کیلئے کیا کچھ قربان نہیں کر دیتا؟ بلکہ سچی محبّت کا معیار صرف یہی ہے۔ کہ انسان تمام اپنی پسندیدہ چیزوں کو اپنے معشوق کی خاطر قربان کر دے۔ انسانی قربانی کا رواج اپنے ساتھ اس رذیل خیال کو نہیں لایا کہ خدا کا غصّہ اس سے فرو ہوتا ہے۔ خدا کے سچے عاشقوں کا یہ منشا تھا۔ کہ اس کے سامنے وہ چیز پیش کریں جو ان کی نظر میں نہایت گراں قدر ہے۔ وہ اپنی جان سے زیادہ تر کسی اور چیز کو خیال نہ کرسکتے تھے۔ اِس طرح انسانی قربانی کا قدیم زمانے میں رواج ہو گیا۔ اور جس کی جگہ حضرت ابراہیم کی طفیل حیوان کی قربانی قائم ہوئی۔ لیکن خدا کی نظر میں انسان کی زندگی سے کوئی اور چیز بھی زیادہ قیمتی تھی۔ اور جس کے قربان کرنے سے ہی خدا خوش ہو سکتا تھا۔ اور جس سے کہ محبوب کا دِل پرستار حاصل کر سکتا تھا! انسان صرف اس کا نام نہیں۔ کہ وہ خون اور گوشت سے بنا ہو۔ یا اسمیں وہ تازگی بخش چیز ہو۔ جس کا نام زندگی ہے۔ اس بارے میں ہم سب حیوانوں جیسے ہیں۔ ان ہر دو قسم کی مخلوقات میں زندگی ہے۔ جو علم موجودات جاننے والوں کے نزدیک خون اور گوشت کی ترکیب سے بنی ہے۔ اب ہماری مرضی ہماری آزادی اور ہماری قوت فیصلہ الغرض ہمارا ذاتی علم ہے جس سے کہ ہم انسان کہلاتے ہیں۔ اگر قربانی کے معنے تابعداری ہے۔ اور اس سے اطاعت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ آیات بالا کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اپنی زندگی کا حوالے کر دینا قربانی نہیں ہے۔ یہ تو حیوان بھی کر سکتا ہے۔ سچی قربانی صرف یہی ہے۔ کہ ہم اپنی مرضی کو خدا کی رضا کے آگے ڈال دیں۔ اسلامی قربانی کی جڑ یہ ہے کہ خدا کی مرضی اپنی مرضی خیال کیجائے رضائے مولا کے آگے جھکنا اور خاموشی سے اسکی حکومت کو ماننا ہی سچی قربانی ہے۔ حضرت ابراہیم نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ تمہیں اپنی جان قربان نہ کرنی چاہیئے۔ ایک دنبے یا بکرے ذبح کرنے سے یہ کام پورا ہو سکتا ہے۔ لیکن اپنے نفس کو مارو۔ اور خدا کی رضا کے آگے بجُولی چرا تسلیم خم کر دو۔ یہی اسلام ہے۔ یعنی راضی برضائے مولا + جس کا کہ مطلب ایک کلمے میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنے "لا اِلٰہ اِلا اللہ" یعنے پرستش کے قابل سوائے ایک اللہ کے اور کوئی نہیں ہے

اور یہی اسلام کا پہلا رکن ہے +

پس اسلام اور قربانی مترادف ہیں۔ تم مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ قربانی کی مشق نہ کرو۔ اور خدا کے قوانین کے آگے سر نہ جھکاؤ۔ اور جب تک کہ خدا کی مرضی کو اپنی مرضی نہ سمجھو۔ یہی تمہاری ترقی کا باعث ہو سکتی ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں تم زندہ نہیں رہ سکتے۔ جب تک کہ تم خاص قوانین پر عمل نہ کرو۔ اپنے چاروں طرف دُنیا میں دیکھو کہ ذرہ ذرہ اسبات کو ثابت کرتا ہے۔ کہ ہر ایک چیز خدا کی مرضی کے ماتحت ہے +

مُسلم خواتین کو ایک صدا

(ایک ہندوستانی مسلم خاتون کی قلم سے)

خواتین اسلام! اُٹھو۔ کشت و خون وحسد کی جنگ وجدال کیلئے نہیں۔ بلکہ عزت تمکنت۔ شان وشکوہ و خودداری کی جد وجہد کیلئے اُٹھو۔ مسلم قوم پستی وانحطاط کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ تم اسکو قعر ذلت میں گرنے سے بچانے کیلئے اُٹھو۔ تم اس فرض کو ادا کرو۔ جس کو کہ ہمارے بھائی بندوں نے خواب غفلت میں پڑ کر عیش وعشرت آرام و آسائش کی زندگی میں منہمک ہو کر فراموش کر دیا۔ مسلم خواتین کو چاہیئے۔ کہ انہیں اس خواب گراں سے بیدار کریں۔ اور ان کے بیٹوں اور لڑکیوں کو راستباز اور پارسا بنا کر اسلام اور خدائے اِسلام کی شان وشوکت۔ جاہ وجلال کو دوبالا کریں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے کسی قسم کا دنیوی اجر نہیں چاہتے۔ ہمیں ہر ایک بات میں آپ کی اتباع لازم ہے۔ ہمیں اپنے بچوں کو یہ تعلیم دینی چاہیئے۔ کہ وہ خداوند تعالیٰ پر توکل کریں اور صدق وصفا سے کام کریں۔ ہمارا مقولہ یہ ہونا چاہیئے کہ جوانمردی و راستبازی سے کھڑے ہو کر ہمیں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیئے۔ اور اس حق وصداقت کو جو ہمارے پاس ہے۔ اس کا اظہار کریں۔ تاکہ ہر ایک اس سے متمتع ہو سکے۔ ہم کو جوانمرد و دلیر بننا چاہیئے۔ اور اس کا ہر جگہ چرچا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہی لوگ زندہ رہتے ہیں۔ جو کہ جرات و دلیری کرتے ہیں +

ہماری آیندہ نسلوں کی بقا و دوام۔ بھلائی یا بُرائی آغوش مادر پر ہی حصر رکھتی ہے کیا ہم مسلم خواتین سعی بلیغ کر کے اپنی قوم کو اعلےٰ و احسن پیمانہ پر نہیں لا سکتیں ۔

خواتین اسلام ہم کو اب کمر ہمت باندھ کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور اس فرض کو دلیرانہ و بے باکانہ بغیر کسی خوف و خطر کے سرانجام دینے کیلئے کمربستہ ہونا چاہیئے۔ جو کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے سپرد کیا۔ خواہ نواحی حالات کیسے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں۔ ہم فرقہ اناث کو فرقہ ذکور سے بڑھ کر کارہائے نمایاں کر کے دکھانا چاہیئے۔ ہم کو اسباب میں ممد ہونا چاہیئے۔ کہ فرقہ ذکور خود اٹھیں جس طرح کہ ہم اپنے آپ کو اٹھانے میں کوشاں ہیں ہمیں دیگر اقوام کے مال و متاع کی لالچ ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ اور کسی بھی صورت میں ہمیں اغیار کی تقلید ہرگز نہ کرنی چاہیئے بلکہ اپنے فرزندوں کو اس زمانہ کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جبکہ غیر اقوام مسلم تہذیب علم و فنون کے سامنے سر تسلیم خم کرتی تھیں۔ مسلم قوم کی طاقت۔ جاہ و جلال۔ رُعب و دبدبہ سے تھراتی تھیں۔ جبکہ اسلام کا پھریرا مشرق و مغرب پر بڑی شان و شکوہ سے لہلہاتا تھا۔ ہمیں اپنے بچوں کو بہادر۔ جوانمرد۔ دلیر۔ راستباز۔ شریف النفس۔ مہربان اور صادق ہونے کی تعلیم دینی چاہیئے۔ یہ دیکھ کر ہمیں رنج پہنچتا ہے۔ کہ ہمارے فرقہ ذکور کو بڑی حقارت اور بےعزتی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور ان سے ایک حقیر قوم کا سا سلوک کیا جاتا ہے ہمیں اس رذیل و کمینہ زندگی کی رو کو بدلنا چاہیئے۔ اور یہ ایسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ ہم اپنے بچوں کی ایسے طریقہ سے پرورش کریں۔ جس سے کہ ان میں خودداری کا مادہ پیدا ہو۔ اور وہ اہل نخوت و تکبر کے مقابل ڈٹ کر کھڑے ہوں ہمیں انسانیت کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اور ایسے انسان پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا دوسرے کسی سے بھی خائف نہ ہوں۔ اور جو اپنے بھائی بندوں کی فلاح و بہبودی اور اپنے مذہب کی اشاعت اور اللہ تعالےٰ کے جاہ و جلال کو قائم و دائم رکھنے کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں ہمیں اس قسم کے لوگ پیدا کرنے چاہئیں۔ جو ہمارے اولوالعزم پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے شایاں ہوں۔ والسلام

پسِ پردہ

وہ مبارک لیکچر جو حضور سرکار فرمانروائے ریاست بھوپال ادام اللہ ملکہا واقبالہا نے آل انڈیا خواتین کانفرنس کے پہلے سالانہ جلسہ بھوپال میں منعقدہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۸ء کو دیا

اسلام میں پردہ یا مستورات کے برقعہ کا حکم بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق اہل مغرب نے بدقسمتی سے بہت ہی بیجا نکتہ چینی کی ہے۔ گو اسکی موجودہ صورت قرآن شریف کی ہدایات کے کلیتہً مطابق نہیں۔ اور حالات و واقعات زمانہ نے اس پر بہت زیادہ اثر ڈالا ہے۔ اور ہندوستان میں اسلامی اور غیر اسلامی اقوام میں بھی برابر اس کا رواج ہے۔ تاہم اس قسم کے بیرونی اثر سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ دنیا کی مختلف قوموں کی موجودہ حالت پر سرسری نظر ڈالنے سے ایک تعصب سے خالی دماغ پردہ کے حق میں فیصلہ کریگا خصوصاً وہ پردہ جس کی تشریح قرآن مجید میں ہے۔ اور جس کی بڑی غرض یہ ہے کہ مرد و عورت بلا امتیاز ایکدوسرے سے ملیں پردہ کبھی بھی ترقی کے لیے روک نہیں ہوا۔ اور نہ اسکی عدم موجودگی سے ان لوگوں نے علوم کے خزانے حاصل کیئے ہیں جو اسکے حامی نہیں۔ ممالک غربی کی عورتیں ہمیشہ پردہ کے بغیر رہی ہیں لیکن آج سے پچاس سال پہلے اُن کی ذہنی ترقی اور علمی دستگاہ قابل رشک نہ تھی۔ لیکن ان کی مسلمان بہنیں پردہ کے اندر رہکر بھی وقتاً فوقتاً مردوں کے ساتھ علوم کی مختلف شاخوں میں مقابلہ کر سکتی تھیں۔ مشرقی ممالک میں ماں ہی حقیقت میں گھر کو ٹھیک طور پر چلانیوالی اور آیندہ نسلوں کے اخلاق اور چلن کو بنانے والی ہے۔ انگلستان کے ایک نہایت عظیم خطرہ کے موقعہ پر ہندوستان کے لکھو کھہا بچوں کا ایک حیرت انگیز طریق پر سینہ سپر ہونا۔ اور اپنے قربانی و عدوں کو عملی جامہ پہنا کر شرط وفاداری کو پورا کرنا ان مستورات کے خیالات اور استعداد اور دلوں کا ایک نقشہ ہے جس پردہ رکھتے ہیں۔ انہیں بازار میں جاکر خرید و فروخت کرنے کے لئے کافی وقت نہیں مل سکتا کیونکہ پردہ کے اندر انہیں اس سے زیادہ ضروری کام پر اپنی پوری توجہ دینا ہے۔ آج مسلمان مستورات بھی پردہ کے اندر ہندوستان میں اپنے بچوں کے اخلاق اور ان کی آیندہ روشن زندگی کو بنا رہی ہیں مستورات نے اپنی انجمنیں اور سوسائٹیاں بنا رکھی ہیں وہ ان میں شامل ہوتی ہیں اور اپنی کانفرنسکا

اجلاس کرتی ہیں اور انہیں تربیت و ترقی کے لئے ہر قسم کا موقع ملتا ہے لیکن پردہ نے کبھی بھی کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کی چنڈ ہی جاہ و حشم عورت کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ ایک نہایت مہذب و شستہ خیال کی (ملکہ) بیگم بھوپال ہیں جن کی زیر صدارت تمام ہند کی مستورات کی کانفرنس کا اجلاس ان کی اپنی دارالسلطنت بھوپال میں منعقد ہوا۔ حضور عالیجنابہ بیگم صاحبہ بالقابہ خود بدولت اعلیٰ درجہ کی ذہین ہیں۔ بہت سی زبانوں میں مہارت آپ کو حاصل ہے ہندوستان کے علوم و فنون میں ماہر ہیں۔ اور بہت سی کتابیں جو اعلےٰ پایہ کی ہیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں۔ اور لکھو کہا لوگوں پر آپ نہایت دانائی اور فراست سے حکومت کر کے اپنی بینظیر ذات سے اپنے عہد حکومت کو روشن فرما رہی ہیں حضور ممدوحہ بالقابہ نے مستورات کی حالت درست کرنے اور مختلف طریقوں سے ان تک تعلیم اور دیگر اسی قسم کی نعمتیں پہنچانے کے وسائل پیدا کرنے میں قلمے۔ درمے۔ قدمے امداد دیکر خاص طور پر امتیاز حاصل کر رکھا ہے سرکار ممدوحہ بالقابہ کی فیاضی ہی کے باعث بہت سی زنانہ اور مردانہ درسگاہیں وغیرہ کامیاب اور خوشحال نظر آتی ہیں۔ آپ نے سفر بھی بہت کیا ہے۔ اور یہاں (انگلینڈ) بھی تشریف لائی تھیں۔ ان لوگوں کے لئے جو صحیح طور پر جاننا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی مستورات اپنے ملک کیلئے کیا کر رہی ہیں ذیل کا لکچر جو سرکار عالیہ بالقابہ نے دیا بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ہم اپنے اُردو دان ناظرین کے فائدہ کیلئے وہ لیکچر قریباً قریباً تمام یہاں درج کرتے ہیں ۰

لیکچر دینے سے پہلے جنابہ شہزادی میمونہ سُلطان حمید اللہ بیگم صاحبہ بالقابہا نے جو کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کی صدر تھیں حضور سرکار عالیہ کا نام صدارت کے لئے تجویز کیا۔ سرکار والا اقتدار نے تمام مستورات کا جن میں سے اکثر دُور دور سے کانفرنس میں شامل ہونے کیلئے تشریف لائی تھیں شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ انہوں نے کانفرنس کے معاملات پر غور کرنے کے لئے اس جگہ آنے میں بہت تکلیف اُٹھائی ہے۔ پھر سرکار عالیہ نے فرمایا کہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے بھوپال پر ملکہ ہی کا راج رہا ہے۔ اور یہ ایک دلیل اُن بیشمار دلائل میں سے اس امر کی ہے کہ ہندوستان کی مستورات عمدہ کام کرنے کی بہت بڑی استعداد اور طاقت رکھتی ہیں اور فرمایا کہ گورنمنٹ ہند نے ۱۸۵۴ء میں لڑکیوں کی تعلیم کو ترقی دینے کا وعدہ کیا تھا۔

اور فرمایا کہ اس عمل کا التواء شاید آیندہ بھی نہ ہو جبکہ چونسٹھ سال کے بعد اس کا خیال ہمیں آئے ہاں البتہ عملی طور پر کچھ کر دکھانیسے مُدعا حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اسی قسم کی تحریکات مشرق کے تمام ممالک میں مثلاً چین۔ جاپان۔ ایران۔ ٹرکی۔ مصر میں ہو رہی ہیں۔ گویا اس کوشش کا یقین ثبوت ہیں۔ جو زمانہ ماضی کو چھوڑ کر مستقبل کے آزادانہ اور خوشتر زمانہ میں داخل ہونے کے ہو رہی ہے۔ اِس تمہیدی گفتگو کے بعد سرکار عالیہ بالقابہا کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں۔ بعد ازاں آپ نے حسبلہ سامعین کے نعرۂ ہائے تحسین بلند ہو رہے تھے کھڑے ہو کر ذیل کا لکچر فرمایا +

میں آپ کی اِس مہربانی کی قدر اور عزت کرتی ہوں، جو آپ نے آل انڈیا لیڈیز کی پہلی کانفرنس صدارت کے لئے مجھے انتخاب کرنے میں ظاہر کی۔ سالہائے گذشتہ کے قومی اور سیاسی کام کے تجربہ کی بنا پر جو مجھے حاصل ہوا ہے میری رائے ہے کہ تمام مذہب و ملت اور ہندوستان کے ہر گوشہ کی مستورات کیلئے ایک مرکزی انجمن قائم کرنا جو ہندوستان کی تمام مستورات کی بلا لحاظ ذات پات کے عام حالت کو بہتر کرے۔ اور یہ ملک کے لئے ازحد اچھا ہوگا۔ اِس قسم کی انجمن کا قائم ہونا ہی اس امر کی امکان کی ایک بڑی بھاری دلیل ہوگی۔ کہ مختلف قومیں مشترکہ غرض کے لئے یکجا اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ اس بارہ میں میں خاص طور پر اِس مقصد کام کی طرف توجہ دلاتی ہوں جو مسلم لیڈیز کانفرنس۔ بنگال کانفرنس۔ استری مہامنڈل سبھا اور بمبئی میں سیوا سادھن کر رہی ہیں کہ ہندوستان کی مستورات تمدن کی اصلاح میں کسقدر بھاری مدد دے سکتی ہیں لیکن یہ سب مقامی ہیں اور خاص کمیٹیوں کے زیر اہتمام ہیں لیکن آل انڈیا لیڈیز کانفرنس ہندوستان کی مستورات کے لئے خواہ وہ کسی حصہ میں ہوں اور خواہ وہ سوسائٹی کے کسی طبقہ سے تعلق رکھتی ہوں بلا لحاظ مذہب و ملت مرکزی انجمن ہوگی۔ اس تحریک کے بانیوں کی خواہش ہے کہ فرقہ اور مذہب کے قیود سے نکلکر ہندوستان کی لاکھ دو لاکھ لڑکیوں کو اپنی متحدہ کوشش اور ہمت سے فائدہ پہنچایا جائے۔ اِس طرح یہ کانفرنس بلحاظ اپنے اجزا کے تمام ہند کی نمایندہ ہوگی اس کا ممبر ہر ایک ہو سکتا ہے +

اس کے بعد دوسرا امر یہ ہے کہ ہم اپنے کام کو ترتیب دیں میرے خیال میں اس کانفرنس کا بڑا کام سب اندرونی قسم کا ہوگا لیکن اسمیں کامیابی کے لئے گورنمنٹ کی امداد کی ایک حد تک ضرورت ہوگی۔ گو میں مانتی ہوں کہ اس کام کے حاصل کرنے کیلئے ہماری اپنی پوری کوشش ہی ہماری آخری کامیابی کا باعث ہوگی۔ اس طرح ہمیں سب باتوں کا علم حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوگا کہ انگلینڈ کی مستورات کی موجودہ قابل رشک حالت مس جیسے مس فلورنس نائٹنگیل مس [illegible] کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ جو حضور ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کے زمانہ مبارک میں تھیں۔ ان مستورات نے ایسے گھر تیار کئے جہاں مفلس اور بیکس عورتوں کیلئے مفید کام سیکھنے کا انتظام کیا گیا جہاں اندھوں کو خاص قسم کی تعلیم دینے کے لئے سہولتیں پیدا کی گئیں۔ اور جہاں بیمار اور لنگڑے لولے ہمدردانہ امداد حاصل کرتے تھے ہمارے زمانہ میں ہی ملک ہندوستان زیادہ آسودہ و خوشحال ہے۔ کیونکہ حضور ملکہ الکزنڈرا صاحبہ۔ جناب ملکہ میری صاحبہ شہزادی صاحبہ کرسچین اور تمام شاہزادیاں بڑی محنت اور توجہ سے ملک کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ ان ممتاز مستورات کا کام تمام دیگر عورتوں کے لئے جہاں کہیں وہ ہوں بطور نمونہ خیال کیا جانا چاہئے۔ دیگر ممالک میں بھی ہمیں کونٹس مونٹیسری صاحبہ کا پتہ ملتا ہے۔ جو بچوں کے دماغ کی تربیت و تعلیم کی وجہ سے مشہور ہیں۔

ہمیں اس احسان کو فراموش نہ کرنا چاہئے جو اسلامی مستورات کی کوششوں اور عقلمندی سے تمام دنیا پر ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے۔ کہ عورت کے دل میں انسانی ہمدردی اور محبت کا ایک خاص حصہ ہے۔ جو قانون یا مذہب جو عورت کو مرد کے برابر برابر اپنی قابلیت کے اظہار کا موقع نہیں دیتا۔ وہ انسانی [illegible] کے معمولی معیار سے بھی گرا ہوا ہے زیادہ تر اسلام ہی کی طفیل مستورات کو اپنی لیاقت و قابلیت کے اظہار کیلئے بہت بڑے وسیع میدان ملے ہیں اسلامی تاریخ میں اکثر ملکی و دینی امور کے متعلق مستورات کا نام دکھائی دیتا ہے مثلاً نورجہاں۔ زیب النسا۔ چاند بی بی۔ جہاں آرا۔ یہ چند نام ان درخشاں ستاروں کے ہیں۔ جن کا پرتو آج تک ہندوستان پر پڑ رہا ہے ایسی مستورات

بھی دیکھی جاتی ہیں جنہوں نے صرف انتظامی معاملات ہی میں اپنی دانائی کا ثبوت نہیں دیا بلکہ علم ادب اور سائنس یا طبعیات میں بھی کمال دکھایا۔ مثلاً عائشہ خاتون۔ خدیجہ بنت القیام۔ آمنہ۔ عاصیہ اپنی قانون دانی علم اخلاق فلسفہ علم وفضل کے لئے مشہور ہیں۔ ان میں سے بعض بڑے مجمعوں میں جہاں اُس زمانہ کے کئی ایک لائق وفاضل بھی موجود ہوتے تھے۔ عالمانہ لکچر دیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ خلیفہ المامونؒ کے شاہی حکیم کے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں اُسکی بہن اور بھانجی جو دونوں طب اور جراحی کے کام میں بہت ہوشیار تھیں بہت حد تک ہاتھ بٹایا کرتی تھیں۔ ہمارے اپنے زمانہ میں بھی فاطمہ علیا خانون نے اپنے علم وادب کے کتب کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کی ہے مصر کی مستورات زینت خانم کی اس اعلیٰ درجہ کی اور انتھک کوششوں کیلئے ازحد مشکور ہیں جو مسماۃ مذکور نے لڑکیوں کی تعلیم کے لئے کیں۔ اور آنما خانم کی عام فیاضی مسلمانان پولنڈ میں ہر ایک کو معلوم ہے۔ اسی طرح لکھنؤ میں ہمارے مکتب یعنے ندوۃ العلماء بہت حد تک جنابہ بیگم صاحبہ بہاولپور کا ممنون ومرہون ہے۔ ہاں تو یہ میری داستان ادھوری ہوگی۔ اگر میں اس جگہ سیتا جی۔ شکنتلا۔ دروپتی۔ پدمنی جیسی رانیوں کا ذکر نہ کروں جو بلحاظ شکل وشباہت اور بلحاظ صفائی باطن مشہور تھیں۔ جن کے اوصاف کے گیت مختلف زبانوں میں گائے جاتے ہیں۔ شدرانی جی کو ان کے وقت کے لوگوں نے عالم فاضل تسلیم کیا۔ راجہ بھوج نے قدیم زمانہ میں ایک سیتا نامی عورت کی تمام دربار میں تعظیم وتکریم کی بدیں وجہ کہ اس نے ریاست کا ایک نہایت مشکل عقدہ حل کیا۔ اسی طرح انوسیا نے اپنی زندگی مستورات کی تعلیم وترقی کے لئے وقف کردی۔ آٹھویں صدی کا بڑا بھارتی معلم یعنے بھٹا چارجیا نے سب کچھ اپنی والدہ کی فراست۔ علم۔ روحانی صفائی کی وجہ سے حاصل کیا۔ ان لوگوں سے جو ہندوستان میں مستورات کی آئینی ترقی کو دیکھ رہے ہیں۔ پنڈتہ راما بائی سرسوتی اور انندی بائی کے کام پوشیدہ نہیں ہیں۔

ان حالات کا لحاظ رکھ کر جن کے درمیان ہماری تربیت وپرورش ہورہی ہے اور ان فرائض کو مدنظر رکھ کر جو ہمارے ذمہ ہیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم خاص توجہ اس

کی طرف منعطف کریں ۔ کہ ہماری لڑکیاں کس قسم کی تعلیم اور تربیت حاصل کریں۔ تعلیم پر اسکے نوع تعلیم پر ہی ہماری ساری کی ساری قوم کا مستقبل انحصار رکھتا ہے ۔ ہماری لڑکیوں کو ایسی تعلیم دیجائے کہ وہ گھر کے اندر ایک صدر کی حیثیت رکھیں جو ان کی لائق ہے ۔ اور اگر ضرورت ہو تو انہیں اپنے اور اپنے بچوں کیلئے روزی کمانے کے بھی قابل بنا دیا جائے بڑی بڑی اعلےٰ دماغ والی عورتوں کی صفائی اور خوبی اخلاق کا بڑا باعث زیادہ تر انکی مذہبی تعلیم ہی دیکھا گیا ہے ۔ اس قسم کی تعلیم کا نہ ہونا ہر جگہ ایک خطرناک نقص ہے ۔ اور اسے نظر انداز نہ کرنا چاہئے ۔

سال گذشتہ وسٹ منسٹر کے چرچ ہوس میں لارڈ پارمور اور بشپ آوف اکسفورڈ نے اپنی تقریروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس میں مذہبی تعلیم کیطرف کم توجہی پر بہت کچھ اظہار افسوس کیا ۔ اور تمام مجمع نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ طلباء کے تعلیمی نصاب کا زیادہ تر حصہ کسی قسم کی مذہبی تعلیم کا ہونا ضروری ہے ۔ ہم ہندوستانیوں کو جن کیلئے مذہب ہی زندگی کا روح رواں ہے اس فیصلہ کو دیکھ کر متنبہ ہو جانا چاہئے چونکہ اس وقت ہمیں عمدہ طریق پر ٹرینڈ شدہ مدرسین کی ضرورت ہے ۔ اسلئے میں نے ایک تعلیمی نصاب تیار کرنے کا انتظام کیا ہے ۔ یہ نصاب تیار ہو چکا ہے ۔ اور افسران صیغہ تعلیم کے پاس برائے نظر ثانی اور تنقید کیلئے بھیجا گیا ہے ۔ ہمیں ایکدوسرے کو مبارکباد دینی چاہئے کہ پونا میں مستورات کی یونیورسٹی قائم ہو چکی ہے ۔ اور چونکہ اس کا انتظام قابل ہاتھوں میں ہے اسلئے عمدہ نتائج کی امید کیجا سکتی ہے ۔

جو کام آج ہمارے درپیش ہیں وہ مختلف قسم کے اور بہت ضروری ہیں ۔ اگر اس تحریک سے ہماری غرض یہ ہے کہ ہم ان وسائل و ذرائع کو عام کریں جن سے ہمارے لڑکے اور لڑکیاں آیندہ اچھے طریق پر تعلیم و تربیت حاصل کر سکیں ۔ اور وہ تعلیم اس ڈھنگ کی ہو ۔ کہ جب وہ ہمارے مقام پر پہنچیں تو وہ دنیوی کاروبار چلانے کیلئے جو آئے دن زیادہ تر کوشش و ہمت چاہتے ہیں ۔ ہم سے بہتر طور پر تیار ہوں ۔ اور اگر ہمارا مدعا یہ بھی ہے کہ ان غیر مفید اثرات اور روایات کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے جو آجکل ہمیں گھیرے ہوئے ہیں

اور جن کے ذریعہ گذشتہ زمانہ میں ہمیں تمدن میں زوال و ناکامی ہوئی ہے۔ نیز اگر ہماری خواہش ہے۔ کہ ہمارے ملک کا نام ہمارے لئے باعث فخر ہو اور غیر ممالک اسکی عزت کریں۔ تو اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی تمام زندگی وقف کر دیں۔ ہندوستان میں عام طور پر مستورات کا تنزل اُن کی برادری کے لوگوں کے لئے ایک ہمیشہ کی ملامت ہے۔ قرآن شریف نے اِس بات پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ مرد و عورت اپنے قوائے ذہنی کے استعمال کرنے اپنے مقبوضات کے رکھنے اور دنیا میں مختلف موقعوں سے فائدہ اُٹھانے کا مساوی حق رکھتے ہیں مسلمانوں کی مشہور تاریخیں ایسی مثالوں سے روشن ہیں۔ جو بتلاتی ہیں کہ اسلامی مستورات نے بڑی جرات و دلیری سے اپنی قومی زندگی کے قریباً تمام کاموں میں حصہ لیا ہے لیکن انکی معکوس ترقی کے اسباب تو ان کی اپنی سستی اور لاپرواہی نیز ان فرائض کی طرف عدم توجہ ہے۔ جن کی ادائیگی سے انہیں وہ علوم ذرائع حاصل ہو سکتے تھے جن سے اُن کے دماغی قویٰ کا اظہار ہوتا۔ اسلئے آج ہمیں سچے دل سے حلف اُٹھانا چاہیئے کہ جب تک ہم اس کام کو خواہ وہ کتنا ہی مشکل اور اہم کیوں نہ ہو ایسے راہ پر نہ لائیں جس سے اسکی تکمیل ہو اس وقت تک ہمارے نزدیک ہر ایک قسم کا ڈر اس راہ میں گناہ خیال کیا جائیگا۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ مشرق میں عورت کا مرتبہ بڑا زبردست ثابت ہوا بلکہ اسکی زبان زیادہ تر مؤثر مانی گئی ہے۔ اِس مہم کی تکمیل کے لئے جس سے آپ کی تمام پوشیدہ قوتیں اور قابلیتیں ظہور میں آسکیں بڑی ہمت و جرات درکار ہے۔ آؤ ہم سب ملکر اُس قادر مطلق کے حضور دُعا کریں جو صدق دل سے کوشش کرنے والے کو کامیابی کا منہ دکھلاتا ہے کہ وہ ہمیں اپنے نور ہدایت سے ان معاملات میں رہنمائی کرے۔ اور ہمیں اپنے ارادوں میں استقلال بخشے پس آج ہم سب اس تحریک کی بُنیاد رکھتی ہیں جو مسلمانوں ہندوؤں۔ پارسیوں جینیوں اور سکھوں کی مشترکہ غرض ہوگی۔ اور جس کا پھل آئندہ ہم سب یکساں طور پر چکھینگی۔ اور اِس قسم کی قابل قدر اور عالیشان مدعا کو لئے ہوئے۔ ہمیں کامیابی کے لئے بہت دیر انتظار میں رہنا نہ پڑیگا فقط

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

بسلسلہ صفحہ ۵۳۶ جلد ۷ نمبر ۱۲

(از قلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

اسلام کی شان و شوکت نساء اسلام سے ایسی ہی ہویدا تھی جیسی کہ مردوں سے۔ خود نبی اُمّی کی پیاری بیٹی علم و حکمت کی خاتون بن گئی۔ اور رسول اللہ صلعم کی کم سن حرم محترم حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے زمانہ کی ایک نہایت بلند پایہ فقیہہ۔ محدث۔ مفسر اور نساب بجو ہیں۔ حضرت عائشہؓ علم طب سے بھی واقفیت رکھتی تھیں۔ اور عربی علم ادب اور شعر و سخن سے کامل ماہر تھیں۔ علم فقہ میں ان کا یہ رتبہ تھا کہ فقہ کے متعلق اسلام میں جس قدر احادیث ہیں ان کی ایک چوتھائی حصہ کا ماخذ حضرت عائشہ صدیقہؓ خود ہیں۔ جب کبھی شریعت اسلامی کے کسی مسئلہ پر اختلاف ہوتا تھا۔ تو حضرت عائشہ سے رجوع کیا جاتا تھا۔ احنف بن قیس کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ (حضرت عائشہؓ کے والد) حضرت عمرؓ عثمانؓ علیؓ اور دوسرے فضلا اور قابل بزرگوں کے وعظ اور خطبے سُنے ہیں لیکن جو کچھ میں نے حضرت عائشہ سے سُنا فصاحت اور ادبیت کے لحاظ سے اس کا پایہ بہت بلند تھا۔ تاریخ اسلام اہل کمال مسلمان عورتوں کے تذکروں سے بھری پڑی ہے۔ حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کی دختر سکینہ علمی فضیلت میں بہت شہرت رکھتی تھیں علامہ ابوالواحد حسین بن اسمعیل کی بیٹی کتابت۔ حدیث۔ فصاحت۔ ریاضیات اور علم صرف و نحو میں ماہر تھی +

سپین میں بھی مستورات فنون لطیفہ کی ماہر ہوتی تھیں۔ قرطبہ کے خلیفہ کی بیٹی ولادۃ حسن و قابلیت میں یکتائے روزگار تھی۔ اسی دربار کی اور شہزادی عائشہ۔ اسکی ہم پلہ تھی۔ اس کے خطبے اور نظمیں اکثر اس شہر کی مجلس شاہی میں پڑھی جاتی تھیں۔ اور خراج تحسین وصول کرتی تھیں۔ اسی مشہور آفاق دارالسلطنت

کی رہنے والی لبینہ نہ صرف شعر و سخن میں بے نظیر تھی بلکہ فلسفہ اور ریاضیات میں بھی تبحر رکھتی تھی۔ اور خلیفہ حکم ثانی کی نظامت کے عہدہ پر جو مستورات کو شاذ ہی نصیب ہوتا تھا متمکن تھی۔ سیویل کو ناز تھا صفیہ پر جس کا شاعرانہ کلام اور خوبصورت دستخط برابر کی تحسین حاصل کرتے تھے۔ اور الغسانیہ پر جو خلیفہ کے قصیدے لکھا کرتی تھی اور مریم پر جو عربی ادب میں خاص شہرت رکھتی تھی +

نساء اسلام میں جو خاتونیں ولایت کے رتبہ کو پہنچیں اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن رابعہ العدویہ نے وہ رتبہ حاصل کیا۔ کہ بقول ابن خلکان قرون وسطیٰ میں اس کا مقبرہ زیارت گاہ عوام بن گیا تھا۔ ان کا زمانہ دوسری صدی ہجری تھا۔ "عربوں کی ادبی تاریخ" میں سے اس کی ایک نظم کا حسب ذیل ترجمہ ہے:-

میں تجھے دو طرح سے محبت کرتی ہوں۔ خود غرضی سے اور دوسرے جیسے کہ تیری شان کے شایاں ہو۔ یہ خود غرضانہ عشق ہے۔ کہ میرے دل میں ہر وقت تیرا ہی خیال رہتا ہے۔ اور میں کچھ نہیں کرتی۔ اور دوسرا خالص عشق ہے۔ جب تو میری قربان ہونیوالی نگاہوں کے سامنے اپنی نقاب اُلٹ دیتا ہے۔ ان دونوں تو میں میں کسی تعریف کی مستحق نہیں۔ میں اقرار کرتی ہوں۔ کہ دونوں میں قابل تیری ہی حمد و ستائش ہے +

حضرت رابعہ کو قرآن کریم پر اسقدر عبور تھا۔ کہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے تیس سال تک دوران گفتگو میں قرآنی آیات کے سوا اور کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالا +

نساء اسلام مختلف شعبہ ہائے زندگی میں بڑے بڑے مناصب پر فائز رہی ہیں اور خوش سلوبی کار سے انہوں نے صنف نازک کو چار چاند لگا دیئے ہیں مسلمان خاتونیں نہایت مشہور طبیب اور فقیہہ رہی ہیں +

مشہور دوران خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ اور شاہنشاہ ہندوستان جہانگیر کی ملکہ نور جہاں نے اپنے اپنے زمانے کی تاریخ میں بہت نمایاں حصہ لیا ہے مسلمان شہزادیوں نے ملکوں اور وسیع سلطنتوں پر کامیابی سے حکمرانی کی ہے +

خلیفہ مامون بن ہارون الرشید کی بیوی بوران علمی تبحر میں مشہور تھی۔ اور ایسا ہی مامون کی ہمشیرہ اُم الفضل اور اسکی بیٹی اُم الحبیب کا حال تھا۔ مشہور فقیہہ ابن المرے پانے علمی تبحر کیلئے اپنی والدہ حمیدہ کا احسان مند تھا +

پانچویں صدی ہجری میں فخر النساء شیخہ شہدہ بغداد کی مسجد جامع میں سر عام لکچر دیا کرتی تھی +

بغداد کے مشہور مؤرخ احمد بن ابی طاہر نے تیسری صدی ہجری میں بلاغت النساءؑ کے نام سے ایک کتاب خاتونانِ اسلام مثلاً حضرت فاطمۃ الزہراؓ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت حفصہؓ کے خطبات و مواعظ پر لکھی تھی +

حضرت فاطمۃ الزہرا نے اپنے باپ رسُول اللہ صلعم کی وفات پر جو مرثیہ کہا ہے وہ رُوح کو تڑپا دینے والا ہے۔

دیگر مشہور مسلمان شاعرات اور ادیبوں کے نام حسب ذیل ہیں :-

اروی بنت الحارث۔ زینب العقیل۔ زینب ام کلثوم۔ عبد المطلب کی بیٹیاں ام حاکم و عمیمہ۔ صفتہ الدین۔ بی بی بیدل۔ نور جہاں۔ زیب النساء۔ رضیہ بیگم۔ شاہجہان بیگم اور گلبدن بیگم۔ رالبعہ شامیہ۔ حکیمہ دمشقیہ۔ تحفتہ عربیہ۔ رالبعہ بصری کی طرح جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے مشہور اولیاء تھیں +

دینِ عیسوی کا جب زور تھا تو ایک فاضل عورت کا وجود بھی گوارا نہ کر سکا۔ ڈریپر لکھتا ہے :-

ہائی پیشیا اور سائرل! ایک کو علم و حکمت میں تبحر دوسرے کو جہل و تعصب میں توغل!! بھلا اجتماع ضدین کیونکر ممکن تھا۔ سائرل کو اس کا احساس ہُوا اور فیصلہ کر لیا کہ کیا ہونا چاہئے۔ ایکدن ہائی پیشیا مدرسہ کو جا رہی تھی۔ کہ سائرل کی اُمت کے ایک گروہ کنیز الانصار یعنی بہت سے پادریوں نے اُسے آگھیرا۔ بیچ بازار میں اس کے کپڑے نوچ کھسوٹ ڈالے۔ اُسے بالکل برہنہ کر دیا۔ اور پھر کھینچتے گھسیٹتے ایک گرجا میں لیگئے جہاں عصائے پطرس سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اسکی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے

گوشت و پوست کو سیپوں سے چھیلا گیا - اور ہڈیوں کو آگ میں جھونک دیا گیا - اِس خوفناک جُرم کے متعلق سائرل سے جواب تک نہ لیا گیا - گویا یہ تسلیم کر لیا گیا کہ چونکہ مقصد محمود تھا اسلئے اسکی تکمیل کا جو ذریعہ اختیار کیا گیا - وہ بھی محمود ہو گیا +

اسکندریہ میں یونانی فلسفہ کا چراغ اِس طرح گُل ہوا - اور جس علم کی اشاعت کیلئے فرمانروایان سلسلۂ بطلیموسیہ نے اِس قدر کوششیں کی تھیں اس کا قبل از وقت خاتمہ ہو گیا - سرپیین کا کُتب خانہ جو اسکندریہ کے کتب خانہ کی شاخ تھا برباد ہو ہی چکا تھا - دُنیاوی علوم کے اکتساب کی اُمنگیں جو دلوں میں باقی تھیں ہائی پیشیا کی عبرتناک انجام نے ان کو ٹھنڈا کر دیا - انسانی تخیل کی آزادی ہمیشہ کیلئے چھن گئی - الغرض سنہ ۴۱۵ء وہ تاریخ ہے جبکہ انسان کو متنبہ کر دیا گیا - کہ ہر شخص صرف انہیں خیالات کو ذہن میں جگہ دے سکتا ہے جس کی اجازت حکام کلیسیا دیں - ایتھنز میں بھی فلسفہ دم توڑ رہا تھا - جسٹینین نے بالآخر اسکی تعلیم کی ممانعت کر دی - اور اسی شہر کے تمام مدارس بند کر دیئے" +

کسی نہایت تنگدل مسلمان نے بھی کسی عورت کے ساتھ کبھی وہ سلوک روا نہیں رکھا - جو اُن لوگوں نے ہائی پیشیا کے ساتھ کیا - اسلامی تاریخ اس قسم کی بہیمیت سے پاک ہے مسلمان فلسفہ پر لیکچر دینے کی پاداش میں عورتوں کے ساتھ کس طرح بدسلوکی کر سکتے تھے - جبکہ قرآن کہتا ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے - ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا - اور جس کو حکمت (فلسفہ یا حکمیات) دیگئی ہے تحقیق اُسکو بہت اچھی چیز دیگئی ہے (سورہ بقر ۲۶۹) اسماء الٰہی میں سے ایک الحکیم بھی ہے - اور رسُول اللہ صلعم کی بعثت کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ وہ لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھائے - (یعلمھم الکتٰب والحکمۃ سُورۃ الجمعہ) پوری آیت کے معنے یہ ہیں کہ جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے وہ اللہ تعالیٰ مالک القدوس العزیز الحکیم کی تسبیح کرتا ہے وہی ہے - جس نے ایک اُمّی قوم کیلئے انہی میں سے ایک رسُول پیدا کیا - جو انکو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتا ہے - اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے - اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے"

حالانکہ اس سے پیشتر وہ بالکل اندھیرے میں تھے ۔ خود قرآن شریف کو الکتاب الحکیم کہا گیا ہے یعنی دانائی حکمت اور فلسفہ کی کتاب +

اسلام میں تو عورتوں کو اتنی تکلیف بھی نہیں اُٹھانی پڑی جتنی گذشتہ سالوں میں اس آزادی پسند انگلستان میں حقوق طلب عورتوں کو اُٹھانی پڑی ۔ اسلام میں عورتوں کو اپنے حقوق کیلئے کبھی لڑنا نہیں پڑا ۔ جو جو مراعات اُن کا حق تھیں وہ ان کو ہمیشہ ملتی رہی ہیں ۔ اگر اُن کو وہ حقوق حاصل نہ ہوتے تو بلاشبہ وہ بھی ان کیلئے جدوجہد کرتیں مسلمان عورتیں بہادری اور جُرات میں کسی سے پیچھے نہیں رہی ہیں مسلمانوں میں جون آف آرک بہت ہوئی ہیں +

صفیہ ۔ ام صلیت ۔ ام سلیم ۔ ام عمرہ ۔ خنہ ۔ خولہ بنت عذور ۔ عفیرہ ۔ ام ابان سلمہ ۔ ام کلیم اسمہ ۔ بنت ابوبکر ۔ خولہ بنت صلبہ ۔ کعوب بنت مالک ۔ سلمہ بنت ہاشم ۔ نام بنت قمس ۔ امیر معاویہ کی ہمشیرہ اور والدہ ۔ زفیرہ بنت عفرہ اور لاتعداد اور خاتونوں نے فرانس کی مشہور جاں باز جون آف آرک سے جس نے یورپین ممالک میں اس قدر شہرت حاصل کرلی ہے بہت زیادہ بہادری ۔ دریادلی اور حُبّ الوطنی کے کام کئے ہیں یرموک اور قادسیہ کی فیصلہ کُن لڑائیوں میں جو علی الترتیب رومیوں اور ایرانیوں سے ہوئی تھیں مسلمان عورتوں نے نمایاں حصہ لیا تھا ۔ اور اپنے مردوں کو فتح حاصل کرنے میں بہت مدد دی تھی ۔ کچھ عرصہ ہُوا کہ انگریزی اخبارات میں حیرت و استعجاب کے ساتھ اس امر کا تذکرہ شائع ہُوا کہ ٹرکی میں مسلمان خاتونیں عورات کی آرمی کور میں شامل ہوگئی ہیں مسلمانوں کو اور ان لوگوں کو جو اسلامی تاریخ سے واقف ہیں ۔ اسمیں حیرت کی کوئی بات نہیں تھی ۔ جو یورپین لوگ ایشیائی زبانوں کا مطالعہ کرسکتے ہیں ہم ان کو ذیل کی تاریخی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں ۔ تاکہ ان کو معلوم ہو کہ گذشتہ زمانہ میں مسلمان عورتیں کس قسم کی تھیں ۔ طبری جلد ۵ ۔ ۲۰۰ ۔ اسد الغبہ جلد ۵ ۔ فتوحات اسلامیہ بلاذری دکسیدی +

ابتدائی ایام میں عورتوں کو صنف نازک ہونے کے خیال سے میدان جنگ میں جانے

کے لئے ترغیب نہیں دیجاتی تھی۔ لیکن جو چلی جاتی تھیں مندرجہ ذیل فرائض ان کے سپرد ہوتے تھے (۱) زخمیوں کو میدان جنگ سے اُٹھا کر لیجاتی تھیں (۲) اُن کی تیمارداری کرتی تھیں جو مر جاتے تھے اُن کی تکفین وتدفین کرتی تھیں (۴) جنگی باورچیخانوں کی نگرانی کرتی تھیں (۵) جوش انگیز نظمیں پڑھ کر جو اکثر ان کی اپنی کہی ہُوئی ہوتی تھیں سپاہیوں کے دل بڑھاتی تھیں۔ جنگ اُحد میں جب رسُول اللہ صلعم زخمی ہُوئے تو آپ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ نے آپ کی تیمارداری کی۔ اور آپ کی حرم محترم میدان جنگ میں زخمی سپاہیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جنگ خیبر میں بھی عورتیں رحمت کے فرشتے ثابت ہوئیں +

گبن اور اوکلے کی تاریخ اسلام کے مندرجہ ذیل اقتباس سے انگریزی دان پبلک پر واضح ہو جائیگا کہ مسلمانوں نے جس قدر بہادر اور محب وطن عورتیں پیدا کی ہیں۔ یُورپ کی کسی قوم میں نہیں ہُوئیں۔ عربوں اور رومیوں کی ابتدائی لڑائیوں کا ذکر کرتے ہُوئے مذکورالصدر مورّخ لکھتے ہیں:۔

"اِتّفاق سے ان اسیران جنگ میں جو پطرس نے گرفتار کئے تھے۔ حضرت ضرارؓ کی ہمشیرہ خولہ بھی تھی۔ جو مردانہ شجاعت رکھتی تھی۔ اور بہت حسین تھی۔ اپنی بہن کی گرفتاری پر ضرار کو بیحد قلق ہُوا اور حضرت خالدؓ سے شکایت کی۔ حضرت خالدؓ نے دلاسا دیا اور کہا کہ ہم نے اُن کا جرنیل اور کچھ اور قیدی گرفتار کئے ہیں جن کا ہم اپنے آدمیوں سے تبادلہ کرلیں گے۔ اور بلاشبہ وہ ہم سب کو دمشق میں ملجائیں گی۔ پھر بھی انہوں نے ارادہ کیا کہ چلو چل کے دیکھیں تو سہی شاید دمشق پہنچنے سے پہلے وہ ہم کو ملجائیں خالد۔ رفیع میسرہ اور ضرار قیدیوں کی تلاش میں نکلے اور ابُوعبیدہ کو حکم دیا۔ کہ آہستہ آہستہ فوج کو لیتے آؤ۔ جو عورتیں گرفتار ہُوئی تھیں اُن میں بعض حمیاری قوم کی عورتیں بھی شامل تھیں جو عربوں کے خیال کے مطابق قدیم املکی قوم کی نسل سے ہے یہ عورتیں گھوڑے کی سواری کی عادی ہوتی ہیں۔ اور ایسی ہی بہادری سے لڑتی ہیں جیسے کہ قدیم زمانے میں امیزن عورتیں لڑا کرتی تھیں۔ پطرس جب قیدیوں اور مال غنیمت کو محفوظ مقام پر پہنچا چکا تو اُن کو جلدی سے دمشق نہیں پہنچایا۔ بلکہ راستہ میں

ٹھیرا رہا۔ کہ اگر ہو سکے تو اپنے بھائی پال کی فتح کی خبر سنکر ہی گھر جائے۔ جب وہ آرام کر رہے تھے انہوں نے عورتوں کی دیکھ بھال کی۔ اور ان کے مال وغیرہ کی بھی جانچ پڑتال کر لی۔ اور پطرس نے ضرار کی بہن خولہ کو اپنے واسطے انتخاب کیا۔ اور اپنے آدمیوں کو کہہ دیا کہ وہ اس کے واسطے مخصوص رہیگی۔ دوسرا کوئی آدمی اسکی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھے۔ اور وہ بھی کسی اور کی خواہش نہیں کریگا۔ باقیوں نے بھی اپنے لئے ایک ایک تجویز کر لی۔ یونانی تازہ دم ہونے کے لئے اپنے خیموں میں چلے گئے۔

اس اثنا میں عورتیں اکٹھی ہوئیں۔ اور خولہ نے ان کو یُوں خطاب کیا:-

کیا تم اس بات کو گوارا کرو گی۔ کہ یہ حبشی تم کو ذلیل کریں۔ اور تم ان بت پرستوں کی لونڈی غلام بن جاؤ۔ تمہارے حوصلوں کو کیا ہؤا۔ اپنے متعلق تو میں یہ کہتی ہوں کہ بیشتر اس کے کہ ان میں سے کا کوئی بُت پرست چنڈال مجھے ہاتھ لگائے میں اپنی جان دے چکی ہونگی۔ عفیرہ بھی انہی میں تھی۔ کہنے لگی کہ ہم بُزدلی سے نہیں بلکہ ضرورت کی وجہ صبر کئے بیٹھی ہیں۔ کیونکہ ہم بے بس ہیں۔ ہمارے پاس نہ تو تلوار ہے نہ نیزہ نہ کمان اور نہ کچھ اور۔ خولہ نے کہا کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم خیموں کی چوبیں نکال لیں اور اپنی حفاظت کریں۔ کس کو معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہم کو فتح دے یا ہمارے بچاؤ کا کوئی اَور ذریعہ نکال دے۔ اور اگر نہیں۔ تو ہم اپنی جان پر کھیل جائینگی۔ اور امن میں چلی جائیں گی۔ اور اپنے ملک کی عزت بچا لینگی۔ عفیرہ بولی بخدا تم سچ کہتی ہو۔ وہ فوراً آمادہ ہو گئیں۔ ایک ایک چوب سنبھال لی۔ اور خولہ اُن کی سپہ سالاری کرنے لگی۔ اور حکم دیا کہ دیکھو۔ ایک دائرہ بنالو اور خبردار بیچ میں کوئی جگہ خالی نہ چھوڑنا کہ کہیں کوئی اِس دائرہ میں گھس آئے۔ اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔ ان کے نیزوں کو اپنی چوبوں سے مار کر گرا دو۔ انکی تلواروں اور انکی کھوپڑیوں کو توڑ دو۔ یہ کہہ کر وہ ایک قدم آگے بڑھی۔ اور ایک آدمی پر جو زد میں تھا ایسا وار کیا۔ کہ کھوپری کے ٹکڑے اُڑا دیئے بس پھر کیا تھا۔ ایک شور برپا ہو گیا۔ اور یونانی اپنے خیموں سے نکلے تو انہوں نے عورتوں کو دیکھا کہ مسلح کھڑی ہیں۔ پطرس نے خولہ کو جسے اُسنے اپنی معشوقہ بنانے کیلئے انتخاب کیا تھا

آو لاڈو میری جان یہ کیا معاملہ ہے۔ خولہ نے جواب دیا۔ او مسیحی کتے۔ تجھ پر اور تیرے
تمام ساتھیوں پر لعنت کی پھٹکار۔ معاملہ یہ ہے کہ ہم اپنی عزت اور ناموس کو بچانا
چاہتی ہیں۔ اور ان چوبوں سے تمہارے سروں کو کچلنا چاہتی ہیں۔ آؤ اب اپنی معشوقہ کے
پاس کیوں نہیں آتے جسے تم نے اپنے لئے تجویز کیا ہے شاید تمہیں پھر میرے ہاتھوں ملجائے
جو تمہاری تکلیف کا کافی معاوضہ ہو۔ بطرس اس پر ہنسا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ
انکے گرد گھیرا ڈال دو۔ انکو کسی قسم کی اذیت نہ دینا بلکہ صرف گرفتار کرلو۔ اور ان کو
خاص حکم دیا۔ کہ میری معشوقہ کا خاص خیال رکھنا۔ انہوں نے اسکے احکام کی بجا آوری
کی کوشش کی لیکن بیسود۔ کیونکہ جب کوئی سوار ان عورتوں کے نزدیک جاتا تھا۔ تو
تو وہ گھوڑے کی ٹانگوں میں لکڑی اڑا دیتی تھیں۔ اور اگر گھوڑا گر پڑا۔ سوار کا
دوبارہ زندہ اٹھنا قطعی محال ہوتا تھا۔ جب بطرس نے دیکھا کہ معاملہ تو واقعی خطرناک
ہوتا جاتا ہے تو بہت غصہ میں آیا۔ اپنے گھوڑے سے اترا۔ اپنے آدمیوں کو
حکم دیا کہ وہ بھی گھوڑوں سے اتر پڑیں اور تلواریں لے کر ان پر ٹوٹ پڑیں۔ عورتیں
بہت نزدیک نزدیک ہو گئیں۔ اور کہنے لگیں۔ بہادرو۔ ذلت کی زندگی سے عزت
کی موت مرنا بہتر ہے۔ بطرس کو اپنی معشوقہ کی بڑی قدر تک رہی تھی۔ اور جب اسکے
حسن۔ تناسب اعضا اور قد و قامت پر نظر پڑیں۔ تو جی چھوٹ گیا۔ نزدیک آیا۔
ملائمت سے باتیں کرنے لگا۔ اور چاہتا تھا کہ اسکو اسکے ارادہ سے باز رکھے کہ میں صاحب حیثیت
معزز اور باوقار ہوں کئی ایک محلات وغیرہ رکھتا ہوں جو سب تمہارے ہو جائینگے۔ اب تم اپنے آپ پر رحم
کرو۔ اور موت کی متلاشی نہ ہو۔ خولہ نے جواب میں کہا۔ او کافر خبیث۔ ذلیل تو میرے
نزدیک کیوں نہیں آتا۔ کہ میں تیرا بھیجا نکالوں۔ اس جواب سے وہ بہت غیظ میں آگیا
تلوار سونت لی۔ اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ٹوٹ پڑو اور کہا کہ اگر ہم ان عورتوں
کے ہاتھوں پیٹے گئے۔ تو شام اور عرب کے گرد و نواح میں مارے شرم کے منہ دکھانے
کے قابل نہ رہینگے۔ عورتیں خدائے رب العزت کے سامنے دست بدعا تھیں انہوں نے
یونانیوں کے حملہ کا بڑی بہادری سے سامنا کیا۔ خوش قسمتی سے اتفاق ایسا ہوا۔ کہ

میں اُس وقت جبکہ وہ گرم پیکار تھیں۔ خالد اور اسکے ساتھی پہنچ گئے۔ گرد اُڑتی اور تلواریں چمکتی جب انہوں نے دیکھیں تو حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ خالدؓ نے رفیع کو دریافتِ حالات کے واسطے بھیجا۔ وہ بسرعت تمام آگے بڑھا۔ اور فوراً واپس آکر اُس نے صورتِ حالات بیان کی۔ خالد کہنے لگے۔ کچھ تعجب کی بات نہیں اس قبیلے کی عورتیں ایسی عادی ہیں۔ جونہی ضرار کے کانوں میں یہ خبر پڑی۔ اُس نے جلدی سے گھوڑا بڑھایا۔ کہ عورتوں کی مدد کو جائے۔ خالدؓ نے کہا۔ آہستہ۔ ضرار۔ آہستہ۔ جو شخص اطمینان سے اپنے کام پر جاتا ہے۔ وہ جلد باز شخص کی نسبت اپنا مقصد جلد پالیتا ہے۔ ضرار نے جواب دیا۔ مجھے صبر نہیں۔ مجھے جانا ہے اور اپنی بہن کو بچانا ہے۔ تب خالدؓ نے صفوں کو آراستہ کیا۔ اور نزدیک پہنچکر حکم دیا کہ چاروں طرف سے دشمن کے گرد گھیرا ڈال دو۔ خولہ نے جب مسلمانوں کو آتے دیکھا چلا اُٹھی۔ دیکھو پیاری بہنو۔ اللہ نے اپنی نصرت بھیج دی۔ جب یونانیوں کو مسلمانوں کو نزدیک پہنچتے دیکھا۔ ڈر گئے اور سہمی ہوئی نگاہوں سے ایکدوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ تب پطرس کو سوجھی کہ اپنے بچاؤ کا کوئی حیلہ کیا جائے۔ عورتوں کو للکارا۔ دیکھو۔ مجھے تمہاری حالت پر رحم آتا ہے۔ کیونکہ ہم مائیں بہنیں اور بیویاں رکھتے ہیں پس میں مسیح کی خاطر میں تم کو جانے کی آزادی دیتا ہوں۔ جب تمہارے آدمی آئیں ان کو بتانا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیسی نرمی برتی ہے۔ یہ کہکر اس نے مسلمانوں کی طرف رُخ کیا۔ اور دیکھا کہ سب کے آگے دو سوار بسرعت تمام آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک یعنی خالد تو پوری طرح مسلح تھا دوسرا ضرار برہنہ تن ہاتھ میں نیزہ تانے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھا۔ جونہی خولہ کی نظر اپنے بھائی پر پڑی۔ چلائی لے بھائی۔ ادھر آ۔ تو تیری مدد بغیر ہی اللہ کافی ہے۔ تب پطرس نے خولہ کو کہا۔ اپنے بھائی کے پاس جاؤ۔ میں تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں۔ خود اس نے بھاگنے کے لئے باگ موڑی کہ جسقدر جلد ہوسکے بھاگ نکلے۔ یہ تمہاری بیوفائی ہم عربوں کے شایاں نہیں ہے۔ کبھی تو تم بڑے ہی چاہنے والے بن جاتے ہو۔ اور بڑا عشق جتاتے ہو۔ اور کبھی تم صد درجہ کی سرد مہری اور

بڑی عنایت ظاہر کرتے ہو۔ پطرس نے جواب دیا۔ دفع ہو۔ اب مجھے تم سے اتنی محبت نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔ خولہ نے جواب دیا۔ خیر میں تو تمہاری عاشق ہوں۔ اور جیسے بھی بن پڑے تم کو قابو کرونگی۔ پس وہ اس کی طرف بھاگی۔ خالد اور ضرار بھی پاس ہی تھے۔ پطرس نے ضرار کو دیکھتے ہی کہا۔ وہ ہے تمہاری بہن اسے لیجاؤ۔ تمہارے بڑے کام آئیگی۔ میں تحفہ کے طور پر تمہیں پیش کرتا ہوں۔ ضرار نے جواب دیا۔ جناب میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپنے بڑی نوازش کی۔ مگر میں اس بھالے کی نوک کے سوا اس کا معاوضہ اور کچھ نہیں دے سکتا۔ اسے قبول فرمائیے۔ ساتھ ہی خولہ نے اُسکے گھوڑے کی ٹانگوں پر ایک ضرب جمائی۔ اور اُسکو نیچے گرالیا۔ .... پھر خالدؓ نے صف بندی کی۔ معاذ ابن جبل اور نعمان ابن مکرن کو میمنہ پر مقرر کیا۔ سعید ابن عمر سرجاہل ابن حسنہ کو میسرہ پر۔ یزید ابن ابی سفیان چار ہزاروں کے ساتھ مال و اسباب عورتوں اور بچوں کی حفاظت پر متعین ہوا۔ خولہ عفیرہ اور دیگر بلند مرتبہ خاتونیں جو قبائل عرب میں شستہ ترخاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور بہت سی کم رتبہ مستورات نبرد آزمائی کیلئے تیار ہوگئیں۔ حضرت خالدؓ نے تب اُنکو خطاب کیا۔ اور کہا۔ شریف لڑکیو یقین رکھو کہ جو کچھ تم کررہی ہو اللہ تعالےٰ نے۔ اسکے رسول اور اُمت مسلمہ کو بہت پسند ہے۔ تم اس طرح سے شہرت دوام حاصل کرلوگی۔ اور بہشت کے دروازے تمہارے لئے کھل جائیں گے۔ اور یہ بھی یقین جانو کہ مجھے تم پر بہت اعتماد ہے۔ اگر یونانیوں کا کوئی دستہ تم پر آگرے۔ تو سینہ سپر ہو جاؤ۔ اور داد مردانگی دو۔ اور اگر کسی مسلمانوں کو جنگ سے پیٹھ پھیرتے دیکھو۔ تو اُسکو ٹھیراؤ۔ اور کہو کہ کیا تم اپنے اہل و عیال سے بھاگ کر چلے ہو۔ اس طریق سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور وہ خوب جان توڑ کر لڑینگے۔ عفیرہ نے کہا کہ ہم سب لڑنے اور جان فدا کرنے کو تیار ہیں +

(باقی دارد)

روحانی بارش

(از جناب خالد شیلڈرک صاحب نو مسلم)

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس میں بڑی بڑی طاقتیں اور استعدادیں ہیں۔ اور دنیا کی ہر ایک شے میں اللہ تعالیٰ کے گوناگوں عطیات سے مستفیض ہوتا ہے۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ درخت سمندر اور ہوا تمام کے تمام نسل انسانی کے قیام آرام و آسائش و خوشی کیلئے ہی ہیں۔ آؤ ذرا لمحہ بھر کیلئے ہم اس وسیع مخلوق پر غور کریں۔ ہر ایک چیز عناصر میں موجود تھی۔ اور انسان کے استعمال کرنے کیلئے اپنی مکمل حالت میں تھی۔ لیکن اُسے ایک ایسے محرک کی ضرورت تھی۔ جو انکو حالت سکون سے حرکت میں لائے۔ تمام عناصر مثلاً لوہا۔ درخت۔ اور انواع اقسام کے معدنیات وسیع سمندر اور بڑے بڑے جنگل جو بعد ازاں انسان کیلئے ایندھن کا کام دیتے ہیں تمام کے تمام ہی پیشتر سے موجود تھے۔ لیکن نہ تو یہ اس وقت تک ایک دوسرے سے متحد تھے۔ اور نہ ہی انکی کوئی شکل و شباہت تھی۔ ہمارا خیال زمین کے متعلق بہت وسیع ہے۔ پس ہم کو اُس لامحدود ہستی کی طاقت کو معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو ان ذرات کو ملاتی ہے جو اس نے پیدا کئے۔ اور جو عناصر کو متحد کرتی ہے کہ گیس یا مائع یا ٹھوس کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور پھر کشت زار۔ اشجار۔ سمندر۔ دریاؤں۔ سنگلاخ چٹانوں یا چھوٹے چھوٹے گونگوں سخت سرخ خارا یا نرم و نرم گھاس کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جن کو ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ جو انسان کیلئے یہ تمام نعماء پیدا کرتی ہے۔ اور ہر ایک چیز استعمال کیلئے تیار رکھتی ہے آؤ ذرا کھیتوں کی طرف ہم متوجہ ہوں۔ کھیتی باڑی میں کچھ حد تک ہم انسانی ہاتھ کا دخل دیکھتے ہیں جو کہ کھیت میں قلبہ رانی کرتا ہے۔ اور بیج بوتا ہے۔ سورج اور چاند تمام انسانی کاریگری میں ممد ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر ابھی ایک اور چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ ضرورت حقہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص عطیہ ہے۔ جو بارش کی شکل میں

اُوپر سے نازل ہوتا ہے۔ انسان حتّے المقدور فصل کے تیار کرنے کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے لیکن اسوقت تک کشت زار ثمر دار نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ تعالےٰ زمین کو سیراب کرنے کیلئے اوپر سے بارش نازل نہیں فرماتا ۔ جو کہ بیج کو بھگو دے ۔ اور ہر ننھے سے ننھے بیج میں قوت نمو پیدا کر دے ۔ تا کہ وہ زندہ رہے ۔ اور نشو ونما پائے ۔ اور اسکی شاخیں بڑھیں پھولیں اور پھلیں اور انسان کیلئے آسائش و آرام اور خیر و برکت کا موجب ہو ۔ یہ تمام کچھ اس ذات باری کے محض فضل و کرم سے ہی ہوتا ہے جو کہ ابر رحمت نازل فرما کر زمین کو سیراب کر دیتا ہے ۔

اس پر بھی ذرا غور و فکر فرمائیں ۔ کہ تمام اشیاء حالت سکون و خوابیدگی میں پڑی رہتی ہیں ۔ کوئی بھی چیز رب العالمین کے اذن بغیر بڑھ نہیں سکتی ۔ اور نہ ہی کوئی چیز اُس پرورش کنندہ کے بدوں پرورش پا سکتی ہے ۔ اور نہ ہی کوئی شے اس حے و قیوم ہستی کے بغیر قائم و دائم رہ سکتی ہے اگر ابر نیساں اشیاء میں قوت نمو پیدا کرنے کے لئے نازل نہ ہو تو یہ تمام کا تمام کھیل بالکل بے سُود ہو جائے ۔ کشت زار بنجر ہو جائیں زمین پھٹ جائے اور اس میں شگاف پڑ جائیں ۔ درخت پژمردہ و مُرجھا جائیں ۔ دریا خشک ہو جائیں ۔ اور بیج سڑ گل جائے ۔ انسان ایک بڑی ہستی ہے ۔ لیکن یہ بات خیال رکھنی چاہیئے کہ اسکی تمام کاریگری اس وقت تک بالکل بیسُود و ناکارہ ہے جبتک تمام جہان کے پرورش کنندہ کا دست قدرت اسکے کام کی تکمیل نہ فرمائے تو اب خود انسان کی طرف ذرا متوجہ ہوں ۔ اکثر انسان جو بڑے بڑے مکانوں شہروں اور پُر ہجوم گذر گاہوں میں رہتے ہیں خیال کرتے ہیں ۔ کہ وہ ہر قسم کی بیرونی امداد سے آزاد ہیں ۔ لیکن کیا یہ اُس کا خیال درست ہے ۔ اور حقیقت پر مبنی ہے ۔ انسان جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ۔ بلا شبہ ایک ایسی مخلوق ہے جو بڑی بڑی استعدادوں و قابلیتوں کا مالک ہے لیکن کیا خود انسان کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت نہیں ہے ۔ جو کہ تحریص و تحریک دلانے والی ہو ۔ انسان تیز سمجھنے والا اور کام کرنیوالا ہے ۔ وہ ایک عقلمند ہستی ہے لیکن اسکی عقل و دانش اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتی جب تک کہ کوئی اور ہستی اسکی عقل و خرد کو جلا نہ بخشے اس کے لئے ربّانی بارش کی ضرورت ہے ۔ جس طرح کہ کشت زار اور لالہ زار کو سرسبزی کیلئے ابر نیساں کی ضرورت ہے ۔ اس طرح انسانی عقل و فہم کے روشن ہونے کیلئے ایک ربانی بارش

کی ضرورت ہے۔ یہ قوائے عقلیہ جو اللہ تعالےٰ نے انسان میں ودیعت کئے ہوئے ہیں اس وقت تک بالکل بے سُود و ناکارہ ہیں۔ جب تک کہ ان کے استعمال کیلئے روحانی ہدایت کی روشنی ہمارے پاس نہ ہو۔

تمام دُنیا آزادی و امن کے لئے کوشش کرتی ہے۔ تاکہ دُکھ درد رنج و آزار سے مخلصی ہو۔ اور دنیا میں ہم آہنگی و امن و راحت ہو جائے۔ اس عالم میں اس قسم کے امن و آسائش کی حالت حاصل کرنے کے لئے کیا کوئی کتاب یا صحیفہ ربانی ہمارے سامنے ہیں اور صاف ہدایات پیش کرتا ہے جس پر کہ ہم عمل پیرا ہو کر امن و آسائش کی زندگی بسر کر لیں۔ اور کیا کسی شخص کو ایسی تبدیلی کا حقیقی علم ہے۔ جو کہ کسی بڑے معلم نے کی ہو ہاں قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو نسل انسانی کو ایسے عظیم الشان مرتبہ کے حاصل کرنے کے لئے صحیح صحیح اور حقیقی ہدایات و احکام بتاتا ہے۔ اور ہمارے مُطہر پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم یہ نتیجہ پیدا کر گئے جس سے کہ نصف دُنیا آپ کی زندگی میں ہی سیراب ہو گئی۔ امن و راحت حاصل کرنے کیلئے ہمیں اپنی ہی محنت و مشقت درکار ہے۔ اسکے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے عطیات کو پُورے طور پر استعمال کرنا چاہئیے۔ اور ساتھ ہی ہمیں اس رُوحانی اور باطنی چشمۂ صافی میں غوطہ زن ہونا چاہئیے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں جگانے۔ چوکنا کرنے پرورش کرنے اور ہماری کوششوں کو بار آور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ ہم کو صرف ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا نہ رہنا چاہئیے۔ اور یہ یقین ہرگز نہ کرنا چاہئیے۔ کہ کوئی ایک شخص جو ہماری خاطر مرا۔ اس نے ہمارے گناہوں کی گٹھڑی کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا۔ اس لئے اس قسم کا ایمان ہمیں رکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ آؤ ہم ذرا ایسے بُنیادی اصُول کی بربادی اور تباہی پر غور و فکر کریں۔ یہی مثال اب ذرا کھیت پر چسپاں کر لو۔ اگر کوئی انسان یہ یقین رکھے۔ کہ گذشتہ زمانہ میں کسی کسان نے بیج بویا تھا۔ اور زمین میں کھاد ڈالی تھی۔ اور کاہل و نکما بیٹھے رہنے پر ایک پکا پکایا لہلہاتا ہوا کھیت خود بخود تیار ہو جاویگا تو اسباب کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ کھیت سرکنڈوں سے معمور ہو جائیگا۔ اور سطح زمین

سورج کی تمازت سے سنگلاخ اور سخت ہو جاویگی جس پر نہ کوئی گندم اُگیگی اور نہ ہی کوئی سبزی یا ترکاری تمام زمین خار مغیلان سے پُر ہو جائیگی جس سے کہ انسان فاقہ کشی سے تباہ ہو جائیں گے اور مر جائیں گے۔ ایسا ہی حال اُس عقیدہ کا ہے جو اپنی ذمہ واری کو دوسرے کے سر تھوپتا ہے۔ جبکہ انسان کی رُوحانیت میں کسل جُبن واقع ہو جاتی ہے۔ تو اس سے ابتری۔ بے ترتیبی۔ قتل و غارتگری۔ رہزنی۔ جنگ و جدال و فساد بپا ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ وہ موت ہوتی ہے۔ جو کہ رُوحانی ہے کیونکہ تحریک و تحریص کرنے والے کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ہمارے قلب کو ایک ربانی و رُوحانی بارش کی ضرورت ہے۔ جو ہماری رُوح کو جِلا دے ہمارے قلب کو شگفتہ کرے۔ اور ہمیں اپنی ذمہ واری کیلئے چوکنا کرے۔ اور ہم میں تازگی کی رُوح پھونک دے جس سے ہمارے کام ثمردار ہو جائیں۔ یُوں تو ہم ربانی افضال سے روزمرہ ہی متمتع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن تاوقتیکہ ہم خود کام نہ کریں۔ اپنے قوا کو استعمال نہ کریں۔ اور فصل کیلئے محنت و مشقت برداشت نہ کریں ہمیں پھل یا اجر نہیں مل سکتا۔ ایک کل حرکت دینے والی طاقت کے بغیر خراب اور زنگ آلود ہو جاتی ہے اسیطرح رُوح بغیر ربانی بارش کے پژمردہ ہو جاتی ہے۔ اسلام اللہ تعالےٰ کا ربانی چشمہ صافی ہے اور قرآن کریم ہمارے لئے ایک رُوحانی محرک ہے۔ جو کہ ہم میں چُستی و چالاکی پیدا کرتا ہے۔ اور ہمارے افعال رُوحانی اور ربانی بارش سے متمتع ہو کر اس زمین کو ایک سرسبز کھیت کی شکل میں منتقل کر دیں گے جسمیں سے کہ غم و اندوہ و تفکرات سے مبرا ہو کر آرام و آسائش امن و سلامتی و آزادی کا فصل پیدا ہو گا +

خالد شیلڈرک

اسلام اور جاپان

از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء بارہ بنکی (اودھ) حال مسجد ووکنگ

میرے وطن سے ہوتا ہوا مجھے مسجد ووکنگ میں "اسلامی اخوت" کا ایک میگزین
ا ہے۔ اس میگزین کے ایڈیٹر اور مینیجر جناب مسٹر حسن۔ یو۔ ہتانو ہیں جن کو جاپان
ں سب سے اول مشرف باسلام ہونے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ اور جنہوں نے یہ اسلامی رسالہ
اری فرمایا ہے۔ یہ ماہواری بانصویر رسالہ نہایت اعلےٰ کاغذ پر چھپا ہوا ہے۔ اور ایڈیٹر
صاحب کا پتہ حسن۔ یو۔ ہتانو ٹوکیو جاپان ہے +

اس رسالے کے موصول ہونے پر جو انبساط و راحت میرے دل کو ہوئی۔ اس کا احاطۂ
تحریر میں لانا میری طاقت سے باہر ہے۔ اور "الوحدۃ الاسلامیۃ" کا دلخوش کن عنوان
ہمارے قرآن کریم کے ہی لب و لہجہ میں ہے۔ اور عربی رسم الخط میں لکھا ہوا ہے میرے اندرُن
قلب کی راحت کا موجب ہوا ہے۔ میں یا کوئی اور مسلم ایسے شریف النفس ڈور اندیش
در بہادر متنفس کیلئے اپنی محبت و انس کا اظہار کس طرح کر سکتے ہیں۔ جس نے کہ اپنی
عقل و دانش و پارسائی سے حق و صداقت کی تلاش کر کے پھر اُسکو دنیا کے سامنے
مشتہر کرنے کیلئے دلیرانہ قدم اُٹھایا۔ اور طلوع شمس کے مقام (جاپان) کی سرزمین میں
لوگونکو اسلام سے معرفت کرانے کیلئے ایک ماہواری رسالہ شائع کرنے کا اہتمام کیا
ہے۔ اللہ تعالےٰ جناب مسٹر حسن۔ یو۔ ہتانو پر جنکو ملک جاپان میں سب سے پہلے مشرف
باسلام ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اپنی برکات و انفضال نازل فرمائے۔ میری دلی تمنا ہے
کہ کوئی مسلم بھائی مکرم محترم حضرت مولوی صدرالدین صاحب کی سی قابلیت کا جو کہ
انگلستان میں مشہور و معروف مبلغ اسلام ہیں جاپان جاکر ہمارے نومسلم بھائی کا اس
مہتم بالشان اسلامی خدمت میں ہاتھ بٹائے۔ جاپان طلوع الشمس کا مقام ہے جس کا
مستقبل بھی نہایت شاندار ہے۔ اور وہاں کی قوم "سامورائی" ہے جو کہ اسلام جیسے عملی

اور بہادر مذہب کو قبول کرنے کے لئے نہایت ہی موزوں ہے +

"اسلامی اخوت کی جلد اوّل نمبر اول ہی میں فاضل اڈیٹر نے میرے مضمون "عورت اور عورت کی حیثیت زیر اسلام" پر ریویو فرمایا ہے۔ اور مضمون مذکور نہ صرف جزائر ہی میں بلکہ تمام براعظم یورپ اور افریقہ میں بھی مقبولیت عامہ حاصل کر چکا ہے۔ اس کے فرانسیسی اور دیگر زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں •

جناب مسٹر حسن۔ یو ہتانو کے وثوق پر یہ بات سُنکر مجھے مسرت ہوئی ہے۔ کہ ملک جاپان مذہب کے لئے ایک آزاد ملک ہے۔ لیکن اس سے پیشتر اس ملک کے متعلق میرا خیال بالکل برعکس تھا۔ جس کی وجہ ایک جاپانی افسر کی ایک تحریر تھی جو میں نے ایک مبلغ کے ہاتھ میں دیکھی۔ جو تبلیغ اسلام کے لئے جاپان گیا۔ اور اسکو تبلیغ کرنے سے اسلئے روک دیا گیا۔ کہ مذہب اسلام میں تعدد ازدواج ایک ضروری مسئلہ ہے۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ وہ حکمنامہ جو تبلیغ اسلام کی رُکاوٹ کے واسطے صادر ہوا تھا۔ وہ کسی مقامی افسر کی کوتہ اندیشی و کج فہمی کی وجہ سے تھا۔ میں جناب مسٹر حسن۔ یو ہتانو اور جاپانی قوم کی توجہ اپنی اس چھوٹی سی کتاب "پین اسلام ازم" کی طرف منعطف کرتا ہوں جو سنہ ۱۹۰۶ء میں لکھی۔ اور جسمیں میں نے لکھا:۔

کہ ملک جاپان صرف پین اسلامزم کا ہی ہدف نگاہ نہیں جاپان بہت طرح سے کشش کا موجب ہو رہا ہے۔ اور بہت سی نگاہیں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ اور جو بات کہ پین اسلام ازم کو جاپان کی طرف حریصانہ نگاہ لگانے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ اور جاپان اگر اسلام قبول کرلے اور اسکو اپنا ملکی مذہب قرار دے لے تو اس سے جو جو فوائد جاپان کو حاصل ہونگے۔ وہ سب باتیں اخبار "مارننگ پوسٹ لنڈن" کی ۱۴ جون سنہ ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں شائع ہو چکی ہیں۔ جس کو یہاں درج کرنے کی میں جرات کرتا ہوں" +

"جناب من! یہ خبر جو برلن سے مورخہ ۱۳ ماہ حال کے مارننگ پوسٹ میں شائع ہوئی ہے۔ کہ جاپان اس فکر میں ہے۔ کہ اسلام کو اپنا ملکی مذہب قبول کرلے۔ یہ فرحت افزا اور روح پرور مژدہ ہم ممبران پین اسلامک سوسائٹی کے لئے نہایت ہی مسرت آمیز ہے۔ گو اسکے متعلق

ابھی بھی پورا وثوق نہیں ہے لیکن تاہم چونکہ اسلام ایک بہادر اور عملی مذہب ہے۔ اور اسلامی تہذیب و تمدن ایشیائی اقوام کے موزون حال ہے۔ اسلئے ہم کو قوی امید ہے۔ اور کہ اگر جاپان اسبات کا متمنی ہے۔ کہ وہ دنیا کے کل معاملات میں آیندہ ممتاز و ممیز ہو۔ اور وہ ایشیا کو دوبارہ زندہ کرنیوالا ہو تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ عجلت سے یا تاخیر سے وہ مذہب اختیار کرلے جس نے رُوم و ایران کی سلطنتوں کی کایا پلٹ دی۔ جس نے بادیہ پیما عربوں کو قریباً قریباً تین قدیم بر اعظموں کا فاتح اور مہذب بنا دیا۔ اس وقت جاپان کے سامنے دو راہ کھلی ہیں۔ اول یہ کہ جاپان یورپ کا مذہب و تہذیب اختیار کر کے اپنی ہستی کو یورپین طاقتوں سے مخلوط کرلے۔ اور دوسری راہ یہ کہ ایشیائی گمشدہ تہذیب شان و شوکت کو دوبارہ قائم کر کے ان میں ایک ممتاز طاقت بن جائے۔ اول الذکر تجویز پر عمل پیرا ہونے سے نہ تو اسکی ایشیاء میں قدر و منزلت ہوگی۔ اور نہ ہی یورپ ہی اسکو وقعت کی نگاہ سے دیکھیگا۔ جو کہ تہذیب و تمدن میں اس سے کئی گنا زائد ترقی کرچکا ہے۔ اگر جاپان اس زعم میں ہے۔ کہ وہ کبھی دُنیا کی ایک زبردست طاقت مانی جاوے اور ایشیا کو سابقہ کی طرح دیگر بر اعظموں پر غالب کرے۔ تو جاپان اپنے مقصد کے حصول میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اسلام جیسے فرحت بخش مضبوط سیدھے سادے۔ رُوح پرور و رُوح افزا دلپذیر و عملی مذہب کو اختیار نہ کرے۔ اور اس مذہب کو اختیار نہ کرے جو حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ جیسے سب سے بڑے مصلح مقنن سپہ سالار اور ایک سلطنت اور قوم کے بانی کا مذہب تھا۔ جو ایشیاء میں خالدؓ اور سعدؓ جیسے ایران کے فاتحین کا مذہب تھا۔ اور جو مذہب کہ افریقہ میں فرعونوں کی سرزمین کے فاتح حضرت عمروؓ کا مذہب ہے۔ اور جو مذہب کہ یورپ میں محمد ثانی قسطنطنیہ جیسے زبردست مقام کے فاتح کا مذہب تھا +

جیسا کہ مارننگ پوسٹ لندن میں بتلایا گیا ہے۔ کہ مدبران جاپان کی نگاہوں سے وہ سیاسی مفاد بھی مخفی نہیں ہیں جو اسے اسلام کو اپنا ملکی مذہب قبول کر لینے سے حاصل ہونگے جاپان باوجود اپنی حیرت انگیز ترقی اور کامیابی کے ویسی کی ویسی ہی چھوٹی سی ریاست رہیگی۔ اور اس کا حلقہ اثر بھی اسی مقام تک محدود رہیگا جہاں وہ واقع ہے

اُس محدود حصہ سے باہر ہیں کو کسی گوشۂ دُنیا سے نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ کوئی ارتباط لیکن اگر وہ مشرف بہ اسلام ہو۔ اور اسلامی سلطنت ہو جاے۔ تو اسکی کامیابی اور ترقی دنیا کے ہر ایک مسلم کی ہمدردی اور محبت کو اپنی طرف کھینچ لیگی۔ کیونکہ دنیا میں بمشکل کوئی ہی ایسا قطعۂ زمین ہے کہ جہاں مسلم آبادی نہ ہو۔ جاپان اسلام سے بہرہ اندوز ہونے سے ایک طرفۃ العین میں ایک ایسی ذی اثر طاقت بن جائیگا۔ کہ جس کا اثر کل دُنیا پر ہوگا۔ اور تمام نسل انسانی کا پانچواں حصہ اس سے محبت کریگا۔ اور اسکی پشت پناہی اور امداد کریگا

آپ کا ....

شیخ مشیر حسین قدوائی

آنریری سکرٹری جاپان اسلامک سوسائٹی

خدا کا شکر اور احسان ہے کہ صحراء عرب کے گڈریئے کا مذہب کسی کانسٹنٹائن یا کسی اور شاہی سرپرست کا عیسائیت کی طرح مرہون احسان نہیں۔ اسلام نے عرب کے خانہ بدوشوں کو شاندار سلطنتیں عطا فرمائیں۔ لیکن اسلام کو اپنے رُعب و سطوت کے لئے کسی شاہی مربی کا مرہون احسان نہیں ہونا پڑا اور نہ ہی اسلام کو فی زماننا اس مقصد کے لئے کسی حاکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی ضرورت ہے اسلام بحیثیت ایک مذہب کے صرف مسلم عارفین ہی کا مرہون منت ہے۔ جنہوں نے تمام دنیوی وجاہت و عزت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ اگر یہ شارعین اسلام جن میں سے بعض اپنے بلند پایہ کی خصلت اور علم و فضل کی وجہ سے پرانے انبیاء اور اولیاء کے ہم رُتبہ تھے اپنے زہد و تقوی ایثار اور پارسا یانہ زندگی سے لوگوں کو اسلام کی طرف نہ کھینچتے۔ اور علم کی حقیقی تڑپ و عشق کے ساتھ مذہب اسلام کے مطالعہ میں اپنی زندگیاں صرف نہ کرتے۔ اور اپنے پیارے دین متین کی تلقین و تبلیغ کیلئے مصائب و آلام نہ جھیلتے اور اپنے پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ قلم دوات و بقچہ لے کر جگہ بجگہ نہ پھرتے۔ اور ان باتوں سے بڑھ کر اپنے اعلےٰ نمونہ سے اسلام کی کشش پیدا نہ کرتے۔ تو مذہب اسلام کبھی بھی اسقدر عوام الناس کیلئے مرغوب خاطر نہ ہوتا اور مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے انحطاط کے ساتھ اپنی سطوت و جبروت میں بھی تنزل کر گیا ہوتا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ہی جبلہ بن ایہم شہنشاہ غسان کی تبدیلی مذہب کی پرواہ

نہیں کی۔ اور اُسکو اس سزا کا مستوجب قرار دیا۔ جوکہ اُس نے ایک غریب مسلمان کو دی تھی بلکہ کچھ وہ بھی ہوئے۔ کہ مسلم فقیہوں اور منصفوں نے بھی ایک بڑے شہنشاہ کی تبدیلی مذہب کی پرواہ اسلئے نہیں کی۔ کہ وہ منشیات کے استعمال کرنے میں ان سے کچھ مراعات چاہتا تھا۔ کہ اس کے لئے جائز قرار دے دیجائینگی۔ اسلام میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جسمیں کہ مسلمین فقہا نے اسلام کے اصولوں کی حفاظت میں اپنی جانیں تک قربان کر دیں ان بے نفس و بے لوث لوگوں کی نگاہوں میں مسلمانوں کا کسی بڑی سے بڑی مملکت کو فتح کر لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی ان کے خیال میں مذہب اسلام صرف تنتیس برس تک یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت تک معراج ترقی پر تھا۔ اس کے برعکس کچھ ایسے بادشاہ بھی ہو گذرے ہیں جنہوں نے نام نہاد ہی مذہب اسلام قبول کیا۔ اور اس کے لئے باعث ننگ و عار ثابت ہوئے۔ اور عملی رنگ میں ایسے قبیح و شنیع افعال کے مرتکب ہوئے۔ جو روح اسلام کی شان کے شایان نہیں۔ اور اسلام میں قابل نفرین ہیں۔ اسلام اپنے دبدبہ و سطوت کیلئے طبقہ زمین پر کسی خسروانہ امداد کا نہ تو محتاج کبھی تھا اور نہ ہی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوتا۔ تو مسلمانوں کی موجودہ سیاسی حالت نے پین اسلام ازم کے سوال کو بالکل ناامید کر دیا ہوتا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ پین اسلام ازم کے حامی شہنشاہ جاپان کی طرف آرزومندانہ نگاہ اسلئے نہیں لگائے ہوئے۔ کہ اسکے مشرف باسلام ہونے سے اسلام کو کوئی طاقت یا قوت پہنچیگی۔ بلکہ اسلئے کہ خود جاپان کا اسمیں منفعت و فائدہ ہے۔ اور اس سے اسکی طاقت دُگنی اور مضبوط ہو جاویگی۔ اور مسلمانوں کی عزت و مملکت دائرہ بھی بڑھ جاویگی۔ اور دُنیا میں ان کا اعلیٰ مقام بھی قائم ہو جائیگا۔ میں کسی اور اپنے مضمون میں یہ دکھلاؤنگا۔ کہ اگر جاپان اسلام قبول کرے۔ تو اس کو اخلاقی تمدنی کیا کیا فائدے حاصل ہونگے +

اسلام کے انسدادِ مے نوشی کی تقلید میں دُنیا کے مُہذب ترین بّرِ اعظم کا سب سے پہلا قدم

امریکہ کا قانونِ انسدادِ مے نوشی

ہم نے شذرات میں یہ تذکرہ کیا ہے کہ امریکہ کی کانگریس نے بہ ترمیم قانون مشروبات الکحل (شراب) کی ساخت و فروخت اور درآمد و برآمد کو قطعی بند کر دیا ہے۔ جو تاریخ کا ایک نہایت عظیم الشان اور اہم واقعہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خبر اور بھی موجب مسرت ہے۔ کہ اس نئے قانون کے ساتھ امریکی تین چوتھائی یعنے ۳۶ ریاستیں اتفاق ظاہر کر چکی ہیں۔ چنانچہ بعض ریاستوں کے گرجوں میں گھنٹیاں بجائی گئیں۔ اور خاص خوشیاں منائی گئیں +

یہ واقعہ فی الحقیقت جسقدر اہم ہے۔ اسیقدر اسلام کے اس عالیشان اصول کی ایک نمایاں اور بین فتح ہے جو حرمت مے نوشی کے متعلق اس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے قائم کیا تھا۔ اور آج تک مسلمانوں میں وہ اسیطرح چلا آتا ہے۔ اسلئے امریکہ کے اس انسداد مینوشی پر اسلام کو فتح حاصل ہونے کے کیا معنے ہیں۔ اور دُنیا کے دیگر مذاہب اس فتح میں کیوں شریک نہیں۔ قرآن کریم کی آیت انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ٭ اس سوال کا کہ جبکہ چوری۔ جھوٹ۔ ڈاکہ زنی اور زنا وغیرہ کی حرمت بھی اسلام کی تعلیم میں داخل ہے۔ اور دوسری قومیں بھی ان کو بُرا سمجھتی ہیں تو اُن کے اس بُرا سمجھنے پر اسلام کیوں خوشی نہیں مناتا۔ اور اسے اپنی فتح قرار نہیں دیتا۔ اور صرف انسداد مینوشی کو ہی اپنی فتح تصور کرتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ سوائے اسلام کو

٭ سنہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ۳ ھ [illegible]

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی ایسا مصلح یا رہبر دنیا میں نہیں آیا۔ جس نے شراب جیسے زبردست دیوسے بچنے کی تلقین کی ہو۔ وہ رہبر اور مصلح جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دُنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہُوئے۔ اس دیو لعین کی غلامی سے بالکل آزاد تھے۔ لیکن توریت۔ انجیل اور وید مقدس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دوسروں کو اس سے منع کرنا تو ایک طرف خود ان کی تعلیمات اور مذہبی رسُوم میں بھی کسی نہ کسی ذریعہ سے اس نے دخل پالیا ہو۔ یہودیوں میں ایک قومی تیوہار پر شراب کا استعمال عیسائیوں میں اعشائے ربانی میں اس کی ضرورت اور ہندوؤں کے ایک یگ کے اندر اسکی موجودگی اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ کہ دنیا میں سوائے اسلام کے کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے اس سے دنیا کو بچانے کی کوشش کی ہو۔ یا کم از کم خود ہی اس سے بچا ہُوا ہو۔ توریت اور انجیل میں بہت سے ایسے بیانات موجود ہیں جن میں شراب کا بنانا حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات میں شمار کیا گیا ہے۔ ایسا ہی وید مقدس کی ان عبارات سے جن میں شراب کو دیوتاؤں اور مُردہ ارواحوں کے آگے پیش کرنے کا ذکر ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس دیو لعین سے دُنیا کو نجات دلانے میں اگر کسی نے سب سے پہلے قدم اٹھایا تو وہ اسلام ہی ہے۔ اور یہ اسی کا احسان عظیم ہے۔ کہ اس نے آج سے تیرہ صد برس پیشتر اسکی مضرات سے دنیا کو مطلع کر کے ایک کثیر حصہ مخلوق کو اس سے نجات دیدی اور خصوصاً ایک تغیر عرب جیسی قوم میں کہ شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی

حرمت شراب کا حکم قرآن کریم میں نازل ہونے سے ظہور پذیر ہوا وہ اظہر من الشمس ہے۔ اسی تمام گھروں میں شراب کے برتن توڑ ڈالے گئے۔ اور مدینہ کی گلیوں میں پانی کی طرح شراب بہ نکلی۔ اسی کے ساتھ ہی اس حقیقت نفس الامری کو واضح کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کا قطعی انسداد محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے حرمت شراب کا حکم سن لینے سے ہی ہوگیا۔ اور یہ ربانی مصلحین ہی کا کام ہے۔ کہ ان کے ذرہ سے اشارہ سے بدیوں کا ایسا قطعی استیصال ہو جاتا ہے کہ کوئی دنیوی حکومت

اس قسم کا استیصال نہیں کر سکتی - امریکہ نے بھی جو قانون بنایا ہے - اسمیں اس انسداد ساخت و فروخت وغیرہ کیلئے ایک سال کا نوٹس دیا ہے - جس سے فائدہ اُٹھا کر لوگ ایک سال میں اپنے گھروں کے اندر شراب کو بھر لیں گے +

الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ باوجود اُمّی اور دیگر ممالک کے حالات سے ناآشنا ہونے کے آپنے ان لوگوں کے اندر جہاں شراب پینا رات دن کا شغل تھا اُس کی حُرمت کا اعلان کیا - اور اس کو مضر چیز قرار دیا - جس کا یہ نتیجہ ہے کہ نہ صرف اسی وقت تمام عرب کی کایا پلٹ گئی - اور شراب کا نام ونشان مٹ گیا - بلکہ آج بھی مسلمانوں کے کانوں میں یہی آواز گونج رہی ہے - اور دنیا بھر میں مسلمان ہی زیادہ تر اس سے بچے ہوئے ہیں +

اس کے ساتھ ہی اس جگہ ان اعتراضات کا بھی جواب دینا مناسب ہے - جو شراب خوری کے جواز اور قرآنی آیات کی غلط تاویل کی بیہودہ کوشش بعض لوگوں کے منہ سے نکلوائی ہے - مثلاً یہ کہ قرآن نے شراب کو حرام نہیں کیا - یا اگر حرام قرار دیا ہے - تو انگور کی شراب کو لیکن جب قرآن نے اسے رجس من عمل الشیطان (یعنے ناپاک شیطانی عمل) کہ دیا تو حرام قرار نہ دینے کے کیا معنے کسی شیطانی عمل کو قرآن حلال قرار نہیں دے سکتا - ایسا ہی یہ بالکل غلط ہے کہ انگور کی شراب سے منع کیا ہے - بلکہ مدینہ میں تو انگور کی شراب بنتی ہی نہ تھی +

غرض اس وقت جبکہ ہر طرف سے اسلامی سلطنتوں کے گرنے کی آوازیں آرہی ہیں - اسلامی اصولوں کی فتح ہمارے دلوں کو بندھانے والی ہے کہ کس طرح دیگر اقوام اور مذہب اسلام کے اصولوں کے سامنے جھکتے چلے جا رہے ہیں کاش کہ امریکہ کی احسن مثال کی تقلید دیگر گورنمنٹیں بھی کریں +

انتخاب از صحیح بخاری شریف

اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا - والدین کو کو اذیت پہنچانی - اپنی ہی جنس کو قتل کرنا - خودکشی کرنی اور جھوٹی قسم کھانی سب سے بڑے گناہ ہیں +

موجودہ زندگی آیندہ زندگی کے لئے ایک کھیتی کی طرح ہے - اسلئے ہم کو نیک اعمال کرنے چاہئیں - تاکہ آیندہ اُن کا اجر ملے - کیونکہ کوشش و جدوجہد احکام الٰہی میں سے ہے - اور جو کچھ اللہ تبارک تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے وہ محض کوشش ہی سے حاصل ہو سکتا ہے -

وہ سب سے احسن انسان ہے - جس کی عمر دراز ہو - اور اس کے اعمال نیک ہوں - اور وہ سب سے بُرا انسان ہے جس کی عمر تو لمبی ہو - لیکن اعمال اس کے قبیح و شنیع ہوں +

دولت کا جائز استعمال خیر و برکت ہے - اور ایک انسان نیک ذرائع سے اسے اضافہ کرنے کی جائز کوشش کرے - وہ انسان عقل و خرد کے زیور سے مُزین و مرصع ہے - جو اپنی سفلی خواہشات پر قابوُ پاتا ہے اور اجر کی اُمید رکھتا ہے - اس کے برعکس وہ شخص بالکل اجہل ہے جو کہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے - اور ساتھ ہی اللہ تعالےٰ سے معافی بھی چاہتا ہے +

اپنی لغزشوں اور قصور سے صدق دل سے تائب ہونیوالا ایسا ہے جیسے کہ اُس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی۔اے۔ایل ایل بی

مسلم مشنری

مولوی صدر الدین بی۔اے۔بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انھیں رسالوں کی آمدنی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۵) بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء نمبر (۳)

فہرست مضامین

اِطّلاعِ عام

(۱) رسالہ اشاعت اسلام ہر انگریزی مہینہ کی چھبیس (۲۶) تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس اتفاقاً کوئی پرچہ نہ پہنچے تو اسے دوسرے ماہ کی دس تاریخ تک منگا لینا چاہئے ورنہ پھر ملنا ناممکن ہے (۲) رسالہ اشاعت اسلام ایک ہی قسم کے اعلیٰ کاغذ پر ہر ادنےٰ و اعلےٰ امیر و غریب کے لئے چھپتا ہے جس کی سالانہ قیمت ہے مع محصولڈاک ہے جو ہر حال پیشگی آنی چاہئے۔ (۳) سال ختم ہونے پر اگر کسی خریدار کی طرف سے کوئی انکاری اطلاع دفتر میں نہ پہنچیگی تو ہم آیندہ سال کا چندہ وصول کرنے کے لئے وی پی بھیجنے کے مجاز ہونگے (۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے۔ نیز کاپتی خطوط میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہئے۔ نام و پتہ خوشخط لکھنا چاہئے ورنہ تعمیل نہ ہوگی +

منیجر رسالہ

نکات القرآن (چہار حصص) قرآن کریم کے پہلے پانچ پاروں پر تفسیری نوٹ ہیں جنمیں زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولوی محمد علی صاحب نے تفسیر کی ہے۔ ملک کے نامور اخبارات زمیندار۔ وطن وغیرہ نے اس پر بہت اچھے ریویو کئے ہیں۔ قیمت عہ +

مسیح موعود اس کتاب میں نزول ابن مریم پر سیر کن بحث کی گئی ہے کہ حضرت مسیح کس طرح نازل ہونگے کب نازل ہونگے۔ ان تمام سوالات کو قرآن مجید اور احادیث سے حل کیا گیا ہے۔ یہ کتاب نہایت ہی قابل دید ہے + قیمت عہ مجلد عہ

جمع قرآن اس کتاب میں جمع قرآن کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے اور جو اعتراضات حفاظت قرآن پر غیر مذاہب کیا کرتے ہیں ان کا رد کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر منگانا کے صفحات قرآنی کی حقیقت الم نشرح کی گئی ہے قیمت ۱۰ ر

حقیقۃ المسیح ازروے بائبل قرآن عیسائیوں کے ان اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو وہ حضرت مسیح کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کی ذات مقدس پر کیا کرتے ہیں۔ ہر مسلمان کے ہاتھ میں یہ کتاب ہونی چاہئے قیمت عہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۵) — بابت ماہ مارچ ۱۹۱۹ء — نمبر (۳)

شذرات

اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت بروبصحت ہے ✦

حضرت خواجہ صاحب ان ہمدرد احباب کے تہ دل سے شکر گذار ہیں جنہوں نے ان کے فرزند اکبر کی حسرتناک وفات پر براہ راست مسجد ووکنگ کے پتہ پر انکی خدمت میں تعزیہ نامے ارسال فرما کر اپنی دلی ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ چونکہ آپ کی طبیعت بڑی دیر سے علیل تھی۔ اسلئے فرداً فرداً ہر ایک مشفق احباب کے گرامی نامہ کا جواب آپ دینے سے قاصر رہے۔ ہمیں ووکنگ ہیڈ آفس سے اب ہدایت ملی ہے۔ کہ انکی طرف سے ان سب مشفق و مخلص احباب کا اس دلی ہمدردی اور شفقت کے اظہار کا مجموعی طور پر بذریعہ رسالہ ہذا شکریہ ادا کر دیا جاوے اللہ تعالےٰ ان سب مخلص دوستوں کو اپنی بارگاہ سے اجر جزیل عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین ✦

مسلمانان لنڈن کی سوسائٹی کے زیر اہتمام اتوار کے اجلاس بعض مسلم نماز گاہ میں باقاعدہ منعقد ہوتے ہیں۔ گذشتہ اشاعت میں ان اجلاس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ انکے علاوہ

مندرجہ ذیل اجلاس نماز گاہ نکُور کا میں منعقد ہوئے +

۲۹ دسمبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ صاحب نے لیکچر فرمایا۔

۵ جنوری ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ایم پکتھال صاحب نے "اسلام میں عبادت کے مفہوم" پر لیکچر فرمایا +

۱۲ جنوری ۱۹۱۹ء جناب رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق نے "زندگی بعد الموت" پر لیکچر دیا +

۱۹ جنوری ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ صاحب نے لیکچر فرمایا +

۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء جناب مسٹر ایس۔ ایچ رضا صاحب نے لیکچر فرمایا +

جیسا کہ مندرجہ بالا پروگرام سے اور ان پروگراموں سے جو وقتاً فوقتاً رسالہ ہذا میں درج ہوتے رہے ہیں عیاں ہوتا ہے۔ کہ لندن مسلم سوسائٹی نے اپنی تبلیغی جدوجہد میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ اور گذشتہ کئی ایک ماہ سے مسلسل طور پر اجلاس منعقد کرکے مذہبی اشتیاق پیدا کر رہی ہے۔ ان اجلاسوں کے پروگرام ہر ماہ شائع ہوتے ہیں۔ اور جو احباب ان اجلاسوں کے اصل انگریزی پروگراموں کے دیکھنے کے متمنی ہوں ازراہ کرم مندرجہ ذیل پتہ پر چٹھی لکھ کر منگوالیں +

پروگرام ملنے کا پتہ:۔ آنریری سیکرٹری۔ لندن مسلم سوسائٹی۔ ۱۱۱ ہیمپسٹڈ ہل روڈ لندن۔ ویسٹ نمبر ۳ +

مسجد ووکنگ میں بھی حسب معمول اتوار کو بعد از دوپہر لیکچر برابر ہوتے ہیں۔ اور جناب مسٹر ایس فہیم اور جناب مسٹر بی سلیمان اور جناب مسٹر عبد القیوم صاحب ملک تقاریر برابر فرماتے رہتے ہیں +

لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم

مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء بروز ہفتہ بمقام ایکر و مول روڈ جنوبی کنگسٹن سنٹرل اسلامک سوسائٹی کے زیر اہتمام آنحضرت صلعم کا یوم ولادت بڑی تزک و احتشام سے منایا گیا۔ جناب شیخ

مشیر حسین صاحب قدوائی آنریری سکریٹری نے کچھ عرصہ پیشتر ہی سے اس تقریب کے لئے احباب کو مدعو کیا ہوا تھا۔ مہمانوں کی تعداد ڈیڑھ صد سے تجاوز کر گئی۔ اس مجمع میں مرد وخواتین ہر دو نوں طبقہ کے لوگ شامل ہوئے جن میں تقریبًا تمام مذاہب وملل کے بڑے بڑے نمایندے بھی تھے۔ جن کا جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی اور جناب ملک عبد القیوم صاحب نے استقبال کیا۔ سوسائٹی مذکورہ کے میر مجلس جناب میرزا ہاشم اصفہانی صاحب نے زمانہ کے شہرہ آفاق مقرر جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ کو معرف کراتے ہوئے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلعم کی سوانحعمری اور آپ کی اعلیٰ شخصیت پر اجمالاً روشنی ڈالی۔ اور صاحب صدر نے فرمایا کہ میرا افتتاحیہ خطاب اس عظیم الشان تقریر کی ایک قسم کی تمہید ہے۔ جو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ نے آج کی شب آپ کے سامنے فرمانی ہے۔ اور جن کی خدمت اقدس میں میں اب مؤدبانہ عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی گرانقدر تقریر سے معزز سامعین کو مستفیض فرمائیں۔ فاضل لیکچرار نے نسل انسانی میں سے اشرف الناس وخیر البشر کے حالات زندگی پر ایک لبسیط لیکچر فرمایا۔ اور موجودہ زمانہ کے عجیب وغریب حالات کو پیش نظر رکھ کر آپ کے حالات زندگی کے موضوع پر بہت دیر تک تقریر فرمائی ہمیں امید ہے کہ یہ عظیم الشان و لبسیط تقریر اسلامک ریویو کی کسی آیندہ اشاعت میں شائع ہوجاویگی۔ فاضل لیکچرار کے بعد جناب مسٹر ایس ایچ حسب ضاضا نے تقریر فرمائی جسمیں انہوں نے سامعین کی توجہ خصوصیت سے گذشتہ زمانہ میں اسلام کی جبروت سطوت اور شان وشکوہ کی طرف اور پھر آیندہ زمانہ میں اسکے شاندار مستقبل کی طرف منعطف کی۔ ان کے بعد آنریبل جناب مسٹر باسو نے تقریر فرمائی جو کہ سکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا کی کونسل کے ایک ممبر ہیں جنہوں نے اپنے معمولی فصیح وموثر پیرایہ میں آنحضرت صلعم کے حالات زندگی کی سادگی اور جمہوریت کی حقیقی روح کو جو آپ نے نسل انسانی کے ایک کثیر طبقہ میں پھونکی تھی۔ تصدیق فرمائی۔ اور یہ ایسی تصدیق ہے کہ جسپر ہندو روایات اور تہذیب جس قدر بھی فخر کرے بجا ہے۔ اس موثر تقریر کے اختتام پر نعرہ تحسین و توصیف بلند ہوا۔ اور اس تقریر میں انہوں نے آنحضرت صلعم کے اس عظیم الشان رتبہ کا اعتراف فرمایا جو کہ اہل تدبر کے قلوب میں بغیر کسی مذہب وملت کے امتیازات کے جاگزین ہے۔ اسکے بعد

صاحب صدر نے معزز لیکچراروں کی قابل قدر تقریرات کا اور سامعین کی شرکت کا شکریہ ادا کیا تو تمام کا تمام مجمع چاء کے لئے برخاست ہوا +

اخبار نیر ایسٹ کی روئداد یوم ولادت آنحضرت صلعم کے متعلق

معاصر مسلم ہیرلڈ نے "نیر ایسٹ" سے اسلامک سوسائٹی لندن کے اس جلسہ کی روئداد نقل کی ہے جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت منانے کیلئے منعقد ہؤا۔ اس جلسہ میں مسلمانوں کی علاوہ بہت سے غیر مسلم ہندوستانی بھی موجود تھے۔ جن میں سے آنریبل جناب لارڈ سنہا اور آنریبل مسٹر باسو قابل ذکر ہیں۔ پہلے مسٹر ڈدلے رائٹ نے جو کچھ عرصہ ہؤا حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ایک تقریر میں آنحضرت صلعم کی زندگی کے پاکیزہ حالات بیان کئے۔ اور آپکی تعریف وتوصیف کی۔ ان کے بعد آنریبل مسٹر باسو نے حیات سرور کائنات کے موضوع پر تقریر کی۔ آپنے فرمایا کہ کسی مذہب نے اپنے پیرووں کو مساوات اور اتحاد کی تعلیم نہیں دی جس قدر مذہب اسلام کے نبی نے دی ہے"۔

اشاعت اسلام :- جناب مسٹر باسو کے یہ خیالات اس قابل ہیں کہ اہل ہند انہیں قدر کی نگاہوں سے دیکھیں۔ یقیناً اگر ملک میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں۔ جو ایک دوسرے مذہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کو برا کہنے کی بجائے ان کی خوبیوں اور نیک باتوں کی قدر کیا کریں۔ اور ان کا عزت کے ساتھ نام لیا کریں اور زبانی ہی نہیں بلکہ عملاً بھی دوسرے مذاہب کے لوگوں سے رواداری اور حسن سلوک کا برتاؤ رکھیں تو تمام آئے دن کے مناقشات فسادات و تنازعات کا قلم موقوف ہو جائیں۔ اور قومیت متحدہ کی داغ بیل جلد لگ جاوے۔ کیا ہمارے برادران وطن مسٹر باسو کی قابل قدر تقلید کیلئے تیار ہونگے؟

خویش و اقارب کے ساتھ ہمدردی اور شفقت

از قلم والا منزلت تاج الہند حضرت علیا نواب سلطانہ جہاں بیگم صاحبہ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی سی۔ آئی۔ ای
فرمانروائے بھوپال ادام اللہ ملکہا ئے والا فضال

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ امرا اور صاحب حیثیت لوگ اپنے مفلس رشتہ داروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر تو ایسے ہیں۔ جو ان مفلسوں کے ساتھ کسی قسم کے ہمدردی محبت اور نیکی کے ساتھ سلوک کرنا پسند ہی نہیں کرتے۔ اور اس بات کو وہ بالکل بھول جاتے ہیں۔ کہ غریب لوگ بھی ان ہی کی طرح انسانی جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ گو وہ کسی خاص وجہ سے جس میں اُن کا کوئی قصور نہیں صاحب ثروت نہیں ہو سکے۔ ایک سچا مسلمان کبھی اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ تمام نظام عالم میں اللہ تعالےٰ نے کسی کو بھی جبلی نقائص و عیوب کے ساتھ پیدا نہیں کیا۔ اور اگر کوئی شخص ایسا خیال کرتا ہے۔ تو حقیقت میں وہ اپنے اور اپنے متعلقین کے درمیان ایک اختلاف کی وجہ پیدا کرتا ہے جو ہم سب کے مالک و حافظ حقیقی کے سامنے اور نیز اپنے صافت و صحیح فطرت انسانی کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ علاوہ ازیں تمام دنیاوی مال و متاع بالکل غیر یقینی ہیں۔ یہ شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی خاندان کے ممبر اپنی جائداد کو اپنے قبضہ میں شگفتہ رکھ سکے ہوں۔ اسلئے ہمیں چاہئے کہ ہم تکبر اور جھوٹے غرور کے گھوڑے پر سوار نہ ہوں۔ کیونکہ خدا اس بات سے خوش نہیں ہوتا۔ ابلیس کے زوال کے قصہ سے ایک بہت بھاری اخلاقی سبق حاصل ہوتا ہے۔ یعنے جو لوگ اسکی طرح غیر ضروری اور بے حقیقت غرور سے لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرینگے۔ ان کا حشر بھی ویسا ہی ہوگا۔ پس چاہئے کہ ہم میں سے وہ لوگ جن کے پاس اپنے متعلقین احباب اور ہمسائیگان کے مقابلہ میں زیادہ دولت ہے یا جو زیادہ صاحب اثر ہیں۔ وہ بوقت ضرورت اس سے ان کی امداد کریں۔ اور بڑی عاجزی سے اپنے رزاق حقیقی کا اسکی تمام عنایات جسمانی و روحانی کا خیال کرکے حمد و شکر کریں جس نے کہ انہیں اس قسم کی طاقت و ہمت دی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکریہ اس سے بہتر صورت میں نہیں ہو سکتا کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور رفاقت کے ساتھ برتاؤ کریں جن کا سب سے زیادہ حق ہے اسلئے

میں ہم پر ہے۔ جیتنے ہمارے نادار رشتہ دار +

رسول اکرم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کی توجہ کو مفلس رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنے کی خوبی کی طرف مبذول کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ابتدائی اسلامی تاریخ کی ورق گردانی سے ایک مختصر سا لیکن دلچسپ واقعہ کا پتہ ملتا ہے حضرت صفیہؓ حضرت رسول مقبول کی بیوہ کے خلاف جو یہودی تھیں حضرت عمرؓ خلیفۂ ثانی کے پاس شکایت اس امر کی پیش ہوئی کہ وہ شنبہ کا دن یہودیوں کی طرح متبرک خیال کرتی ہیں۔ اور یہودیوں کی وہ بہت سی امداد کرتی ہیں۔ حضرت صفیہؓ نے جوابًا فرمایا۔ کہ جب سے وہ اسلام میں داخل ہوئی ہیں انہوں نے ہفتہ کے تمام دن بہی امور کے لحاظ سے یکساں خیال کئے ہیں۔ اس لئے ہفتہ کا دن اُن کی نظر میں زیادہ متبرک نہیں لیکن اسمیں شک نہیں کہ وہ اپنے غریب یہودی رشتہ داروں کی حتے الامکان ہمدردی کرتی ہیں۔ چونکہ اب وہ مسلمان ہوگئی ہیں۔ اسلئے ان کو اُن لوگوں کی بہبودی کی نسبت زیادہ تردد ہے۔ جو امداد کے لئے ان کے محتاج ہیں۔ یہ ایک اسلامی زندگی کی مثال ہے +

رسول کریم صلعم فرماتے ہیں کہ اس شخص کی عبادت اور نمازیں اُسے کوئی کام نہ دیگی جو اپنے نادار متعلقین کے ساتھ باوجود استطاعت رکھنے کے ہمدردی اور نیک سلوک نہیں کرتا۔ سب سے بڑی عبادت اللہ تعالیٰ کی نظر میں خیرات اور رحم ہے۔ قرآن کریم اور احادیث رسول کریم صلعم میں اس قسم کی ہدایات و احکام بکثرت ہیں جو امرا کو بالخصوص اس بات سے روکتے ہیں۔ کہ وہ اپنے ذاتی مال و جاہ کے غرور کو اپنے سر میں سمانے دیں۔ اور اپنے غریب دوستوں اور رشتہ داروں کو اپنی درجات کے باعث حقیر خیال کریں۔ ایسا کرنے سے ہمدردی اور محبت کے اس لطیف جوہر کی ہم قدر نہیں کرتے جس سے انسان اشرف المخلوقات خیال کیا جاتا ہے +

اسباب کو جانتے ہیں کہ دنیا میں بھی عزت و افتخار حاصل کرنے کیلئے احسن طریق یہ ہے کہ انسان اُن کی مدد کرے جو محتاج ہیں لیکن دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا صلہ اسلام میں صرف دنیا ہی نہیں بلکہ وہ عاقبت میں اس سے زیادہ خوشی و راحت کا وعدہ دیتا ہے +

مہمان کی مناسب اور گرمجوشی سے مدارات کرنا انسان کا ایک ضروری خاصہ ہے انسان کیلئے لازمی ہے کہ اپنے دشمن کو بھی اپنے پاس فراخ حوصلگی سے رکھے جبکہ وہ اسکے پاس پناہ کیلئے آئے

ایک مشہور اسلامی ضرب المثل ہے کہ چاند اپنی روشنی ادنےٰ سی جھونپڑی پر بھی ڈالتا ہے۔ اور اسی طرح درخت اس شخص کو بھی اپنے سایہ سے محروم نہیں کرتا جو اس کے کاٹنے میں مصروف ہے۔ یہ الفاظ مشرقی دانائی سے معمور ہیں۔ پس ہر ایک دولتمند شخص کو چاہئے کہ وہ دست اعانت اس شخص کی طرف دراز کرے جو بنی نوع کی جنسیت کا ہے۔ اور چاہئے کہ ہم سب آپس میں بھائیوں کی طرح رہیں +

جناب رسالتمآب اور آپ کا مشن

(خطبہ جو مسٹر ڈڈلے رائیٹ نے بروز اتوار مورخہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو بمقام مسلم پریئر ہوس لنڈن پڑھا)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس مذہب کی تعلیم دی اس کے زیادہ اہم اور نمایاں مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں متعدد بار آیا ہے کہ ہر ایک قوم اور نسل کے پاس کسی نہ کسی عہد میں دین حقہ کی تعلیم دینے کے لئے نبی یا منذر بھیجے گئے ہیں۔ گو قرآن کریم میں اللہ تعالے کے تمام ایسے انبیا یعنی مرسلین کاملین کا فرداً فرداً نام آیا ہے تاہم بعض کے نام بتائے گئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ نساء آیات ۱۶۳ سے ۱۶۵ میں آتا ہے:۔

انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیین من بعدہٖ واوحینا الیٰ ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وھارون وسلیمٰن واتینا داود زبورا ۔ ورسلا قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک ۔ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما ۔ رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل ۔ وکان اللہ عزیزا حکیما ۔

ترجمہ (اے پیغمبر) ہمنے تمہاری طرف (اسی طرح) وحی بھیجی ہے۔ جس طرح ہم نے نوح اور (دوسرے) پیغمبروں کی طرف جو ان کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی۔ اور (جس طرح) ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی تھی۔ اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔ اور (تمہاری طرح ہم) کتنے پیغمبر (بھیج چکے ہیں) جن کا حال ہم (اس سے) پہلے تم سے بیان کر چکے ہیں اور کتنے پیغمبر (اور) جن کا حال ہم نے تم سے (اب تک) بیان نہیں کیا۔

اور اللہ نے موسیٰ سے (تو باتیں بھی کیں (یہ سب) پیغمبر (نیکوں کو جنت کی) خوشخبری دینے والے اور (بدوں کو عذاب خدا سے) ڈرانیوالے (تھے) تاکہ پیغمبروں کے (آنے) کے پیچھے لوگوں کو خدا پر کسی طرح کا (چھدا) (رکھنے کا موقع باقی نہ رہے۔ اور خدا غالب (اور) حکمت والا ہے +

ان تمام انبیا میں سے تین نبی سب سے زیادہ ممتاز نظر آتے ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے یہودی مذہب کی بنیاد ڈالی دینِ مسیحی کے بانی حضرت یسوع مسیح اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بانی اسلام حضرت موسیٰ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی اور وہ کلام اور عمل میں قوت والا تھا" (کتاب اعمال باب ۷ آیت ۲۲) اور اس شہرت کے لحاظ سے جو اس زمانہ میں مصر کو علوم کے بارہ میں حاصل تھی ۔ یہ بات ان کے کمال کسب علم پر دلالت کرتی ہے +

یسوع کی تعلیم و تربیت عہد طفلی کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں لیکن بارہ سال کی عمر میں ہم اسے ہیکل میں استادوں کے بیچ میں بیٹھے اُن کی کلام سنتے اور اُن سے سوال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں ۔ اور سب جتنے اس کی سنتے تھے اسکے ادراک اور اسکے جوابات سے دنگ رہجاتے تھے" اس واقعہ کے بعد انکی تیسویں سالگرہ تک ان کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن اکثر مشہور علما کی رائے ہے کہ مسیح علیہ السلام کا درمیانی عرصہ ایسینوں کی معیت میں بسر ہوا۔ جس فرقے کا یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ ایک رکن بن گئے تھے۔ یہ ایک یہودی فرقہ تھا جو صوفیانہ تعلیمات کے لئے مشہور تھا ان تینوں اولوالعزم نبیوں میں سے حضرت محمد صلعم ہی اُمّی تھے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ لیکن ان نبیوں میں سے حضرت محمد صلعم ہی ایسے ہیں جن کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنا مشن پورا کر لیا۔ اور کسی دوسرے نبی کو نصیب نہیں ہوا کہ آپ کے برابر دلوں پر اثر پیدا کرے +

اور مذاہب عیسائیت اور اسلام میں سے (یہودی مذہب چونکہ اپنے دائرہ اثر میں بہت محدود ہے۔ اسلئے عام دلچسپی نہیں رکھتا) صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو اپنی اصلی حالت میں قائم رہا ہے +

یسوع مسیح کے مشن کا خاتمہ ناکامی پر ہوا برعکس اس کے کہ حضرت محمد صلعم کا مشن کامیاب ہوا +

یسوع مسیح کے مشن کا نصب العین کیا تھا ؟ بوڑھے شمعون نے جو ہیکل میں اسرائیل کی تسلی کا

منتظر تھا لڑکے یسوع کو اپنی گود میں لیا اور کہا کہ وہ غیر قوموں کو روشنی دینے والا نور اور تیری قوم کا جلال بنے (لوقا باب ۲ فقرہ ۳۲) یسوع نے خود اپنے مشن کے متعلق ذکر کیا ہے کہ اس غرض نہایت یہ کہ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو راہ راست پر لانا تھا۔ اور جبکہ کنعانی عورت نے اپنی بیٹی کے واسطے التجا کی۔ تو اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور اپنے شاگردوں کو یہ وجہ بتائی کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ جب وہ عورت اور بھی نزدیک آگئی اور اسکو سجدہ کیا پھر بھی مسیح نے اسے یہی کہا۔ کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈالنی واجب نہیں (متی باب ۱۵ فقرہ ۲۱-۲۸) مسیح نے اپنے بارہ شاگردوں کو باہر بھیجا تو اُن کو حکم دیا (متی باب ۱۰ فقرہ ۵-۶) کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ پس مسیح کا مطمح نظر یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کرے۔ اور بنی اسرائیل کے ذریعہ غیر قوموں کی برکت کا باعث ہو۔ اور یہ بعینہٖ وہی مقصد تھا جو حضرت موسیٰ کے پیش نظر تھا +

اس مشن کا آخری حشر کیا ہوا۔ اپنی ارضی زندگی کے اختتام پر ہم مسیح کو اس طرح نوحہ خوان دیکھتے ہیں (متی باب ۲۳ فقرہ ۳۷) اے یروشلم۔ اے یروشلم۔ تو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے ہیں انہیں سنگسار کرتی ہے۔ کتنی ہی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اُسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کروں۔ مگر تم نے نہ چاہا +

اسرائیل کے گھرانے کی وہی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھیں جو نوشتوں کے مطابق پیش [illegible] سے چلاتی تھیں کہ اسکو صلیب دو صلیب دو۔ جب وہ مصیبت اور خطرے کی حالت میں تھا۔ تو اس کے سب شاگردوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور بھاگ کھڑے ہوئے بلکہ وہ شاگرد جس کے متعلق رومن کیتھولک عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ چٹان جن پر کلیسیا کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ پہلے تو مسیح کے پیچھے دور دور آتا رہا۔ پھر اُس نے انکار کیا۔ اور بعد ازاں اُس انکار کو اور بھی مضبوط بنانے کے لئے لعنت اور قسم کے ساتھ انکار دہرایا +

ان واقعات کا رسول اللہ صلعم کی زندگی کے آخری مناظر کے ساتھ مقابلہ کرو جن کا ذکر

واشنگٹن ارونگ اور دوسرے مؤرخین نے کیا ہے۔ اور دیکھو کسقدر جمغفیر اس مقام کے جہانتک نزدیک ہوسکا جمع ہو گیا جہاں کہ اس فخر بنی نوع کی پاک روح نے فرشتہ اجل کو لبیک کہا تھا۔ اور جن کا غم ضبط ہونے میں نہ آتا تھا۔ رسول اللہ صلعم کا تسلیم کردہ مذہب اس سُرعت سے پھیلا جس کی نظیر کسی دوسرے پیغمبر کے حالات میں نہیں ملتی۔ اور آنحضرت صلعم کی وفات سے نصف صدی سے بھی کم عرصہ میں بڑے بڑے پُر رونق مرکزوں میں فتح کے جھنڈے لہرانے لگے ۔

کیا مسیح غیر قوموں کو روشنی دینے والا نور رہا؟ ساتویں صدی میں جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے دینِ مسیحی کی تاریخ میں نہایت پلید اور ذلیل صدی تھی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ مسیحی فنِ معذرت کی کوئی کمی تھی وہ عجیب و نادر فن جس کی آجکل اسقدر آؤ بھگت ہوتی ہے وہ زمانہ مسیحی مصنفین سے بھرا پڑا تھا۔ جو مذہبی مباحثات میں مصروف رہتے تھے لیکن انمیں سے کسی ایک کو بھی یہ حوصلہ نہ ہوا کہ اس حقیقت کی مدلل تردید کرے۔ جس کا القاء محمد صلعم کے مُبارک دل پر ہوا اور جو آپ نے دین کے طریق پر سکھائی اس زمانہ کی طرح تب بھی مذہبی مباحثات میں وقت ضائع کیا گیا۔ اور اس مذہب کی طرف توجہ نہ دی جس کی بنیاد ذاتی معرفت پر ہو۔ مسیحیت قریباً دو ہزار سال سے دنیا کے سامنے رہی ہے لیکن آج اس کا کیا حشر ہے۔ ریورنڈ ڈاکٹر آر جی ڈا اپنی کتاب مذہب کا مستقبل (صفحہ ۷۵) میں اس سوال کا جواب ذیل کے الفاظ میں دیتا ہے :-

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان جزائر میں بالخصوص دیندار لوگوں کی تعداد بہت قلیل رہ گئی ہے گو وہ ایسی حالت میں قوم کے اخلاق کی درستی کی وجہ صرف خدا کی مہربانی قرار دیں گے۔ لیکن آبادی کا کثیر حصہ اس درستی اخلاق کی توجیہ سے قطعی قاصر ہے جس کی بنا اپنی ذات کے سوا کسی دوسری خارجی چیز پر ہو۔ بشپ آف ہرفرڈ نے اپنی ایک تقریر میں اس رائے کا اعادہ کیا ہے جو گذشتہ منگل کے دن (۲۲۔ اکتوبر) ڈیلی ٹیلیگراف میں شائع ہوئی تھی :-

جنگ کا اثر کلیسا کے اثر و رسوخ کے حق میں بہت بُرا رہا ہے لیکن مسیح کے مذہب کے خلاف نہیں۔ ہر جگہ یہ محسوس کیا جاتا ہے۔ کہ ان وسائل میں جن کی وساطت سے صلح کی

انجیل اپنا پیغام قوموں کو پیش کرتی ہے جو اُسی کی پیاس اور اشتہا رکھتی ہیں کوئی ایسا نقص واقع ہو گیا ہے جو بیحد غیر تسلی بخش اور حیران کرنیوالا ہے - ہر ایک شخص کو یہ صاف طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ مسیحی سوسائٹی جو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر منتشر ہو گئی ہے - جو ایک متحدہ آواز سے نہیں بول سکتی اور جو اپنے افراد میں رشتۂ اتحاد قائم نہیں رکھ سکتی - اس سوسائٹی کا اس انجیل کے ساتھ کوئی تطابق نہیں ہے - جو تمام نوعِ انسانی کے ساتھ بحیثیت مجموعی واسطہ رکھتی ہے حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں اپنے دشمنوں سے محبت کرو - لیکن برعکس اس کے یہاں یہ حالت ہے کہ مسیحی کلیسیا کے مختلف فریق جو ایک ہی مذہب کے پیرو ہیں اپنے میں نہایت ہی سخت دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں +

حضرت محمد صلعم نے کوئی نیا مذہب نہیں سکھایا یہ اُن کا منشا نہیں تھا - مسیح کا بھی یہ مقصد نہیں تھا - اپنی پبلک زندگی کے آغاز میں ہی مسیح نے کہہ دیا تھا - کہ یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسُوخ کرنے آیا ہوں منسُوخ کرنے نہیں بلکہ پُورا کرنے آیا ہوں یسُوع کا تعلیم کردہ مذہب وہی پُرانا یہودی کلمہ تھا " کہ تم اپنے خداوند خدا سے پُورے دل سے جان سے اور امن سے محبت کرو" رسُول اللہ صلعم نے بھی اسی مذہب کی تلقین کی - یسوع نے یہودیوں کا ایک اور کلمہ اختیار کیا " سُنو اے بنی اسرائیل خداوند خدا ایک ہے"۔ رسُول اللہ صلعم کی تعلیم کے بعینہٖ مطابق ہے - لم یلد و لم یولد و لم یکن لہٗ کفواً احد - نہ اس سے کوئی پیدا ہوتا ہے - اور نہ کسی سے وہ پیدا ہوا - اس جیسا کوئی نہیں +

مسیح اور محمد صلعم دونوں اپنے زمانہ کے سلسلہ کہانت کے خلاف تھے بشپوں پادریوں اور ڈیکنوں[1] اور ان کے لوازمات سے جو اس زمانہ میں ان مناصب سے متعلق ہیں مسیح بالکل بیگانہ تھا اپنے زمانہ کے سلسلۂ کہانت پر مسیح نے بالفاظ صریح لعنت کی ہے - اس کے مقرر کردہ شاگرد بھی ان عہدہ داروں کی ہستی سے بیخبر تھے - جو کہانت کا کام کرتے ہیں - اس زمانے میں کوئی پوپ یا کارڈینل یا محترم خدائی باپ یا بہت محترم ڈین بلکہ معزز آرچ ڈیکن بھی کوئی نہیں تھے - کیا کوئی شخص انتہائے تخیل کی باگیں نہایت ڈھیلی چھوڑ کر بھی یہ منظر اپنے ذہن میں لا سکتا ہے کہ بانی دین مسیحی اتنا سے مذہب کے لعنت کے آمیز کلمات کا راگ الاپنے میں دوسروں کا ساتھ دے رہا ہے

[1] کلیسا کا عہدہ دار +

یا زمانۂ حال یا سابق سے کسی غیظ آلود مذہبی مباحثہ میں حصہ لے رہا ہے۔ ایک لحاظ سے رسول اللہ صلعم کا مشن اپنے تقریباً تمام پیغمبروں کے مشن سے مختلف تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کے مشن سے تو ضرور اختلاف رکھتا تھا۔ کیونکہ محمد صلعم معجزے دکھانے کی عادت نہیں رکھتے تھے آپ کی تعلیمات نشانات اور اعجازات کی شہادت سے مستغنی تھی۔ عہدِ نبوت کے آغاز میں ہی آپ نے واضح کر دیا تھا۔ کہ میں معجزے دکھانے نہیں آیا۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم معجزے طلب کرتے ہو۔ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو معجزے دکھانے کی طاقت عنایت فرمائی تھی۔ اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ فرعون نے اُن معجزوں کی پرواہ نہ کی۔ اُن کو جادوگری کا الزام دیا۔ اور اس نے ان کو اور اُن کی قوم کو ملک بدر کرنے کا تہیہ کر لیا لیکن فرعون اپنے تمام لشکر کے ساتھ غرق ہوا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے معجزے طلب کر کے فرعون کی سی سزا کا مستوجب بننا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ہستی کا ثبوت نظام قدرت میں کوئی حقیقی تبدیلی کر کے نہیں دیا ہے۔ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ انسانی دل اور اس کی عادات میں تبدیلی پیدا ہو نہ کہ نظام قدرت میں۔ تبدیلی انسان کے اندر ہونی چاہئے نہ کہ باہر +

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مشن یہ تھا کہ نوع انسانی کے سامنے وہ مذہب پیش کیا جائے جو کہ وہ افضلیت اور تجربہ پر مبنی ہو نہ کہ تخیل پر۔ مذہب کی ابتدا تجربہ یعنی ذاتی معرفت سے ہوتی ہے گو اس کا خاتمہ مذہبی مباحث پر ہو لیکن اس حد تک پہنچ کر وہ مذہب نہیں رہتا۔ یہ ضرور دریافت انسانی کا جز ہے یہ انفرادی معرفت سے جو لوگ اپنی زندگی کے تجربہ سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جو ذاتی انا کو ایک بہت بڑی طاقت کی طرف اُبھارتی ہے مصنف کیفیاتِ معرفت مذہبی لکھتا ہے:-

"کم از کم ایک لحاظ سے انفرادی مذہب دینیات سے زیادہ بنیادی اور اساسی ثابت ہوتا ہے طریقت جب ایک دفعہ قائم ہو جاتی ہے تو روایاتِ مستعار پر زندہ رہتی ہے لیکن ہر ایک طریقہ کے بانیوں کی قوت کا رازِ اصلی اس حقائب و تکلم میں ہوتا ہے جو وہ ذاتی طور پر براہ راست ذاتِ باری سے رکھتے ہیں +

پس ذاتی مذہب اب بھی اساسی اور اصلی معلوم ہوتا ہے"۔

اگر مذہب کچھ حقیقت رکھتا ہے تو ضروری کہ وہ ذاتی معرفت پر مبنی ہو۔ ہم دوسروں کے تجربے پر

انحصار نہیں رکھ سکتے ہم ان کے تذکرہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن ہماری زندگی کا مدار ان پر نہیں ہوسکتا۔ ڈاکٹر آرچرڈ موجودہ مذہبی تنزل و انحطاط کا علاج حسب ذیل تجویز کرتا ہے (مستقبل مذہب صفحہ ۷۳)

"زمانۂ مستقبل میں صرف وہی مسیحیت زندہ رہ سکتی ہے جو ان اجزا کے اختلاط سے جو ایکدوسرے سے الگ ہو کر آج تک منتشر رہے ہیں۔ اور ان عناصر کی باہم آمیختگی سے جو آج تک باہم نہیں ملے ہیں بنائی جائے"۔

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف مذکور کو یا اسی زمانے کے کسی اور داعی مذہب کو یہ نہیں سوجھا ہے کہ مذہب کی موجودہ ابتر حالت کا یہی علاج ہے کہ اللہ تعالےٰ کی سیدھے طور سے پرستش کیجائے۔ اور اسکی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ ڈاکٹر آرچرڈ کہتا ہے کہ "دین مسیحی کی ہر ایک نوع رو بہ تنزل ہے اور اسکی نوعیت ہی اس کے تنزل کی وجہ ہے ہر ایک کی خوبیوں کی تردید اسکی یکطرفہ اور غلط شہادت سے ہو جاتی ہے"۔ کیا اسلام کی حیرت انگیز کامیابی کی بڑی وجہ اس واقعہ میں مضمر نہیں ہے کہ یہ ان شرائع اور اعتقادات سے جو رسول اللہ صلعم نے تعلیم کئے تھے کبھی گمراہ نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلعم کے ابتدائی ایام تبلیغ میں جبکہ اس مذہب کو اسکے کم مایہ آغاز کی وجہ سے نظر حقارت دیکھا جاتا تھا۔ اور اس کے بانی اور اسکے پیروؤں کو ہر طرف سے ستایا جاتا تھا کس کو یہ دعویٰ کرنے کی جرات ہوسکتی تھی کہ وہ مذہب جس کا القا آپ کے نورانی دل پر ہوا اور جو آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا اس قدر بڑھے اور پھیلیگا کہ آج اندازہ کیا جاتا ہے کہ دنیا بھر میں اسلام کے نام لیواؤں کی تعداد جو اس کرہ کے ہر ایک خطے میں مل سکتے ہیں ۲۵ کروڑ سے کم نہیں دنیا اس امر کی متلاشی نہیں ہے کہ اعتقادات کو از سر نو مرتب کیا جائے۔ بلکہ دنیا اس جستجو میں ہے کہ ایک حقیقی مذہبی احیا ہو۔ وہ احیا کسی ایسے عقیدہ کے قبول یا ترمیم سے نہیں ہوگی جو پہلے مسترد ہو چکا ہے۔ بلکہ ایک نئی تحریک کو تسلیم کرنا ہوگا جو کہ فی الحقیقت پرانی ہی تحریک ہوگی جو شروع میں ایک تڑپ پیدا کر رہی ہوگی۔ لوگ چرب زبانی کے ساتھ "نیا مذہب" "نیا خیال" "بلند خیال" وغیرہ جملوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا الہام کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا۔ جس امر حق کا اعلان یہاں کیا جاتا ہے۔ اور جو دنیا کی ہر ایک مسجد میں سکھایا جاتا ہے۔ یہ وہی حقیقت ہے جو رسول اللہ صلعم

نے دنیا کو سکھائی اور جو آپ کے تمام پیشروؤں نے سکھائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہؤا مذہب ہے عہدِ حاضر کے مذہبی انتشار کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ ایک ایسی چیز کے متلاشی ہیں جس کے بارہ میں مسیحیت خاموش ہے۔ لیکن جو مسیح کی تعلیمات کا لبِ لباب تھی۔ یعنی ایک ایسا مذہب جو عقل علم اور تحریم کے مطابق ہو۔ اور جس میں رضاءِ الٰہی قوت متحرکہ ہو۔ اس قسم کی تعلیمات کی ضرورت نہیں کہ ایک خدائی ہستی لباس مجاز میں اوتار بن کے آجاتی ہے۔ اس قسم کی تعلیم اللہ تعالےٰ کی توحید کے سخت منافی ہے بلکہ ضرورت یہ ہے کہ مذہب روزانہ زندگی میں مشکل نظر آئے۔ آج بھی بُت پرستی ایسی ہی پھیلی ہوئی ہے جیسی کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ لکڑی اور پتھر کے بُت نہیں پوجے جاتے +

رسول اللہ صلعم کی اپنے مشن میں کامیابی کا ایک راز یہ تھا کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے قرب کو بعینہٖ جان لیا۔ اور معلوم کر لیا کہ انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تخاطب اور تکلم ممکن ہے۔ جُوں جُوں آپؐ پرستش زیادہ ہوتا گیا اور کثرت پکڑتا گیا۔ ویسے ہی اللہ تعالیٰ سے آپ کا قرب بڑھتا گیا اور زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے مصیبت جس قدر زیادہ ہو اللہ اسیقدر زیادہ نزدیک معلوم ہوتا ہے۔ اس جنگ میں بہت سی باتیں عیاں ہوگئی ہیں۔ اور ان میں سے نہایت ہی اہم یہ ہے۔ کہ ہم سابق میں رُوحانی قوت کو شمار میں نہیں لاتے تھے۔ رسول اللہ صلعم جنگ کے زمانہ میں بھی رُوحانی قوت کو بڑا درجہ دیتے تھے۔ اسلام اور مسیحیت کی ابتدائی تبلیغ میں ایک اور فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ جہاں دین عیسوی کے پہلے پیرو دائے ہمیشہ ور اور اکثر نچلے طبقے کے لوگ تھے۔ وہاں رسُول اللہ صلعم کے پہلے پیرو ماسوائے آپ کے غلام کے نہایت مُعزز اور ذیمقدرت لوگ تھے۔ رسُول اللہ صلعم خود عرب کے نہایت ہی معزز قبیلہ سے تھے۔ گو اس زمانہ کے حالات کے مطابق اُمّی تھے۔ آپؐ کی پیدائش یا زندگی کوئی راز سربستہ نہیں ہے نبوت عطا ہونے پر آپ نے اپنی پوزیشن سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا کہ عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے۔

حرمِ محترم حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ:۔

ہم نے کھانا پکانے کے لئے ایک ماہ تک متواتر آگ نہیں جلائی۔ ہم صرف کھجوروں اور پانی پر گذران کرتے تھے۔ بشرطیکہ کوئی اور آدمی ہمیں گوشت نہ بھیج دیتا ہو۔ رسول اللہ صلعم

کے گھر کے آدمیوں کو کبھی بھی دو دن متواتر گندم کی روٹی میسر نہیں آئی" +

رسول اللہ صلعم اگرچہ خود اُمی تھے لیکن آپ نے تحصیل علم کو منع نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی اس پر کوئی بندشیں عاید کیں - برخلاف اس کے آپ کی ایک مشہور حدیث ہے کہ عالم کی سیاہی شہدا کے خون کے برابر قدر رکھتی ہے مسلمان قیام اسلام کے تھوڑے ہی عرصہ بعد دُنیا بھر کی قوموں میں نہایت ہی وسیع الخیال اور روشن دماغ ہو گئے ادب ایشیا کے مقالہ میں سر ولیم جونز لکھتا ہے کہ شارع اسلام نے مسلمانوں کو صریح حکم دیا ہے کہ وہ علم حاصل کریں خواہ اس مقصد کے لئے انہیں روئے زمین کے بعید ترین مقام تک جانا پڑے +

اسلام اصلاح تمدن کا مذہب ہوگیا ہے یہ عام طور پر مانا جا چکا ہے کہ جو قومیں روحانیت کے لحاظ سے نہایت تاریکی میں ہیں وہ بلا تخصیص نہایت غلیظ رہتی ہیں غلاظت توہم پرستی عموماً دوش بدوش رہتی ہیں لیکن اسلام کی کامیابی کا سب سے بڑا راز اسبات میں مضمر ہے کہ رسول اللہ صلعم کی غرض واحد اللہ تعالیٰ کی تقدیس تھی - آپ نے شان کبریائی اور ذات لایزال کے ساتھ مماثلت کا کبھی دعوےٰ نہیں کیا - اور آپ کے پیرووں نے بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ انسان سے زیادہ اعلےٰ رتبہ رکھتے تھے - آپ جانتے تھے کہ مجھے ایک پیغام پہنچا ہے - اور ایک مشن پورا کرنا ہے اور آپ نے اس مشن کو ہمیشہ پیش نظر رکھا - تمام زندگی میں حلم آپ کی ایک نمایاں خصوصیت تھی +

واشنگٹن ارونگ کہتا ہے کہ آپ کی جنگی فتوحات سے آپ میں کوئی فخر یا تکبر پیدا نہ ہوتا تھا - جیسا کہ اس حالت میں ظاہر ہوتا اگر ان فتوحات کا مقصد خود غرضی ہوتی - نہایت ہی سطوت و جبروت کے زمانہ میں بھی آپ نے وضع اور اخلاق میں وہی سادگی قائم رکھی جیسی کہ مصائب کے زمانہ میں تھی - شاہانہ جلال کا اظہار تو درکنار - اگر کسی کمرے میں داخل ہونے پر غیر معمولی تعظیم کیجاتی تو آپ ناپسند فرماتے تھے - ہمہ گیر حکومت کرنے کا ارادہ اگر تھا تو صرف مذہب کی - ورنہ دُنیاوی حکومت جس کا پودا آپ کے ہی ہاتھوں بڑھا اور پھولا پھلا - آپ نے نہ تو اُسکو ذاتی شان و شوکت کا ذریعہ بنایا - اور نہ ہی اُسے اپنے خاندان میں رکھنے کے لئے کوئی کارروائی کی - نماز آپ کا دوامی شعار تھا اور آئندہ کے لئے اُمید صرف اللہ تعالیٰ کے رحم پر بھروسہ تھا - عاقبت کی خوشی اور امن کی تمام اُمیدیں آپ نے اللہ تعالیٰ کے رحم پر چھوڑ رکھی تھیں

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ میں نے آپؐ سے ایک موقعہ پر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا اللہ کے رحم کے سوائے اور کسی طریق سے کوئی انسان بھی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ رسول صلعم نے صاف طور اور نہایت زور سے فرمایا۔ کوئی نہیں۔ کوئی نہیں۔ کوئی نہیں“۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پھر پوچھا”لیکن یا رسول اللہ کیا آپ بھی اُس کے رحم کے سوائے داخل نہیں ہو سکتے“۔ رسول اللہ صلعم نے تین دفعہ نہایت سنجیدگی سے فرمایا ”میں بھی بہشت میں داخل نہیں ہونگا۔ اگر اللہ تعالےٰ نے اپنے رحم کی چادر سے مجھے ڈھانپ دے“۔

مسیحیت کو اس سادہ صورت سے جس کا سبق مسیح نے پڑھایا تھا۔ اس کے مفسروں نے یہانتک بگاڑا ہے کہ اب وہ علم الٰہیات کا ایک معتالہ رہ گئی ہے جس پر عمل کرنا ناممکن ہے برخلاف اس کے اسلام نے اپنی تمام تاریخ میں اپنے عملی پہلو کو قائم رکھا ہے۔ میں ڈاکٹر آرچرڈ کا ایک اور اقتباس پیش کرتا ہوں۔ وہ کہتا ہے :-

”یہ ممکن ہے کہ جنگ سے پہلے کسی کو بھی دین عیسوی پر اتنا ایمان نہ ہو کہ وہ اس پر عمل پیرا ہو سکے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم نے کچھ ترقی کی ہے جبکہ وہ لوگ بھی جو عیسائی ہونے کا اقرار کرتے ہیں اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس پر عمل نہیں ہونا چاہئے“۔

دُنیا کو خدا کی پیاس ہے اس کو کسی خیالی فلسفہ کی ضرورت نہیں جس پر عمل نہ ہو سکے۔ اس کو کسی ایسے ایمان کی ضرورت نہیں جو ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور جس سے انسانی مساعی کی ناکامی عیاں ہو جبکہ نصرت غیبی خضر راہ نہ ہو۔ اسکو ایک مذہب کی ضرورت ہے۔ جس پر زندگی کا مدار ہو نہ کہ محض عقیدہ ہی ہو۔ ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو صاف اور واضح ہو۔ اور عقل کے مطابق ہو جو حال کے ایک مصنف کے الفاظ میں یہ اعلان کرتا ہے کہ صلیب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا معاف نہیں کرتا جب تک کہ پہلے ایک انسان کا خون بہا دیا جائے“۔ رحم اللہ تعالیٰ کی عین فطرت ہے پس اس رحم کے استعمال کیلئے کسی رشوت کی ضرورت نہیں۔ وہ الرحمن یا اللہ یا مولےٰ تو قادر مطلق ہے۔ تو ہی ہمارا حافظ ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب تیرے ہی فضل سے ہم کو ملا ہے۔ ہماری زبانیں اور جانیں تیری ہی تقدیس میں لگی ہیں

پس ہم تیرے ہی عشق کے گیت گاتے ہیں۔ اور اسی میں ہم خوش ہیں ہماری آواز ملائک کی آواز سے ملکر تیری حمد و ثنا کرتی ہے۔ ہر ایک مومن ابد الآباد تک نہایت خوشی سے تیرے عشق کے راگ گائیگا

توبہ

از قلم جناب جے۔ بی فورڈ۔ بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نومسلم

ایک انسان پر خواہ وہ روحانیت میں کیسا ہی میلان رکھتا ہو۔ ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ اس راستے سے جس کی پیروی رب رحیم نے کمال محبت اور ربوبیت اس روحانی فطرت کی حقیقی تعمیر کے لئے تمام بنی نوع انسان مسلم اور غیر مسلم پر اگر وہ واقعی خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں یکساں مقدر کی ہے بھٹک جاتا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ ہر ایک انسان خواہ وہ کتنا ہی رذیل شریر اور ذلیل ہو ایک وقت کے بعد ضرور خدا کو دیکھیگا۔ ہر ایک فرد کی زندگی میں خواہ وہ موقع دنیا یا آخرت میں ہو۔ ایک ایسا نازک وقت آئیگا کہ اسمیں اس اعلیٰ مدعا یعنی دیدار الٰہی کیلئے جد و جہد کرنے کا کامل شعور پیدا ہو جائیگا اور باوجود بہت سے نقائص۔ مایوسیوں۔ تکالیف دکھوں اور ابتلاؤں کے جو کہ اسکو غیروں اور اپنے نفس سرکش سے پہنچینگے وہ ترقی کے زینے پر قدم رکھیگا جس سے اسکو کوئی نہ اتار سکیگا۔ اگرچہ وہ متعدد دفعہ ایک یا دو دفعہ منزل نیچے اترنے پر مجبور کیا جائے ❊

جب ایکدفعہ دل میں یہ امر گڑ جاتا ہے کہ الفاقیہ خطائیں ہمیشہ کیلئے ملعون نہیں بنا دیتیں۔ تو مایوسانہ سوزش امید سے متبدل ہو جاتی ہے۔ اور صحیح مدعا کے لئے جد و جہد جو وقت اور تربیت نفس کے ساتھ ساتھ زیادہ روشن اور ممکن الحصول نظر آنے لگتا ہے روحانی مایوسی کی بیسود جزع فزع کی جگہ لے لیتی ہے۔ در اصل روحانی مایوسی روح کے لئے ایک نہایت خطرناک حالت ہے۔ اس سے اپنے اور دوسروں کے اخلاق سے مطلق بے پروائی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں فہمائش اور تنبیہہ ہمیشہ یہی جواب ملتا ہے۔ کہ کیا حرج ہے۔ فی الحقیقت یہ کیسی ایک قابل افسوس حالت ہے۔ جو کہ محض فضول بیجا اور نامعقول ہے صحیفۂ قدرت میں جب کہ ہم اپنے گرد و پیش دیکھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ تیز آندھی درخت کی ایک شاخ کو توڑ دیتی ہے۔ مگر موسم بہار

میں درخت پھر پودے جوبن سے گل و شگوفہ نکالتا ہے۔ قدرت اپنے انداز پر درخت کی کامل تباہی کو روکنے کا سامان مہیا کرکے آندھی کے تباہ کن اثر کو مٹا دیتی ہے۔ انسان کے روحانی نشوونما کا بھی یعنیہ یہی حال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کمال رحم سے اخلاقی اور روحانی نقصان کے دفعیہ کا علاج مہیا کیا ہے اور وہ علاج توبہ ہے۔ جب ایک گنہگار اپنے جرم کا اعادہ کرے۔ ہر ایک بار کی توبہ سے نفس پر قابو ترقی پاتا ہے۔ اور گناہ اور بدی کا میلان نسبتاً کمزور ہوتا جاتا ہے۔ ہر ایک سچی توبہ کے ساتھ جو کہ فی الحقیقت روح کا طلب نصرت کیلئے بارگاہ الٰہی میں گڑگڑانا ہے۔ انسانی سیرت اس ایک ہی مستحکم بنیاد یعنی سچے جوش سے مرضیٔ مولا کی جستجو کرنے پر قائم ہو جاتی ہے +

سچی توبہ کا معیار آئندہ گناہوں سے مقابلہ کرنے میں ہے یعنے جسقدر توبہ سچی ہوگی اُتنا ہی گناہ سے مقابلے کی طاقت زیادہ ہوگی۔ اسمیں اور محض انفعال میں فرق ہے جو کہ ضرورت کے پورا ہونے اور معاملات کے برقرار ہو جانے پر بھلا دیا جاتا ہے۔ سچی توبہ باوجود ناکامیوں کے کوشاں رہتی ہے تاوقتیکہ بدیوں پر غلبہ حاصل نہ ہو جائے +

ہمارے مذہبی عقائد ہماری توبہ کی کیفیت اور ہمارے چال چلن پر اس کے اثر کی تعیین کرتے ہیں۔ اگر ہم اتنا ہی نہیں کہ کسی عقیدے پر محض ایمان رکھنا ہی کافی ہے۔ اور اعمال حسنہ ایک ایسے گومفید اضافہ ہیں تو توبہ اسقدر پُر معنی اور مؤثر نہیں ہو سکتی جیسی کہ ہونی چاہئے مجرمانہ کرب کی حالت جو مایوس کن اور لاعلاج ہو بکار نہیں بلکہ اس اعلےٰ اُمید کی ضرورت ہے کہ ہر ایک انسانی روح تکمیل کو حاصل کر سکتی ہے۔ اور گناہ صرف اس نظریے کو تہ و بالا کرتا ہے جو زندگی کامل بنانا ہے۔ سچی توبہ اس یقینی علم کا اظہار ہے کہ خدا نے ہر انسان کے بس میں جتنے قوٰے رکھے ہیں جو کہ اُس کی روحانی ترقی کیلئے ضروری ہیں۔ اور یہ کہ اس انسان کا ان قوٰی کا بیجا مصرف اور اس صحیح استعمال کو پس پشت ڈالنا ہی گناہ ہے +

ہماری استعدادیں یکساں نہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہماری ذمہ واریاں بھی یکساں نہیں مگر گناہ کا معیار ہر حال میں ایک ہی ہے۔ ہمارے لئے اہم سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے اپنے قوٰی کا صحیح استعمال کیا ہے اور بس۔ اگر ہم نے نہیں کیا۔ تو ہم نے گناہ کیا۔ توبہ کا معیار بھی یہی ہے۔ الٰہی ارادوں کو بجا لانے کیلئے سچی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کا فضل مانگنا چاہئے۔ بس پھر کیا ہے۔ الٰہی مدد کا آب و تاب سے روشن و ہویدا ہو جاتا ہے +

کوئی بھی ایک مزدور سے بغیر تعلیم و تربیت کے ساز بجانے کی توقع نہیں کرتا اسیطرح توبہ کی بھی

پوری کامیابی کی توقع نہیں کیجا سکتی۔ قبل اس کے کہ یہ مؤثر ثابت ہو۔ انسانی رُوح کو توبہ میں تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔ توبہ کا صحیح استعمال و مفہوم جیسیں میرے نزدیک اصلاح بھی شامل ہے ایک کامل رُوحانی ہتھیار ہے جس کی قدر و قیمت اس کے استعمال سے بڑھتی ہے۔ یہ انسانی جسم و ارادے کو ایک پراگندہ اور بے جوڑ ہیئت سے ایک خوشی اور روزافزوں ترقی کی طرف جو خدا تعالےٰ نے اسکے لئے ارادہ کیا ہے لے آتی ہے +

اس سوال کا جواب کہ توبہ کے بارے میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر کہاں فوقیت ہے نہایت آسان ہے۔ اسلام اصلاح و اندرونی تبدیلی کو سچی توبہ کی علامت ٹھیراتا ہے۔ میرے توبہ کے مفہوم میں اصلاح بھی شامل ہے۔ توبہ جس کے بعد چالچلن میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔ اگرچہ بعد از تبدیلی نئے ابتلاؤں میں مبتلا ہو جائے محض انفعال ہے۔ توبہ کے صحیح مفہوم میں اصلاح بھی شامل ہے۔ اور اصلاح کے بغیر گو اسمیں کمزوری آجائے توبہ توبہ نہیں کہلا سکتی۔ اسلام اسی بات پر زور دیتا ہے کہ عمل اور نیت وہ چیز ہے جس سے چالچلن کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ زبانی قیل و قال جبتک مسلمہ عقائد کے ہمراہ عمل نہیں رکھتی رُوح کیلئے ہرگز مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔ اسلام تمام دُنیا کے مذاہب سے اعلےٰ پایہ رکھتا ہے۔ اور محض عقائد پر ایمان رکھنا نجات کا دار و مدار نہیں ٹھیراتا۔ بلکہ نہایت سادگی و وضاحت سے اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر ایک انسان مومن یا کافر اس دنیا یا آخرت میں اپنے ہی اعمال سے اپنی عاقبت کی تعیین کرتا ہے۔ جس سے کوئی چیز سادہ اور پُر معنی نہیں ہو سکتی +

اسلامک ریویو:۔ عیسوی کلیسیا جیسا مذہب جو کہ ایمان کو ہی نجات کی کُنجی سمجھتا ہے۔ اعمال کو ایک ناکارہ شے کی طرح پس پشت ڈالتا ہے۔ جیسا کہ مارٹن لوتھر کا خیال ہے قدرتاً توبہ کو انفعال سے مترادف سمجھیگا۔ اگر ایمان جو بہرحال ایک فعل ہے مذہب کی تمام ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ انفعال کو توبہ نہ سمجھا جائے لیکن اسلام میں ایمان بغیر از عمل ایک بے سُود شے ہے۔ اور اسی لئے توبہ بغیر از اصلاح یا بالفاظِ دیگر اس جگہ پر واپس آنا جہاں سے کوئی غلط رستہ پڑ گیا تھا۔ ایک بے معنی چیز ہے۔ سارے قرآن کو پلٹ جاؤ۔ کہیں ایمان کا ذکر بغیر از عمل نہ پاؤ گے" وہ جو کہ ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ کرتے ہیں ان کے لئے جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہونگی"۔ یہ مضمون ہے جو قرآن کریم میں آسمانی زندگی کا نقشہ پیش کرتے ہوئے بار بار

کہا گیا ہے جو کہ صاف بتاتا ہے کہ یہ سماوی باغات جو ہمیں آخرت میں ملیں گے ہمارے ایمانیات ہی ہیں جنکی ہمارے اعمال دائمی بہترین آبیاری کرینگے۔ خود ایمان کا لفظ جو عربی میں عقیدے کا قائمقام ہے نہایت ہی پُر معنی ہے اس کے معنی عقیدے نہیں جو ایک دماغی اختراع ہے بلکہ اس کے معنے ایسے عقیدے کے ہیں جس کا اظہار اعمال سے کیا جائے۔ وہ زبان جو قرآن میں اس کی سچائیوں کے سکھانے کے لئے استعمال کی گئی ہے اور بعض اوقات وہ خاص الفاظ جو ایک خاص خیال کے اظہار کے لئے منتخب کئے گئے ہیں بذات خود اسقدر فصیح ہیں کہ کسی شرح کے محتاج نہیں۔ وہ تمام الفاظ جو قرآن میں گناہ کیلئے استعمال کئے گئے ہیں ان کے لفظی معنی خاص حدود سے علیحدہ ہونا یا تجاوز کرنا ہے یہ بالفاظ دیگر خلاف ورزی کرنا ہے خاص تجویز کردہ حدود میں رہنا اسلام میں نیکی ہے۔ اور ان سے تجاوز کرنا گناہ اگر قرآنی اصطلاح میں گناہ کی یہ تعریف ہے تو کیا یہ اس امر کیلئے کافی نہیں کہ اسلامی نقطۂ خیال سے توبہ سے مراد غلطی پر مصر ہوتے ہوئے اظہار پشیمانی نہیں بلکہ اس سے مراد اپنے نقش قدم پر اس مقام پر آنا ہے جہاں سے ہم بچھڑ گئے تھے۔ بہرحال اس امر پر غور کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ عربی لفظ توبہ جو قرآن میں Repentance کے لئے استعمال کیا گیا ہے کے بھی لفظی معنی رجوع کرنا ہے میں جہاں ذنب۔ اثم۔ جرم (عربی الفاظ جو گناہ کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں) لفظی طور پر تجاوز کرنے یا منزل مقصود سے ہٹ جانے کے مفہوم کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ وہاں توبہ یعنی ریپنٹنس کا مفہوم اس مقام کی طرف پھر رجوع کرنا ہے +

خدا کی صفت تواب یعنی بخشنہار کے بھی لفظی معنی بڑا رجوع کرنیوالا ہیں جس سے اسلامی نقطۂ خیال سے خدا کی صفت بخشش کی درستی ظاہر ہوتی ہے۔ جو کہ ہر ایک کے اعمال پر منحصر ہے۔ اگر تم خدا کی حدود سے تجاوز کرتے ہو تو خدا بھی اپنا منہ تم سے پھیر لیگا۔ اور تم خدا کی لعنت کے نیچے آجاؤ گے لیکن اگر تم اس کی طرف رجوع کرتے ہو تو وہ بھی رجوع کریگا۔ کیونکہ وہ بڑا رجوع کرنیوالا ہے۔ رسولکریم صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر تم خدا کی طرف ایک فرلانگ آؤ گے۔ تو وہ تمہاری طرف ایک میل آئیگا۔ اس کا فضل اور اس کا غضب تمہارے ہی طرز عمل پر منحصر ہے۔ کیا صحیفۂ قدرت بھی اسی سچائی کی تصدیق نہیں کرتا ہے۔ اگر تم اپنی کھڑکی کو بند کرلو۔ تو تم دھوپ اور روشنائی سے محروم ہو جاتے ہو۔ تمہارا اپنا فعل خدا کے ایک فعل کا باعث ہوا۔ اور اس مثال میں وہ فعل تاریکی ہے۔ مگر یہ فعل تمہارے کھڑکی

سکے جیسا کہ نئے عہد نامہ میں ہے۔ لیکن کھڑکی کو کھول دو تو تاریکی کے مقابلہ پر دس گنا دھوپ اور روشنی آجاتی ہے۔ لیکن لفظ البدل بھی تمہارے ہی فعل کا نتیجہ ہے۔ قرآن خدا کی کتاب بھی یہی کہتی ہے کہ تمہاری ایک بدی کے عوض اتنی ہی سزا دیجائیگی۔ لیکن تمہاری ایک نیکی پر دس گنا یا اس سے بھی زیادہ اجر دیا جائیگا۔ بدقسمتی سے مغرب میں مذہب نے نجات کا ایک نہایت ہی ادھورا اور غلط نقشہ پیش کیا ہے ہمارے نزدیک نجات سے مراد ہمارے قویٰ کی تکمیل ہے جس کے لئے ہمیں ایک خاص نصاب پر عمل کرنا ہے۔ اسی لئے اپنی ترقی کے لئے ہر ایک قدم جو صراط مستقیم سے ادھر یا ادھر پڑ گیا ہے واپس لینا ہوگا۔ کوئی ندامت اور پشیمانی ایک مسافر کو اس مقام پر کہ جہاں منزل مقصود کا سیدھا راستہ واقع ہے۔ اور جہاں سے وہ بھٹک گیا ہے واپس نہیں لا سکتی بلکہ لازمی ہے کہ وہ واپس ہو کر اپنا سفر پھر شروع کرے۔

"کرس" جسے عربی میں لعنت کہتے ہیں اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے لفظی معنی خدا کے فضل اور رحم اور ان مقامات سے جہاں اس کے رحم کی بارش ہوتی ہے دور رہنا ہے۔ کیا ہمارے سیارے پر بعض مقامات مثلاً صحرا ایسے واقع نہیں ہوئے۔ جو کہ اپنی سیرابی کے لئے بادل اور مینہ کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکے۔ اور اگر بارش خدا کی ایک نعمت ہے تو کیا یہ مقامات اپنے گرد و نواح کے باعث لعنت کے نیچے نہیں +

حضرت محمد صلعم کی شخصیّت

(از جناب یحییٰ النصر یار حسن)

ایک ہفتہ وار اخبار نے تھوڑے دن ہوئے گیارہ مشہور اشخاص سے پوچھا کہ ان کے نزدیک دنیا میں سب سے بڑی طاقت کیا ہے ان میں سے چار نے بتلایا کہ **شخصیت**۔ ایک نے کہا کہ تبلیغی۔ ایک دوسرے صاحب نے کہا کہ خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کا خیال۔ اور ایک مشہور فسانہ نویس نے انسانی جہالت کو سب سے بڑی طاقت قرار دیا۔ اور ساتھ ہی لکھا کہ انسان کی عقل بہت جلد سب سے زبردست طاقت ہو جائیگی۔ باقی چار نے **شخصیت** کو ایک زبردست ترین طاقت قرار دیا

چنانچہ آخر الذکر اشخاص میں سے ایک لکھتا ہے کہ دُنیا کے ناممکن البیان عجوبات میں سے ایک چیز شخصیت ہے اور پھر لکھتا ہے کہ زبردست شخصیت دُنیا میں حیرت انگیز کام کر سکتی ہے اور کرتی ہے۔

یہ تمام باتیں جن کا اُوپر ذکر کیا گیا۔ ان معاملات میں جو ہم دیکھتے ہیں اپنا اپنا مقام رکھتی ہیں۔ جذبات اور واقعات کے ہم نے نام مقرر کر رکھے ہیں تا کہ ان میں تمیز رہے۔ اور یہ سب ملکر انسان کی حیات کا تانا بانا ہیں۔ لیکن تھوڑا سا فکر و غور کرنے پر کھل جائیگا کہ محبت نیک نیتی۔ جہالت اور بہت سی اسی قسم کی صورتیں اور صفتیں اس مجموعہ کے شخصیت کہنے میں فقط ایک جزو ہیں +

شخصیت ہی انسان کے چال چلن کا لُبِ لباب ہے۔ شخصیت ہی عملی خُلق و چلن ہے۔ اسی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اسی سے دوسروں پر اثر پڑتا ہے۔ اور اسکی خصوصیات کے اظہار کے مطابق کشش یا نفرت ہوتی ہے۔ یہ خصوصیات و صفات خواہ کیسے ہی ہوں ان کا اثر دوسروں پر خصوصاً جو کمزور ہوں پڑتا ہے +

ہر ایک گروہ میں کوئی نہ کوئی رہنما ہوتا ہے خواہ وہ ایک امر میں سرگروہ ہو۔ اور خواہ زیادہ میں معمولی دُنیا وی کاروبار میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک زبردست شخصیت یا خصوصیت رکھنے والا خاص کاموں میں یا کھیل کود اور تفریح کے اشغال میں یا علوم کی کسی خاص شاخ میں راہبر ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مجلسوں اور انجمنوں میں ایک نہ ایک شخص ضرور ایسا ہوتا ہے جس کی طرف سب کی نگاہ اُٹھتی ہے۔ جس کی تمام عزت کرتے ہیں۔ اور جو ان کے کام خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ وہ شخص اپنے دوسروں پر زیادہ اثر رکھتا ہے کہ وہ زیادہ قابل ہے۔ ان کا علم وسیع تر اور اسکی لیاقت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اُس کی رائے صائب ہے اور وہ جلد معاملات کا تصفیہ کر کے فوراً عمل پیرا ہوتا ہے جس سے یقینی اور صحیح نتائج مرتب ہوتے ہیں اور اسمیں اعلیٰ درجہ کا اخلاق ہمدردی انصاف حمیت اور سرگرمی ہے۔ دُنیا میں بہت تھوڑے انسان ہیں جنمیں یہ تمام باتیں پائی جائیں۔ اکثر میں یہ صفات بالعموم پائی بھی نہیں جاتیں۔ لیکن ایک کافی حصہ ایسا بھی ہے جو ان صفات کی وجہ سے دیگر ہم جنسوں پر سبقت لیجاتا ہے +

وہ چھوٹا سا گروہ جن کی رویہ اورچلن سے ان صفات کا پایا میں بہت سی صفتوں کا ثبوت ملتا ہے وہ قوم کے پیشوا یا ولی یا پیغمبر ہوتے ہیں ۔ عام لوگ تو قلیل تعداد پر اثر رکھتے ہیں لیکن یہ گروہ بیشمار لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں ۔ انکی خیالات کو تبدیل کردیتے ہیں اور اُن میں ایک نئی رُوح پھونک کر ان کے عادات اور رسُومات بالکل اُلٹ دیتے ہیں ۔ اُن کی تعلیمات اور نمونے انسانی قوموں کے اعتقادات اور اعمال کی پُشت در پُشت بنیاد بن جاتے ہیں ۔ یہ لوگ صرف اپنے ہی زمانہ کیلئے نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ کے لئے مُصنفوں اور مورخوں نے نوع شخصیت کے بارے میں شاذونادر ہی ذکر کیا ہے جس کی وجہ غالباً یہ خیال کی گئی ہے کہ یہ ایک عارضی بات ہے اور حالات زمانہ کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ایک مجموعہ خیالات ہے ۔ جو کہ غیر مستقل ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ واقعات زندگی ہمارے دماغ کے سامنے پیش ہو کر قوت حافظہ کے سپرد ہوتے ہیں ۔ اور تمام سلسلہ یادداشتوں کا بہیئت مجموعی شخصیت کہلاتا ہے انسان کی شخصیت اسکی زندگی کی تاریخ اور اسکے تجربات کا مجموعہ ہے ۔ یہ بھی لکھا کہ شخصیت ہر وقت نئے حالات کے مطابق چلنے کی طاقت کا فقط نام ہے +

بادی النظر میں انسان کی شخصیت کا مسئلہ ایک مہمل سا نظر آتا ہے ۔ اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے متعلق بحث کرنا بہت مشکل ہے ۔ لیکن بعد میں یہ مشکل بالکل سطحی دکھائی دیتی ہے شخصیت ۔ مجموعہ خیالات سے بالاتر چیز ہے ۔ پھر ان خیالات کا اظہار ہے انسان اپنے الفاظ اور اعمال سے اپنے چال چلن اور اخلاق کو ہم پر ظاہر کرتا ہے +

شخصیت کی تشریح ۔ ان صفات کی گویا داستان و اظہار ہے جن کے اجتماع سے وہ طاقت پیدا ہوتی ہے ۔ جو لوگوں کو کھینچتی ہے ۔ اور اُن کے دل میں محبت اور مادہ تقلید پیدا کرتی ہے ۔ اور اس شخص کو جسمیں وہ طاقت ہوتی ہے ۔ دیگر اشخاص سے بالا کردیتی ہے +

سنہ ۶۲۸ عیسوی کے اخیر میں مدینہ منورہ کی گلیوں میں ایک نہایت خوبصورت

نوجوان چلتا پھرتا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہ وہ جوان ہے جس میں اُس قسم کی صفات نمایاں طور پر نظر آتی ہیں جو اعلیٰ ترین اور شریف ترین شخصیت کا خاصہ ہیں۔ اور جس کی نظر نور اور نمود و ترقی ہے۔ اور انسان کہہ اُٹھتا ہے کہ وہ عبد اللہ کا لڑکا جا رہا ہے +

اِس نوجوان کے لئے مقدر تھا کہ وہ ایک قوم کو از سرِ تا پا چند سالوں میں ہلا دیوے۔ اور ان کے ذہنی خیالات کی رو کو تبدیل کر دے۔ ان کے تمدن میں نئی زندگی ڈال دے۔ ان کے عادات اور ان رسومات کا مقابلہ جو صدیوں سے متبرک خیال کی جاتی تھیں صفایا کر دے۔ اور قوم کو غفلت سے جگا کر ان میں ہستی پھونک دے۔ اور اسے ایسی راہ پر کھڑا کر دے جس پر چلکر وہ حکومت اور تہذیب تک پہنچ جاویں نیز اس قوم میں ایسی رُوح پیدا کر دے جو اسے دُنیا کی دیگر اقوام پر فوقیت دے۔ اور اسے جہالت کی تاریکی سے نکالکر روشنی میں لائے۔ اور توہمات۔ بدکاری اور بُت پرستی کو چھڑوا کر تعلیم سائنس صنعت و حرفت۔ نیک اخلاق اور خدائے واحد کی پرستش کی طرف لیجائے۔ اور اس طرح گندی اور ذلت کی زندگی سے نکالکر انہیں پاکیزگی اور ترقی کی راہ بتلائے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس جوان کی تاریخ افسانہ سے بھی عجیب تر ہے۔ گویا ایک صحیح واقعہ داستان سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے +

حضرت محمدؐ جیسا انسان ہی دیگر لوگوں میں اپنا سا اخلاق پیدا کر سکتا ہے آپؐ نے وہ اخلاق صرف ان لوگوں ہی میں پیدا نہیں کئے جو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ بلکہ ان میں بھی جو آپؐ کے متعلق پڑھتے یا سُنتے تھے یا آپؐ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا مطالعہ کرتے تھے +

مجھے یاد پڑتا ہے کہ لین پول صاحب نے ایک جگہ تحریر کیا ہے کہ پیغمبر اسلام کی سوانح پڑھنے والا کوئی ہی ایسا شخص ہوگا جو آپؐ سے محبت نہ رکھے۔ اور جو انسان دیانت ہمت اور جوش کی قدر کرنیوالے ہیں۔ وہ آپؐ کی قدر کرنے سے رُک نہیں سکتے آپؐ کی شخصیت بڑی زبردست اور سب پر غالب آنیوالی تھی۔ کیونکہ وہ ان تمام صفات کی تفسیر ہے جو نسلِ انسانی کو ہر ایک اعلیٰ ترین اخلاق کے لئے از حد ضروری ہیں۔ اور جس سے انسان کی اشرف اور برتر اوج کا ثبوت ملتا ہے لیکن ایک ہی انسان میں ہم اُس قسم

کی اصلی شخصیت کو پاتے ہیں جو خیال میں آ سکتی ہو یعنے وہ انسان جو ان قابل ہو اور جس کے لئے مقدر تھا کہ وہ انسانوں کی رہبری کرے - اپنے بھائیوں کے اخلاق اور خیالات کی اصلاح کرے - اسکو بلندی کی طرف لیجائے - اور باوجود ان کی ازلی عادات کے انہیں ترقی کی راہ دکھلائے اور اس طرح ان کی زندگی بہتر اور پاکیزہ بنائے - آپ نے نہ صرف اپنے زمانہ کے لوگوں پر ہی اثر ڈالا بلکہ آپ کے بعد کے آنیوالی پشتوں پر بھی اور ان میں ایسے خیالات پیدا کر دیے - جو ہمیشہ عروج کی طرف لیجاتے ہیں +

زمانۂ ماضی کی تصویر پر اگر ہم نظر ڈالیں تو ہمیں اس کے دور کے حصہ پر ایسی شکلیں دکھائی دیتی ہیں جو ہم سے صدیوں پہلے کی ہیں وہ بہی بڑی ہیں مگر دھندلی انہیں اصلی صورت میں ظاہر کرنے کیلئے ہم اکثر نادانستہ اُن کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں جو ان میں نہیں لیکن جس شخص کے متعلق کوئی فیصلہ دیا جاتا ہے - اس کے ہمعصروں کی رائے اور کارروائیوں سے جو شہادت بہم پہنچتی ہے اُسے کسی قسم کا تخیل تبدیل نہیں کر سکتا - اور نہ کسی طرح کی نکتہ چینی اسکی تردید کر سکتی ہو جو باتیں ہمعصروں کے ذریعہ پہنچتی ہیں وہ آیندہ کے لئے رہنمائی کرتی ہیں بشرطیکہ اپنی صفائی اور متانت کے ساتھ مؤرخانہ نکتہ چینی کیجائے +

کسی مذہبی معلم کے خیالات کی نسبت اسقدر واقفیت ہم نہیں پہنچ سکتی جس قدر کہ پیغمبر اسلام کے متعلق - کیونکہ آپ کے ہمراہی آپ کی زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی قلمبند کر لیا کرتے تھے - مثلاً آپ کے روزمرہ کے کام - آپ کی گفتگو اور ان سوالات کے جواب جو مذہبی عبادت یا امور سلطنت کے بارے میں مختلف رنگ میں آپ کے سامنے پیش کیے جاتے تھے ہمیں آپ کی عادات - آپ کی رفتار - لباس عبادت اور دیگر آپکے ایسے امور کے متعلق بھی علم ہو جو کہ نہایت خفیف نظر آتے ہیں - اور یہ سب آپکے اصحابؓ نے اسلئے کیا کہ انہیں آپ سے محبت تھی - لیکن ہم تک کسی دوسرے مذہبی معلم کے اہم یا خفیف حالات زندگی اس قدر تفصیل کے ساتھ نہیں پہنچے عہدۂ رسالت پر مامور ہونے سے پیشتر ہی آپ کی قابلیت - آپ کا انصاف

امد و وفاداری آپ کی راستبازی اور آپ کی سچی دیانت کا ہر ایک اعتراف کرتا تھا آپ نے خدائے واحد کی پرستش کے لئے آواز بلند کیا اور اسلام کو پھیلانے کے لئے ہمت کی اور بڑے استقلال سے ہر تکالیف کا مقابلہ کیا اور اپنے کثیر التعداد دشمنوں کی پرواہ نہ کی - ان تمام مشکلات کے درمیان آپ صلعم اپنی زبردست شخصیت کو قائم رکھا - اپنے متبعین پر حکومت کی - دشمنوں نے بھی تسلیم کیا کہ آپ صلعم کے پر اثر فصاحت و بلاغت اور بے مثال جوش اور کسی سے متعلق نہ ہونے والی روح کے مقابلہ میں بت پرستی بالکل معدوم ہو گئی - آپ کی ہدایات اور آپ کے طرز عمل اور کارنامے ہر زمانہ میں پہنچتے ہیں - اور ان کا اثر لکھوکھا انسانوں پر ہوتا ہے - اور جن کی وجہ سے ان کے خیالات نئے سانچے میں ڈھلتے ہیں - اور دنیا میں ان کے لئے رہبری کا کام دیتے ہیں - اس پُر جوش اونٹ چلانے والے کا اثر جو عرب میں سب سے زیادہ بزرگ ہے اس وقت بھی ایسا ہی زبردست ہے جیسا کہ اس وقت جب کہ آپ مدینہ میں تھے *

ذرّاتِ عالم کا مذہب

تخلیق و تعمل رُوح

جسد عنصری میں رُوح کا ظہور اور زندگی کا پیدا ہونا تا حال ایک راز سربستہ ہے علوم طبعیات کیمیا بھی اس سے بہت پرے ہیں کہ اس نادر و اتفاقی عمل کی معقول توجیہہ کر سکیں اور چونکہ رُوح اور مادہ میں لفظاً ہر ایک قسم کا تضاد نظر آتا ہے جو لوگ رُوح اور مادہ کے ازلی ہونے کے قائل ہیں - ان کا دعوی ہے کہ یہ دونوں مختلف ہستیاں ہیں علاوہ ازیں رُوح پوری نشو و نما پانے کے بعد جسم یعنی نظام نامی پر جو جسم انسانی کی صورت میں متشکل ہوتا ہے استدلال کیا جاتا ہے - کہ ضرور ہے کہ رُوح جسم سے مختلف ہو - لیکن وہ اصل نمو جسے جان کہتے ہیں ہر ایک نظام میں ہی عمل کرتا ہے - اگر رُوح جسم پر قابو رکھتی ہے تو ان بھی بیجان مادہ کو اپنی کامل اطاعت میں لے آتی ہے - جان جب ظہور میں آتی ہے تو جسم ہی

ہر ایک چیز کی تنظیم و تنسیق عامہ کی ذمہ دار ہو جاتی ہے۔ لیکن جان خود بذاتہٖ روح کے ماتحت ہو جاتی ہے۔ پس اگر ذو عنصرین کا خیال ہے۔ کہ روح باہر سے جسم میں داخل ہوتی ہے۔ تو دوسرے لوگ جان کے متعلق بھی ایسا ہی خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اور بعض حلقوں میں اس قسم کی [illegible] ہو جانے کی [illegible] مادہ کی حالت مستمرہ میں وہ فوری تغیر ہے جو اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے۔ جبکہ مادہ بظاہر بیجان حالت سے متحرک ہو جاتا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ اصل کو اسی مادہ سے پیدا ہوتا ہے جسمیں وہ پایا جاتا ہے۔ اور جس پر وہ حکمرانی کرنے لگتا ہے۔ پس مذکورہ بالا خیال کو بلا تامل قبول کر لینا مشکل معلوم ہوتا ہے بجلی کا ظہور زیر مسئلہ مبحث فیہ کے متعلق ایک عمدہ مثال پیش کرتا ہے۔ جب کبھی دو خاص دھاتوں اور ایک خاص سیال کا باہم اتصال ہو۔ تو یہ بالکل ساتھ ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکی پیدائش ایسی ہی دفعتہً ہوتی ہے جیسے کہ وہ اقتدار جو یہ بعد میں ان اشیاء پر حاصل کر لیتی ہے جنمیں سے یہ خود پیدا ہوئی تھی۔ یہ قدرتی منظر قطعاً ثابت کر دیتا ہے کہ ایسی اشیا بھی ہیں جو گو ان عناصر سے جن سے وہ مرکب ہوتی ہیں شکل و شباہت اور خصائص میں مختلف ہوتی ہیں۔ تاہم ان اشیاء سے جن سے وہ پیدا ہوتی ہیں مماثلت تامہ رکھتی ہیں +

علاوہ ازیں تمام منازل ارتقاء میں ایک اور امر ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے یہ ایک مادی نظام اپنے سے نچلے درجے کے نظام سے نہ صرف اپنی مایحتاج حاصل کرتا ہے بلکہ اس نتیجہ پر بھی پہنچ کر [illegible] جو نظام دو مدارج ارتقا کے درمیان واقع ہے وہ اپنے سے نچلے درجے کے نظام سے اپنی خوراک حاصل کرتا ہے اور اسکی تنظیم کرتا ہے۔ اور خود اس نظام کا جو سلسلہ ارتقاء میں اس سے اوپر واقع ہے شائق اور تابع جاتا ہے۔ مثلاً ہر ایک جاندار کی زندگی کا انحصار دوسروں پر ہوتا ہے اور ان سے استفادہ کرتا ہے جبکہ وہ غیر جاندار حالت میں ہوں۔ اور ساتھ ہی ان کو منضبط بھی کرتا ہے لیکن جب وہ غیر جاندار مادہ حیوانی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تو مختلف تحریکات اور اضطرارات سے متصف ہو جاتا ہے پس یہ تحریکات عملاً اصل نمو پر کامل حکومت کر لیتی ہیں۔ اور یہ اصل یعنی جان اس حکومت کے ماتحت اپنی ہستی کو برقرار رکھنے اور اپنی نشو و نما کو ترقی دینے کے لئے تمام

سے پہلے حیوانی نظامات کو تباہ کرنے لگتی ہے۔ اِن تحریکات کا دائرۂ عمل اِن کی ابتدائی حالت میں محدود ہوتا ہے۔ لیکن جسمِ انسانی میں وہ تحریکات جذبات اور رُجحانات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور عمل ارتقائی کا ایک اَور مرحلہ طے کرنے کے بعد وہ کامل طور پر وہ ہستی بن جاتی ہیں۔ جس کو ہم رُوح کہتے ہیں۔ رُوح اس طریق سے پیدا ہو کر جذبات و تحریکات پر اپنا تسلط جماتی ہے۔ اور وہ جذبات و تحریکات خود کائنات کے دیگر نظامات پر اپنا اقتدار بٹھاتی ہیں بعد دیے چند ترقی یافتہ نظامات کا معائنہ کرکے جو خصائص و شمائل ان اشیاء کی نوعیت میں ہیں۔ جن کو وہ استعمال میں لاتے ہیں۔ دونوں ہی انسانی اور حیوانی اجسام میں تخلیق کا کام کرتی ہیں۔ اوّل الذکر لاعلمی کے ساتھ اور آخر الذکر واقفیت کے ساتھ کیونکہ جس مادہ پر جان کام کرتی ہے۔ وہ بجنس ہوتا ہے۔ اور رُوح کا تختۂ مشق شخصی معرفت ہے۔ الغرض جان اور رُوح اِس قوت صناعی کے دو مختلف نام ہیں جس پر انسانیت کی تعمیر کا انحصار ہے۔ اور جو مفید و مُضر میں بخطا امتیاز کرتی ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ کوئلہ اور ہیرا ایک ہی مادہ سے بنے ہیں اور دونوں ہی نظاماتِ عجیبہ نامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی پیدائش ترکیب و آمیزش عنصری سے پیدا ہوتی ہے امتزاج و تجاذب باہمی سے نہیں لیکن عناصر ترکیبی کے اختلاف تناسب سے یہ دو مختلف چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جیسا کہ اُوپر مذکور ہو چکا ہے۔ ایک چوزہ۔ سئور اور ایک آدمی ایک ہی مادہ سے بنے ہیں۔ لیکن یہاں بھی افتراقِ ہیئت کی وجہ اجزائے ترکیبی کا جو مادہ کے ان تینوں مرکبات کی تعمیر میں استعمال ہوئے ہیں۔ اختلافِ تناسب ہے۔ تمام اجزائے ترکیبی کائنات میں درہم برہم حالت میں موجود ہیں۔ لیکن وہ قوتِ صناعی جو اپنی ہستی سے ناواقف ہے۔ اور مادہ کی ہر صورت میں موجود ہوتی ہے۔ مفید تناسب کے قبول اور مضرت رسان تناسب کے رد کرنے میں احتیاط سے تمیز کرتی ہے۔ ایسے ہی تمام انسان یکساں تحریکات رکھتے ہیں۔ چورا ور انبیا جسمانی لحاظ سے یکساں ہوتے ہیں۔ اور یکساں جذبات رکھتے ہیں۔ اور اپنے قلب میں ان کا وجود یکساں پاتے ہیں۔ لیکن وہ قوتِ تخلیق جو انسان میں موجود ہوتی ہے۔ اور جسے رُوح کے نام سے موسوم کرتے ہیں مؤخر الذکر جماعت میں بہت طاقتور ہو جاتی ہے۔ اور ان کو انسان کامل بنا دیتی ہے۔ دوسرے لوگوں کے ویسا ہی نہ بن جانے کی وجہ یہ ہے کہ قوت مذکور کے فعل میں رُکاوٹ واقع ہوئی ہے۔

مادے کی ادنےٰ صورتوں میں بھی ہم یہی مشاہدہ کرتے ہیں بعض اوقات دوسرے اثرات جان کے فعل کا اثر زائل کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ مرض ہوتا ہے +

پس رُوح۔ جان اور قوتِ صناعی ایک ہی عامل کے مختلف نام ہیں جو مختلف حالتوں میں اور بالیدگیٔ مادے کے مختلف مراحل میں کام کرتا ہے۔ مسلمان فلاسفر و ائمہ نے اس بارہ میں نہایت صراحت سے کام لیا ہے۔ وہ تسلیم کرتے تھے کہ مادہ کی ہر صورت میں رُوح ہوتی ہے۔ مثلاً اسی ایک قوت صناعی کو جو عوالم مختلفہ جمادات نباتات اور حیوانات میں کام کرتی ہے انھوں نے رُوحِ جمادات۔ رُوح نباتات۔ رُوح حیوانات اور رُوح انسان کے نام دئے ہیں +

اسمیں شک نہیں کہ رُوح کے متعلق ہمیں بہت تھوڑا علم ہے لیکن رُوح کے متعلق ہمیں جو کچھ علم ہے کیا جان یا مذکورہ بالا قوت صناعی کے متعلق جو اپنے فعل سے بے خبر ہے ہم اس سے کچھ زیادہ جانتے ہیں۔ کائنات میں لاتعداد ایسی اشیا ہیں جن کا ظہور و تعمل ہمارے لئے ایسا ہی رازِ بستہ ہے۔ مثلاً برقی قوت۔ رُوح بھی ایک ایسا ہی امر لاینحل ہے۔ جیسا کہ جان زیادہ سے زیادہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کا عمل کیا ہے۔ اور وہ نیک و بد میں تمیز کرتا ہے۔ جو کام جان جسم کے بنانے میں بےخبری میں کرتی ہے وہی کام رُوح رُوحانیت کے بنانے میں دانستہ کرتی ہے۔

اس فرق کی وجہ عیاں ہے۔ جس مادے پر جان کام کرتی ہے۔ وہ معرفت سے عاری ہے برخلاف اس کے جس مادہ سے رُوح انسانی رُوحانیت کی تعمیر کرتی ہے۔ وہ انسانی معرفت طبعی ہے یعنی وہ مختلف جذبات و تحریکات کا مجموعہ ہے۔ جن کو رُوح رفعت دے کر اخلاقیات فلسفہ اور مذہب میں تبدیل کر دیتی ہے۔ جب رُوح پیدا ہوتی ہے۔ تو اپنی صناعی حیثیت سے جسم میں داخل ہوتی ہے۔ انسان حیوانوں کی سی زندگی بسر کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند سے بلند مقامات کی طرف ترقی کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ مقصد اس تمیز کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ جو رُوح نیکی و بدی میں غلطی کے احتمال کے بغیر کرتی ہے۔ پس گو رُوح میں ایکدوسرے سے مختلف ہوں۔ اور اس شئی کیفیت کا مشاہدہ کر کے جو مادہ کی زندگی میں پیدا ہو جاتا ہے یا اور ایسی ہی سطحی نشانات سے یہ فیصلہ کر لینا کہ کوئی خارجی چیز نظامات مذکورہ میں داخل ہو گئی ہے،

اوران نظامات کی نئی صورت اُن کی پُرانی حالت سے پیدا نہیں ہُوئی ہے۔ ایک نہایت ہی عاجلانہ اور جلد بازانہ فیصلہ ہے۔ یہ ہمارے علم کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اور اُمید ہے کہ حکماء کی آنیوالی نسلیں وہ پردہ اُٹھا دینگی جو بظاہر قدرت کے اس فعل کو چھپائے ہُوئے ہے! ارتقاء کے دور میں ہر ایک ایسی اہم منزل پر جبکہ نشوونما ایک نئی سمت اختیار کرتی ہے مادہ بالکل نئے خصائص و شمائل سے متصف ہو جاتا ہے۔ اصل نمو، اضطرارات، جذبات اور تمیز جن کو عرف عام میں جان، معرفت اور رُوح کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا نئی سمت کے مختلف امتیازی نشانات ہیں۔ گو ان کا وجود دفعتہً ظہور میں آیا ہو۔ اور ان کی پیدائش طبعیات و کیمیا کی اصطلاحات میں بیان نہ کیجا سکتی ہو لیکن پیدا وہ اس مادہ سے ہوتے ہیں۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ جان یا رُوح جسم کے اندر سے پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ باہر سے داخل ہوتی ہے۔ تو ان تحریکات کی توجیہ کسطرح کیجائیگی جو پہلی دفعہ نظام نامی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ وہ بھی خصائص کے لحاظ سے جان اور مادہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ وہ دونوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور اعمال ترکیب زندگی میں امداد دیتے ہیں۔ کیا ان کے متعلق بھی یہی کہا جائے کہ وہ باہر سے داخل ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی ویسی ہی خصوصیات رکھتے ہیں۔ جن کی وجہ سے جان اور رُوح کو خارجی چیزیں مانا گیا ہے۔ آج تک کسی نے یہ خیال ظاہر نہیں کیا۔ سب نے ہمیشہ سے تسلیم کر رکھا ہے۔ کہ تحریکات و جذبات جسم سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ حیوانی اضطرارات و انسانی جذبات میں فرق صرف مدارج کا ہے خصائص وہ ایک سے رکھتے ہیں۔ جسم انسانی میں فطری تحریکات شخصی معرفت سے متصف ہو جاتی ہیں۔ کیا شخصی معرفت ہی حقیقتہً وہ شے نہیں جس سے تمیز انسانی جو رُوح کی صفت خصوصی ہے پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر تمیز کی اصل شخصی معرفت کو قرار دینا درست ہے جو انسانی جذبات کا مجموعہ ہے۔ اور اگر ہمارے جذبات حیوانی تحریکات کی صورت اولے میں مختلف نباتات نامی وغیرہ نامی سے جو جان کے تسلط سے مخصوص ہو جاتے ہیں پیدا ہوتے ہیں۔ تو کیا کچھ جسم رُوح کی ماں نہیں ہے +

رُوح ایک صانعِ خبیر ہے

انسانی نشوونما کے لئے جو کام رُوح کرتی ہے وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ جب جسمانی خواہشات انسانی رُوح کے راستہ میں حائل نہ ہوں۔ تو یہ ہمارے جسم میں صرف صنعت گری کی ایک قوت خبیر ہے۔ جو جذبات سفلی سے اعلے اخلاق و رُوحانیت پیدا کرتی ہے۔ ان جذبات سفلی کو بلند کر کے اخلاق کے درجے تک پہنچایا جاتا ہے۔ اور جب اخلاق کی تہذیب و تربیت اعلے درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو اس سے رُوحانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اخلاق سے یہ مُراد نہیں کہ جذبات و تحریکات کو فنا کر دیا جائے۔ اخلاق کا منشا یہ ہے۔ کہ ان کو قابو میں رکھ کر ان میں اعتدال قائم کیا جائے۔ اور ان کو مناسب مواقع پر استعمال میں لایا جائے۔ یہ کام رُوح کرتی ہے پس رُوح ایک ذریعۂ صناع ہے جو حیوان کو انسان کامل بناتی ہے۔ اس کا فرض اعلیٰ یہ ہے۔ کہ ہمارے جذبات کے مفید و مُضر خصائص میں ایسی تمیز کرے جس میں غلطی کا احتمال نہ رہے۔ اور ہماری آئندہ ترقی کے لئے اول الذکر صُورت کو قبول اور موخر الذکر کو رد کر دے۔ کیا رُوح وہی کام نہیں کرتی جو جان نظام نامی میں کرتی ہے۔ جس طرح جان ہماری ہستی کے جسمانی حصہ کی تعمیر میں مادہ کا نظم و نسق کرتی ہے۔ اسی طرح رُوح ہماری فطرت کے اخلاق و رُوحانی حصہ کی نشوونما میں ایک دوسری قسم کے مادہ کا انتظام کرتی ہے۔ ان کا کام ایک ہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ ہمارے لئے راز سربستہ ہے تاہم جو عمل وہ کرتی ہے اسکے لحاظ سے ہم اللہ تعالے کے حکم کا مظہر قرار دے سکتے ہیں جس کے ماتحت انسان جو مختلف قوٰے سے متصف ہے۔ ان کو قوٰے کی تکمیل کرتا ہے۔ قرآن کریم میں جو لفظ ربّ آیا ہے۔ یہ جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے اللہ تعالےٰ کے اسماء میں سے ایک ہے۔ اور اس کے معنی پیدا کرنیوالا۔ قائم رکھنے والا اور ترقی دینے والا ہیں۔ پس انسان کو اپنے ربّ کے حکم کے ماتحت جس نے اس میں مختلف قوٰے پیدا کیئے ہیں اپنے آپ کو ترقی دینا ہے۔ اور یہ حکم رُوح کے توسل سے عمل میں آتا ہے یہ راز قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت ہم پر منکشف کرتی ہے:-

یسئلونک عن الروح ۖ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ تم سے لوگ رُوح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ رُوح بھی میرے پروردگار کا ایک حکم ہے۔ اور تم لوگوں کو اسرار الٰہی میں سے بس تھوڑا ہی سا

علم دیا گیا ہے (سورۃ بنی اسرائیل آیہ ۸۵)

یعنی جان اور رُوح جسم انسانی میں تھے تعمیری ہیں۔ اول الذکر ہماری مادی اور آخر الذکر رُوحانی تعمیر کرتا ہے۔ لیکن یہ دونوں باہر سے ہمارے جسم میں داخل نہیں ہوتیں۔ وہ مادے کی ارتقاء کی خاص مراحل پر پیدا ہو جاتی ہیں +

امر واقعہ یہ ہے کہ کائنات کا ہر ایک ذرہ اپنے اندر وہ خصائص رکھتا ہے جو رُوح انسانی کی تعمیر کے لئے ضروری ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جس کے چہرے پر سے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات بالکل پردہ اُٹھا دیتی ہیں:-

ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ثم جعلنہ نطفۃ فی قرار مکین ۰ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظما فکسونا العظم لحما ثم انشانہ خلقا اخر فتبارک اللہ احسن الخالقین ۰ ثم انکم بعد ذلک لمیتون ۰ ترجمہ۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔ پھر ہم ہی نے اسکو حفاظت کی جگہ یعنی عورت کے رحم میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی۔ پھر ہم نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا پھر آخر کار ہم ہی نے اسکو گویا بالکل دوسری ہی مخلوق کی صورت میں بنا کھڑا کیا۔ پس مبارک ہو ذات اللہ تعالیٰ کی جو سب سے بہتر خالق ہے۔ پھر اسکے بعد تم کو مرنا ہے سورۃ المومنون آیت ۱۲ تا ۱۵)

مندرجہ بالا آیات سے بوضاحت پتہ لگتا ہے۔ کہ جسد انسانی اول زمین ہی مٹی کے ست سے بنایا گیا۔ اور جیسا کہ قرآن کریم ایک اور مقام پر فرماتا ہے کہ زمین ایک گیس کے جلنے سے پیدا ہوئی اسیطرح ایک اور مقام پر قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے کہ یہ کُرۂ ارض اول اول حالت سیال میں تھا۔ اس مسئلہ پر مزید بحث کرنا ہمیں اصلی مبحث سے بہت دور لیجائیگا جس کی ضرورت نہیں۔ پس ہم اسیقدر کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی رُو سے کُرۂ ارض مادہ کی ایک ارتقاعی حالت ہے جو جلتی ہوئی گیس سے پیدا ہوئی ہے۔ اور انسان کی

پیدائش مابعد کے ارتقائی عمل کا نتیجہ ہو مختلف منازل ارتقا کے ذکر میں مندرجہ بالا آیات میں دو حروف عطف ثمّ اور ف استعمال ہوئے ہیں۔ اوّل الذکر عربی میں اس جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں کسی خاص فعل کے دو مدارج یا مراحل کے درمیان کوئی وقفہ یا مدت واقع ہو۔ اور آخر الذکر اس جگہ جہاں ایک مرحلہ دوسرے مرحلے کے بعد بغیر وقفہ کے آئے۔ اسی وجہ سے آیات مندرجہ بالا میں سلالۃ من طین اور نطفۃ کے درمیان جو ایک دوسرے سے بہت فاصلہ پر پڑے ہیں ثمّ آیا ہے۔ لیکن نطفہ کے قرار پکڑنے سے گوشت بننے تک ایک مرحلہ کو دوسرے مرحلہ سے ملانے کے لئے فا کا حرف استعمال ہوا ہے۔ اس کے بعد پھر ثمّ حرف عطف آیا ہے جبکہ نطفہ گوشت اور ہڈیوں کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اور اس منزل میں دور ہے جبکہ اس میں روح آجاتی ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ ثمّ انشانٰہ خلقاً اٰخر میں اس نئی صورت ہستی کی طرف اشارہ ہو جو انسان اختیار کرتا ہے لیکن یقیناً یہ نئی صورت باہر سے ہم میں داخل نہیں ہوتی۔ بلکہ ہماری ذات میں مضمر ہے +

یہی ایک خیال کہ روح اور جسم ایک نہیں بلکہ دو متفرق ہستیاں ہیں مختلف مذاہب کے فقہائے فلاسفہ میں لاانتہا اختلاف آراء کا باعث ہوا ہے۔ جس سے انسانی بہبودی میں بہت نقص واقع ہوا ہے۔ اسی قسم کا ایک اور خیال تناسخ یعنی آواگون کا مسئلہ ہے۔ ان مسائل نے لوگوں کو مدتوں پریشان رکھا ہے۔ کہ یوگ کہا رہ۔ رہبانیت اور دیگر لایعنی و غلط ریاضتوں سے اطمینان قلب کی جستجو کریں۔ ان کا خیال تھا کہ روح اور جسم کسی قسم کی مشارکت نہیں رکھتے بلکہ جسم نے روح کو گرفتار کر رکھا ہے۔ اور حقیقی نجات یہ ہے کہ روح کو اس غلامی سے آزاد کیا جائے۔ ہر قسم کے انسانی جذبات کو پامال کرنا بڑا ہی مستحسن سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم روئے زمین پر گروہ انسانی کے مختلف طبقات میں طرح طرح کی رہبانیت پاتے ہیں۔ یہ بھی اس تعلیم کا جو مذہب کے ساتھ منسوب کیجاتی ہے ایک بھاری نقص ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا منشا یہ ہے کہ تمام دنیاوی تعلقات کو منقطع کر دینا ہی سفلی جذبات و خواہشات کو پامال کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ لہذا سرچشمۂ راحت جاودانی تک پہنچنے کا یہی ایک بے داغ راہداری ہے۔ یعنی روحانی پاکیزگی کا حصول تمام دنیاوی تعلقات کو قطع کرنے سے ہی ممکن سمجھا گیا۔ جو صریحاً

لاف فطرت عقیدہ ہے۔ پس یہ عقیدہ کہ رُوح اور جسم دو مختلف ہستیاں ہیں مختلف قسم کی رہبانیتوں کا بانی ہوُا۔ اور رُومی کلیسیا نے خانقاہوں کا سلسلہ بھی رُوحانی بہبودی کے لئے جاری لیا جس کے ساتھ تجرد ایک لازمی شرط قرار پائی۔ ایسی طریقتیں کبھی بھی اعلےٰ اخلاق کی تربیت گاہ ثابت نہیں ہوئی ہیں بلکہ برخلاف اس کے ان سے اخلاقی امراض پیدا ہوئی ہیں اور یہ سلسلے تہذیب و تمدن کی ترقی کے راستے میں رُکاوٹ کا باعث ہوتے رہے ہیں +

بعض نجوم ممنوعہ

میں پھر اب اصلی مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مادہ اپنی ہر ایک ارتقائی منزل پر اپنی آیندہ ترقی کے لئے اپنی خوراک ارتقاء مادی کی اس صورت سے حاصل کرتا ہے۔ جو سلسلہ ارتقاء میں اس سے نیچے درجہ پر واقع ہو۔ جہاں عالم نباتات حیوانات کو اُن کی غذا کا اکثر حصہ بہم پہنچاتا ہے۔ وہاں حیوانات بھی کسی نہ کسی صورت میں انسانی دسترخوان پر آکر نہایت اعلےٰ غذا بہم پہنچاتے ہیں۔ اس طرح ہر ایک عالم آیندہ عالم کی پیدائش کے لئے بطور بنیاد کے خدمت کرتا ہے۔ بالخصوص اس مادہ میں جو ایک ارتقائی حالت کو اس سے نچلی حالت سے نمایاں تمیز و تفریق کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر جو چیز دو ارتقائی حالتوں میں جو ایکدوسرے سے اُوپر نیچے ہوں تفریق کرتی ہے۔ مزید ترقی کو عمل میں لانے کیلئے بطور بنیاد کام کرتی ہے۔ آیندہ عالم میں جو عنصر نیا ہے وہ اس چیز سے پیدا ہوگا جو اس آنے والے عالم سے ملحقہ نچلے عالم میں اور موخر الذکر سے نچلے عالم میں وجہ امتیاز ہے نباتات کی نہایت ہی ترقی یافتہ صورتوں میں حرکت کی قوت پائی جاتی ہے۔ جو ترقی پاکر عالم حیوانات میں اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ لیکن معرفت طبعی حیوانی زندگی کا امتیاز خصوصی ہے معرفت طبعی متعدد تحریکات و اضطرابات سے بنتی ہے۔ جو انسان اور حیوانات سے کلی میں مشترک ہوتی ہیں۔ یہ تحریکات نظم حیوانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور عالم نباتات اور عالم حیوانات میں وجہ امتیاز ہیں۔ اور جسم انسانی میں مزید ترقی کے لئے بطور تعمیری مسالہ کے کام کرتے ہیں۔ یہ جذبات بعض حیوانات میں کامل طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں لیکن حیوان کو انسان بنانے کیلئے ضروری ہے کہ ان جذبات کی تہذیب و تربیت کیجائے۔

اور ان کو حد اعتدال میں رکھا جائے یہ بجز سلیم الطبع کے لیکن یہ اسکی اخلاقی خوبی نہیں ہے۔ بلکہ ایک فطری تحریک ہے جس کو اصلی اخلاق کا جامہ پہنانے کیلئے اعتدال پر لانے کی ضرورت ہے۔ درندے تندی اور بہادری کا اظہار کرتے ہیں۔ اور نباتات خور حیوانات عموماً حلیمی و بزدلی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر اونٹ اپنی بلندی پر غصہ کا اظہار کرتا ہے تو گائے بھی یہی جذبہ پورے طور پر رکھتی ہو۔ اور اگر جذبہ کو اعتدال کے ساتھ عمل میں لایا جائے تو یہی حلیمی اور انکساری بن جاتی ہے۔ سُوَر شہوت نفسانی کا مجسمہ اور ارذل ترین فطرت کا مظہر کامل ہو۔ یہ حیوانات ایک مادہ کے مختلف مرکب ہیں لیکن شکل اور جذبات کا فرق اس اندازے اور تناسب کے فرق سے پیدا ہوتا ہے جس سے ان کے اصلی عناصر منتخب ہوچکے ہیں پس حیوانی زندگی میں عناصر کی ہر ایک مختلف ترکیب مختلف جذبات پیدا کرتی ہے اور جہاں کہیں بھی وہ ترکیب موجود ہوگی وہی جذبات اس سے پیدا ہونگے۔ لہذا ان جانوروں کا گوشت جن میں جذبات اپنی بدترین صورت میں ظہور پاتے ہیں۔ انسانی خوراک کا جزو نہیں بننا چاہئے۔ ان حیوانات کے اخلاق جن کا ہم گوشت کھاتے ہیں ہمارے اخلاق پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مذاہب نے بعض جانوروں کا گوشت لحوم ممنوعہ کے زمرے میں داخل کردیا ہے +

الغرض ان مختلف تحریکات و جذبات کو جو حیوانی اجسام میں ترقی پاتے ہیں اعلیٰ اخلاق حسنات تک رفعت دینے کی ضرورت ہے نہ صرف امن عامہ پیدا کرنے کیلئے بلکہ اصلی انسانیت پیدا کرنے کے لئے جو اپنے کمال پر پہنچ کر مزید ترقی یعنی حیات بعد الموت کیلئے بطور بنیاد کے کام کرتی ہو لیکن رفعت دینے کا فعل ہمارے علم متعلق اندازۂ اعتدال پر منحصر ہے۔ جو مختلف صورتوں میں سالمات کی انکی ہر ایک منزل ارتقاء میں جو وہ اقل المخلیقہ ذرات سے انسانی جسم تک پہنچنے میں طے کرتے ہیں رہنمائی کرتا ہے۔ اگر قوت صناعی اس اندازہ کو مفید و مضر میں تمیز کرلے بیں نا دانستہ اپنے سامنے رکھتی تھی اس سے عرج واقع نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ انسانی جسم تک پہنچنے تک نشو و نما غیر مدرک تھی۔ لیکن انسانیت اپنے ساتھ ایک نیا مقام آغاز لاتی ہے۔ یعنی صرف طبعی سی ترقی کرکے کچھ پیدا

کرتا ہے۔ اور ضرور ہے کہ قوت صناعی دانستہ اور تدبر کے ساتھ کام کرے۔ اور کسی نہ کسی قسم کی معرفت اسکی رہبری کرے یعنی ذات باری تعالےٰ الہام کے ذریعہ اسکی یاوری کرے۔ اگر بارش مادی صورت میں اوپر سے اسلیئے آتی ہے کہ مادی نظام کی تعمیر کیلئے جان پیدا کرے جو انسانی جسم میں پہنچ کر تکمیل پاتی ہے۔ مزید ترقی جو عقلی اور روحانی ہے۔ ایک روحانی بارش چاہتی ہے۔ پس قرآن کریم اپنے آپ کو اور دیگر کتب مقدسہ کو بارش سے تشبیہ دیتا ہے۔ اس مضمون پر آیندہ بحث ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ +

فلسفہ کا مذہب

(رقمزدہ جناب غلام مصطفےٰ خانصاحب بی۔ اے علیگ)

نوع انسان کی تہذیب و تربیت میں فلسفہ نے ہمیشہ ایک اہم حصہ لیا ہے۔ اس نے زندگی کے رازِ سربستہ پر ایک نظرِ غائر ڈالی ہے۔ اور اس نے راز زندگی کو کم و بیش بسر کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ ازمنۂ قدیم کے ہندو فلسفہ نے ہندو قوم کو زمانۂ گذشتہ میں عظمت و جلال کے آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ اور جب ہندو فلسفہ کی مشہور چھ طریقوں کا بلند ہ سرد ہوا۔ تو اس قوم کا جلال بھی خاک میں ملگیا۔ بعینہ سلطنت رومہ کی عظیم الشان عمارت کی بنیاد فلسفۂ جبریہ پر تھی۔ اس فلسفہ کا مرکزی اصول زندگی کے رنج و راحت سے کُلّی بے اعتنائی تھا۔ یہ مسئلہ ہندو فلسفہ کے مسئلہ مایہ سے کسیقدر مشابہ تھا جس کی تعلیم یہ تھی کہ جو چیزیں ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں وہ از خود کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ بلکہ انکی ہستی محض ہمارے وہم اور ہمارے تخیل کا نتیجہ ہے۔ فرقۂ جبریہ کا عقیدہ تھا کہ زندگی کی رنج و راحت سوائے وہم کے اور کچھ نہیں جس کو ہمارا دماغ خود پیدا کرتا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ امرِ واقعہ کے خلاف تھا۔ لہذا عملی زندگی کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں تھا سینیقہ نے جو فلسفۂ جبریہ کا بہت بڑا شارح گذرا ہے اگا اس کی تعریف اور تمول کی مذمت میں ایک مقالہ لکھا تھا لیکن وہ خود اس قدر متمول تھا کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا متمول انسان

ہوا ہو۔ وہ غربا کی کم مایہ جھونپڑیوں کی تعریف کرتا تھا لیکن اس کے اپنے عظیم الشان محلات آسمان سے باتیں کرتے تھے۔ وہ گمنامی کو سراہتا تھا لیکن خود عملاً سلطنت روما کے تخت کا اُمیدوار بنا ہوا تھا یعنی اس کا تمام فلسفہ تصنع اور بناوٹ محض تھا۔ یا تو یہ فلسفہ اسکی زبان پر تھا۔ یا اسکی کتابوں میں۔ لیکن عمل میں کبھی نہ آیا۔ اُسکی عملی زندگی پر اس فلسفہ کا کوئی اثر نہ تھا۔ اس لئے کسی دوسرے پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا تھا حقائق زندگی محض تخیل کے زور سے مٹائے نہیں جا سکتے۔ جبریانہ چرب زبانی خواہ کتنی ہی ہو ایک بیوہ کو اس بات کا یقین نہیں دلا سکتی کہ اسکے پیارے خاوند کی افسوسناک موت سے جو اسکے راحت و خوشی کا سرچشمہ تھا۔ اسکو کچھ نقصان نہیں پہنچا ہے۔ قصہ مختصر عہد ظلمت کا یہ پرانا فلسفہ صرف طبیعت کو خوش رکھنے کے لئے تھا۔ اور اس قابل نہ تھا کہ عملی زندگی میں اس کو کام میں لایا جائے +

بیکن کے فلسفۂ جدید نے پُرانے فلسفہ کو بیخ و بُن سے اُکھیڑ ڈالا۔ اس سے ایک نئی روشنی اور تعقل کی ایک نئی قوت پیدا ہوگئی ہے۔ اس کا منشاء ہے کہ ہمیں صرف مشاہدہ پر یعنی ان چیزوں پر جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اعتبار کرنا چاہئے۔ یعنی اس لحاظ سے اس میں اور فلسفہ قدیم میں جس کی بنیاد تخیل اور تعریض پر تھی تضاد کُلی ہے۔ لیکن یہ نئی قوت بھی اخلاق انسانی کے بنانے میں ناکارہ محض ثابت ہوئی ہے۔ مثلاً اتفاق سے آدمی کی دونو ٹانگیں ضائع ہوگئی ہیں فلسفۂ جدید اس مصیبت خیز حادثہ کے نتائج کا تجزیہ کریگا۔ وہ بیچارہ آزادانہ چل پھر نہیں سکیگا۔ اس کا وجود سوسائٹی پر ایک بے فائدہ بوجھ ہوگا۔ اسکے عزیز و اقارب اسکو نظر حقارت سے دیکھینگے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ اسکی زندگی مصائب و تکالیف کا مجموعہ ہوگی۔ کیا اس قسم کے خیالات اسکی زندگی کو اور بھی تلخ نہیں کر دینگے۔ اور اگر ہماری عامیانہ نظر کے پرے کچھ نہیں۔ اگر ہم صرف اسی لئے پیدا ہوئے ہیں۔ کہ گذر اوقات کریں کھائیں پیئیں بکواس کریں۔ اور مر جائیں تو یقیناً یہ زندگی اس قابل نہیں کہ اسے بسر کیا جائے۔ میرے خیال میں یہی وجہ ہے۔ کہ یورپین ممالک میں اسقدر خودکشیاں ہوتی ہیں۔ المختصر بیکن کا فلسفہ بالکل مادی ہے۔ اور انسانی فطرت کے روحانی حصہ کیلئے باعث اطمینان نہیں۔ قسمتی سے جہانتک اور انسانی اخلاق کا تعلق ہے بیکن نے خود نہایت بکردہ تعریفیں کیا ہے

فلسفۂ اسلام اعتدال کا زریں راستہ پیش کرتا ہے۔ یہ فلسفہ زندگی کی حقیقی تکالیف سے آنکھیں بند نہیں کرتا۔ اور نہ ہی یہ سکھاتا ہے کہ انسانی زندگی کا مدعا و منشا یہی دنیا ہے یہ نہ تو ہیگن کے فلسفہ کی طرح تخیل اور تحریکات سے بالکل معرا ہے۔ اور نہ ہی سینیکا فلسفہ کی طرح سرتاسر خیالی اور نظری ہی ہے۔ فلسفۂ اسلام زندگی کو وہی کچھ سمجھتا ہے جو کہ وہ اصل ہے یعنی واقعات و اتفاقات اور رنج و راحت سے پُر۔ لیکن یہ عاقبت سے انکار نہیں کرتا۔ یہ فلسفہ زندگی کو ایک امتحان یعنی ایک بھٹی سمجھتا ہے جس میں انسانی دھات کو پرکھا جاتا ہے۔ ہماری موجودہ زندگی آنے والی زندگی کی ایک منزل ہے۔ اور ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم اس زندگی میں دیانت و امانت کے ساتھ کام کریں۔ تاکہ دوسری زندگی میں اچھی فصل کاٹ سکیں پس یہ دنیا ہمارا منتہا آخری نہیں ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ یہ دنیا اس آخری مقصد کے حصول کے لئے ذرائع پیدا کر دیتی ہے۔ یہ ہے فلسفۂ اسلام اور اس نے نوع انسان کے اخلاق پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔ اسی عملی فلسفہ کا نتیجہ تھا۔ اور اس کے سامنے شاندار اور پُرامید مستقبل ہے۔ کہ عرب قوم قعر ذلت و افلاس سے اُٹھ کر تہذیب و ثروت کے آسمان پر جا پہنچی ✦

القرآن

(از قلم جناب مارمیڈیوک پکتھال صاحب نومسلم)

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ

چند روز ہوئے مجھے ویسٹ انڈیز سے ایک شخص کا خط ملا جس میں میرے اُس لیکچر کیطرف اشارہ ہے جو میں نے کچھ عرصہ ہوا مذہبی صداقت کے متعلق دیا تھا۔ اس چٹھی میں نہایت سختی سے کام لیا گیا ہے۔ نویسندہ گویا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ وہ مجھے مکّار اور جھوٹا رہنما کہہ کر بدنام کرے۔ چونکہ وہ اتفاق سے مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے تشبیہ دیتا ہے۔ میں اس پر خوش اور رضامند ہوں لیکن اسے یہ دھوکہ لگا ہوا ہے۔ کہ قرآن مجید انجیل کی نقل ہے اور اس دنیا کی گئی ہے۔ وہ اس کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ ایک دھوکہ ہے جو دنیا پر ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اس پر کوئی سمجھدار شخص اعتقاد

نہیں رہ سکتا۔ لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک دنیا میں بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو نوشتہ خط ندکور کی طرح قرآن شریف کو نعوذ باللہ ایک ایسی دھوکہ دہ کتاب خیال کرتے ہیں۔ جس کی خوبیاں لقول ان کے دوسری کتابوں سے اُڑائی ہوئی ہیں۔ اور جو ہمارے پیارے رسول صلعم کی اس قسم کی عزت کرنے کے بجائے جو دنیا کے بڑے بڑے محسنوں کی ہونی چاہئے باوجود اس کے کہ سمجھدار لوگ انھیں محسن قرار دیتے ہیں۔ آپ کی نسبت خیال رکھتے ہیں۔ کہ آپ نے لوگوں کو دیدہ و دانستہ دھوکہ دیا تاکہ اپنے لئے عظمت اور بزرگی حاصل کریں۔ یہی رائے عیسائی کلیسا کی صدیوں تک چلی آئی ہے اور میرے خیال میں سرکاری کاغذات میں بھی اسی قسم کا اظہار رہتا ہے۔ لیکن جدید سائنس کی نکتہ چینی نے اس قسم کے خیال کا خوب قلع قمع کیا ہے +

قرآن شریف کو پرانے کتب مقدسہ کی نقل خیال کرنے کی نسبت میرا جواب یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ دنیا کی کسی کتاب کو تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ فرقان مجید میں کہیں کہیں توریت و انجیل کی باتیں درج ہیں اور یہودیوں کی تاریخ اور حضرت مسیح کے سوانح کی طرف اشارہ ہے لیکن نکتہ چینی کے قاعدہ کی رو سے جس کا کوئی علم ہے تلمیحات و اشارات چوری کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ان قصوں اور واقعات کا چرچا جن کا اشارہ قرآن میں ہے۔ اس وقت مکہ میں عام طور پر لوگوں میں تھا۔ اسلئے قرآن میں ان کا ذکر ایک خاص اور بالکل نئے اور اہم مضمون کی تشریح کیلئے کیا گیا ہے۔ پس کسی جگہ اور کسی زبان میں اسکی مثال نہیں۔ اللہ تعالے کی عظمت اس کے فضل و کرم اور اس کے انتہا قدرت کو ایسی شائستگی۔ اور پھر اور اور مؤثر طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور ان قوانین کو جو انسان کی دنیا اور آخرت میں رنج و راحت۔ اور اخلاقی اور روحانی زندگی کے متعلق ہیں ایسی صفائی سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی ملک کی زبان میں بھی اسکی نظیر نہیں ملتی۔ اور آپ کے ہر ایک لفظ سے صداقت ٹپکتی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ جس شخص پر یہ الزام ہے کہ اس نے سب کچھ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے لیا ہے۔ اس نے اپنی تمام عمر میں ان کتابوں کو نہیں پڑھا۔ دشمنان اسلام کہتے ہیں کہ رسول اکرم کو ایک عیسائی درویش علیحدگی میں آپ کی مرغوب خاطر تصنیف میں مدد دیتا تھا۔ لیکن مذکورہ بالا درویش نے حضرت محمد کو شام میں صرف ایک دفعہ دیکھا تھا۔ جبکہ وہ ابھی لڑکے تھے۔ اور اپنے چچا کے ساتھ وہاں گئے تھے۔

اور وہ درویش قرآن کے نازل ہونے سے کئی سال پیشتر مر چکا تھا۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس ورقہ بن نوفل تھا جو کہ تمام یہودی کتب مقدسہ میں ماہر تھا۔ ورقہ نے البتہ محمد صلعم کو اس بات کی مبارکباد دی کہ وہ اپنی قوم کیلئے رسول ہو کر آئے ہیں لیکن اس کے چند یوم بعد ہی وہ مر گیا جبکہ پیغمبر عرب کی اس وقت تک کسی قسم کی شہرت نہ ہوئی۔ اور قرآن کے بھی ابھی چند ہی الفاظ نازل ہوئے تھے۔ یقیناً ان الفاظ کا یقیناً کسی دنیاوی ماخذ سے تعلق نہ تھا۔ پہلی بات جو ایک بے تعصب محقق کے دل میں قرآن پڑھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے وہ کتاب اللہ کا تسلیم کردہ جلال و رعب ہے۔ جو اس کے ہر ایک لفظ سے ٹپکتا ہے اور جو ایسے کلام میں نظر نہیں آتا جو سچا نہ ہو۔ اور آخر شخص اس کے ختم کرنے کے بعد وہ حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ یہ خیال کر کے کہ کس روز سے اور کس بسط کے ساتھ انسان کی زندگی کی چھوٹی باتوں کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں۔ اور قادر مطلق کے جلال و ہستی کی نسبت علم دیا گیا ہے جس کی جھلک کتاب اللہ سے نکلتی ہے میرے خیال میں اس بات کو وہ شخص بھی محسوس کریگا۔ جو قرآن کے غلط تراجم کا ہی مطالعہ کرے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کوئی بھی ترجمہ جو میں نے دیکھا ہے قابل تعریف نہیں۔ کیونکہ جامع زبان کا کسی تشریح کرنیوالی زبان میں لفظی ترجمہ کرنا اور پھر اصل عبارت کا زور قائم رکھنا ایک ناممکن امر ہے۔ قرآن شریف کے مترجمین میں سے اکثر عربی زبان کے عالم و فاضل ہوئے ہیں جن کے دماغ میں بجائے اس کے کردہ تمام عبارت کے معنوں پر غور کرتے۔ چند ایک الفاظ کے خاص معنے کئے ہوئے تھے۔ جو موجب اشکال ہوتے ہیں۔ بعض الفاظ عربی کے ایسے ہیں جن کا انگریزی میں ترجمہ لمبی چوڑی تشریح ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور ایسی تلمیحات بھی ہیں۔ جن کی تشریح کی اہل مشرق کو ضرورت نہیں لیکن انگریزی زبان ان کے سمجھنے کے لئے طول و طویل شرح کا محتاج ہے۔ اسی لئے کتب مقدسہ کے تراجم نثر میں ہوتے ہیں۔ اور ان میں لفاظی سے کام لیکر انہیں سچور کر دیا جاتا ہے۔ مگر قرآن کی عبارت بہت مختصر۔ فصیح اور نظم کے رنگ میں ہے۔ لیکن بعض ترجمے تو ایسے بُرے ہیں اور بہت سی تشریحات ایسی احمقانہ ہیں کہ میرے نویسندہ خط کی طبیعت کے لوگ صرف آنکھ سے ان کو دیکھتے ہیں لیکن پڑھتے ہیں قابل معافی ہیں۔ اگر وہ قرآن کی نسبت یہ خیال کریں کہ وہ دیگر کتب مذاہب کی ایک بھدی نقل ہے۔ اگر وہ بُرے سے بُرے ترجمہ کو بھی ذرہ

غور سے پڑھیں تو وہ یقیناً اپنی رائے تبدیل کر دینگے۔ اور انہیں گیٹی نامی مصنف کی طرح
قرآن میں الہام کی قوت نظر آئیگی۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہر ایک شخص گیٹی کی طرح ذہین نہیں۔ اور
اکثر تو ایسے ہیں کہ وہ سوچ بچار کرنے سے بھاگتے ہیں۔ میں آج قرآن شریف پر ان لوگوں
کے اعتراضات یا بالفاظ دیگر اتہامات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو اُسے تعصب کی نظر
سے پڑھتے ہیں۔ ایک کتاب میں نے دیکھی ہے۔ جو ایک پادری صاحب کی تصنیف کردہ
ہے۔ اور جس کا نام اگر میں غلطی نہیں کرتا سورسنز آف دی قرآن (سرچشمہ قرآن) ہے
جسمیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن میں کوئی بھی بات نئی نظر نہیں آتی فقط
اسمیں قصے کہانیاں اور اس وقت کی مذہبی کتابوں مثلاً سنٹ برنابس اور آلوسنز کی
انجیلوں یا تالمود اور دیگر یہودیوں کی کتابوں کے خیالات جمع ہیں۔ اور ان کے ساتھ
مکہ کے عربوں کی پُرانی روایات بھی ہیں۔ مگر ان سب کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے آقا
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نیک نیتی پر حملہ کیا جائے۔ اور ثابت کیا جائے
کہ آپ جعل کے مُرتکب ہوئے ہیں۔ تاکہ اپنی ذاتی ہوس وعروج کی خاطر ایک نیا
مذہب ایجاد کریں۔ اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اول تو تمام قصے جن کی نسبت کہا جاتا ہے
کہ قرآن نے ادھر اُدھر سے جمع کئے ہیں مکہ میں زبان زد خلائق تھے۔ اور وہ ایسا وقت تھا
جبکہ بہت ہی کم لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد
صلعم خود بھی پڑھ نہ سکتے تھے۔ اور آپ کے پاس ایسا کوئی شخص نہ تھا جو آپ کے لئے
اس قسم کا مسالہ بہم پہنچاتا جو بعض کے خیال میں قرآن میں موجود ہے۔ رسُول اکرم صلعم کے قول و
فعل کسی سے پوشیدہ نہ تھے۔ ان کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا تھا۔ آپکے ارد گرد ہمیشہ
ایک انبوہ کثیر آپ کے حالات کو دیکھنے والا تھا۔ جو آپ کی کامل صداقت پر شہادت دیتا
ہے۔ اور قرآن کو کلام الٰہی تسلیم کرتا ہے۔ اگر سُورتوں کے تیار کرنے اور ترتیب دینے میں
آپ مصروف رہتے تو یقیناً اس کا ذکر ان سابقین سے پہلے ایمان لانیوالوں کی شہادتوں
میں ہوتا جو آپ کو انسان کیلئے اُسوۂ حسنہ خیال کرتے تھے۔ اور آپ کے حالات اور
طرز عمل کی باریک ترین باتیں بھی یاد رکھنا مشکل اور غیر ضروری خیال نہ کرتے تھے لیکن کہیں

بھی اِس قسم کا تذکرہ نہیں۔ اور نہ سورتوں کی تیاری کہیں نظر آتی ہے۔ قرآن خواہ اُسے پڑھ کر کچھ ہی خیال پیدا کیا جائے بہرحال عقل اور نقل سے بالاتر ہے۔ اور رسول صلعم کی زبان پر بحالت غشی وحی جاری ہوا ہے۔ قرآن کی صداقت اور صفائی استدلال سے جو اس کے ہر ایک صفحہ پر نمایاں ہے لوگوں نے اس کے متعلق یہ غلط خیال پیدا کر لیا ہے کہ وہ تصنیف کردہ ہے۔ کیونکہ وہ اِن سب رویا بینوں کی تصانیف سے بالکل مختلف ہے جنمیں بے سر و پا اور عجیب خیالی باتیں پائی جاتی ہیں مثلاً اوہی لیشن یا عبرانی پیغمبروں کی کتب۔ قرآن شریف ایک معجزہ ہے خواہ ہم اُسے علم ادب یا علم الہیات یا مذہب کے نکتۂ خیال سے دیکھیں۔ اگر اسکے ظہور کا وقت اور مقام کا خیال کریں اور حضرت رسول کریمؐ کی زندگی اور آپؐ کی تعلیم کو مدنظر رکھیں تو میرے نزدیک ممکن نہیں کہ اس کی ہستی کے وہ ذرائع خیال کئے جائیں جو ہم فانی لوگ عام طور پر خیال کرتے ہیں وہ بے ٹھکانا پن جو دوسروں کے الہامات میں دیکھا جاتا ہے اور جس سے بعض لوگوں کو تسکین اور خوشی حاصل ہوتی ہے البتہ قرآن میں نہیں۔ دوسری کتابوں میں رویا یا آئندہ کا خیال دھندلے طرز پر اور بڑی بے ترتیبی سے لکھا ہے لیکن اسمیں بڑی صفائی کے ساتھ۔ ان میں ان دھوئیں کے بادلوں کی خوبصورتی ہے۔ جو اس آگ کی روشنی سے چمکتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتی لیکن قرآن خود روشن آگ ہے۔ وہ لوگ جو ان بے جوڑ باتوں کا نام تصوف رکھتے اور بعید العقل خیال کرتے ہیں۔ اِس امر کی شکایت کرتے ہیں کہ قرآن میں بالکل روزمرہ کی اور عملی باتیں ہیں۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ یہی سب سے زیادہ پُراز تصوف کتاب ہے۔ روحانی امور میں حقیقت اور عملی رنگ کا ہونا ہی رویا کی صفائی کا ثبوت ہے۔ قرآن شریف میں روحانی نقشہ نہ تو بے ترتیب اور نہ دھندلا ہے۔ شروع سے اخیر تک حقیقت اور اصلیت سے [illegible] ایک جگہ میں لکھا پایا ہے کیونکہ ہماری ہستی معدوم ہے۔ اگر خدا اسکا خاص فضل نہ ہو۔ [illegible] کی روشنی میں جو صاف صاف نظر آ رہی ہے۔ لوگوں کے بُرے افعال اور گستاخانہ اعتقادات کی حماقت عیاں کی ہے اور بت پرست اس سے جھلسا اور مرجھا جاتا ہے۔ شرابی اور بدمعاش پر خودکشی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جھوٹوں۔ دغابازوں اور شریروں پر گویا بجلی سی گر جاتی ہے۔ وہ لوگ جو خدا کے الہامات کا شکریہ ادا نہیں کرتے اور

قدرت کے قوانین یعنے خدا کے قانون کو جس نے کہ اس دنیا کو پیدا کیا ہے توڑتے ہیں۔ خواہ ہمیں ارادے کیسے ہی ہوں وہ ڈھیٹھ اور بیہودہ ہیں۔

دن اور رات۔ چاند سورج اور ستارے اور پودوں۔ درختوں۔ حیوانوں۔ پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کی زندگی۔ موت و حیات۔ غرضیکہ تمام نظارہ ہائے قدرت جو باقاعدہ اور باضابطہ ہیں خدا کی وحدانیت کی جس نے اُسے پیدا کیا قرآن کے صفحوں میں شہادت دیتے ہیں۔ تمام روایات اور قصے جن کا اس میں ذکر ہے صرف خدا کے انعامات اور اس کی طاقت کو واضح طور پر بیان کرنے اور ان قوانین کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ جو خدا نے انسانوں اور قوموں کے لئے جاری کئے ہیں۔ معترضین کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلعم نے پہلے کتب مقدسہ سے سرقہ کیا لیکن میں کہتا ہوں کہ قرآن نے ان کتابوں کے قصوں کا ذکر کرکے ان کی تشریح کردی۔ اور انہیں نیا مذہبی رنگ دیکر اُن کی قدر افزائی کی ہے۔ مثلاً انجیل میں حضرت داؤد کا جالوت کو مارنے کا قصہ پڑھ کر پھر قرآن میں اُسی قصہ کا مطالعہ کیا جائے۔ جو اس طرح پر ہے:۔

اس نے (طالوت نے) دریا عبور کیا۔ تو وہ اور اس کے ساتھ والے کہنے لگے کہ ہم میں آج جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ جن جن کا یقین تھا کہ وہ خدا سے ملیں گے بول اُٹھے کہ

"بہت ہوا ہے کہ جماعت تھوڑی غالب آئی جماعت بہت پر ساتھ حکم اللہ کے۔ اور اللہ ساتھ صبر کرنے والوں کے ہے۔ اور جب وہ میدان میں جالوت اور اُس کے لشکر کے سامنے کھڑے ہوئے تو انھوں نے کہا کہ اے خدا ہمیں سچا صبر عطا کر۔ ہمارے پاؤں محکم کر اور ہمیں ان کے مقابلہ میں مدد دے جو تیرے رضا کے خلاف کرتے ہیں۔"

یہ وہ دعا ہے جو آپ سب کو غور کرنی چاہیئے یعنے پھر لکھا ہے کہ "وہ لوگ خدا کے حکم سے غالب ہوئے۔ اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا۔ اور خدا نے اُسے پیغمبری اور حکمت عطا کی۔ اور سکھایا اُسے جو کچھ کہ چاہا۔ اور اگر بعض کو بعض کے ذریعہ اللہ دفع نہ کرتا تو تمام دنیا بگڑ جاتی لیکن اللہ اپنی مخلوقات پر بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔" +

اب کیا اس قصہ سے جو قرآن میں نازل کیا گیا ہے کوئی بات زیادہ تر وثوق کے ساتھ اُمید دلانیوالی اس قلیل گروہ مسلمانان کے لئے ہو سکتی ہے جس نے کہ دُنیا کی تمام طاقتوں کا مقابلہ کیا۔ اور کیا جوشان اور قدر اسکی قرآن میں معلوم ہوتی ہے اور عبرانی کتاب مقدس میں نظر آتی ہے قرآن میں تو اس کا ذکر کرکے ہر زمانہ میں اسی قسم کے قلیل لیکن رستباز اور وفادار گروہ کیلئے کامیابی کی اُمید دیگئی ہے۔ اور تمام مصلحین کے لئے حوصلا فزائی کا پیغام بھیجا گیا ہے لیکن با انیہمہ آج کل کے مسلمان باوجود لاکھوں کی تعداد میں ہونے کے ان دشمنوں سے جو ہمارے مقابلہ پر ہیں ڈرتے ہیں۔ لیکن ہمیں پڑھنا چاہئیے کہ اے خدا ہمیں صبر دے ہمارے پاؤں محکم رکھ اور ہمیں ان کے خلاف مدد دے۔ جو تیری حکومت کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور پھر کہ وہ خدا کے حکم سے ان پر غالب ہوئے۔ اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔ اس طرح ہمیں کوئی فکر نہیں +

اُوپر کی مثال میں نے بہت سی مثالوں میں ایک پیش کی ہے۔ اسی سُورۃ میں زرد بچھڑے کا قصہ سُورۃ یٰسین میں عیسائی شہید کا ذکر پڑھو جسے بعض سینٹ سٹیفن کے قصے کی نقل خیال کرتے ہیں۔ قرآن میں یہ قصے اور کتابوں سے زینت کیلئے نقل نہیں کئے گئے بلکہ ان کا ذکر کرنے سے مذہبی دُنیا میں ایک نیا اور درخشندہ اضافہ ہُوا ہے بچھڑے کا قصہ سُنہری گائے کے واقعہ کو بخوبی واضح کرتا ہے۔ اور ایک جدید طور پر اُسے مُوثر اور بامعنے بنا دیا ہے اور شہادت کا تذکرہ سیاق و سباق کے لحاظ سے نہایت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ یعنے شہید سے کہا گیا کہ بہشت میں داخل ہو۔ اس نے کہا۔ اے کاش کہ میری قوم جانیں کہ میرے پروردگار نے مجھے بخشا ہے۔ اور مجھے عزت والوں میں شامل کیا ہے۔ یہ ایک سچے مومن کا آوازہ تکلیف کے وقت ہے اور اس حالت میں ہے جبکہ وہ رنج اور خوف کے دائرہ سے باہر ہے +

عیسائی مشنریوں کا ایک اور بھی اعتراض قرآن کے خلاف ہے کہ اسمیں صریح غلطیاں ہیں۔ وہ کہتے کہ حضرت محمدؐ کو تاریخ کا اس قدر تھوڑا علم تھا کہ آپ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانوں میں فرق نہیں کر سکے۔ اور جناب مسیح کی والدہ مریم اور حضرت موسیٰؑ کی ہمشیرہ مریم کو ایک ہی سمجھا۔ مگر عیسائی مصنفوں نے ہی اسکی تردید کردی ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ کہنا

بے انصافی ہے۔ کیونکہ حضرت محمدؐ کے زمانے کے عرب ہمارے زمانے کے عربوں کی طرح نسب ناموں میں خوب ماہر تھے۔ اس غلطی کا الزام سراسر اس وجہ سے لگایا ہے کہ دونوں کا ایک ہی نام تھا۔ اور میرے نزدیک اس الزام لگانے میں کم از کم کسقدر جلد بازی سے کام لیا گیا ہے +

پھر میں دیکھتا ہوں کہ قرآن میں بعض اشخاص یا واقعات کا بار بار ذکر ہے جن کے متعلق عربی میں عام روائتیں ہیں۔ مگر جن کی نسبت ہم کچھ نہیں جانتے لیکن عیسائی مصنفوں نے مذاق کی خاطر اس قسم کی کہانیاں ان اشخاص و واقعات کے متعلق جمع کر لی ہیں جو کہ کسی قوم نے تشریح کے لئے اپنے خیال سے پیدا کیں لیکن افسوس ہے کہ یہ سب بیہودہ پن قرآن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ قرآن کسی صورت میں بھی تصنیف کردہ نہیں چہ جائیکہ مسروقہ سمجھا جائے۔ یہ علم ادب کے لحاظ سے اپنی مثال نہیں رکھتا۔ اور دنیا میں کوئی کتاب نظر نہیں آتی جسمیں ایسی جدت ہو مسلمان ایک منٹ کے لئے بھی اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ حضرت محمد صلعم عام معنوں میں اس کے تصنیف کنندہ ہیں۔ اس میں رسول اکرمؐ کے دل کی کیفیت کی جھلک ایک حد تک نظر آتی ہے نیز اس زمانہ اور ملک کا حال معلوم ہوتی ہے جسمیں آپ رہتے تھے لیکن یہ سب کچھ آپؐ کے دنیاوی علم اور تجربہ سے بالاتر ہے۔ اور اس کے متعلق آپ ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ خدا کی طرف سے یہ ایک پیغام ہے۔ جو مجھے لوگوں تک پہنچانے کیلئے دیا گیا ہے۔ اور مجھے ضرور پہنچانا چاہئیے۔ آپؐ خود قرآن کی تعظیم فرماتے تھے۔ اور اسکے احکام کی تعمیل کرتے تھے۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا جس کی ہم سب کو فرمانبرداری کرنی چاہئیے +

میری اپنی رائے ہے کہ قرآن شریف ایسی کتاب نہیں جو سوچ بچار کے بعد اور کتابوں کی طرح تصنیف کی گئی ہو۔ بلکہ یہ ایک الہام شدہ ہے۔ میں جب اسے ایک نکتہ چین کی نگاہ سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زبردست طاقت نے محمد صلعم کے جسم و جان میں حلول کر کے آپؐ کے عہدہ کا کام کیا۔ کہ اس پیغام کو جو آسمانی تھا ایک زمینی شکل میں لے آئے۔ اور ہم فانی لوگ

اسے سمجھ سکیں +

اس کتاب کی تعظیم کرنے میں ہمیں بڑی احتیاط چاہئیے صرف اسکی حروف یا اسکی جلد بندی یا الفاظ کی ہیئت ہی کی عزت کرنا گویا بُت پرستی اور موت ہے بلکہ جو پیغام ہم تک پہنچا ہے وہ ہر وقت ہمارے دل میں چاہئیے اور وہ ہماری جان ہونا چاہئیے + قرآن کریم خود سورۂ یونس آیت ۳۷ لغایت ۴۰ میں فرماتا ہے :-

وما کان ھذا القرآن ان یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل الکتٰب لا ریب فیہ من رب العٰلمین ام یقولون افترٰہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ۰ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتھم تاویلہ کذٰلک کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عاقبۃ الظٰلمین ۰ ومنھم من یومن بہ ومنھم من لا یومن بہ وربک اعلم بالمفسدین ترجمہ اور یہ قرآن اس قسم کی کتاب نہیں کہ خدا کے سوائے کوئی اسکو اپنی طرف سے بنالے۔ بلکہ جو (کتابیں) اس کے (زمانہ نزول) سے پہلے (موجود ہیں) (یہ قرآن) پروردگار عالم کی طرف سے ان کی تصدیق ہے۔ اور (ان ہی) کتابوں (کے احکام) کی تفصیل ہے (اور) اس (کے کتاب آسمانی ہونے) میں کچھ شک نہیں کیا (یہ لوگ قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ اسکو خود پیغمبر نے بنالیا ہے۔ تو (اے پیغمبر تم ان سے) کہو کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔ (اور جیسا تم کہتے ہو۔ میں اس کے بنا لینے پر قادر ہوں) تو (تم بھی اہل زبان ہو) ایسی ہی ایک تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا (جس) جس کو تم سے (بلا نے) بن پڑے (اپنی مدد کے لئے) بلا لو (یہ لوگ اس پہلو سے گریز کر کے) لگے اس چیز کو جھٹلانے جس کے سمجھنے پر ان کو دسترس نہ ہُوا۔ اور ابھی تک اسکی تصدیق کا موقع ہی انکو پیش نہ آیا۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں تو (اے پیغمبر) دیکھو (ان) ظالموں کا کیسا (بُرا) انجام ہُوا۔ اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں۔ جو قرآن پر (آئندہ) ایمان لے آئیں گے۔ اور بعض ایسے ہیں جو (آئندہ بھی)

اس پر ایمان لانے والے نہیں۔ اور اے پیغمبر! تمہارا پروردگار مفسدوں کو خوب جانتا ہے پھر سورہ البنیہ آیت ۵ و ۶ میں فرمایا:۔

وما امروا الا لیعبدوا الله مخلصین له الدین ۵ حنفاء ویقیموا الصلوٰة ویوتوا الزکوٰة وذالك دین القیمه ۰ ان الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جهنم خالدین فیها ۰ اولئك هم شر البریه ۰ ترجمہ

حالانکہ (جو لوگ مخالف رہے) ان کو (اس رسول کے ذریعے سے) یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کو بندگی کی نیت سے یک رخے ہو کر اسکی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور یہی (وہ) ٹھیک دین ہے۔ بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ (دین حق سے) انکار کرتے رہے (وہ آخر کار) دوزخ کی آگ میں ہونگے (اور) اسمیں ہمیشہ (ہمیشہ) رہینگے یہی لوگ بدترین خلائق ہیں +

انتخاب از صحیح بخاری

۱۔ خداوند تعالیٰ کی نگاہ میں حسنات سے بڑھکر حسنہ وہ ہے جو مسلسل طور پر کیجاوے۔ خواہ وہ کتنی ہی قلیل مقدار میں کیوں نہ کیجاوے +

۲۔ نیک اعمال میں مستعد رہو۔ اور قبیح و شنیع اعمال سے اجتناب کرو +

۳۔ حقیقتاً تم میں دو اعلےٰ صفات شرافت و استقلال ہیں جن سے اللہ تعالےٰ اور اسکا رسول صلعم محبت کرتے ہیں +

۴۔ وہ مستقل مزاج نہیں ہو سکتا جو مصائب میں گرفتار نہ ہو +

۵۔ کاروبار میں غور و تدبر کرنا اللہ تعالےٰ کو پسند ہے +

۶۔ کاروبار میں نیک طینتی غور و تدبر و بہترین ذریعہ کو اختیار کرنا انبیاء کرام کی صفات میں سے ہے +

۷۔ وہ شخص اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں بہت مقرب و معزز نہیں جو کہ حکومت و طاقت ہونے پر

عفو و درگذر نہیں کرتا - اور اس شخص کو معاف نہیں کرتا جس نے اُسے ضرر پہنچایا ہے +

۸ - یہ ہرگز نہیں کہنا چاہئے - کہ اگر لوگ ہم سے بھلائی و نیکی کرینگے - تو ہم بھی ان سے بھلائی کرینگے - کہ اگر لوگ ہمیں دُکھ دینگے - تو ہم بھی انہیں آزار پہنچائیں گے - بلکہ یہاں تک اسبات کا مُصمّم ارادہ کرلینا چاہئے کہ اگر لوگ ہم سے بھلائی نہیں کرتے تو ہم لوگوں سے بھلائی کریں گے - اگر لوگ ہمیں ستائیں گے - تو ہم انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دینگے +

نظم

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

شکرِ خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گُل کھلا یہی ہے

کیا وصف اسکے کہنا ہر حرف اُس کا گہنا
دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے

دیکھیں ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسی خوابیں
خالی ہیں اُن کی تابیں خوانِ ہدیٰ یہی ہے

اس نے خدا ملایا وہ یار اس سے پایا
راتیں تھیں جتنی گذریں اب دن چڑھا یہی ہے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُسکا ہے محمد صلعم دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوبتر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدرُ الدجےٰ یہی ہے

وہ یارِ لامکانی - وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہمنے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے

آنکھ اسکی دُور بیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے

اُس نُور پر فدا ہوں اُسکا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

قیمت مکمل سٹ مجلد ۴؎

نہایت اعلیٰ ولایتی کاغذ پر

خطبات عنبریہ

مصنفہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ووکنگ انگلستان

یہ وہ معرکۃ الآرا خطبات ہیں جو حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے بعض احباب کی فرمائش پر ہم نے مندرجہ ذیل چھ خطبات اردو میں ترجمہ کرائے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے

نمبر (۱)

مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات

(۱) میری مذہبی زندگی تلبہ بری مرضی (۲) خدا کی کامل تصویر (۳) اسلام ہی ہمیشہ آتشین ہے (۴) اسلام کیا چیز ہے +

نمبر (۲)

توحید - دعا - تصوف

(۱) توحید الٰہی (۲) اللہ تعالیٰ کی تعلیم کردہ دعا (۳) دعا اور استجابت دعا۔ (۴) تصوف +

نمبر (۳)

خطبات عیدین

(۱) عمل میں آزادی (۲) قربانی اور اس کی حقیقت - (۳) سنت ابراہیم

نمبر (۴)

دہریوں اور ملحدین کو خطاب

(۱) اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اصول اور ان کا مقابلہ (۲) دہریوں کیلئے ایک دلچسپ مطالعہ (الف) (۳) دہریوں کیلئے ایک دلچسپ مطالعہ (ب)

نمبر (۵)

اسلام اور دیگر مذاہب

(۱) حقیقت اسلام (۲) اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب (۳) عیسائیت اور دیگر مذاہب کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت

نمبر (۶)

حقوق نسواں

(۱) عورت نے کہاں سے چل کر اسلام تک کیا کیا انقلاب دیکھے۔ (۲) ایک خطبہ نکاح جو مسجد ووکنگ میں ہوا۔

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

خواجہ کمال الدین [illegible] صدر الدین

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی آمدن اشاعت و ووکنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۵) | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء نمبر ۴

فہرست مضامین

اِس مضمون کو مختلف حصص میں تقسیم فرمایا ہے۔ تاکہ مضمون کے ہر ایک پہلو پر مفصل اور مکمل روشنی ڈالی جا سکے۔ اور ہر ایک حصہ کو بڑے قابلانہ پیرایہ میں ادا فرماتے ہیں +

گذشتہ نمبروں میں لندن نماز گاہ کے اجلاسوں کا پروگرام ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء تک شائع کیا جا چکا ہے۔ ذیل میں اس پروگرام کو ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لئے شائع کیا جاتا ہے جو ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء کے بعد لندن مسلم نماز گاہ میں منعقد ہوئے +

۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء "دونوں مذاہب کے مطامح نظر"۔

۲۔ فروری ۱۹۱۹ء "جنگ یورپ کا مذہب"۔

۹۔ فروری ۱۹۱۹ء "غزوات نبوی"۔

۱۶۔ فروری ۱۹۱۹ء "جہاد"۔

۲۳۔ فروری ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ صاحب نومسلم نے "قربانی کے اصولوں" پر لیکچر فرمایا۔

۲۔ مارچ ۱۹۱۹ء "قانون زندگی"۔

مندرجہ بالا پروگرام کے مقرران زیادہ تر ہمارے نومسلم برادران اسلام ہی ہیں جن کے معاً حلقہ بگوش اسلام ہونے پر اسلام کی محبت اُن کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے۔ اور جن کے پہلو میں اسلام کا درد۔ احساس عشق جذبہ و تڑپ ہے۔ اور جس جذبہ کو لئے ہوئے وہ ہر وقت تبلیغی جد و جہد میں اپنے ہموطنوں کیلئے دل و جان سے مساعی ہیں اور جو اسبات کے دلی متمنی ہیں۔ کہ اُن کے ہموطن بھائی بھی ظلمت کدۂ تثلیث سے مخلصی پا کر اسلام جیسے معقول اور فطرتی مذہب سے بہرہ اندوز ہو کر اطمینان قلب حاصل کریں +

گذشتہ نمبر میں مولود النبی صلعم کا اجمالی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ ہمارے پاس ووکنگ سے آخر اس مبارک تقریب کی پوری تفصیل موصول ہوئی ہے جسمیں ان سب معزز و فاضل مقرران کی تقاریر درج ہیں۔ جنھوں نے اپنے گرامی جواہر ریزوں سے اس مبارک و سعید تقریب کو مزین کیا

عدم گنجائش کی وجہ سے مفصل روئداد اس رسالہ میں نہیں دی جا سکتی۔ انشاء اللہ تعالےٰ مئی سنہ ۱۹۱۹ء کے رسالہ میں درج کی جائیگی +

مسجد ووکنگ میں ہر اتوار کو بعد از دوپہر لیکچروں کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور اس خدمت کو جناب مسٹر عبد القیوم صاحب ملک اور جناب مسٹر الیس سلیمان صاحب نومسلم سرانجام فرماتے ہیں +

حال ہی میں ایک ضروری تحریک اخبارات میں گشت لگاتی ہوئی ہماری نظروں سے گذری ہے جسے پڑھ کر از حد مسرت ہوئی۔ اور جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ آسام کی پہاڑی اقوام میں اشاعت اسلام کیجائے۔ لائق مضمون نگار نے ان پہاڑی اقوام کے حالات بھی مختصراً لکھے ہیں۔ اور فاضل مضمون نویس اپیل امداد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "کہ آپ کو بھی اگر موجودہ مسلمان قوم میں نئی زندگی پیدا کرنا ہے تو اسکی ایک صورت وہ ہے۔۔ جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اختیار کی ہے۔ کہ اعلےٰ۔ زندہ و متمدن اقوام کو دائرۂ اسلام میں لایا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ جفاکش محنت کوش اخلاقی قوت سے پیراستہ پہاڑی قوموں کو دائرہ میں لاکر ایک نسل جدید سے تلافی مافات کی جائے" +

اشاعت اسلام۔ ہمیں اس تجویز سے دلی ہمدردی ہے۔ بشرطیکہ یہ احسن اسلامی تحریک زبان قال تک ہی محدود نہ رہے بلکہ عملی جامہ پہن لے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ ہمارے مسلم برادران میں اشاعت اسلام کا احساس پیدا ہو گیا ہے +

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

قبولِ اسلام

ناظرین رسالہ ہذا کے لئے یہ مژدہ جانفزا نہایت ہی مسرت آمیز ہوگا۔ کہ پچھلی رپورٹ

کے بعد ایک اور معزز خاتون نے جن کو کہ مسلم ممالک سے مدت مدید سے گہری دلچسپی تھی۔ مسلم مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوئی ہیں + اللھم زد فزد +

کتاب مبین کا انگریزی ترجمہ

ایک زرین و کامیاب کوشش

تین چار سال پیشتر ان کالموں میں تراجم قرآن کا ذکر کیا گیا تھا۔ جو مختلف ازمنہ میں دنیا کی مختلف زبانوں میں کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان تراجم کا بھی حوالہ دیا گیا تھا جو خود مسلمانوں نے علاوہ مشرقی زبانوں کے مغربی اور بالخصوص انگریزی زبان میں کئے۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خان نے ایک انگریزی ترجمہ انگلستان میں چھپوایا تھا۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں اصغر اینڈ کمپنی الہ آباد نے عربی متن معہ انگریزی ترجمہ کے شائع کیا۔ یہ ترجمہ مرزا ابوالفضل نے کیا تھا۔ اور اسکی بڑی تعریف یہ ہے کہ اسکی تعریف پادری زویمر نے کی ہے۔ جن کی ایک تالیف "اسلامیہ مذہب کو چیلنج" حال ہی میں ہندوستان میں ضبط کی گئی ہے +

قرآن کریم کا ایک انگریزی ترجمہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی تحریک سے نواب عماد الملک بہادر نے شروع کیا تھا لیکن یہ ترجمہ تکمیل پذیر نہیں ہوا۔ ایک انگریزی ترجمہ انجمن ترقی اسلام قادیان نے سنہ ۱۹۱۵ء میں علیحدہ علیحدہ پاروں میں شائع کیا تھا۔ اسمیں اصل عربی متن صفحہ کے بالائی حصہ میں دیا گیا ہے۔ اور ترجمہ و تفسیر زیرین حصہ میں دیئے گئے ہیں ترجمہ و تفسیر دونوں عمدہ ہیں مگر فرقہ بندی کی روح جا بجا نمایاں ہے +

ان سب سے زیادہ مکمل وہ انگریزی ترجمہ ہے جو مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ ظاہری اور معنوی خوبیوں سے لبریز ہے۔ اس کی آرائشی چمڑے کی سیاہی مائل جلد زری اور پائداری کے دوگونہ

اور خدا لکھی ہو۔ اپنے زرین طغرا کے نہایت دلفریب معلوم ہوتی ہو۔ خود متن ترجمہ اور تفسیر اعلیٰ پایہ کے انڈیا پیپر پر شائع ہوئی ہے۔ انڈیا پیپر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہلکا ہمین سفید اور مضبوط ہوتا ہے۔ اور اگر کاغذ کسی تحریر سے مزین ہونے کا حق رکھتا ہو۔ تو وہ خدا کے پاک کلام کی تحریر ہے انڈیا پیپر پر کلام اللہ کا نقش دیکھنے والے کے دل میں روحانیت کا غیر معمولی جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور انسانی فطرت اس کے حسن سے مسحور ہو کر سر بسجود ہونے پر مجبور ہو جاتی ہے

یہ حالت ہم پر طاری ہوئی جب ہم نے نسخہ زیر نظر کی تلاوت شروع کی۔ یہ نہیں کہ روحانیت کا جذبہ حسن ظاہری کا محتاج ہو لیکن کیا اسمیں شک ہے کہ حسن ظاہری حسن معنوی میں چار چاند لگا دیتا ہے +

پڑھنے والے کی نظر ان ظاہری اوصاف سے گذر کر سب سے پہلے ترتیب مطالب پر پڑتی ہے مقدمہ جو ۹۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے دو حصوں میں منقسم ہو (ا) تعلیمات قرآن کا مفاد (ب) جمع و ترتیب قرآن۔ ان مطالب کی تشریح و توضیح میں فاضل مترجم نے تعلیمات قرآن کو گویا دریا بہ کوزہ کر دیا ہے۔ ہماری یہ رائے ہے۔ اور اسمیں کسی قسم کی عقیدتمندی کو مطلق دخل نہیں ہو کہ اگر غیر مذاہب کے لوگ ان صفحات کو تعصب کی آلائشوں سے پاک ہو کر پڑھیں اور دیدۂ دل سے پڑھیں تو مذہبی دنیا کے خیالات میں بہت کچھ تغیر واقع ہو جائے +

تشریح طلب الفاظ کی فہرست۔ اور فہرست مطالب بہ ترتیب حروف تہجی نے قرآن کے مطالب تک رسائی کو بالکل آسان بنا دیا ہے۔ ہر سورہ کے شروع میں تمہیدی نوٹ دیئے گئے ہیں ہر سورہ کے بالمقابل انگریزی ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ اور ذیلی حواشی میں اُن کی تفسیر دی گئی ہو۔ ان سب کی ترتیب قابل تعریف ہے۔ ترجمہ کو ہم نے جا بجا بنظر امعان دیکھا ہے۔ اور اس پر کامل غور کے بعد ہمیں یہ کہنے میں تامل نہیں ہو۔ کہ اسکی سادگی۔ سلاست روانی اور صحت قابل رشک ہو تفسیر کو حیرت انگیز طرفداری کے ساتھ فرقہ بندی کی الجھنوں سے پاک رکھ کر عام اور مستند اسلامی خیالات کو اسمیں فراہم کیا گیا ہو۔ اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینے میں جدید آلات مدافعت سے کام لیکر صواب اندیشی و مصلحت بینی کا ثبوت دیا گیا ہے +

اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا۔ تو ہم کہتے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے اس کے ترجمہ و اشاعت

میں کسی پر احسان کیا ہے۔ لیکن موجودہ صورت میں ہم کہیں گے کہ انھوں نے ایسا عمدہ ترجمہ اور ایسی نفیس تفسیر انگریزی زبان میں شائع کر کے محض اپنا فرض ادا کیا ہے جو بحیثیت ایک قابل و فہمیدہ مسلمان ہونے کے اُن کے ذمہ تھا۔ یہ ترجمہ کئی اعتبارات سے خاص اہمیت رکھتا ہے (۱) قرآن کریم کے بیشمار مسیحی تراجم کی موجود گی میں جن سے اکثر حالتوں میں دین الفطرۃ کی صورت کو مسخ کر کے دنیا کے رُوبرو پیش کرنا مقصود تھا ایک مستند انگریزی ترجمہ کی جو ضرورت مدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ اُس کو اس ترجمہ نے پورا کر دیا ہے۔ اور شائد آئندہ کے لئے اُس نے غلط تراجم کا ایک بڑی حد تک سدّباب بھی کر دیا ہے (ب) ترجمہ اور تفسیر ایک ایسی شاندار اور لطیف صورت میں پیش کئے گئے ہیں۔ کہ وہ نوجوان جو اپنا متاع دین و ایمان تہذیب مغرب کے ہاتھوں برباد کر چکے ہیں۔ اور جو مذہبی کُتب کو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ اس کو ذوق و شوق سے پڑھیں گے۔ اور اس سے یقینی طور پر مستفید ہونگے (ج) اس میں مطالب کی تشریح معقول و مدلل پیرایہ میں کی گئی ہے۔ اور گو بعض خیالات کو ایک نامسلم ناظر فاضل مؤلف کی عقیدت شعاری پر محمول کرے گا۔ تاہم اُن کا طریق استدلال اور اُن کی تحقیق پسندی مخالفوں سے بھی خراج تحسین و اعتراف وصول کئے بغیر نہ رہیگی +

مولوی محمد علی صاحب نے یہ ترجمہ و تفسیر شائع کر کے بلاد غربیہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے امکانات کو وسیع کر دیا ہے۔ ہم اُس اعزاز و شرف کی جو مولوی صاحب نے خدا کے مقدس کلام کی نورانی شعاعیں سرزمین مادیات میں پھیلانے کی اُن زرّین کوششوں سے حاصل کیا ہے۔ تہ دل سے قدر کرتے اور ان کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں +

(از وکیل امرتسر)

اُسوۂ حسنہ

(مرقومۂ جناب غلام مصطفٰے خان صاحب بی-اے)

انسان نمونہ کا متلاشی ہے۔ اور اسی نمونہ کی محبت کی وجہ سے مختلف مذاہب نے اپنے اپنے ہاں نمونے بنا رکھے ہیں نصرانی جناب مسیح کو نسل انسانی کا مکمل نمونہ سمجھتے ہیں۔ بدھ مذہب والوں کا ادعا ہے کہ جناب مہاتما بدھ تمام نسل انسانی کا صرف نمونہ ہیں لیکن ان گوناگوں مذاہب کے شارحین سب کے سب ہی نمونہ کے لوازم سے قطعی ناآشنا ہیں +

یہ ایک بیّن امر ہے کہ ہمارا نمونہ ایک انسان ہی ہونا چاہئے نہ کہ خدا۔ کیونکہ انسان صرف اپنے ہمجنس کی ہی پیروی کرسکتا ہے۔ اور اُس سے اس قسم کے جوہر ظہور پذیر نہیں ہوسکتے۔ جو کہ اسکی فطرت میں مرکوز نہیں ہیں پس اگر جناب مسیح خدا تھے۔ تو انکی الوہیت ہی اُن کے نمونہ ہونے کی منافی ہے +

ایک رقیق القلب انسان اسبات پر بمشکل یقین کرسکتا ہے۔ کہ رحیم اور کریم خداوند تعالیٰ یہ پسند کرتے کہ اسکی مخلوق سے بعض فوق العادت افعال سرزد ہوں۔ اگر کوئی ممتحن مشکل پرچہ سوالات بنائے۔ تو اسے بے رحم قصاب کہا جاتا ہے۔ جس کا منشا عام کشت و خون کا ہوتا ہے لیکن کیا کوئی شخص بھی اس لقب کا مصداق خداوند کو (جو ہمتن محبت ہی محبت ہے) ٹھیرانے کی جرأت کریگا جو اسبات کا متمنی ہے کہ اپنی مخلوق اسکے تاآنی فرزند کی پیروی کرے +

ان امورات کے علاوہ جو کہ جناب مسیح کے نمونہ ہونے کے منافی ہیں بعض وجوہات اور بھی ہیں جو ایک نمونہ کا جزو لاینفک ہونی چاہئے۔ اور جو کہ دُنیا کے بیشمار نام نہاد نمونوں میں بالکل مفقود ہیں +

آؤ اب ذرا ہم غور کریں کہ ایسے نمونہ میں کونسی نمایاں خصوصیات ہیں جو کہ تمام زمانوں اور ممالک کی نسل انسانی کی ہدایت کا ادعا کرتا ہے۔ بظاہر انسانیت کا نمونہ ایک ایسا شخص ہونا چاہئے جس نے زندگی کے مختلف مراحل طے کئے ہوں اور بالآخر مختلف حالات اور مدارج میں بنی نوع کے لئے ایک کامل نمونہ پیش کرسکے۔ ایک انسان جس کی تمام زندگی حکومت اور مرفع الحالی میں گذری ہے۔ اسکے لئے جو مصائب آلام میں گرفتار ہے اپنی ذات سے کوئی نمونہ پیش نہیں کرسکتا۔ اسی طرح وہ شخص جس نے عاجزانہ غریبانہ زندگی بسر کی ہو۔ ایک متمول و صاحب اختیار کیلئے اپنے اندر کوئی نمونہ نہیں رکھتا + بہرحال نمونہ ایک تاریخی شخصیت ہونی چاہیے۔ جس کی زندگی کا مکمل اور مستند مجموعہ نسلوں کی ہدایت کے لئے محفوظ ہو۔ اور یہی وہ لوازم ہیں۔ جن کا ایک نمونہ میں ہونا لازم ہے۔ جو نہ تو تاریخی ہستی ہے۔ اور نہ ہی صاحب ثبوت اور طاقت کے لئے ہی خضر راہ بن سکتا ہے۔ کیونکہ جناب مسیح کے قلیل حالات

زندگی جو ہم تک پہنچے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک بیابانہ اور گمنام زندگی بسر کی جناب بدھ کی زندگی بھی دھندلی سی ہی ہے۔ اور ازدواں دھندوں میں ہی پنہاں ہے۔ اور تقریبًا ایسی ہی حالت دنیا کے مختلف مذاہب کے معزز معلمان مذہب کی ہے + لیکن ملک عرب کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم ہی صرف ایسا نمونہ ہیں جو جمیع اوصاف کاملہ سے متصف ہیں جو کہ ایک نمونہ کیلئے لازم و لابد ہیں۔ اور آپکی ذات الاصفات مندرجہ بالا تمام شرائط کو جو کسی نمونہ کیلئے ضروری ہیں اپنے اندر لئے ہوئی ہے آپ مسلمہ طور پر تاریخی انسان ہیں۔ اور مذہب اسلام ایک تاریخی مذہب ہے۔ آپنے زندگی کے مختلف مراحل طے کئے + آپ نے یتیمی کے گہوارے عہد سے لے کر ایک زبردست تاجدار کی حیثیت میں تخت حکومت پر متمکن ہونے تک تمام کے تمام مراحل زندگی طے کئے +

علاوہ اس دنیوی جاہ و حشم طاقت و جبروت کے جو زندگی بھر آنحضرت صلعم کو نصیب ہوئی آپنے محض اپنے علی اخلاق و سیرت کے لوگوں کے دلوں میں ایک ابدی بادشاہت قائم کرلی ہے حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی نہایت ہی دلکش ہیں جسمیں کہ مختلف مدارج حیثیتوں کے لوگوں کیلئے گوناگوں اسباق موجود ہیں۔ اگرچہ آپ پچیس برس کے ناکتخدا تھے لیکن ساتھ ہی آپ پرلے درجے کے باعصمت اور عفیف بھی تھے۔ آپ تاجر تھے۔ اور کاروبار میں ہمیشہ راستبازی و دیانتداری کرتے تھے۔ آپنے چالیس برس کی عمر میں ایک بیوہ سے شادی کی۔ اور اس وقت آپ کی عمر پچیس سال کی تھی باوجودیکہ آپ اور آپ کی بیوی کی عمر میں بہت تفاوت تھا لیکن پھر بھی آپ ایک چاہنے والے خاوند تھے باپ ہونے کی حیثیت میں بھی آپ اپنے بچوں کے ساتھ اسقدر شفقت و محبت رکھتے تھے۔ . . . . کہ نماز پڑھتے وقت انہیں کندھوں پر بٹھا لیا کرتے۔ مردانگی کی شدید سے شدید اوصاف میں بھی آپ بہادر سپہ سالار تھے۔ اور افواج کی بیکسے تنہا راہنمونی کرتے تھے۔ آپ عمدہ شہسوار کامل سپہ سالار تکمیل مقنن اور منصف جج تھے + آنحضرت صلعم کی زندگی کے روزمرہ کے حالات ہم تک نہایت ہی صحت اور حفاظت کے ساتھ محفوظ پہنچے ہیں یہانتک کہ ان نازک تعلقات کی روایات بھی ہم تک پہنچی ہیں۔ جو آپکے اپنی ازواج مطہرات سے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی میں سے کوئی بھی ایک ایسا واقعہ نہیں۔ جو آپ کی روشن و درخشندہ سیرت پر دھبہ لگا سکے +

چال چلن کی سب سے بڑھ کر منصف بی بی ہی ہوتی ہے کیونکہ اسے اپنے خاوند کے تمام حُسن و قبح عیوب کی نقائص اور مخفی سے مخفی حالات کی خبر ہوتی ہے۔ آپ کی ازواج مطہرات کو آپ کی صداقت پر اسقدر قوی ایمان تھا۔ کہ آپ کی وفات کے بعد ہر ایک مرنے کی متمنی تھی۔ تاکہ اُخروی دنیا میں آپ کی فیض رساں صحبت سے مستفیض ہوں +

عالم نسوان میں ایسا انقلاب پیدا کرنا بات کا بین ثبوت ہے کہ آنحضرت صلعم میں ایک زبردست قدسی طاقت تھی جو اپنے تعلقہ داروں کو ممتاز و سرفراز بنانے میں عدیم النظیر تھی +

بعثت نبوی سے قبل اور بعد دنیا کی حالت

(بسلسلہ صفحہ ۴۶ جلد ۴ نمبر ۱)

(یعنی وہ لکچر جو جناب عبد الخالق اسمٰعیل بے صاحب نے مسلم لٹریری سوسائٹی لندن کے سامنے پڑھا)

شمالی افریقہ اب حکومت اسلامیہ کے تسلط میں آگیا تھا۔ ہسپانوی یہودیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ اسلامی حکومت کے ماتحت ان کے ہم مذہبوں کو کسقدر آزادی اور فارغ البالی حاصل ہے۔ شمالی افریقہ کے یہودیوں کو تھوڑے سے ٹیکس کے معاوضہ میں وہ حقوق اور مراعات حاصل تھیں جو کسی دوسری حکومت میں ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھیں +

اس زمانہ کے مسلمانوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ ایسی رواداری کا برتاؤ رکھا ہوا تھا جس کی نظیر اس بیسویں صدی میں بھی جس کو اپنی تہذیب و تمدن پر اتنا ناز ہے کوئی مذہبی جماعت پیش نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اس امر کی وجہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ کیوں ہسپانوی عیسائی اور یہودی "آسمانی نجات دہندوں" کی (جیسا کہ مسلمانوں کو اس زمانے میں کہا جاتا تھا) امداد طلب کرنے کے لئے شمالی افریقہ کو بھاگ گئے +

ہسپانیہ زیر حکومت اسلامیہ

جب مسلمان ملک کو آزاد کرنے کے لئے بڑھے۔ تو ہسپانیہ میں ہر جگہ کلیسا اور طبقۂ شرفا نے میدان جنگ میں مقابلہ کرنے کے لئے فوجیں مرتب کیں۔ لیکن چند لڑائیوں کے بعد ملک میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔ عساکر اسلامی کی روش دیگر فاتحین سے بالکل مختلف ہوتی تھی وہ تمام غیر متخاصمین کی جان و مال کی حفاظت کا اعلان کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ اعلان لفظ بہ لفظ پورا کیا جاتا تھا۔ اس طرح ان ہسپانوی لوگوں کا جنہوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا کچھ بھی نقصان نہ ہوا +

اصلاحات فوراً شروع ہوگئیں۔ جج۔ گورنر مقرر۔ اور معقول ٹیکسوں کے ٹیکس جمع

کرنیوالے اور دیگر افسر ہسپانوی لوگوں نے خود اپنے میں سے انتخاب کئے۔ عورتیں۔ بچے۔ راہب اور دیگر معذور لوگ ٹیکس سے مستثنیٰ ہوتے تھے جائداد کا حق انتقال دیا گیا جہاں کہیں بھی کوئی مسلمان تھا رواداری اور انصاف کا وہاں دور دورہ ہوتا تھا۔ بلکہ ان پادریوں کو بھی جو مسلمانوں سے لڑ چکے تھے کوئی وجہ شکایت نہ تھی +

ہزیمت خوردہ پادری اور شرفا شمال کی طرف بھاگ گئے۔ اراضی وغیرہ جو وہ ترک کر گئے براہ راست اسلامی حکومت کے تحت آگئی۔ ان اراضی پر غلاموں اور مزارعوں کی معقول تعداد ہوتی تھی۔ ان کی قسمت کھل گئی۔ اور وہ لوگ جو مدت دراز سے ظلم اور بے رحمی کے نیچے دبے جاتے تھے اُن کی زندگی نے ایک نیا ورق اُلٹا۔ مسلمان غلاموں اور مزارعوں کو ایک جماعت یعنی زراعت پیشہ شمار کرتے تھے۔ وہ زمین کی کاشت کرتے تھے۔ اور فصل کا تیسرا حصہ سرکار میں ادا کرتے تھے۔ جس کے عوض میں اسلامی حکومت ان کو انصاف دینے اور امن قائم رکھنے کا ذمہ لیتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک تمدنی جمہوری انقلاب شروع ہو گیا۔ پادریوں اور رئیسوں کے اقتدار کا جنازہ پڑھا جا چکا تھا۔ ان کی متروکہ اراضی لوگوں میں تقسیم ہوئی۔ اس طرح کاشتکارانہ ملکیت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ غلاموں اور مزارعین کے لئے اتنا کافی تھا کہ اپنے عیسائی مالکوں سے بھاگ کر کسی نزدیک کے اسلامی علاقے میں چلے جائیں۔ اور وہاں اسلام کے حلقہ میں داخل ہو جائیں۔ پس وہ فوراً ایک وسیع اسلامی سلطنت کے آزاد افراد بن جاتے تھے اور ان کو تمام حقوق اور مراعات ملجاتی تھیں ہزارہا غلاموں نے اس نئے دور سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور اس طریق سے ان ملکوں پر جو غلاموں کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے مشرق سے مغرب تک آزادی کی لہر پھیل گئی +

مصر بزنطین حکومت کے زیر تسلط

تین لاکھ بزنطینوں نے ملک پر قبضہ کر کے اُسکو غلام بنا رکھا تھا۔ مصری لوگ بھاری ٹیکسوں اور ظلم اور بے انصافی کے نیچے دبے جاتے تھے۔ جج گورنر اور شاہنشاہ کے دوسرے افسر خود ممتاز حاکم تھے۔ جن کے ظلم کے نیچے پسے جا رہے تھے۔ اور ان کی زندگیاں ناقابلِ برداشت ہو رہی تھیں انصاف اور رواداری ناممکن تھی۔ اور قبطی لوگ

قعرِ مذلت میں گر گئے تھے +

یہ بدنظمی اور ابتری نہ صرف سیاسی اور انتظامی تھی - بلکہ تمدنی اور مذہبی بھی سلطنت کے دیگر حصص کی طرح مذہبی تصرفات اور اختلافات کا بازار یہاں بھی گرم تھا ایسے گرم جوش مباحثے ہوتے تھے کہ فساد تک نوبت پہنچ جاتی تھی - اور خون بہتا تھا - ایک کہتا تھا کہ مسیح دو فطرتیں اور دو ارادے رکھتا تھا - دوسرا کہتا تھا کہ نہیں مسیح ناصری صرف ایک ہی فطرت اور ایک ہی مرضی رکھتا تھا - بالآخر شہنشاہ نے فتویٰ صادر کر دیا - جس کے رُو سے ہر ایک عیسائی کے لئے اس بات پر ایمان رکھنا ضروری ہو گیا کہ مسیح دو فطرتیں اور ایک مرضی رکھتا تھا - بعضوں نے قبول کر لیا - بعضوں نے انکار کیا - آخرالذکر لوگوں پر خوفناک مظالم توڑے گئے - اور طرح طرح کی سختیاں کی گئیں اور اس مشہور فتوے نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا +

مصر مسلمانوں کے ماتحت

جب عمرو ابن العاص کا لشکر قاہرہ قدیم کے مقام پر پہنچا رومی گورنر نے چاہا کہ باہمی پیام کے لئے سلسلہ جنبانی کرے - مسلمان جنرل نے اپنے وکلا منتخب کئے - ان میں سے ایک وکیل عبادہ بن صامت تھا - جو حبشی تھا - جب وکلاء گورنر جنرل کے پاس حاضر ہوئے تو وہ سفید رنگ بزنطین ایک سیاہ آدمی کو ان میں دیکھ کر پیچ و تاب کھانے لگا اور اسکو کہا کہ تم چلے جاؤ - لیکن ایک سفید رنگ کے مسلمان نے جواب دیا - کہ اسلام تمام نوع انسان کو ہم رتبہ تسلیم کرتا ہے - اور چونکہ حبشی مذکور ہم سب میں سے زیادہ دانا اور عقلمند ہے - لہٰذا صلح کی گفت و شنید اسی کے ذریعہ ہو گی - ورنہ ہرگز نہیں - رومی نائب کو بامر مجبوری سر تسلیم خم کرنا پڑا - کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ رومی سیادت کے پرخچے اڑ گئے - اور ملک کو آزادی دینے والے مسلمان فاتح نے حسب معمول اصلاحات کا فوراً آغاز کر دیا مصریوں کو اجازت دیدی گئی کہ جس مذہب پر چاہیں ایمان رکھیں اور عمل کریں - انصاف اس خوبی سے ہوتا تھا - کہ خودداری ایک عام بات ہو گئی - اسلام اور بزنطین کے ماتحت محکومین کے احساسات کا اندازہ لگاؤ - کہ کس قدر فرق عظیم ہو گیا ہے

مصر کے مشہور فاتح اور آزاد کنندہ مسلمان جنرل کے بیٹے نے ایکدفعہ ایک مصری کو پیٹا۔ گو کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہؤا تھا۔ کہ رومی لوگ مصریوں کو بلا تمیز جان سے مار ڈالتے تھے لیکن اسلامی حکومت کے ماتحت اس شخص نے جو کبھی غلام ہوتا تھا محسوس کیا کہ اسکے ساتھ زیادتی ہُوئی ہے۔ اُس نے سُنا کہ مدینہ میں ایک بہت قوت والا شخص ہے۔ جو مظلوموں کی دادرسی کرتا ہے۔ وہ بھی وہیں پہنچا۔ مقدمہ خلیفۂ وقت ابن الخطاب کے حضور پیش ہؤا۔ عمرا ابن العاص اور اس کے بیٹے کو مصر سے واپس بُلایا گیا۔ دونوں مدینہ میں خلیفہ کے سامنے مصری کے برابر کھڑے کئے گئے۔ امیرالمومنین نے بیٹے کو مجرم پایا۔ اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ یعنی مصری پر تشدد کرنے کی پاداش میں مسلمانوں کو سزا دیگئی۔ نہ صرف یہ بلکہ عمرا ابن العاص کو تنبیہ کی گئی۔ کہ ایسا کیوں ہؤا۔ خلیفۂ اعظم نے جرنیل کو ان ناقابل فراموش الفاظ میں خطاب کیا:۔

"کس شخص کو اس بات کا حوصلہ ہوسکتا ہے کہ اس انسان کو غلام بنائے جو آزاد پیدا ہوا ہے"۔

اسلام میں مساوات کے گہرے معانی ایک اور مثال سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ مثال جبالہ کا مقدمہ ہے۔ وہ پہلے ایک عیسائی بادشاہ تھا۔ جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ریشمی لباس زیب تن کئے وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ کہ ایک غریب مسلمان کا پاؤں اسکے جسم کی ذیل پر پڑ گیا۔ بادشاہ نے اسکے مُنہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔ وہ غریب بیچارہ بھاگا ہؤا مدینہ پہنچا اور خلیفہ کے حضور میں استغاثہ دائر کر دیا۔ خلیفہ نے جبالہ کو حاضری کا حکم دیا۔ کہ استغاثہ کا جواب دے۔ بادشاہ نے اپنے فعل کا اعتراف کیا۔ اور کہا کہ اگر کعبہ کی مُقدس نواح کا پاس نہ ہوتا تھا۔ تو میں اس کنگال کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیتا۔ اس نے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میرا خیال تھا کہ مسلمان بننے سے میری وجاہت اور سطوت میں اضافہ ہوگا۔ برخلاف اسکے مجھے ایک گداگر کے دوش بدوش کھڑا کیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسلمین نے جواب میں فرمایا۔ کہ اسلام میں وجہ امتیاز صرف اعمال وحسنات ہوسکتی ہیں۔ اور چونکہ جبالہ نے جُرم کا ارتکاب کیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ مظلوم مسلمان کے ساتھ دوستانہ طریق پر صفائی کرے۔ ورنہ اسے اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ بادشاہ نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے چوبیس گھنٹہ کی مُہلت مانگی۔ تو دیگئی لیکن جبالہ قسطنطنیہ کو بھاگ گیا۔ اور پھر عیسائی ہوگیا۔ اور اس طرح ابن الخطاب کے ہاتھوں انصاف

پانے سے محفوظ ہو گیا +

سید امیر علی لکھتا ہے :- ادیان حریفہ نے اسلام کے سیاسی پہلو کو غلط فہمی پیدا کرنے کیلئے بدنما رنگ میں پیش کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ ان چند سالوں میں جو بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ میں گذارے اسلام نے نوع انسان کو زیادہ سیاسی منافع عطا کئے بہ نسبت ان کے جو یورپ میں مختلف طریق ہائے علم سیاست کے ماہرین کے صدیوں کے مبہم ولا یعنی تخیلات سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسلام نے دُنیا کو ایک نظام اخلاق اور ایک آئین حکومت دیا جس کی بنیاد مذہب پر تھی۔ ٹیکسوں پر ایک حد مقرر کر دی۔ اس نے قانون کی نظر میں انسانوں کو مساوی بنایا اور اس نے حکومت خود اختیاری کے اصولوں کو تقدس کے رنگ میں رنگ دیا۔ اس نے شعبۂ انتظامیہ کو قانون کے ماتحت کر کے جس کی بنیاد مذہب اور اخلاق پر تھی حکام اقتدار کو محدود کر دیا +

جس ملک میں مسلمان پہنچے۔ وہاں آناً فاناً ایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔ شہر اور قصبے آباد ہو گئے بدنظمی کی جگہ امن اور دستور نے لیلی۔ اور کاشتکاروں اور کم حیثیت زمینداروں نے جن کو سرکش طبقۂ امرا نے پاؤں تلے روند رکھا تھا۔ اور جن کو پادری لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے مسلمانوں کا اپنے نجات دہندے سمجھ کر خیر مقدم کیا +

جن جن ممالک پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔ وہ فیوڈل سسٹم اور اسکے قانون کی تباہی خیز نتائج سے مامون ہو گئے۔ چونکہ مراعات مخصوصہ اور ذات پات کے امتیازات کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اسلئے مسلمانوں کی قانون سازی سے دو اہم نتائج پیدا ہوئے یعنی غیر مہذب قوانین سے جو مصنوعی بار اراضی پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ اُٹھ گئے۔ اور افراد کے حقوق میں کامل مساوات قائم ہو گئی +

"جو قومیں اس وقت تک تباہی اور ذلت کے خواب میں مدہوش تھیں۔ رسول عربی کی برکت سے ان میں نئی رُوح اور تازہ قوت پیدا ہو گئی۔ لوگوں نے ہر جگہ مسلمانوں کا خیر مقدم کیا۔ کہ وہ ان کو آزاد کرنے والے تھے۔ اگر کسی جگہ مزاحمت پیش آئی۔ تو وہ صرف طبقۂ امرا اور پادریوں کی طرف سے تھی +

خلفائے راشدین کے ماتحت مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت

جمہوری تھی جس کی بنیاد ایک مقررہ قانون پر تھی۔ امور سلطنت کا انصرام وہ سردار کرتے تھے جنکو قوم اس منصب کے لئے تجویز کرتی تھی۔ اور جن کے اختیارات محدود ہوتے تھے۔ اعیانِ سلطنت جمہور کی رائے کے تابع ہوتے تھے۔ اور رعایا کے نیچے سے نیچے طبقے کے افراد کو یہ حق حاصل ہوتا تھا۔ کہ ان پر نکتہ چینی کرسکیں۔ حضرت عثمانؓ کو ہر روز بیت المال کے روپیہ کا حساب دینا پڑتا تھا۔ اور حضرت علیؓ کو ایک عیسائی جو ز کے خلاف استغاثہ کرنے کے لئے ایک معمولی عدالت میں جانا پڑا تھا۔ ججوں کے فیصلے قطعی ہوتے تھے۔ اور خلفاء اولین کو یہ اختیار نہ ہوتا تھا (جیسا کہ بعد کے غاصبوں نے اختیار کر لیا) کہ جس شخص کے خلاف عدالت سے فتوےٰ صادر ہو چکا ہو اسکو معاف کردیں۔ غربا و امرا صاحبانِ اقتدار و مزدوران زراعت پیشہ کے لئے قانون کوئی امتیاز روا نہ رکھتا تھا ✦

اسلامی قوانین انصاف و عدل کے اصولوں پر مبنی تھے۔ اور اپنی سادگی اور صراحت کے لحاظ سے حیرت انگیز تھے۔ اور کسی ایسی اطاعت کے مقتضی نہ تھے۔ جو ناممکن العمل ہو یا عقل انسانی کے خلاف ہو ✦

سادگی و محنت کوشی۔ بیغرض و بے لوثی۔ انکسار و بہادری۔ پاکیزگی اور نوع انسانی سے محبت جیسی صفات سے قرون اولےٰ کے مسلمانوں کے اخلاق متصف تھے۔ مسکرات سے قطعی پرہیز جو رسُول اللہ صلعم کے مواعظ کے نتیجہ تھا۔ مسلمانوں کو کبھی ان بداعتدالیوں میں نہ پڑنے دیا۔ جن کا دھبہ دیگر مذاہب کے پیروؤں کے دامن پر لگا ہوا ہے۔ ان کے قول و قرار کی پختگی اور قانون و حق ملکیت کا احترام دُنیا کو ظلم و سختی سے بچانے کیلئے کافی ضمانت تھا ✦

قرآن اور انقلاب السنہ

اسلام کا مطلب ہے توحید اور ہر ایک باب میں توحید۔ علاوہ اور امور قرآن شریف نے عرب کی مقامی زبانوں کو ایک بنادیا ✦

اسلام کے زیر سایہ کامل انصاف۔ آزادی اور جن قوموں نے اسلام کی طفیل آزادی حاصل کی تھی ان کی بہبودی اور فرغ الحالی نے توجہ کو اس درجہ اپنی طرف کھینچا کہ لاتعداد لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ قرآن ان کی کتاب ہوگئی۔ اور دو صدی سے کم عرصہ میں قرآن

کی زبان اُن کی زبان ہوگئی۔ اِس طرح کئی زبانوں کی جگہ عربی رائج ہوگئی۔ اور مشرق میں دریائے سندھ سے لے کر مغرب میں فرانس کے جنوب تک عربی زبان بولی جاتی تھی لکھی جاتی تھی اور سمجھی جاتی تھی ÷

ڈیوش لکھتا ہے: "قرآن کی مدد سے عربوں نے اسقدر دُنیا فتح کر لی جو سکندر اعظم اور روما الکُبرے کی سلطنتوں سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ اور جن ممالک کو فتح کرنے میں روم نے صدیاں لگائی تھیں۔ ان کو عربوں نے سالوں میں فتح کر لیا۔ قرآن کی مدد سے تمام سامی قوموں میں سے صرف عرب ہی ایسے تھے جو فاتح کی حیثیت سے یورپ میں داخل ہوئے۔ جہاں فنیقی لوگ تاجرانہ حیثیت سے آئے تھے۔ اور یہودی قیدیوں کی طرح یا پناہگزینوں کی طرح آئے تھے۔ وہ یورپ میں آئے کہ نوع انسان کو ہدایت کی روشنی سے منور کریں۔ اور جبکہ چاروں طرف ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ آئے کہ یونان کے مُردہ و مدفون علم و حکمت کو زندہ کریں۔ فلسفہ۔ طب۔ ہیئت اور اور فن شعر کا درس مشرق و مغرب کو پڑھائیں علوم جدیدہ کے گہوارے کو جھلائیں۔ اور ہم متاخرین کو اس دن پر خون کے آنسو رلائیں جس دن غرناطہ ہجرائع ہوگیا"÷

سید امیر علی لکھتا ہے: "یہ قرآن کا ہی اعجاز تھا۔ جس نے عربی زبان کو ایک باقاعدہ بنیاد پر قائم کرکے استوار کیا۔ سادگی و شوکت بیان۔ پاکیزگی و لطافت۔ طرز تشبیہات و استعارات کا بانکپن اور سرعت رجوع سے بجلی کی تڑپ بھی شرمائے۔ یہ ایسے محاسن ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک معلم اخلاق کی تعلیم دے رہا ہے۔ ایک حکیم حکمت کے عقدے کھول رہا ہے۔ اور ایک زخم خوردہ محب وطن دل اپنی قوم کی بداخلاقی اور ذلت کو مطعون کر رہا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کائنات کا رب اپنے ایک برگزیدہ بندے کے ذریعہ وہ اصل الاصول حقائق بیان کر رہا ہے۔ جن پر اخلاقی دُنیا کا قیام ہے۔ یہ ہے اعجاز قرآن"÷

تمدن اسلام

تمام نوع انسانی کے ہادی نے نظام اسلامی کی بنیادیں رکھیں آپ کے جانشین چار خلیفے

حیرت انگیز انسان تھے۔ جو کسی قسم کی شان و شوکت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ شان و شوکت کا خارجی اظہار ایک عامیانہ بات ہے۔ جس سے عوام پر یہ اثر پڑتا ہے کہ جس سے وہ یہ سمجھنے لگجاتے ہیں کہ ان کے حاکم ان سے بہت بلند اور اعلےٰ طبقے کے لوگ ہیں۔ جن سے دادرسی امر مشکل ہے خلفاء راشدین کھانے اور کپڑے میں عوام کی طرح نہایت سادگی برتتے تھے۔ لیکن لوگ انکی بدرجۂ اولےٰ عزّت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ جو چوتھے خلیفہ تھے اپنی پرائیویٹ آمدنی بہت سی رکھتے تھے۔ لیکن وہ اسے اپنی ذات یا اپنے خاندان پر نہیں بلکہ رفاہِ عام کے کاموں پر خرچ کرتے تھے۔ جس سے عیسائیوں یہودیوں اور مسلمانوں سب کو فائدہ پہنچتا تھا۔ انکا اصُول یہ تھا کہ ایک مسلمان حکمران کا یہ فرض ہے کہ تمام کی بہبُودی کیلئے ہر طرح سے کوشش کریں۔ اور رفاہ عام کیلئے تجاویز سوچیں۔ اور حکمران کی ذات سے کوئی ایسا فعل صادر نہیں ہونا چاہئے جس سے حاکم و محکوم کے درمیان باہمی رواداری اور بھروسہ و اعتبار میں خلل انداز ہو +

رومانوی لوگ عرصہ دراز سے ہسپانیہ۔ فرانس۔ انگلستان اور دیگر ممالک یُورپ پر حکمران تھے۔ پانچویں صدی میں ہنس کے حملہ سے رومہ کو بچانے کے لئے انہیں اپنے لشکر ان ممالک سے بلانے پڑے۔ رومیوں کی صدیوں کی حکومت کے بعد بھی ممالک مذکورہ کے لوگ ایسے ہی وحشی اور غیر مُہذب رہے جیسے کہ وہ رومیوں کے آنے سے پہلے تھے۔ بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ وحشی ہو گئے تھے۔ لیکن ہسپانیہ۔ جنوبی فرانس اور جنوبی اٹلی میں اسلامی حکومت کے تین صدی بعد تک مختلف حصص یُورپ میں ترقی کا بیج بویا جا چکا تھا۔ جو اپنا پھل لا رہا تھا۔ سب سے زیادہ اثر ان ممالک میں ہُوا۔ جو اسلامی تمدّن کے بہت زیادہ نزدیک واقع تھے۔ مثلاً ہسپانیہ۔ فرانس اور اٹلی اسی جگہ سے ایک نئی روشنی کا آغاز ہُوا۔ جس کا پرتو تمام یورپ پر چھا گیا اور جس سے ترقی جدید کا آغاز ہُوا۔ ان چند واقعات سے جو ذیل میں دئیے جاتے ہیں ظاہر ہوگا کہ کس طرح کروڑوں غلام آزاد اور ترقی پذیر قومیں بن گئے +

خلفاء

خلافت ایک انتخابی جمہوری صدارت تھی۔ یہ قسم کی حکومت تھی جس کی آج نظیر نہیں ملتی معاویہؓ نے اسکو وراثی بادشاہت بنا دیا۔ جس سے مستم بالشان اسلامی اصولوں کا خون ہو گیا۔ اور اسلام کو ایک مہلک صدمہ پہنچا +

بادشاہت کے ساتھ شوکت و سطوت اور عیش و عشرت آگئے بیت المال جو تمام اسلام کی مشترک جائداد تھا۔ بادشاہ کی جیب خاص بن گیا۔ عیش و عشرت کا بازار گرم ہو گیا چھوٹی چھوٹی تنخواہوں سے جو عمال کی ضروریات کے لئے مکتفی ہوا کرتی تھیں بڑی بڑی کثیر رقومات دیجانے لگیں۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ مامون رشید کی خلافت کے زمانہ میں مشرقی صوبجات کے گورنر جنرل کو ایک لاکھ بیس ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ ملا کرتی تھی۔ قاہرہ میں خلفائے بنی فاطمہ کا وزیر اعظم چالیس ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ پاتا تھا۔ سلاطین بنی فاطمہ کے ہاں قیمتی پارچات کی ساخت کیلئے انکے اپنے کارخانے ہوتے تھے۔ یہ پارچات گرما و سرما میں سلطنت مصر کے عمال کو بطور تحائف تقسیم ہوتے تھے اسی پر ڈھائی لاکھ پونڈ سالانہ خرچ ہو جاتے تھے اسلامی سپین میں چوتھی صدی ہجری میں اسّی لاکھ پونڈ مصروف ہوتے تھے

بعض نظارات سلطنت

محکمۂ فوجی

اسلامی عساکر ہمیشہ قصبات سے دور فاصلہ پر پڑاؤ کیا کرتے تھے۔ انہی مقامات پر قاہرہ۔ کوفہ بصرہ جیسے مسعود شہر پیدا ہو گئے مسلمان سپاہیوں کے نام فوجی رجسٹروں میں درج ہوتے تھے اور ہر ایک سپاہی کا حلیہ و تحریر تفصیل سے لکھا جاتا تھا۔ مؤدیہ موقعہ پر معائنہ ہوتے تھے۔ جو سپاہی اپنے گھوڑوں کی پرداخت میں غافل پائے جاتے تھے اُن کو غفلت کی کمی بیشی کے لحاظ سے یا تو برخواست کر دیا جاتا تھا۔ یا کوئی اور سخت سزا دیجاتی تھی +

نظارت بحریہ

اسلامی حکومت ہسپانیہ کے پاس دو سو جنگی جہاز ہوتے تھے۔ بنی فاطمہ کے بیڑے میں چھ سو جہاز تھے۔ خاص خاص بندرگاہ صرف جہاز سازی کے لئے مخصوص تھے جہاز سازی کے کارخانوں کو دارالصناع کہا جاتا تھا بحری فوج کا افسر اعلیٰ امیر البحر کہلاتا تھا۔ یورپ جب بیدار ہوا۔ اور مسلمانوں کے قدم بقدم چلنے لگا۔ تو اس نے دار الصناع کو آرسنل اور امیر البحر کو اڈمیرل میں تبدیل کر دیا +

یہ بیڑے مدافعت کے لئے استعمال ہوتے تھے جیسا کہ عبدالرحمن ثالث سلطان ہسپانیہ کی تاریخ سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔

محکمۂ برید

سلطنت کی بعض ریاستوں میں اس محکمہ کا بجٹ ۴۶ ہزار پونڈ تک پہنچ جاتا تھا۔ یہ اہم محکمہ تھا۔ اور اس کے لئے متعدد عمال کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس کا فرض یہ تھا کہ شاہراہوں کی نگرانی کرے۔ ان کی مرمت وغیرہ کروائے اور رہزنوں سے محفوظ رکھے۔ اس کے متعلق وہ کام بھی ہوتا تھا جو آجکل ڈاکخانجات کے سپرد ہے۔ اس حیثیت کے اس کے پاس ڈاک کے مکانات ہوتے تھے جہاں مضبوط اور تندرست باربرداری کے جانور معقول تعداد میں رہتے تھے +

محکمۂ قضاۃ

قرون اولیٰ کے مسلمان ججوں نے اپنے پیچھے شاندار روایات چھوڑی ہیں بعض نے بادشاہوں کے خلاف بھی جن سے کوئی جرم سرزد ہوا تھا فتوے صادر کر دیئے تھے۔ وہ ایک ممتاز وردی پہنتے تھے۔ اور ہر ایک صدر قاضی کی تنخواہ علاوہ شاہانہ عطیات کے ایکہزار پونڈ سالانہ ہوتی تھی۔ دیوان المظالم یا دار العدل عدالت العالیہ مرافعہ ہوتی تھی جسمیں اکثر خلیفۂ وقت صدارت کرتا تھا +

محکمۂ شرطہ

اس محکمہ کا کام وہی تھا جو آجکل پولیس کا ہوتا ہے +

محکمہ حسبہ

یہ محکمہ ضروریات زندگی کے نرخ مقرر کرتا تھا۔ ناجائز منافع کا سدباب کرتا تھا غلط اوزان و پیمانجات یا خراب ماکولات و مشروبات کی فروخت کا انسداد کرتا تھا۔ یہ ایک قسم کا بورڈ آف ہیلتھ تھا۔ باربرداری کے مواشی پر زیادہ بوجھ لادنے یا ان پر تشدد کرنے سے روکتا تھا۔ اور ساتھ ہی ایک اور اہم کام کرتا تھا یعنی مدارس میں بچوں پر سختی کو روکتا تھا +

نظارت الانشاء

یہ تھا محکمۂ اشاعت۔ اول اول تو چمڑا اور پاپری استعمال ہوتے تھے لیکن بعد میں مسلمانوں نے کاغذسازی کا فن چین سے سیکھ لیا۔ سلطنت کے مختلف اقطاع میں کاغذسازی کے کارخانے قائم کر دیئے۔ اور تھوڑے عرصہ میں یہ کام بھی فنون لطیفہ میں شمار ہونے لگا۔ یورپ میں مسلمانوں نے بہت جلد

ان کی پیروی شروع کردی۔ اور جب وہ یورپ سے نکالے گئے تو دیگر چیزوں کے علاوہ کاغذ سازی کے کارخانے بھی پیچھے چھوڑ آئے۔ جن کی نقل تمام یورپ نے اُتاری +

اسلامی سلطنت

اسلامی حکومت کا رقبہ تقریباً ۴۵ لاکھ مربع میل تھا جس کی آبادی پچیس کروڑ کے قریب تھی پہلے خلفائے بنی عباس نے انصاف امن اور تحفظ املاک کی بنیاد پر استوار کیں زراعت حرفت۔ کان کنی اور تجارت کو فروغ دیا۔ اس وقت حدود چین سے لیکر ہسپانیہ کی شمالی سرحد تک صنعت و حرفت خوب رونق پر تھی۔ تاریخ عالم نے اس سے پہلے یہ حالت نہیں دیکھی تھی۔ ہر قسم کا سامان تجارت بحر الکاہل سے بحر اوقیانوس تک بحر و بر پر پھرتا تھا تجارت و آمدورفت اس سے پہلے اسقدر وسیع الآفاق کبھی نہیں ہوئی تھی۔ نہ اسقدر تیز تھی اور نہ اس قدر مقدار میں ہوتی تھی متعدد ممالک متعدد اقوام۔ متعدد نسلیں متعدد زبانیں سب ملکر ایک قوم ہوگئی تھی۔ جس کی ایک زبان۔ ایک تمدن۔ ایک مقصد اور ایک ہی مذہب تھا۔ کس قدر حیرت انگیز بات تھی۔ دُنیا کا نقشہ لو۔ اور مدینہ کو دیکھو۔ اور پھر اس روشنی کو دیکھو جو یہاں سے نکلکر ارد گرد پھیل گئی۔ غور کرو کہ کس طرح عقل حیران ہو جاتی ہیں۔ ذرا اس شانِ جلالی پر غور کرو۔ یہ تھا اسلام کا معجزہ +

اسلامی سلطنت نہ صرف خرمن اجناس تھی۔ بلکہ دنیا کا حرفتی اور کان کنی کا ضلع بھی تھی۔ پس کوئی حیرت کا مقام نہیں ہے۔ کہ اس زمانے کی دولت و ثروت محیر العقول تھی +

خلیفہ کی آمدنی

عہدِ عباسیہ کے دوران میں ہسپانیہ ایک مطلق العنان اسلامی حکومت بن گئی تھی لیکن اسلامی سلطنت کا باقی حصّہ فرمانروائے بغداد کے ماتحت تھا۔ مالیات سرکاری ٹیکسوں سے وصول ہوتے تھے۔ اور ان میں سے سرکاری اور امورِ عامہ کا کُل اخراجات وضع کرنے کے بعد بقایا خلیفہ کو بھیج دیا جاتا تھا۔ اسلامی تہذیب کے عروج کے زمانہ میں خلیفہ کو اس طرح پر ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ کی خالص آمدنی تھی۔ اسمیں سے بیس لاکھ پونڈ دار الخلافت کے نظام حکومت پر خرچ ہو جاتے تھے۔ اور باقی رقم کا کثیر حصّہ ادب و علم اور حکمیات کی ترقی اور علمی و تعلیمی

درسگاہوں کے قیام میں صرف ہوتا تھا۔ اور مختلف علما کو عطیئے دیئے جاتے تھے جو بعض اوقات چار ہزار پونڈ فی کس بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوتے تھے +

خلفائے عباسیہ میں سے خلیفہ منصور کی وفات پر تین کروڑ بیس لاکھ پونڈ اسکے خزانے میں سے برآمد ہوئے۔ اور ہارون الرشید کی وفات پر تین کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ نکلے یساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ آجکل کی نسبت اس زمانہ میں روپے کی قوت خرید پانچ گنا زیادہ تھی +

مسلمان خوانین کا تموّل

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ خلیفہ وقت کی والدہ۔ اہلیہ ہمشیرہ یا بیٹی امور سلطنت میں بہت اقتدار رکھتی تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران کی سالانہ آمدنی ساٹھ لاکھ پونڈ سالانہ ہوتی تھی اسکی عظیم الشان قابلیت فضیلت علمی اور سخاوت کی وجہ سے تمام ممالک اسلام میں اسکو شہرت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی خاتونیں ہوئی ہیں۔ مستعین کی والدہ بیحد متموّل تھیں۔ اس کے پاس ایک قالین پچاس لاکھ پونڈ کی قیمت کا تھا۔ اس کے حاشیہ پر سونے کے حیوان اور پرند بنے ہوئے تھے جن کی آنکھیں جواہرات کی تھیں +

بہت سی خاتونیں نقد رقومات اور بیش قیمت جواہرات کے عطیات سے علماء و شعرا کی قدر افزائی کیا کرتی تھیں۔ ایک ممتاز شاعر کو ایک خاتون سے دس ہزار پونڈ سے زیادہ کا گرانبہا عطیہ ملا تھا +

شعرا و فصحا

ہمارے زمانے کے اخبارات کی طرح شعرا و فصحا عوام پر بہت مضبوط اثر رکھتے تھے +

علم و حکمت

اسلام نے نجوم و رمل۔ جادوگری اور کئی ایک دیگر اوہام کا جو رسول اللہ صلعم کے زمانے میں تھے قلع قمع کر دیا۔ اور ان کی زندگی کی کاروپرداخت میں عقل اور قوانین قدرت سے لیا۔ اسلام نے اس خیال کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا کہ کوئی شخص تعظیم و تکریم یا بڑائی کا صرف اسلئے مستحق ہے کہ وہ کسی امیر خاندان یا کسی نام نہاد شریف نسل سے ہے۔ اور اسکی جگہ یہ اصول قرار پایا کہ ایک شخص کی تعظیم وغیرہ اس کے اخلاق چلن علم و نفع رسانی پر منحصر ہے +

قرن اولے کے مسلمان قرآن سنتے تھے۔ اور اس سے انہیں لکھنا پڑھنا سیکھنے کا شوق

ہوتا تھا۔ تاکہ وہ خود اسے پڑھ سکیں۔ قرآن کا مطالعہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مفصل اور حکیمانہ عربی صرف ونحو علم السنہ اور زباندانی کی دیگر شاخوں کی بنیاد پڑ گئی۔ تاریخ قدیم کیلئے تجسس ہونے لگا اور واقعات حال کو قلمبند کیا جانے لگا۔ اور قانون بسیط اور فاضلانہ تصنیفات تالیف ہونے لگیں۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ قدرت اور اسکے قوانین کے متعلق جو کچھ معلوم ہوسکتا ہے اسکو معلوم کرنے کا زبردست شوق پیدا ہوگیا۔ اسلام کے سفیر گئے۔ علم کے پوشیدہ خزائن کو ڈھونڈنے کے لئے ہندوستان ایران اور یونان کے دفینے چھان مارے۔ اور جو کتابیں آج تک دنیا کی آنکھوں سے مدتہائے دراز سے اوجھل تھیں ان کے لئے محیر العقول رقومات دی گئیں۔ اس تمام دانش عتیقہ کو عربی لباس پہنایا گیا۔ مشاہدات قدرت سے اُن کا مقابلہ کیا گیا۔ تمیز اس کے مطابق کی گئی۔ اور آخر اس الجھی ہوئی گتھی کو سلجھایا گیا۔ اس طرح منطق کو ایک منضبط علم بنایا گیا۔ فلسفہ کا شوق سے مطالعہ کیا گیا۔ اور اسکے مسائل کی تشریح کی گئی۔ علم کیمیا جدید کی بنیاد رکھی گئی۔ علم سیاست مدن اور علم تمدن دریافت کئے گئے۔ جغرافیہ۔ علم طبقات الارض۔ علم الحیات۔ علم حیوانات۔ طب۔ زراعت۔ ہیئت وغیرہ وغیرہ مضامین کو ایک ایک کر کے لیا گیا۔ اور ان پر اعلیٰ اعلیٰ مستقل تالیفات ہوئیں +

ہمیں ان بینظیر وسیع الآفاق مساعی سے متحیر نہیں ہو جانا چاہئے۔ رسول اللہ صلعم کے ایسے اقوال نے کہ ایک مسلمان کو تحصیل علم کیلئے گو صحرا کو عبور کرنا پڑے خواہ اسے چین کو ہی جانا پڑے۔ اور خواہ کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے وہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ایک ذریعہ ہیں۔ علم کو تحریر میں لا کر آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ رکھو۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ دانش وحکمت کی تلاش کرے خواہ کہیں سے ہو۔ علم حاصل کرنا ہر ایک مسلمان مرد و عورت کا فرض ہے۔ مسلمان کو مہد سے لحد تک علم حاصل کرتے رہنا چاہئے۔ مسلمان کو ہر ایک دانا سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو علم حاصل کرنا چاہئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ایسے اقوال نے مسلمانوں میں تحصیل علم کیلئے ایک نہ بجھنے والی پیاس پیدا کردی۔ یہ اقوال وہ بیج تھے جو قرآن کی برکت سے بارآور ہوگئے +

تاریخ وجغرافیہ

ایک جلد سے انتہائی جلدوں کی ضخامت تک کی ہزاروں کتابیں تاریخ پر لکھی گئیں جنہیں قوموں

سلطنتوں - افراد و قصبات کے تذکرے تھے - سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی دُنیا کو انسائیکلوپیڈیئے اور ادبی اور اسماء الرجال کی لغاتیں تصنیف کرنی سکھائیں +

جغرافیائی معلومات کے حصول کیلئے انہوں نے بحر و بر کو چھان مارا - اور خشک و تری کے مظاہر کے علاوہ جو کچھ اُنہوں نے دیکھا سب کو قلمبند کیا نسلیں اور لوگ - بادشاہ اور اُن کی حکومتیں - مذاہب و ملل عادات و رواجات حیوانات و حشرات وادیاں اور پہاڑ - دریا اور نہریں جنگلات و میدان - زرخیزی و خشکی کھیت و باغات فصلات و پیداوار - سڑکیں اور راستے دیہات و قصبات و غیرہ وغیرہ جاپان سے انگلستان تک ان سب چیزوں کا کم و بیش مفصل ذکر کیا ہے - عربی زبان میں جغرافیہ پر کئی مستقل تالیفات ایسی ہیں جو ابد الآباد تک رہینگی - جب ملانوں کے جوتے نیچے دبے ہوئے یورپ کے عالم زمین کے چپٹا ہونے کے دعوے کر رہے تھے اس وقت مُسلمانوں میں زمین کی گولائی مُسلم ہو چکی تھی - اندازہ کیا گیا تھا اور یہ ثابت بھی کر دیا گیا تھا کہ زمین کا محیط چوبیس ہزار میل ہے علاوہ ازیں اور بہت سے جغرافیائی حقائق دریافت ہوئے - اور مشرق و مغرب میں دریافتیں ہوئیں - اور امریکہ بھی اُن کی نظر سے نہ بچ سکا +

علم سیاست مدن و علم تمدّن

مُسلمانوں سے پہلے دُنیا ان علوم سے بےخبر تھی - سب سے پہلے مسلمانوں نے ان کو فروغ دیا +

طب و دواسازی

طبیبوں و عطاروں کو طبابت کا پیشہ شروع کرنے سے پیشتر امتحان پاس کر کے لائسنس لینا پڑتا تھا - بغداد میں مختلف انواع کے ۸۶۰ اطبا تھے - ہر ایک نوع کے طبیب علم طب کی ایک خاص شاخ میں مہارت حاصل کرتے تھے یعنی جراح معالج چشم معالج دندان و معالج امراض مخصوصہ نسوان وغیرہ وغیرہ ہوتے تھے +

نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اطبا ایسے ایسے ترقی یافتہ خیالات پر پہنچ گئے - جن پر پُرانا علم طب کبھی نہ پہنچا - اُن کا خیال تھا کہ ناقص غذا سے جو بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اُن کا علاج سرد سبزیوں اور بوٹیوں وغیرہ سے ہو سکتا ہے - مخدر دوائیوں کا استعمال سب سے پہلے اُنہوں نے ہی کیا - اور ایسی امراض کو جن کے متعلق ان سے پہلے غلط فہمی تھی اُنہوں نے ہی سب سے پہلے اچھی

طرح بیان کیا اور اس کا علاج دریافت کیا +

فن عطاری جس کی بنیاد انہی کی ایجاد ہے۔ انہوں نے مختلف اقطاع عالم بوٹیوں کے اثرات کا جو وہ جسم پر کرتی ہیں مشاہدہ کیا۔ اور ان کی ابتدائی علامات دریافت کئے +

علم کیمیا و علم نباتات

کیمیا جدید کی بنیاد مسلمانوں نے ہی ڈالی تیزاب شورہ تیزاب گندھک۔ اور کشتہ چاندی اور متعدد دیگر مرکبات سب سے پہلے مسلمان کیمیا گروں نے ہی ایجاد کئے۔ ایک مسلمان مؤرخ لکھتا ہے۔ کہ وہ کیمیا گر ایک ایسا مرکب تیار کرتے تھے۔ کہ اگر اس سے لکڑی پر روغن کیا جائے۔ تو وہ آگ سے محفوظ ہو جاتی تھی تشعیر تقطیر و تحلیل وغیرہ کے عمل سب سے پہلے انہوں نے ہی دنیا کو سکھائے۔ اور انہوں نے اپنی تصنیفات میں کیمیاء قدیم کے نقائص کو من و عن ظاہر کیا +

طلباء علم نباتات مصوروں کے ساتھ مختلف قسم کی سبزیوں کا مطالعہ کرنے اور ان کو تحریر و تصویر کے ذریعہ باریکی سے بیان کرنے کیلئے دور دور تک سیاحت کرتے تھے۔ اور آخر کار ان کے مطالعہ اور تجسس کے نتائج علمی نباتات کی عالمانہ تصنیفات میں لکھے جاتے تھے +

شفاخانجات

سندھ سے ہسپانیہ کے شمال تک تمام بڑے بڑے شہروں میں شفاخانے قائم کئے گئے شفاخانوں کا انتظام نہایت معقول ہوتا تھا۔ اور ہر طبقے کے لوگوں کا ان میں علاج ہوتا تھا۔ ہر ایک قسم کے مریضوں کیلئے الگ کمرے ہوتے تھے طبیب اعلیٰ اپنے ماتحتوں کے ساتھ روزانہ ہر ایک کمرے میں جاتا مریضوں کا معائنہ کرتا۔ اور ان کا علاج تجویز کرتا تھا۔ ان شفاخانوں میں علم طب و دواسازی کی تعلیم کا بھی انتظام ہوتا تھا فوجوں کے ساتھ ڈاکٹر اور دوائی ساز میدان جنگ کو جاتے تھے۔ اور ہسپتالوں کا سامان اونٹوں پر لاد کر لیجایا جاتا تھا +

علم ہیئت

سورج اور دیگر اجرام فلکی کی حرکات کے متعلق حیرت انگیز انکشافات کئے گئے۔ زمین کے محور طریق الشمس کا ٹیڑھا پن۔ قمری بلندیوں کا اختلاف اور تبدیل فصول کی تحقیق البتانی کے

ہیئتی نقشے لاطینی میں ترجمہ کیئے گئے۔ اور صدیوں تک یورپ میں علم ہیئت کی بناء انہی پر رہی۔ جیسا کہ کیمیات قدیم کے ساتھ سلوک کیا تھا۔ مسلمانوں نے علم نجوم کی اغلاط کو بھی آشکارا کیا اور ان تصنیفات میں جنکی بنا تجربہ اور مشاہدہ پر تھی علم ہیئت کے حقائق اور اسکے فوائد بیان کیئے۔ اس مقصد کیلئے اس وسیع سلطنت میں جابجا رصدگاہیں تعمیر کیں اور بہت سے آلات مثلاً دوربین وغیرہ ایجاد کیئے۔

ریاضیات

عربی اعداد اور الجبرا اسقدر مشہور ہیں کہ ان کا ذکر غیر ضروری ہے۔ علم ہندسہ اور ریاضی کی دوسری شاخوں کا بڑے شوق سے مطالعہ کیا جاتا تھا۔ اور ان میں بہت سے اضافے کیئے۔

فنون لطیفہ

فنون لطیفہ سے بھی لاپرواہی نہ کی گئی۔ موسیقی کو ایک منضبط علم کی شکل میں قائم کیا گیا۔ اور ہر جگہ سیکھا جاتا تھا۔ ساز باجے ایجاد کیئے گئے۔ سنگتراشی اور مصوری کو بہت اعلےٰ درجہ تک ترقی دیگئی۔ اور عربی فن عمارت تو دنیا بھر میں مشہور ہے۔

دُنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ

سُقراط ۔ یسوع مسیح اور حُسینؓ

از قلم جناب شیخ منیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتؕ بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون ۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مرا ہُوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں مگر اُن کی زندگی کی حقیقت تم نہیں سمجھتے +

باب اوّل

دُنیا کے مشہور شہید

اِس دُنیا کے اندر تاریخ اِنسان میں ایک معقول تعداد شہداء کی پائی جاتی ہے حضرت آدم اور حوّا کے لڑکے کی تاریخ تو اب بہت ہی پُرانی ہے ۔ دُنیا میں بہت سے بزرگ لوگ پیدا ہوئے ہیں ۔ اور انمیں سے اکثر نے اپنی عظمت اور بڑائی کی وجہ سے تکالیف برداشت کی ہیں ۔ عظمت کا ایک بڑا ثبوت مصائب کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے ۔ دُنیا پہلے ان بچّوں کو جو خاص قابلیت رکھتے ہیں سختی اور مصیبت میں ڈالکر اُن کی آزمائش کرتی ہے جیسا کہ سونے کی سلاخ کو آگ میں اسکی صفات و کھراپن دیکھنے کے لئے ڈالتے ہیں ۔ انسان اکثر سخت آزمائشوں میں ڈالا جاتا ہے ۔ تاریخ کی ورق گردانی سے پایا جاتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو سخت ترین امتحان میں ڈالا گیا ہے ۔ اور حق کیلئے انہیں موت کا سامنا کرنا پڑا ہے ۔ اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں بعض بعض شخص بڑی بہادری سے شہید ہوئے ہیں ۔ ہر ایک مذہب ہر ایک مُلک اور ہر ایک قوم کا اپنا اپنا شہید ہے ۔ تاریخ اسلام ایسے شہدا کے اذکار سے پُر ہے ۔ جن پر ہر ایک قوم اور ہر مذہب کو ناز ہو سکتا ہے +

اکابر اسلام میں بہت سے شہید دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت محمد صلعم کی حیات ہی میں لاتعداد صحابہؓ شہید ہوئے۔ رسول کریم صلعم کے پہلے چار خلفاء اور جانشینوں میں سے صرف ایک خلیفہ حضرت ابو بکرؓ ہی اپنی طبعی موت مرے۔ حضرت عثمان ذوالنورین خلیفۂ سوم کی شہادت ایک اعلیٰ درجہ کی بہادرانہ شہادت تھی۔ انہیں دس یوم تک بھوکا پیاسا محاصرہ میں رکھکر قتل کیا گیا۔ ان کے ساتھی اور غلام محاصرہ کرنیوالوں کے ساتھ لڑنے کو تیار تھے لیکن انہوں نے اس امر کی اجازت نہ دی۔ کیونکہ وہ مسلمانوں میں خونریزی کی ذمہ داری نہ لے سکتے تھے۔ خود بیرحمی کے ساتھ قتل کئے گئے لیکن مسلمانوں کے خون بہانے کو روا نہ رکھا +

عیسائیت کے ابتدائی زمانہ میں بھی لوگ شہید ہوئے گو حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں ایسا نہیں ہوا۔ انکی اپنی زمانۂ حیات میں ان کی حواریوں نے ان سے محبت ظاہر نہیں کی بلکہ انہوں نے غداری کی اور ان پر لعنت بھیجی۔ اور انہیں موت سے بچانے کے لئے انگلی تک بھی نہ ہلائی لیکن ان کے مصلوب ہونے کے بعد بہت سے عیسائیوں نے انکی وجہ سے اذیت اٹھائی بلکہ موت کا شکار ہوئے +

دیگر مذاہب میں بھی شہیدوں کا پتہ چلتا ہے لیکن تین بزرگوں یعنے سقراط جناب مسیحؑ اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں ایک نرالا رنگ نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ملک شہادت کے شہزادے سمجھے جاتے ہیں۔ وہ خود بہت بڑے تھے اور جس مقصد کے حاصل کرنے کیلئے انہوں نے اپنی جان دی وہ بھی اعلیٰ تھا۔ ان کی شہادت کا اثر دنیا پر نقش کالحجر کی طرح ہوا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت ہمیشہ کے لئے ہے میں اب مختصر طور پر ان کی زندگی اور موت کا حال بتلاتا ہوں +

فصل دوم

سقراط

سقراط حضرت مسیح سے پانسو سال پہلے گذرا ہے۔ اس کا باپ سفرونسکس نامی ایک سنگتراش

اور اسکی ماں فینارت کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ وہ دایہ کا کام کرتی تھی علم موسیقی علم ہندسہ علم ہیئت اور فن ورزش جسمانی نیز یونانی علم ادب حاصل کرنے کے بعد اس نے سنگتراشی کا کام شروع کیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد اُسے چھوڑ دیا۔ اسکی خانگی زندگی اسکے لئے زیادہ خوشی کا موجب ہوتی۔ اسے اپنی بیوی انتھی پی کی طرف سے چنداں آرام نہیں مل سکتا تھا۔ اس کے لڑکے کُند ذہن اور سادہ لوح تھے۔ دستکاری کو چھوڑ کر سقراط نے تعلیم کا کام اختیار کیا۔ اور اس نے اپنا ہی طریق تعلیم ایجاد کیا۔ جس کی وجہ سے اُسنے بہت شہرت پائی۔ اس امر کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی ہو گا کہ افلاطون جیسے طباع صاحب غور اس کے شاگرد تھے۔ اور انہیں اپنے اُستاد پر فخر تھا۔ سقراط کے دل میں یہ بات پیدا ہُوئی۔ اور اس نے علانیہ کہا۔ کہ میں خدا کی طرف سے خاص غرض کیلئے بھیجا گیا ہوں اس نے خیال کیا۔ کہ نہ صرف اپنی ذات ہی کی بلکہ دوسروں کی اصلاح کا کام بھی خدا کی طرف سے اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ اس مقولہ کی اہمیت کو جو اس کے کئی سو سال بعد زبان زد خلائق ہُوا کہ طبیب کو اپنا علاج کرنا چاہئے خوب سمجھتا تھا۔ اپنے ذاتی تعلیم کا کوئی موقعہ وہ ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ اسے اپنے نقائص کا پورا علم تھا۔ اور اپنے وعظ و لکچروں پر گھمنڈ نہ تھا۔ اُسے ان لوگوں کے ساتھ جو غلط راہ اختیار کرتے بہت ہمدردی تھی۔ اور وہ ان لوگوں کو رد کر کے بہت خوش ہوتا۔ جو راہ راست پر قدم مارتے۔ اسکی زندگی پاک تھی۔ زینوفن اس کی نسبت لکھتا ہے۔ کہ کوئی شخص بھی سقراط کی نسبت نہیں کہ سکتا کہ اس نے کبھی کوئی مذموم کام کیا ہو یا مُنہ سے کوئی ناپاک لفظ نکالا ہو +

اُس زمانہ میں خدا کی وحدانیت کا مسئلہ ممالک مغرب کے لوگوں پر نہ کُھلا تھا۔ یونان تعلیم و تربیت کا گھر تھا۔ لیکن لوگ پھر بھی اندھیرے میں ادھر اُدھر ٹٹول رہے تھے مختلف قسم کے قصے و کہانیوں پر اُن کا اعتقاد تھا۔ اور ایک کثیر التعداد دیوتاؤں اور دیویوں کی وہ پرستش کرتے تھے۔ اس قسم کے اعتقادات اور پرستش سے سقراط بیزار تھا۔ اس کا پختہ اعتقاد یہ تھا۔ کہ خدا ایک ہے اور وہ خالق اس دُنیا کا ہے +

اُس کا خیال اللہ تعالےٰ کی ہستی کی نسبت جو زندہ و رحیم و کریم ہے۔ ان قصوں کے

بالکل منافی تھا جو اس کے ہموطن دیوتاؤں اور دیویوں کے کارناموں کے متعلق اُسے سُناتے تھے۔ ان کے بعض کام تو اس قسم کے ظاہر کئے جاتے تھے کہ ان سے بدترین انسان بھی پرہیز کرتے ہیں تاہم انہیں ایسے دیوتاؤں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ جو اپنی پرستش بھی کرانا چاہتے ہیں لیکن سقراط پرستش ان کی نہ کر سکتا تھا۔ باوجود اس قسم کے اعتقاد کے اس نے اپنے اہل ملک کے اعتقادات کی کلیتہً مذمت نہ کی لیکن اس نے ان پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے اپنے مذہب کو ناپاک قصے کہانیاں ملا کر خراب کر دیا ہے +

خدا کی ہستی کے ثبوت میں سقراط منہمک رہتا تھا۔ اس نے لوگوں کی توجہ قدرت کے اُن عجائبات کی طرف مبذول کی جو دنیا میں جنبش اور خیر اندیشی کی تہ میں ہیں۔ اس کا اپنا دل بالکل پاک تھا۔ اور اس کا اعتقاد تھا کہ خدا انسان کے دل میں نشانات کے ذریعہ القا کرتا۔ اور اسے متنبہ کرتا ہے۔ اسے پختہ خیال تھا کہ اس کے اندر ایک محافظ روح ہے۔ یہ سب باتیں اس کے ہموطنوں کے لئے عجائبات میں سے تھیں۔ اور اسلئے ایک الزام اسکے خلاف یہ تھا کہ اُس نے نئے خداؤں کا رواج دیا ہے +

سقراط کی زندگی فی الحقیقت نہایت سادہ تھی۔ سرما اور گرما ہر دو موسم میں وہ ایک ہی کوٹ پہنا کرتا تھا۔ اسکی خوراک نہایت غریبانہ تھی۔ وہ ننگے پاؤں اور بغیر قمیص پہنے چلتا تھا۔ وہ اپنی ذات کی پرواہ نہ کرتا۔ تاکہ دوسروں کو تعلیم دینے کیلئے وہ زیادہ تر آزاد ہو جائے اپنے تمام آرام و آسائش کو اس نے قربان کر دیا تھا۔ تاکہ وہ اس غرض کو بہترین طور پر سرانجام دے سکے جو اسکے اعتقاد میں خدا نے اُس کے سپرد کیا تھا۔ وہ اپنا وقت زیادہ تر منڈیوں۔ بازاروں اور گشتی گاہوں میں صرف کرتا۔ اور واعظوں۔ مدبروں۔ کاریگروں۔ مزدوروں صناعوں اور دیگر اہل حرفہ سے گفتگو کرتا تھا +

اپنی عقلمندی کے باعث سقراط بہت بڑا آدمی تھا۔ اور اخلاقی نکتہ خیالی میں بھی وہ کم نہ تھا اسے اپنے ملک سے جس کا وہ ایک لائق شہری تھا محبت تھی۔ لیکن اس کی حب الوطنی کے خاص دائرہ کے اندر محدود نہ تھی۔ وہ تمام دنیا کو اپنا وطن خیال کرتا تھا۔ وہ بہت دلیر بھی تھا اس نے پٹیدہ میں فوجی ملازمت کی۔ اور السی بی اڈیز کی جان بچائی +

اس خدائی آواز نے جو اسکے اندر بول رہی تھی ان سے ملکی حالات میں دخل دینے سے روک دیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کا کچھ خیال نہیں رکھا۔ اور آخر کار اس کے چند پولیٹکل ہمعصروں کی دشمنی ہی کے باعث اسے شہید ہونا پڑا +

سنہ ۴۰۶ قبل مسیح سے وہ سینٹ یعنے مجلس مدبرین کا ممبر تھا۔ ارجی نیوسی کے فتوحات کے متعلق تحقیقات کے پہلے دن ہی اس نے پرائی ٹینس کا پریزیڈنٹ ہونے کی حیثیت سے کلگرنیس کے اس خلاف قانون خلاف آئین تجویز کی مخالفت میں کہ اس مجلس ہی کی رائے پر آٹھ جرنیلوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا جائے اپنی آواز بلند کی ایس مخالفت میں بعض لوگ اسکی تائید میں کھڑے ہوئے لیکن بعد میں سب انہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تو یہ اکیلا اڑا رہا۔ اس کے دو سال بعد جب چاروں طرف ظلم وستم کا راج تھا مجلس مدبرین نے جن میں تیس ممبر تھے پانچ شہریوں کو جن میں سقراط بھی تھا حکم دیا کہ وہ سلامس کی طرف جائیں۔ اور وہاں سے لیون نامی شخص کو لائیں جس کے خلاف مجلس مذکور نے فتوے موت دے رکھا تھا لیکن سقراط ہی نے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کیا۔ قدرتاً اس مجلس کے ممبر اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ اور وہ اس امر کی دھمکی ہی دیتے تھے۔ کہ مجلس اُسے اس خاص قانون کے ماتحت سزا دے سکتی ہے جس کے رُو سے علم مناظرہ کا سکھلانا منع ہے۔ لیکن از سر نو قائم کردہ جمہوری سلطنت کے لئے مقدر تھا کہ اس پر مقدمہ کھڑا کرے۔ اور بعد تحقیقات کثرت رائے سے اُسے ملزم گردان کر اُس کی موت کا حکم صادر کرے۔ مگر افسوس ہے ایسی جمہوریت پر اور لعنت ہے ایسی کثرت رائے پر +

اگر جمہوری حکومتیں ایسی اندھی ہیں کہ وہ سقراط جیسے ضائع شخص کی قدر نہیں کرتیں۔ اور اسے سزائے موت دیتی ہیں تو وہ اس قابل نہیں کہ انہیں کسی قسم کے اختیارات دیئے جائیں +

سقراط پر الزام لگانے والے تین کس تھے ایک تو لیکن جو کہ ایک بڑا خوش تقریر شخص تھا دوسرا انی ٹس جو دبّاغ تھا۔ اور تیسرا میلیٹس شاعر تھا۔ یہ سب علاقہ فیل کی طرف سے جمہوریت کے دلدادہ گروہ کے ممبر تھے۔ پہلا الزام یہ تھا کہ سقراط ریاست کے تسلیم کردہ دیوتاؤں کا انکار کرتا ہے۔ اور نئے خداؤں کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسرا یہ تھا کہ وہ نوجوانوں کو بگاڑتا ہے

آؤ دیکھیں کہ سقراط نے ان الزامات کو کیسے رد کیا۔ اس نے ان کے جواب سوچنے کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اور نہ اس نے ججوں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ اس نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور بڑی دلیری سے کہا کہ جو الزامات اس پر لگائے گئے ہیں وہ ان سے بری ہے۔ اس نے میلیٹس کو سامنے بلایا اور ثابت کر دیا کہ وہ خود اپنی باتوں کی تردید کرتا ہے۔ بحث کرتے وقت اس نے میلیٹس کے منہ سے نکلوایا کہ سقراط بالکل دہریہ ہے۔ لیکن سقراط نے بتلایا کہ میلیٹس کا یہ کہنا کہ سقراط دہریہ ہے اور نہ نئے اور نہ پرانے خدا کو مانتا ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس نے یہ الزام لگایا ہے کہ سقراط نئے نئے خداؤں کا رواج دیتا ہے۔ اس نے اپنے بڑے بھاری دشمن میلیٹس سے کہا کہ تم کاذب ہو۔ یہاں تک کہ تم کو خود اپنی ذات پر بھی یقین نہیں۔ بعد میں سقراط نے بڑے مدلل طور پر باقی الزامات کو رد کیا +

میلیٹس سے اس نے اس بات کا اقرار کروایا کہ وہ اور سینٹ (مجلس مقربین) اور ہر ایک شخص جوانوں کی حالت بہتر کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور پھر اس سے پوچھا کہ آیا اس کا اثر بمقابلہ تمام لوگوں کے مجموعی اثر کے زیادہ ہے یا کم۔ اس طرح میلیٹس کا منہ اس نے بند کیا اور پھر بڑی متانت سے کہا کہ بعض یہ بھی کہیں گے۔ کہ کیوں سقراط تمہیں اس طرز کی زندگی سے شرم نہیں آتی جس کی وجہ سے تم قبل از وقت اس جہان سے کوچ کرنیوالے ہو۔ اس کا صاف جواب یہ ہے کہ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو ایسا خیال کرتے ہیں۔ جو شخص کسی خیر کے لئے ہی بھلا کر رہا ہے اسے مرنے یا زندہ رہنے کا خیال نہ رکھنا چاہئے۔ اسے صرف اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ آیا وہ راستی پر ہے یا غلطی پر۔ اور آیا وہ ایسا کام کر رہا ہے جو نیک آدمی کرتے ہیں یا بد۔ جہاں کہیں انسان کھڑا ہے خواہ وہ مقام اس نے خود پسند کیا ہے یا اس مقام پر اس کے حاکم نے اسے کھڑا کیا ہے۔ اسے اس جگہ خطرہ کے وقت بھی قائم رہنا چاہئے۔ اسے کسی اور بات کا سوا بدنامی کے خیال نہ رکھنا چاہئے۔ پھر سقراط بولا کہ :- میرا چلن واقعی عجیب معلوم ہوتا ہوگا۔ اور کہا کہ اے اہالیان ایتھنز اگر ان جرنیلوں کے حکم کے مطابق جن کو تم نے پوٹیڈیا امفیپولس اور ڈیلیم میں مجھ کو حکومت کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ میں اس جگہ سے نہیں ہلا جہاں انہوں نے مجھے موت کے سامنے دیگر اشخاص کی طرح کھڑا کیا تھا۔ تو کیا اب

جبکہ میرا خیال اور یقین ہے کہ خدا مجھے حکم دیتا ہے۔ کہ اپنی ذات اور دیگر لوگوں کا اندرون دیکھو اور ایک فلاسفر کا فرض ادا کرو۔ تو کیا مجھے موت کے ڈر سے یا کسی قسم کے خدشہ سے اپنے عہد کو چھوڑ دینا چاہئے۔ موت کا ڈر بیشک دانا کے لئے ایک بہانہ ہے۔ لیکن اس کی دانائی حقیقی نہیں۔ کیونکہ ڈر ایک نامعلوم بات کا فرضی علم ہے۔ اور لوگ نہیں جانتے کہ موت جسے انسان ڈر سے ایک بہت بھاری مصیبت خیال کرتا ہے ممکن ہے کہ وہ ایک نعمت عظمیٰ ہو۔ پس یہی ایک امر ہے۔ جس پر میرا اور دوسروں کا اختلاف ہے۔ اور جس کے باعث میں اپنے آپ کو تمام عوام سے زیادہ دانا خیال کر سکتا ہوں۔ اگرچہ مجھے اس دنیا کا علم بہت تھوڑا ہے۔ بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ مجھے علم بالکل نہیں لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ اپنے سے بہتر ہستی کے ساتھ خواہ وہ انسان ہو یا خدا بے انصافی کرنا یا اسکی حکم عدولی کرنا ایک بدی ہے اور ذلت ہے۔ میں ہرگز نہیں ڈرتا اور میں یقینی بدی کے مقابلہ میں اس نیکی کو جس کا فقط امکان ہی ہے ترجیح دیتا ہوں +

پھر سقراط نے کہا۔ کہ اگر تم مجھے یہ کہو کہ ہم اس وقت انی لٹس کی کچھ پرواہ نہیں کرینگے اور تمہیں اس شرط پر چھوڑ دیں گے کہ تم آیندہ اس طریق پر تحقیقات اور استدلال کرنا چھوڑ دو۔ اور یہ بھی کہو کہ آیندہ اگر تم نے اسی طرح کیا تو تمہیں قتل کیا جائیگا۔ تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں۔ کہ اے اہل ایتھنز مجھے تم سے محبت ہے۔ اور میں تمہاری عزت کرتا ہوں لیکن میں بجائے تمہاری تابعداری کرنے کے خدا کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ اور جب تک مجھ میں جان ہے اور طاقت ہے۔ میں فلسفہ کی مشق کرنے اور پڑھانے سے باز نہیں رہونگا۔ ہر ایک کو جو مجھ سے ملیگا اپنے طرز پر نصیحت کرونگا۔ اور اُسے قائل کرونگا۔ کہ ایتھنز جیسے مشہور۔ زبردست اور دانا شہر کے رہنے والوں کو بہت دولت عزت اور شہرت کو حاصل کرنے کی زیادہ پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ راستبازی عقلمندی اور روح کی اعلیٰ درجہ کی اصلاح کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ جس کی طرف وہ بہت کم متوجہ ہیں۔ اور اسکی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ اور میں یہی بات ہر ایک کو جو میرے پاس آتا ہے کہتا ہوں خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا شہری ہو یا اجنبی۔ یہ باتیں شہریوں سے

سے بالخصوص کہتا ہوں۔ کیونکہ وہ میرے بھائی ہیں تمہیں معلوم رہے کہ خدا کا یہی حکم ہے اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس ملک کو آج تک اتنا بڑا فائدہ کبھی نہیں پہنچا جتنا کہ اب میری اس طرح خدا کی خدمت کرنے سے پہنچتا ہے۔ میں صرف پھرتا ہوں اور سب کو ترغیب دیتا ہوں بلا لحاظ عمر کے۔ کہ تم اپنی ذات اور جائداد کا خیال نہ کرو۔ بلکہ سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے رُوح کی اصلاح کی فکر کرو۔ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ نیکی دولت سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ نیکی کی وجہ سے مال ملتا ہے۔ اور انسان کو دیگر قسم کی خوبیاں حاصل ہوتی ہیں۔ خواہ ان کا تعلق عوام سے ہو یا اپنی ذات سے بس یہ میری تعلیم ہے۔ اور اگر اس سے جوان بگڑتے ہیں۔ تو بے شک میرا اثر تباہ کن ہے۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ یہ میری تعلیم نہیں تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میں تمہیں اے اہل ایتھنز کہتا ہوں کہ خواہ انی ٹس کے حکم کی تعمیل کرو یا نہ کرو۔ اور خواہ مجھے چھوڑ دو یا نہ چھوڑو۔ تم کچھ ہی کرو میں اپنا طرز نہیں بدلونگا خواہ مجھے بار بار زندہ ہو کر مرنا ہو +

سقراط نے لوگوں کو سمجھایا۔ کہ اگر اسے مار ڈالینگے تو اُن کا اپنا ہی نقصان ہوگا۔ نہ کہ اُن کا۔ اور اس نے لکھا کہ بدتر آدمی بہتر آدمی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس جیسا کوئی بھی شخص وہاں نہ تھا۔ اس نے اپنے تمام آرام و آسائش کو دوسروں کی خاطر قربان کر دیا۔ اور اس نے لوگوں کو جگا کر ریاست کو اچھی حالت میں کھا

سقراط نے اپنی تقریر کے خاتمہ پر کہا کہ میں اپنے معاملہ کو خدا کے اور تمہارے سپرد کرتا ہوں تا کہ تم ایسا فیصلہ کرو جو تمہارے اور میرے لئے بہترین ہو۔ تقریر کے بعد سینٹ یعنے مدبران ملک کی رائے لی گئی۔ دو سو اسی ممبران نے اسے ملزم قرار دیا اور دو سو بیس نے اسکے حق میں رائے دی۔ رائے دہندگان کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہمعصروں کے معاملہ میں کس قدر بڑا شخص تھا۔ اور اپنے زمانہ میں اس نے کس قدر ترقی کی ہوئی تھی۔ ان لوگوں کی کثرت رائے نے جو کہ سلطنت میں چیدہ و سرکردہ خیال کئے جاتے تھے سقراط پر فتویٰ قتل جاری ہونا ظاہر کرتا ہے کہ بمقابلہ سقراط کے لوگوں کی علمی اور ذہنی حالت کیسی پست تھی +

سُنّی و شیعہ

(مذہب* جس میں کوئی فرقہ نہیں)

یورپین اخبارات کے مطابق برٹش گورنمنٹ نے ہندوستانی مسلمانوں کی وساطت سے عثمانی ترکوں سے دُنیا کی دو سب سے بڑی مسلم طاقتوں یعنی برطانیہ عظمےٰ اور ٹرکی کے مابین قیام صلح کے لئے اپیل کی ہے۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ کہ اسلامی دُنیا اور اسکے مذہبی تفرقوں کے متعلق چند امور روشنی میں لائے جائیں۔ اسلامی دُنیا سے باہر بہت کم ایسے لوگ ہیں جو کہ اسلام کے مذہبی اختلافات سے واقف ہیں جو کہ اسلام کے مذہبی اختلافات سے واقف ہیں +

یہ اختلافات محمد (صلعم) کی وفات کے بعد شروع ہُوئے۔ اور ان کی جڑ خلافت یعنی محمد (صلعم) کی بحیثیت لیڈر قوم جانشینی تھی۔ خلافت کے دعویداروں کے مابین بہت سے جنگ ہوئے۔ اور سب سے عظیم الشان شخص جو مقتول ہُوا وہ حضرت علیؓ تھا۔ آپ کے بیٹے حسنؓ و حسینؓ معاویہؓ سردار عرب کے مقابل پر لڑائی میں کام آئے۔ کربلا (جو کہ اس وقت انگریزوں کے ہاتھ میں ہے) کے نزدیک جو لڑائی ہُوئی جہاں حسینؓ قتل کیا گیا۔ اسلامی تاریخ کا ایک سیاہ ورق ہے۔ کیونکہ اس واقعہ سے مسلمانوں میں تفرقہ کی بنیاد پڑی۔ اس اختلاف کے دوران میں ہی اماموں کا وجود ظہور میں آیا۔ جن کو اسلامی عقائد کا مشرح و تاویل کنندہ قرار دیا گیا۔ حضرت علیؓ کی نسل سے بارہ امام ہوئے۔ جن میں حضرت علیؓ سب سے پہلا اور حسنؓ و حسینؓ اس کے بیٹے اور محمد (صلعم) کے بھتیجے علی الترتیب دوسرے اور تیسرے امام تھے مسلمانوں کے ایک فرقے میں حضرت علیؓ کا وجود رفتہ رفتہ دین کا ایک اعلےٰ اور ضروری جزو قرار پا گیا۔ یہاں تک کہ بہتیرے عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت علیؓ قالب انسانی میں خدا تھا۔ یعنی انسان خدا۔ اس امر میں ہم اسلام کا عیسائیت سے ربط پاتے ہیں۔ لیکن اماموں میں سب سے بڑا امام چھٹا امام جعفرؓ صادق تھا جو کہ ان اسلامی عقائد کا موجد اور اشاعت کنندہ تھا۔ جس کے ماننے والے شیعہ کہلاتے ہیں۔ ایران اور عراق عرب کے مسلمانوں کا اکثر حصہ شیعہ ہیں۔ شیعہ اور سنّی مسلمانوں میں ایک دیرینہ اور باہم اختلاف ہے۔ اول الذکر کو ہم متبعین علیؓ سے نامزد کر سکتے ہیں اور مؤخر الذکر کو محمدی سے + محمدیوں میں چار امام ہوئے ہیں۔ یہ چار امام سنیوں کے پیشوا ہیں۔ ان میں سے پہلا مالکؒ تھا۔ اور

* یہ مضمون اس آرٹیکل کا ترجمہ ہے جو رسالہ اسپرینٹو کے جون نمبر میں مسٹر ایم ڈی گڈ جاف نے شائع کیا۔ اور اسی پرچے کے دوسرے نمبر [illegible] ایڈیٹر

اسکے متبعین مراکو۔ الجیریا۔ ٹیونس اور ٹریپولی میں پائے جاتے ہیں۔ اس کا شاگرد اور دوسرا امام شافعیؒ تھا۔ اور اسکے پیرو مصر۔ شام عراق۔ خراسان اور ایران میں پائے جاتے ہیں بعدازاں مصر اور شام میں امام ابوحنیفہؒ کی تعلیم زور پکڑ گئی اور ایران عراق و خراسان میں شیعہ پھیل گئے تیسرا امام حنبل تھا مگر ان کے متبعین کی تعداد بہت قلیل ہے۔ سنیوں کا سب سے بڑا امام اور فقیہ امام اعظم امام ابوحنیفہ تھا۔ اسکی تعلیم ترکوں کے عہد حکومت میں کثرت سے پھیلی اور عثمانی ترک حنفی ہیں حنفی ہندوستان اور وسط ایشیا میں شیعوں کے سوا ہی پائے جاتے ہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں سے نصف حنفی ہیں۔ تو اس تعداد میں کثرت سے حنفی ہیں۔ مگر بہت سے ان میں ایسے بھی ہیں جو کہ دوسرے تینوں اماموں کی اتباع کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اسلامی دنیا دو حصوں میں منقسم ہے شیعہ جو کہ علیؓ کے متبعین ہیں اور سُنی جو کہ حقیقی مسلمان ہیں۔ ان کا مذہب ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ انکی طرزِ عبادت میں بھی اختلاف ہے مثلاً شیعہ ترکوں کی طرح عیدین نہیں کرتے اور نہ ہی رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ انکی بجائے وہ بہار کے آغاز میں نوروز مناتے ہیں حضرت علیؓ کے شہزادے حسینؓ کی یادگار میں جو کہ کربلا میں نو یوم پیاسے رہے۔ صرف نو روزے رکھتے ہیں +

ان دو گروہوں میں پھر بہت سے فرقے اور فروع ہیں مثلاً بارہ فرقے ہیں اور اڑتالیس فروع مؤخرالذکر درویشوں کے ملتے ہیں۔ ان میں خدا سے مکالمہ و مخاطبہ و زُہد کا میلان پایا جاتا ہے بختاشی تناسخ کو مانتے ہیں۔ اور اس امر میں دوسرے عثمانیوں سے جو بہشت پر پکا ایمان رکھتے ہیں اختلاف رکھتے ہیں۔ بختاشی محمد صلعم کو نبی بھی نہیں مانتے۔ کیونکہ ان کے خیال میں یہ منصب حضرت علیؓ کے لئے ہی مخصوص تھا۔ چونکہ ان خیالات کا کامل طور پر اخفا کیا جاتا ہے۔ لہذا دُنیا میں معدودے چند لوگ ہی ان سے واقف ہیں +

جس طرح عیسائی دُنیا میں بہت مذہبی اختلاف ہیں اسی طرح اسلامی دنیا میں بھی ہیں۔ شرقی اعتقادات نے ہر دو اسلام اور عیسائیت میں الحاد کا بازار کھولا ہے۔ بہرحال مسلمانوں میں جیسا کہ میں پہلے کہہ آیا ہوں اختلافات نے دو ہی گروہوں کی صورت اختیار کی یعنی شیعہ اور سُنی۔

ڈی۔ گے کرداجنا تف

جواب از طرف سی ایس سلیج

یہ امر بنجیدہ ہے۔ کہ اسپر مینڈو بھی یورپ کے طرزِ عمل کے مطابق اسلام کے متعلق غلط بیانی پھیلانے

کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ میں اس امر پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ کہ اسلام ایک اچھا یا برا مذہب ہے مگر اتنا لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص کسی مذہب کے متعلق قلم اُٹھائے۔ تو کم از کم صحیح واقعات کو بیان کرنا چاہئے۔ ایم گیڈ جناف کے مضمون کا اکثر حصہ اسلام کے متعلق ایک محض غلط نقشہ پیش کرتا ہے +

اول تو تمام مضمون کا ماحصل مجھے یہی نظر آتا ہے۔ کہ مسلمان دو حصوں میں منقسم ہیں۔ اول جو محمد (صلعم) کی اتباع کرتے ہیں۔ اور دوسرے جو حضرت علیؓ کی۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی کلمہ کو مانتے ہیں یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ تمام مسلمان ایمان رکھتے ہیں۔ کہ قرآن لفظ بلفظ خدا کی طرف سے نسل انسانی کیلئے ایک الہامی ہدایت ہے +

اسلام میں زندگی کا ایک شعبہ قرآن کے ماتحت ہونا چاہئے۔ اسی لئے اسلامی سلطنتوں کے قانون عدالت کی بنیاد قرآن پر ہی ہے۔ مالک۔ حنیفہ اور شافعی اور ہمچو دیگر اشخاص صرف فقہاء تھے۔ جنہوں نے محنت شاقہ سے بہت سے قوانین تمدن کی تحقیق و تدقیق کی۔ جنہیں فرقے کہا جاتا ہے صرف اسلامی دنیا کے مختلف حصص میں جو یا تو امام ابو حنیفہ یا کسی اور فقیہہ کی اتباع کرتے ہیں۔ ان فرقہ جات میں سب سے بڑے شیعہ اور سنی ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ کے قتل کے بعد ایران کے مسلمانوں نے خلفاء کے قانون دیوانی پر عمل کرنے سے انکار کیا۔ مگر باوجود اس کے شیعہ اور سُنی کے مذہب میں اختلاف نہیں۔ ہم لندن میں نماز پڑھتے ہیں اور شیعہ اور سُنی یکجا ایک ہی طرز پر نماز ادا کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا مضمون میں میں نے یہ بھی پڑھا کہ "ان کا مذہب ایکدوسرے سے بالکل مختلف ہے مثلاً شیعہ ٹرکش کنفرمیشن نہیں مانتے۔ اور نہ ہی رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ اسکی بجائے وہ بہار کے آغاز میں نوروز مناتے ہیں اور حضرت علیؓ کے صاحبزادے حسینؓ کی یادگار میں جو کربلا میں نو یوم پیاسے رہے صرف نو روزے رکھتے ہیں"۔ یہ جملہ بالکل غلط ہے۔ میں بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بالکل نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ٹرکش کنفرمیشن سے کیا مراد ہے۔ تمام مسلمانوں کا ایک ہی ماہ رمضان ہے اور وہ اسمیں یکساں روزے رکھتے ہیں۔ نوروز قدیم ایران کا سال نو کا تہوار ہے۔ جو کہ اب تک ایران میں چلا آتا ہے حالانکہ اسلامی جنتری کی اقتدا کیجاتی ہے بالآخر مسٹر گڈ جناف نے جو کہ درویشوں کے متعلق لکھا ہے۔ یہ انکی لاعلمی کا دوسرا ثبوت ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ اگر کوئی صاحب مذہب کے متعلق کوئی

تصنیف و تالیف کریں۔ تو وہ پہلے واقعات کی تصحیح فرمالیں فقط چارلس الیس سلج سکرٹری سوسائٹی مسلمانان لندن

اسلامک ریویو :۔ مندرجہ بالا مضمون کے دیکھنے پر ہمارے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی مسٹر گیڈ جنان جنھوں نے غالباً مغربی کلیسیا کی بے ہنگم تعلیم کے زیر اثر پرورش پائی ہے اسلام میں بھی اپنے مذہب کا نقشہ دیکھے بغیر نہ رہ سکے۔ بدقسمتی سے شاہ کونسٹنٹائن کے حلقۂ عیسائیت میں داخل ہونے کے وقت سے مغرب میں کلیسیا سلطنت کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی مانند رہا ہے۔ بسا اوقات سلطنت کے ذی اقتدار اشخاص کے مفید مطالب سیاسی آراء کو ظاہر کرنے یا حسب منشا بنانے اور پولیٹیکل مدعا کے حصول کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ انگلینڈ میں بھی یہ علیحدگی اپنی اغراض کے ماتحت اختیار کی گئی۔ اور پوپ کی اطاعت کا جُوا سلطنت کی چالبازیوں کیلئے نہ کہ عوام کے ارتقاء روح کے لئے گردن سے اُتارا گیا۔ شاہ ہنری ہشتم کے وقت سے آج تک کلیسیا کی یہی حالت ہے لہذا یہ امر موجب استعجاب نہیں کہ مسلمانوں میں شیعہ اور سُنّی کا گذشتہ پولیٹیکل اختلاف بھی جہالت سے مذہبی اختلاف پر محمول کیا جائے۔ مگر اسلام میں یہ بات نہیں۔ ایک مذہب جس کی کتاب مقدس انسانی دست و بُرد سے محفوظ رہی (وہ کتاب جس کی صحت پر مخالفین نے بھی شک نہیں کیا) اور تمام مذہبی ضروریات کو تمام و کمال اپنے اندر لئے ہُوئے ہے۔ مذہب کے بنیادی اصولوں میں کسی تفریق و اختلاف رائے کو جائز نہیں رکھ سکتی۔ برخلاف اسکے اول تو ہمیں مسیح کے حالات سے ہی بہت کم واقفیت ہے۔ اسکی تمام زندگی ایک معمہ ہی ہے۔ بیشک اس نے یہودی مذہب کے رسمی پہلو کا استیصال کیا۔ مگر وہ اس کا بدل نہ دے سکا۔ یہاں تک کہ مغرب میں پولُوس جو کہ مسیح مذہب کا بانی خیال کیا جاتا ہے۔ اور جو اسے درست بھی ہے۔ مگر پولوس حامل وحی نہ تھا۔ لہذا یہ بالکل فطرتی امر تھا۔ جو کہ مذہبی مسائل کی بہم مجالس میں طے پا جاتی۔ اور عقاید مذہب کو وقتاً فوقتاً تبدیل کیا جاتا۔ مسیحی کلیسیا کی یہ ناگوار صورت اس کے تمام فرقوں اور فروعات کی بہت حد تک ذمہ وار ہے۔ مگر اسلام کا نقشہ ہی مختلف ہے۔ قرآن کریم جو اسلام کا سرچشمہ ہے۔ ہم تک اپنی اصلی صورت میں پہنچا اور رسول اکرم کی زندگی کے حالات کی صورت میں کبھی معرض اعتراض میں نہیں لائی گئی +

قرآن کریم نے مذہبی اصولوں کو ایسی وضاحت سے بیان کر دیا۔ کہ اسلام ہمیشہ اختراعات بدعات سے پاک رہا۔ اگر عیسائیت کم از کم پانسو فرقوں میں منقسم ہو گئی۔ تو ہندوازم بھی ایسے مختلف اور

ناقابل تطبیق عقائد کا باعث ہوئی - کہ باوجود اسکے بیشمار فرقوں کے اختلافاتِ عظیمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بالکل ناممکن ہے کہ اسکی ایسی جامع تعریف کی جاسکے جو تمام فرقوں اور فروعات پر حاوی ہو - دنیا کے ہر ایک مذہب کے لئے یہی مقدر تھا - علاوہ ازیں جو مذہب قرآن کریم نے تعلیم کیا وہ ہر ایک قسم کے تحکم و رسوم اور شخصیتوں سے پاک ہے - اس نے انسانی زندگی کے ہر ایک شعبہ کیلئے سادہ بنیادی اصول بتا کر زمانے کے حالات اور ضروریات کے ماتحت انسانی تعلیم و تربیت کی عمارت کی تکمیل ہم پر چھوڑ دی - اور ان کو ایسی صفائی سے بیان کر دیا کہ ان میں کسی تفرقہ کی گنجائش ہی نہ رکھی اسی لئے اسلام ہمیشہ تفریق و بدعات سے پاک ہا +

اسلام کے بنیادی اصول

اوّل ضروری ہے کہ ہر ایک مسلم مندرجہ ذیل باتوں پر ایمان رکھے (۱) وجود باریتعالےٰ (۲) وجود ملائکہ (۳) کتب الہامیہ (۴) مرسلین (۵) یوم آخرت (۶) خیر و شر کے مقرر کردہ اندازے (۷) البعث بعد الموت - یہ سات اصول ایک نہ ایک رنگ میں ہر ایک انسانی سوسائٹی کے بنیادی اصول ہیں - جونہی کہ انسان نے اپنی فطری حالت سے قدم باہر رکھا - اور سوسائٹی میں رہنا شروع کیا - تو اسے ضرورتاً کسی قسم کے قانون و قاعدے کو اختیار کرنا پڑا - جو باہمی حقوق و معاملات کی حدوبست کرے - جس کے بغیر دو آدمی بھی باہم گذارہ نہیں کر سکتے - قانون کے وضع کرنے اور اسے قوتِ واثق دینے کیلئے دنیا کو کسی نہ کسی رنگ میں مندرجہ بالا اسلامی اصولوں کو اختیار کرنا پڑا - ان بنیادی اصولوں کی چھان بین کرو جن پر ہر ایک سوسائٹی کا خواہ اس میں تہذیب ایک جھلک ہی ہو انحصار ہے - اور آپ کو مندرجہ ذیل امور نظر آئینگے +

ہر ایک انسانی سوسائٹی کے بنیادی اصول	اسلام کے بنیادی اصول
(۱) منبع قانون (یعنے بادشاہ یا کوئی اعلےٰ سیاسی طاقت)	(۱) اللہ - سرچشمۂ قانون یا شریعت . . .
(۲) کارپردازانِ قانون - - - - - -	(۲) کارپردازانِ رضائے الٰہی یعنی فرشتے - - -
(۳) قانون - - - - - - -	(۳) خدا کی کتابیں (کتب الٰہیہ) - - - -
(۴) وہ اشخاص جنکو قانون سب سے پہلے پہنچتا ہے اور پھر دوسروں تک پہنچاتے ہیں	(۴) خدا کے رسول - - - - - -
(۵) عدالت ہائے انصاف	(۵) یوم آخرت - - - - - - -

(۶) غرض و غایت جو قانون کے مرتب کرنے میں ایک رہنمائی اصول ہوتے ہے	(۶) ربانی اندازہ خیر و شر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
(۷) ہمارا جزا یا سزا کیلئے حاضر ہونا ۔ ۔ ۔ ۔	(۷) حشر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ کہ ایک عالم الغیب اور قادر ہستی ہی نہایت قابل اعتماد سرچشمہ قانون ہو سکتی ہے ایک سچائی ہے اور جب آپ اللہ کو حقیقی مبداء قوانین تسلیم کرلیں گے ۔ تو ملائکہ کتب آلہیہ مرسلان یزدانی ربانی اندازہ خیر و شر اور بعثت بعد الموت پر ایمان اس کا لازمی نتیجہ ہوگا ۔ اور کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہر ایک مہذب سوسائٹی جو قانون کو سوسائٹی کی روح رواں مانتی ہے ۔ اپنے مفہوم میں مُسلم ہے ۔ یہ اسلام کے سات اصول ہیں ۔ اسلام کے معنے قوانین قدرت کی تابعداری ہے اور قانون پر ایمان دوسری سچائیوں کے ماننے کو لازم ٹھہراتا ہے ۔ تمام اسلامی دنیا اسلام کے ان اصول عظیمہ کو مان کر قرآن کریم کو قانون کی ایسی کان مانتی ہے ۔ جو کہ ہر ایک قانون کو جو محمد (صلعم) یا آپ سے پہلے وحی کیا گیا دُہراتی ہے ۔ اور قانون کی تشریح کے لئے وہ سب کے سب محمد (صلعم) کے سوا جن کا قول و فعل قرآن کی ترجمانی کرتا ہے ۔ اور کسی کی طرف رجوع نہیں کرتے ۔ اسلام میں ہر ایک دوسرے حکم پر لازم ہے ۔ کہ خدا اور اسکے رسُول کے آگے سر تسلیم خم کرے ۔ آپ نے کیا ہی خوبصورت بات کہی ہے ۔ کہ میرا کلام خدا کے کلام کا ناسخ نہیں بلکہ خدا کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرسکتا ہے ۔ ان پُر از ہدایت الفاظ کو ہاتھ میں لیکر کیا ایک مسلمان اپنے دین کے بارے میں خدا اور اسکے رسول کے سوا کسی اور کی طرف دیکھ سکتا ہے ۔ اسی لئے اسلام میں انسانی وساطت شفاعت پادریوں کی چالبازیاں نہیں ۔ اپنی زندگی کی رہنمائی کیلئے صرف کتب الٰہیہ اور رسُول اکرم کے الفاظ جو اول الذکر کی تشریح کرتے ہوں ۔ اور کسی رنگ میں اس کے ناسخ نہ ہوں ۔ پھر نظر کرنے سے مجھے ان میں زندگی کے کامل اصُول اور عملی دستاویز نظر آتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس دستاویز کو عملی جامہ پہنانے اور مجھے ایک باعمل مسلم بنانے کیلئے پنج ارکان اسلام ہیں (۱) کلمۂ طیبہ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسُول اللہ (۲) نماز (۳) خیرات و زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) حج یہ کہ یہ پانچ آئین ہماری زندگی پر ایک عملی اثر رکھتے ہیں ۔ اور ہمیں ایک مسلم زندگی بسر کرنے اور تمام قوانین کو بجالانے کے قابل بناتے ہیں ۔ اظہر من الشمس ہے ۔ اور یہاں اس پر روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ۔ بس یہ اسلام ہے ۔

شیعہ اور سُنّی کا ظہور

اسلام ہمیں آزادئ رائے اور اپنی عقل کے استعمال کا حق بخشتا ہے۔ اس نے مذہب اور نیز انسانی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں جمہوریت کا اعلان کیا ہے۔ اس نے کچھ ایسے قوانین مرتب کئے ہیں۔ جو کہ دائمی اور غیر متبدل ہیں۔ مگر ایسے ہی وہ تمام قوانین ہیں جو دنیا پر حکمران ہیں۔ اور اسکو عقلاً اور اخلاقاً خوشگوار بناتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کے اصول ایسے وسیع ہیں۔ کہ وہ تمام ضروریات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ ہاں اجازت اور بے اعتدالی میں حدِ فاصل قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ غور و خوض کرنا اختلاف کے مترادف ہے۔ اور غور و خوض کی طاقت ایک آلٰہی عطیہ ہے۔ میرے پیروان میں اختلاف رائے خدا کی رحمت ہے۔ اسلام کے واجب التکریم نبی کا قول ہے۔ اور رسول (صلعم) کی اس پسندیدگی نے ذاتی رائے اور عقل کے واجبی استعمال کے لئے ایک مسدود راہ کھول دی جس سے کہ شخصیت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ رسول صلعم کی وفات پر آپ کی جانشینی کا سوال زبردست اختلاف رائے کا باعث ہوا۔ ابوبکرؓ پہلے خلیفہ تھے پھر عمرؓ پھر عثمانؓ اور پھر علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) مگر رسول کریم صلعم کے متبعین میں۔ ایک جماعت ایسی تھی کہ اُن کی رائے میں ان چار خلفاء میں سے علی ہی نبی کریم صلعم کا جائز خلیفہ تھا۔ یہ واقعہ بنی اُمیہ سے سیاسی اختلاف ہے جس کی طرف الیسپنٹو کا مضمون نگار اشارہ کرتا ہے۔ بہت پہلے ظہور میں آیا۔ اور اسے شیعہ یا فرقہ بازی کے وجود سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ ہر دو شیعہ و سُنی امور دینیہ میں قرآن اور رسول کریم کا فیصلہ ناطق مانتے ہیں اور کبھی بھی ابوبکرؓ و علیؑ کو ان پر ترجیح نہیں دیتے۔ مگر ذاتی جانچ پڑتال کے استحقاق کی حس اس قدر زبردست اور ذاتی رائے کا پاس اس قدر ملحوظ ہے۔ کہ تیرہ صدیوں کی مدت دراز کے گذر جانے پر بھی مسلمانوں نے ہمیشہ رسول پاک کی جانشینی کے دو بلا فصل دعویداروں کے حسن و قبح پر طبع آزمائی کے لئے وقت نکالا ہے وہ جو کہ ابوبکر کے طرفدار رہے سُنی کہلاتے ہیں۔ اور دوسرے شیعہ۔ ان دو کے حاملوں کو اسلام کے دو فرقہ قرار دینا صرف اظہار جہالت کرنا اور مذہبی امور میں قرآنی تعلیم کی وضاحت پر داغ لگانا ہے۔ اس کے بعد مسلم فقہ ہے یعنی وہ امور جو کہ ذاتی قانون اور عبادات کے متعلق ہیں۔ اسلام میں سُنیوں میں چار بڑے فقیہہ گذرے ہیں۔ ابوحنیفہؒ۔ شافعیؒ۔ مالکؒ۔ احمد حنبلؒ انہوں نے اس مضمون پر بیش بہا کتابیں لکھی ہیں۔ مگر اپنے دلائل میں ہمیشہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ہی استدلال کیا ہے۔

ہر ایک مسلم کو اختیار کامل ہے کہ وہ اُن میں سے جس کی چاہے اتباع کرے یا معاملات پیش آمدہ میں رسُول صلعم کی احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے خود ہی فیصلہ کر لے مؤخر الذکر اہلحدیث کہلاتے ہیں اور اول الذکر اس خاص فقیہ کے نام سے موسُوم ہوتے ہیں جس کی وہ اتباع کرتے ہیں۔ مگر یہ کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں بھولنا چاہئے۔ کہ یہ تمام مختلف الخیال گروہ ایکدوسرے سے ان امور میں جو اسلام کی بنا ہیں کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔ اس مضمون کا مصنف امام ابوحنیفہؒ کو قانون ذاتی اور عبادات کا بہترین شارح مانتا ہے۔ اور امُورِ فقہ میں عقاید حنفیہ رکھتا ہے۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کا کثیر حصہ بھی حنفی ہی ہے۔ مگر باوجود اسکے کہ وہ کسی اور فقیہ سے جن کے پیراؤ موجود ہیں کسی مسئلہ میں اتفاق کریں اپنے آپکو کم مسلمان نہیں سمجھتے بہت سے حنفی عبادات میں شافعی فتوے کی پیروی کو ترجیح دیتے ہیں اور باوجود اسکے وہ مسلمان کے مسلمان ہیں۔ دین کی عظیم الشان عمارت باوجود ان سطحی اختلافات کے ہوتے ہوئے متزلزل نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی قرضیات سے موجود مفہوم کی گنجائش چھوڑتی ہے کیونکہ دین کے معاملہ میں تمام اسلامی دنیا کو قرآن اور رسُول کریم کی طرف ہی جھکنا پڑتا ہے۔ اور انہوں نے دین کو اس صفائی سے بیان کر دیا ہے کہ مختلف الرائے لوگوں میں اس کے متعلق ایک ذرہ بھی اختلاف نہیں علاوہ ازیں ہر ایک صدی میں اسلام میں بڑے زاہد اور صاحب علم وجود گذرے ہیں اُن کی الفت و خدمت اسلام کی کشش اور نفس کشی نے ان کے ہمعصروں پر زبردست اثر کیا۔ اور ان کے گرد ایک شاگردوں اور عشاق کا گروہ جمع ہوگیا۔ ان اولیا کے پیروکاران کے بعد باقی رہے۔ اور ہر ایک آئندہ نسل ان سے عزت اور توقیر سے پیش آتی رہی۔ یہ پیروکار بعض اوقات ان مسلم اولیاء کے نام سے موسُوم کئے گئے ہیں مثلاً قادری چشتی نقشبندی سہروردی اور موحد احمدی ان عظیم الشان عارفوں نے اسلامی علم ادب کو اسلام کی علمی تشریحات سے مالامال کیا۔ مگر انہوں نے کبھی کوئی ایسی چیز نہ سکھائی نہ بیان کی جو اسلام کے اصُولِ حقہ کے مخالف ہو وہ باہم ایکدوسرے کی عزت کرتے ہیں۔ اور گو قرآن کے تاریخی واقعات کی تشریح میں اختلاف ہو۔ لیکن یہ امر اُن کی باہمی عزت میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ ان اہم امورات میں جو اسلام اور امام کی بنا ہیں کوئی دو رائے ہیں۔ تمام احکامات تہذیبی یا اخلاقی۔ خانگی یا معاشرتی جو جسمانیات یا روحانیات کے متعلق ہیں۔ قرآن کریم میں اس وضاحت سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ کہ ان میں اختلاف

کی مطلق گنجائش نہیں۔ علاوہ ازیں رسول صلعم کی بوقلموں زندگی ہر ایک چیز کی کامل تشریح کیلئے موجود ہے۔ یہ امر ہم تمام دیگر مذہب میں مفقود پاتے ہیں۔ کہیں چلے جاؤ مسلم زندگی۔ مسلم اخلاق مسلم سیاسیات الغرض انسانی خیالات کے ہر ایک شعبہ میں مسلم معیار اور منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ ایک ہی پاؤ گے۔ ان مختلف الرائے گروہوں کا نام جو کہ صحیح غور و فکر کا لازمی نتیجہ ہیں۔ اور جن کی ذاتی عقل کا پاس رکھتے ہوئے اسلام نے ہمیشہ اجازت دی ہے فرقہ رکھنا ایک ناقابل عفو غلطی ہے۔ آپ جب تک کوئی اہم بنیادی فرق نہ دکھائیں یا ایک مذہب میں ایک امر کی مختلف توجیہوں کا نام وہ فرقے نہیں رکھ سکتے۔ مسٹر گرڈ جناب کسی ایسے امر کو بیان فرمائیں جو کہ شیعہ کو سُنی سے تمیز کرتا ہو۔ تو جو کچھ انہوں نے اپنے مضمون میں بیان کیا ہے خود بخود باطل ہو جائیگا۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فی الحقیقت معنوی طور پر فرقے ہیں۔ ان میں اصل اصولوں میں اختلاف ہے۔ اور پروٹسٹنزم کی فروع کا بھی یہی حال ہے ان کے ایمانیات میں اہم اور صریح اختلافات ہے۔ تمام پروٹسٹنٹ تثلیث پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی بپتسمہ ایک ہے۔ بعض کے نزدیک بپتسمہ ایک ضروری بات ہے۔ بعض کے نزدیک یہ تمام گناہوں کو دور کرتا ہے۔ بعض اسکو بچوں کے لئے ضروری ٹھیراتے ہیں۔ اور دوسرے اسکو جوانوں کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ اولیاء سے مکالمات میں بھی اختلاف ہے بعض کا اعتقاد ہے کہ عیسائی فوت شدہ عیسائیوں کے بھلے مردوں کے لئے دُعا کر سکتے ہیں دوسرے اس کا انکار کرتے ہیں۔ سب کے سب ایک گرجا پر بھی متفق نہیں۔ گناہوں کی مغفرت کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ کیا ایک پراٹسٹنٹ پادری یا بشپ لگاتار پہلے بشپوں سے برکت دیا جائے۔ کیا کوئی دُنیا دار بشپوں کی برکت دئے بغیر پادری بن سکتا ہے۔ ان امور میں سوائے تناقض کے اور کچھ نہیں +

کفارہ فی الاسلام

اور

کفارہ فی المسیحیت

ان الحسنٰت یذھبن السیات **ترجمہ** - کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دُور کر دیتی ہیں ۔ (قرآن سورہ ہود آیت ۱۱۴)

ترجمہ - ہر فعل بد کے بعد ایک عمل صالحہ سے کر ۔ جس سے فعل بد کا اثر زائل ہو جاتا ہے (حدیث شریف)

اسلام اور عیسائیت دونوں ایک ایک قسم کے کفارہ کی تعلیم دیتے ہیں ۔ اسلام نے جس کفارہ کو جائز رکھا ہے ۔ اسکی طرف تو مذکورہ بالا آیت اور حدیث اشارہ کرتی ہے ۔ لیکن کلیسیا جس کفارہ کی تعلیم کرتا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص ہمارے گناہوں کا بوجھ اُٹھائے ۔ وہ ہماری طرف سے سزا بھگتے اور اس کے اس فعل سے ہم نہ صرف سزا سے ہی بچ جائیں ۔ بلکہ گناہ کا قلع قمع ہو جائے ہم میں سے گناہ کی سرشت مر جائے ۔ اور صلاحیت پیدا ہو جائے ۔ دراصل یہی حقیقت کفارہ ہونی چاہئے ۔

ہم نے عربی زبان کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے بارہا ان صفحات ہی میں دکھلایا ہے کہ اس زبان سے مذہبی حقائق و مطالب کے بیان کرنے کے لئے جو الفاظ انتخاب کئے ہیں وہ ایکطرف تو ہمارے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں ۔ اور دوسری طرف وہ اس طریق کو بتاتے ہیں ۔ کہ جس سے وہ مافی الضمیر حقیقت ہو جائے ۔ مثلاً انگریزی زبان میں جو لفظ اس حقیقت کے اظہار کیلئے ہے ۔ وہ لفظ (Atone-ment) ہے جس کے معنے عوضہ دینے یا تلافی نقصان کے ہیں لیکن عربی زبان میں اس مفہوم کے ادا کرنے کے لئے لفظ کفارہ ہے جس کے ایک معنے تو بدل یا عوضہ کے ہیں لیکن دوسرے معنے بہت دبانے والا ہے ۔ جس سے یہ مراد ہے ۔ کہ گناہ

کا کفارہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جس سے گناہ کرنے کی فطرت مر جائے مسیحی علما نے بھی کفارے کی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ان کی اصطلاحیں آدم قدیم (Old Adam) اور آدم جدید (New Adam) بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہ کوئی کفارہ نہیں۔ کہ چوری میں کروں اور سزا زید یا بکر بھگتے۔ اس قسم کا کفارہ کوئی عیسائیت کی جدت طرازی نہیں۔ سب پرانے فسانہ نما مذاہب نے اسی گیت کو گایا ہے۔ ایک مرغ سے لیکر انسان تک کی قربانی جو ولادت مسیح سے کہیں بہت پہلے ہر ملک میں جس پر جہالت نے قبضہ کیا ہوا تھا موجود تھی۔ اور جس لغو عقیدے کی تردید قرآن کریم نے نہایت حکیمانہ پیرایہ میں بہ الفاظ ذیل کی:-

وکل انسان الزمنہ طبرہ فی عنقہ ؕ ونخرج لہ یوم القیمۃ کتبا یلقٰہ منشورا ہ اقرأ کتبک ؕ کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبا ہ من اھتدی فانما یھتدی لنفسہ ؕ ومن ضل فانما یضل علیہا ؕ ولا تزر وازرۃ وزر اخری ؕ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ہ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۲ آیت ۱۳ تا ۱۵ **ترجمہ**۔ اور ہمنے ہر آدمی کی بھلائی برائی کو اس کے ساتھ لازم کر کے اسکے گلے کا ہار بنا دیا (یعنی ہر ایک کی تقدیر ہر ایک کے ساتھ ہے) اور قیامت کے دن ہم (اُس کا) نامہ (اعمال) نکال اس کے سامنے پیش کر دینگے (اور وہ) اسکو اپنے رُوبرُو کھلا ہوا دیکھ لیگا (اور ہم اس سے کہیں گے۔ کہ یہ) اپنا نامہ (اعمال) پڑھ لے (اور) آج اپنا حساب لینے کیلئے تو آپ ہی بس کرتا ہے۔ جو شخص سیدھے رستے چلا۔ تو وہ اپنے ہی (ذاتی فائدے کے) لئے سیدھے رستے چلتا ہے۔ اور جو بھٹکا تو اس کے بھٹکنے کا خمیازہ بھی اُسے بھگتنا پڑیگا۔ اور کوئی (متنفس کسی) دوسرے متنفس کے بار (گناہ) کو اپنے اُوپر نہیں لیگا۔ اور جب تک ہم اس کا رسول بھیج (کر اتمام حجت) نہ (کر) لیں (کسی کو اسکے گناہ کی) سزا نہیں دیا کرتے۔ اصلی کفارہ یہی ہے۔ کہ کسی فعل کے کرنے یا کسی عقیدہ پر ایمان رکھنے سے انسان کے اندر گناہ کی فطرت مر جائے۔ چنانچہ یہ امر دو مذاہب کا مسلمہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کس مذہب کا کفارہ نہ صرف عقل و حکمت کے نزدیک ہی صحیح ہے

بلکہ کس پر ایمان و عمل حقیقی نتائج مرتب کر سکتا ہے - اور چونکہ عیسائی مذہب کی تو بنیاد ہی کفارہ ہے الوہیت مسیح تو محض ایک مسئلہ کفارہ کا ایک نتیجہ ہے - اس مسئلہ کی تنقیح کرنے سے عیسائیت اور اسلام کا بھی فیصلہ ہو جاتا ہے - کہ دونوں مذاہب میں سے کونسا مذہب حقہ ہے +

کیا صلیب پر ایمان لانے سے ہم گناہ سے پاک ہو سکتے ہیں - تجربہ اس کے خلاف ہے - ہم مان لیتے اگر مسیحی اقوام گناہ سے پاک ہوتیں - وہاں کی عدالتیں جرائم کے مقدمات سے خالی ہوتیں - اور تو اور پادریوں کا ہی طبقہ جرائم سے پاک ہوتا - بیس سال ہوئے - کہ امریکہ میں ایک کتاب عدالتی امثلہ جات Judicial Record کی بنیاد پر لکھی گئی جس میں فرقہ وار کے جرائم مختلف عنوانوں کے ماتحت درج کئے گئے - اس کی ایک کاپی ہمارے دفتر* میں بھی ہے - اس کے صفحات کو دیکھ کر ہر انسان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - کہ ان گندے سے گندا جرم اور رذیل سے رذیل قابل ناگفتہ فعل ہے - جو ان حضرات نے نہیں کیا - ہمارا اس سے یہ مطلب نہیں - کہ عیسائیت سے باہر لوگ افعال شنیعہ میں مبتلا نہیں - ہر جگہ کیا عیسائی اور غیر عیسائی اچھے اور برے موجود ہیں - غیر عیسائی اقوام کا یہ تو عقیدہ نہیں کہ مسیح کے خون پر ایمان لانے سے ہمارے گناہ دھلجاتے ہیں - وہ اس بات کے قائل ہیں - کہ نیک عمل سے انسان نیک ہو جاتا ہے - اور کوئی عقیدہ بدی کے اثر کو زائل نہیں کر سکتا - انسان کے اپنے اعمال ہی اُس کا خزانہ ہیں - اسی پر عیسائیوں کا بھی عمل ہے - یہ کہنا کہ ہمیں مرنے کے بعد اس عقیدے کا نتیجہ ظاہر ہوگا - اس قسم کی کہانیاں کسی مذہب جہالت میں موجود نہیں - مگر اس وقت کا کیا جواب ہے کہ اگر مسیح کی صلیب اس سزا کا عوض تھی جو آدم کے گناہ سے نسل آدم پر عائد ہوئی - جیسے کہ پولوس کہتا ہے - تو نسل آدم کو بعض سزائیں ایسی دی گئیں تھیں جو اس دنیا سے تعلق رکھتی تھی جیسے کہ کتاب پیدائش باب تین آیت سولہ لغایت انیس میں درج ہے +

(۱۶) اُس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا - اور درد سے تو لڑکے جنیگی - اور اپنے شوہر کی طرف تیرا اشتیاق ہوگا - اور وہ تجھ پر حکومت کریگا -

(۱۷) اور آدم سے کہا اسواسطے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سنی - اور اس درخت سے کھایا جسکی

* دفتر سے مراد [illegible] آفس ووکنگ مسجد انگلستان ہے +

بابت میں نے تجھے حکم کیا کہ اس سے مت کھانا زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس سے کھائیگا (۱۸) اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹکٹارے اگائیگی۔ اور تو کھیت کی نبات کھائیگا (۱۹) تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائیگا۔ جب تک زمین میں پھر نہ جائے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے۔ کہ تو خاک ہے اور پھر خاک میں جائیگا +

اب اگر یہ سزا صحیح ہے۔ تو اسلئے کفارہ جن معنوں میں عیسائیوں نے سمجھا ہے ایک بے حقیقت امر ہے۔ کفارہ پر ایمان لاکر حسب عقیدہ پولوس (رومیوں باب ۵) عیسائیوں کے گلے سے وہ سزائیں نہیں اتریں۔ جو اس دنیا کے متعلق ہیں اس پر آیندہ کا قیاس کرلیا جاوے۔ اب ہم اس کفارے کو پیش کرتے ہیں جس کی تعلیم اسلام نے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نیکی کرنے سے انسان میں سے گناہ کی عادت زائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم فرماتے ہیں۔ کہ جب تم سے کوئی بدی سرزد ہو تو فی الفور اس کے بعد بالمقابل کی نیکی کرو۔ یہ ایک قسم کی علمی اور جسمانہ تعلیم ہے۔ اور اس کی خصوصیت وہی سمجھ سکتے ہیں۔ جو فطرۃ جرائم کی حقیقت سے آشنا ہیں۔ انسان میں مختلف قسم کے جذبات ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے متضاد اور بالکل واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً رحم اور غصہ طمع اور ایثار محبت اور عداوت وغیرہ وغیرہ یہی جذبات ہمارے مختلف اعمال کے سرچشمہ ہیں۔ انہیں کی تعدیل اور تہذیب سے انسان انسان ہو جاتا ہے۔ جو مذہب ان جذبات میں کسی جذبے کے مارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ خلاف فطرۃ مذہب ہے۔ اور کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مسیح کے خطبہ پہاڑی نے غصے اور انتقام کے جذبے کو مارنا چاہا۔ یہ دو ہزار برس تو ایک مردہ قانون کی طرح چلا آیا۔ لیکن تاہم اس کو مذہبی نصب العین کا کمال سمجھا جاتا تھا۔ آج اس لڑائی نے اس کو بھی خاک میں ملادیا۔ اور خود بڑے بڑے بشپوں نے اس کے خلاف وعظ کیا حقیقی نیکی اور حقیقی بدی جوان سب باتوں کے جمع کرنے کا نام ہے۔ جو اعتدال سے بڑھنا ہی گناہ اور جرم ہے۔ خواہ کوئی کیسا ہی نرم سے نرم جذبہ مثلاً رحم ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا استعمال بے موقع ایک گناہ عظیمہ ہے۔ اب اگر یہی ہے۔ کہ کوئی جذبہ اعتدال سے زیادہ ہماری طبیعت پر قابو پاکر ہم سے کوئی فعل بد کرائے۔ تو اس کا صحیح کفارہ یہی ہے کہ اس فعل کے مقابل ہم جذبہ بالمقابل کو زور سے حرکت میں لائیں۔ مثلاً جس کی طبیعت میں غصہ زیادہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ غصے کا

بیجا استعمال کثرت سے گناہوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ قرآنی تعلیم یہ ہے۔ کہ ایسی حالت میں انسان رحم سے کام لے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ذیل میں فرمایا:۔

الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ط واللہ یحب المحسنین **ترجمہ**۔ جو خوشحالی اور تنگدستی (دونوں حالتوں) میں (خدا کے نام) خرچ کرتے۔ اور غصے کو روکتے اور لوگوں (کے قصوروں) سے درگزر کرتے ہیں۔ اور (لوگوں کے ساتھ) نیکی کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے +

اس آیت میں غصہ کرنیوالے کو نہ صرف یہی تعلیم دیگئی ہے۔ کہ وہ حالت استعمال میں نہ صرف غصے کو دبائے۔ بلکہ اس شخص کے قصور کو بھی معاف کر دے جس نے غصہ کو مشتعل کیا۔ اور پھر اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ کوئی مروت بھی کیجائے عیسائی دُنیا نے دو ہزار برس سے تو کلیسیا کے تعلیم دادہ کفارے پر ایمان رکھا۔ اور اُن کی فطرة سے گناہ آمیز غصہ نہ مرا۔ وہ کونسا دن یُورپ پر گذرا۔ جب عیسائی قوموں میں قتل و مقاتلہ جاری نہ رہا۔ اور یہ جنگ عظیم بھی تو عیسائی قوموں میں تھا۔ جنگ کیا ہے۔ جذبہ غصہ کا بیجا اظہار تا بہ حد کمال عیسائی کفارہ مسیحی حسنات پیدا کرنے میں ناکام ہوا۔ اب اسلامی کفارہ پر عمل کیا جائے اور دیکھا جائے۔ کہ مفید نتائج اس سے مترتب ہوتے ہیں یا نہیں +

جذبہ طمع بھی ہمارے بہت سے کاروبار کا موجب ہوتا ہے۔ کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش اگر انسان میں نہ ہوتی۔ تو یہ تہذیب و تمدن ہمیں کہیں نظر نہ آتے۔ لیکن اسی جذبہ کے ماتحت قطعاً ہو جانا انسان کو چور اور ڈاکو بنا تا ہے۔ اب اگر کسی انسان کی طبیعت پر یہ جذبہ غالب آجائے۔ تو پھر صلیب کا عقیدہ اسے چوری یا دغہ بازی سے نہیں بچا سکتا۔ ہاں وہ ایسا شخص طمع کے بالمقابل جذبہ سخاوت پر عمل کرلے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ خدا کا دل نہ بن جائے آخر چوری ڈکیتی کی غرض تو لوگوں سے مال چھیننا ہے۔ جب ایک شخص اپنا مال دوسرے کو ازراہ سخاوت دینے کا عادی ہو جائے۔ تو پھر کیوں وہ دوسروں کا مال لے + یہی وہ کفارہ ہے۔ جو قرآن کریم نے تعلیم کیا۔ اور جس کی تشریح آنحضرت صلعم کے پاک الفاظ نے کی۔ اب ہم اپنے عیسائی قارئین رسالہ کے انصاف پر چھوڑتے ہیں۔ کہ دونوں کفاروں میں کون کفارہ

انہیں صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی پر اسلام اور عیسائیت تعلیم دادہ کلیسیا کی صداقت کا فیصلہ ہوجاتا ہے +

ہمارا اہم فرض

اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس رسول پاک صلعم کی کہ جس نے شدید سے شدید مصائب و آلام میں بھی اعلائے کلمۃ اللہ کے پھیلانے میں سعی بلیغ فرمائی۔ کچھ محبت ہے تو انہیں اپنے اعمال سے اسکا ثبوت دینا چاہیئے۔ اور ان لوگوں کی دل و جان سے اعانت و منت کرنی چاہیئے۔ جنہوں نے توحید کا ڈنکا چار اکناف عالم میں بجانے کا اسوقت بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ ہمارا قدم اقوام عالم میں انحطاط کیطرف ہے جس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم میں مادی دولت وحشمت کم ہوگئی ہے بلکہ برعکس اس کے اسکی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ روحانی مال ومتاع جو کہ ہمارا اصلی اور حقیقی ورثہ تھا۔ وہ ہم میں سے مفقود ہو چکا ہے۔ قوم جس کے پاس روحانی خزانہ نہ ہو حقیقتاً نادار قوم ہے۔ اور اس بانی دولت کو ہاتھ سے کھو دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس حکیم ورحیم خداوند تعالیٰ کی محبت کو جو کہ تمام نیکیوں اور علوم کا سرچشمہ ہے پس پشت ڈال دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہم جذبات کی پیروی کرنے لگ گئے ہیں۔ قرون اولے کے مسلمان جو کہ ملک عرب کے لق ودق جنگلوں میں رہتے تھے۔ مادی نقطۂ خیال سے ہم سے گو زیادہ نادار تھے لیکن روحانی دربانی خزانہ میں ہم سے بدرجہا زیادہ متمتع تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت تھی۔ اور اس محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی برکات نازل فرمائیں اور اب بھی ہم اس کے افضال کے جاذب ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم لفظ مسلم کے حقیقی معنوں میں مسلم ہو جائیں۔ کھوئے ہوئے خزانہ پر آہ وبکا کرنا یا اظہار افسردگی میں وقت کو صرف کرنا کچھ بھی سود مند نہیں ہو سکتا۔ اب بھی وقت ہے۔ اور وقت کو غنیمت شمار کرکے اسی روحانی مال ومتاع کو دوبارہ حاصل کرنے کی ہمیں جدوجہد کرنی چاہیئے۔ مادی ترقی آخر الذکر روحانی ترقی کا ایک سایہ ہی ہے۔ اور اسلام میں یہ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے +

ڈبلیو۔ کارکار (سیلون)

جواہر بے بہا

حدیث نبوی کا اقتباس

۱- اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ طبقہ نسوان سے احسن سلوک کرو۔ کیونکہ وہ تمہاری مائیں ہیں۔ لڑکیاں اور نانیاں ہیں۔ جو لوگ اپنی ازواج کو زدوکوب کرتے ہیں وہ اچھا برتاؤ نہیں کرتے۔ اور جو عورتوں کو گمراہی کی تعلیم دیتا ہے وہ مجھ سے نہیں +

۲- عورتوں کے حقوق جو کہ شرعی ہیں۔ ان کی ادائیگی میں پوری نگہداشت کرنی چاہیئے

۳- دُنیا اور اُس کی تمام اشیا قیمتی ہیں لیکن اس دنیا میں سب سے بڑھ کر قیمتی چیز ایک نیک اور پارسا بی بی ہے +

۴- اپنی عورتوں کو مسجد میں جانے سے مت روکو +

۵- ایک مسلم کو اپنی بی بی سے نفرت نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر وہ اسکی کسی بد خصلت سے ناخوش ہو۔ تو اسے اسکی کسی اور خصلت سے جو اچھی ہو خوش ہونا چاہیئے +

۶- خداوند تعالےٰ اور اسکی مخلوق کے نزدیک سب سے بڑھکر احسن النسا تم میں سے وہ ہے جو اپنے خاندان میں بہت ہی اچھا ہے اور میں (نبی آنحضرت) اپنے اہل میں بہت ہی اچھا ہوں جب تیرا دوست جائے تو اسکی غیبت بیان کرو

۷- اپنی زوج کو نیک مشورہ دو۔ اگر اس میں صلاحیت ہوگی تو وہ اس نیک مشورہ کو جلد قبول کر لیگی۔ اور بیہودہ گفتگو کو چھوڑ دیگی۔ اور اپنی شریف بی بی کو ایک غلام کی طرح زدوکوب مت کرو +

۸- وہ سب سے بڑھکر پورا مسلم ہے جس کی روش سب سے اچھی ہو۔ اور تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیبیوں سے احسن سلوک کرتا ہے +

۹- انسان کا سب سے بڑھکر خزانہ ایک پارسا نیک بی بی ہے +

۱۰- جب معراج نے بی بی کے حقوق اپنے خاوند آنحضرت صلعم سے دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ جب تم خود کھانا کھاؤ تو انہیں بھی کھلاؤ۔ جب خود پہنو تو انکو بھی پہناؤ۔ ان کے چہرہ پر تھپڑ مارنے سے احتراز کرو یہاں تک کہ انکو گالی بھی مت دو اور گھر کی چار دیواری کے سوائے اپنی بی بی کو علیحدہ مت کرو +

۱۱- اپنی ازواج کے حقوق کی نگہداشت میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ درحقیقت وہ تمہاری معاون ہیں۔ اور تم نے انہیں اللہ تعالےٰ کی ضمانت پر لیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کے احکام سے وہ تمہارے لئے جائز ہیں + (۱۲) وہ بی بی سب سے اچھی اور نمونہ بی بی ہے۔ جو کہ خاوند کو خوش کرتی ہے جب کہ وہ اسے دیکھتا ہے۔ اور اس کے ہر ایک حکم کی فرمانبرداری کرتی ہے۔ اور خاوند کی عدم موجودگی میں اس کے مال اور اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہے +

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زکوٰۃ وصدقات کا بہترین مصرف

۱ انما الصدقٰت للفقرآء والمسٰکین والعٰملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللّٰہ وابن السبیل فریضۃ من اللّٰہ واللّٰہ علیم حکیم (سورۂ توبہ پارہ ۱۰ رکوع ۲)

آیت مندرجہ بالا نے آٹھ طریق اور مصرف بتائے ہیں جن میں ہر قسم کے صدقات اور خیرات خرچ ہونی چاہئے۔ کاش مسلمان قرآن کے ان احکامات پر چلتے اور اپنی خیرات وصدقات کو خدا کے بتلائے ہوئے مصرف میں خرچ کرتے۔ تو آج بہت سے قومی کام ان زرِ صدقات سے ہی طے ہو جاتے۔ مسلمانوں کی قوم۔ ایثار اور خیرات صدقات میں اب بھی کسی قوم سے پیچھے نہیں۔ صرف اگر مسلمانوں کی زکوٰۃ ہی باقاعدہ طریق پر جمع ہو کر قومی کاموں کے لئے وقف ہو جائے۔ تو قوم آئے دن کے چندوں سے مطلقاً فارغ البال ہو جائیں۔ آیت مذکورہ بالا میں سب سے اول فقرا اور مساکین کا ذکر ہے لیکن اس زمانہ میں اسلام سے زیادہ فقر اور مسکینی کسی اور چیز پر لاحق نہیں ہو رہی۔ خود اسلام پر بحیثیت مجموعی وہ فقر اور مسکنی ہے کہ اسکے مقابل افراد کی فقیری و مسکینی کی تلاش ایک بے ضرورت امر ہے۔ نہ معلوم وہ زمانہ ہم پر کب آویگا جب ہم انفرادی مفاد اور ذاتی ضروریات کو قومی مفاد اور مذہبی ضروریات پر قربان کرنے کا سبق سیکھیں گے۔ مسلمان کاش اس راز کو سمجھیں۔ کہ افراد محتاجوں کو مشغول کرنا قوم کو اور اپاہج اور بیکار بنانا ہے اس میں شک نہیں کہ ہر ایک زکوٰۃ دینے والے کے گرد و پیش بعض لوگ واقعی محتاج بھی ہوتے ہیں۔ لیکن زکوٰۃ دینے والے کو ہمیشہ یہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ آیا یہ رقم صدقہ اور زکوٰۃ کہیں اس محتاج کو اور زیادہ محنت و مزدوری کرنے سے بے فکر تو نہیں کر رہی۔ اور اس میں گداگری کی عادت تو پیدا نہیں کرتی۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ صاحب زکوٰۃ زیادہ تر قومی فقر اور قومی مسکینی کے دور کر دینے کا فکر کریں +

زکوٰۃ کا ۱/۸ حصہ اشاعت اسلام پر خرچ ہونا چاہیئے

زکوٰۃ کی تقسیم مندرجہ آیت بالا میں قرآن کریم نے بالتفصیل آٹھ شاخیں قائم کی ہیں ان میں دو شاخیں یہاں قابل تذکرہ ہیں۔ مؤلفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ یعنی تبلیغ و اشاعت اسلام اور نئے مسلمانوں کی تالیف قلوب میں زکوٰۃ اور صدقات کا خرچ ہونا۔ کون نہیں جانتا کہ اشاعت و تبلیغ اسلام قریب قریب ہر ایک مسلم پر بطور ایک فرض کفایہ کے ہے۔ پھر کیوں اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ کیا اس آیت مذکورہ بالا میں کھلے الفاظ میں ان دو امور کو زکوٰۃ و صدقات کا جائز اور ضروری مصرف نہیں بتلایا گیا۔ پھر کیوں صاحب زکوٰۃ اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ چلو وہ جس طرح چاہیں اپنی زکوٰۃ کو صرف کریں۔ لیکن ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی رقم زکوٰۃ کا چوتھا حصہ اشاعت اسلام و نومسلموں کی تالیف قلوب کے لئے الگ کریں۔ جو صاحب زکوٰۃ ہیں۔ اور اپنے مالوں سے ہر سال زکوٰۃ الگ کرتے ہیں۔ اور اس مال میں سے اشاعت اسلام اور مؤلفۃ القلوب پر کم از کم ۱/۸ نہیں خرچتے وہ در اصل غلطی کرتے ہیں۔ اور قرآنی احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں۔

اسلامک ریویو کا مفت تقسیم کرانا زکوٰۃ کا ایک عمدہ مصرف ہے

اس وقت انگلستان میں اشاعت اسلام کا کام بفضلہ تعالےٰ نہایت خیر و خوبی سے ہو رہا ہے۔ اس مشن کے نتائج محتاج بیان نہیں۔ اس کی ترقی و کامیابی کسی مبالغہ آمیز تحریر کی محتاج ہے ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

ان چھ سالوں کے اندر بہت سے اصحاب کا دائرہ اسلام میں آجانا۔ ان نومسلموں میں تعلیمیافتہ اور یونیورسٹیوں کے اعلےٰ ڈگری یافتہ بھی ہیں۔ اعلےٰ سوشیل حیثیت کے لوگ بھی ہیں۔ اہل صاحب قلم بھی ہیں۔ جو تحریر و تقریر سے ابتغاء لوجہ اللہ مبلغانہ کام بھی کرتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ انگلستان میں زیادہ تر تصنیف و تحریر ہی کسی امر کی اشاعت کا مفید ذریعہ ہوتی ہے۔ یہی ہمارا تجربہ اشاعت اسلام میں بھی ہے۔ اور اسی طریق سے اس وقت تک کامیابی ہوئی ہے۔ اسلئے ضرورت ہے۔ کہ اسلامک ریویو ہزارہا کاپیوں کی تعداد میں

مغربی دُنیا میں تقسیم ہو۔ اگر اہلِ اسلام میں سے فرداً فرداً ہر ایک متنفس کا فرض ہے
ہے۔ کہ اشاعت اسلام میں وہ بالواسطہ یا بلا واسطہ حصہ لے اور امداد کرے۔ تو یہ
گھر بیٹھے ہی ہر ایک بھائی انگلستان میں اشاعت اسلام کا فرض نہایت آسانی سے
ادا کرسکتا ہے۔ اگر اپنی زکوٰۃ اپنی خیرات اپنے صدقات ہی سے کچھ حصہ ہمیں دیا جاوے
تو ہم اُن کی طرف سے رسالہ اسلامک ریویو کو انگلستان یا دیگر بلاد غربیہ میں مفت تقسیم کریں
اسکی قیمت اگرچہ سات روپیہ سالانہ ہے +

اسلامک ریویو کی قیمت میں رعایت

لیکن ہم نے یہ تجویز کیا ہے۔ کہ جو شخص اپنی طرف سے یہ ریویو مفت تقسیم کرائے
وہ ہمیں پانچ روپیہ سالانہ قیمت رسالہ بھی دے سکتا ہے۔ اگر برادرانِ اسلام کچھ
تھوڑی توجہ بھی اس طرف کریں۔ تو کئی ہزار رسالہ مفت تقسیم ہوجانا کونسا مشکل کام
ہے۔ اس کے بعد وہ خدا کے فضلوں کے منتظر رہیں۔ اور دیکھیں کہ کس قدر
تھوڑے سے عرصہ میں حیرت افزا نتائج مرتب ہوتے ہیں ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیدا است

ہمارے گذشتہ نتائج ہمارے آیندہ نتائج کے ضامن ہوسکتے ہیں +

مؤلفۃ القلوب اور ہمارا لنگرخانہ

ہمارے انگلستانی نومسلموں میں وہ طبقہ تو نہیں۔ جو مفلس ومحتاج ہو۔ یا
ہمیں اُن کی تالیف قلوب کے لئے اُن کے مایحتاج کا انتظام کرنا ہو۔ اس امر کی
نہ وہاں ضرورت ہے۔ اور نہ اس دروازے کو کھولنا ہمارے لئے کسی خیروبرکت
کا موجب ہوسکتا ہے۔ لیکن صرف کسی کو کلمہ طیبہ پڑھا دینا ہی تعلیم اسلام نہیں ہوسکتا
ضرورت ہے۔ کہ یہ نومسلم بھائی کچھ وقت ہمارے پاس رہیں اور اسلام سیکھیں۔ وہ لوگ
جو اسلامک ریویو پڑھنا اور امورِ اسلامی کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس
آویں۔ اور کچھ عرصہ مہمان رہکر اسلام کی خوبیوں سے واقف ہوں۔ اسی غرض
سے سلف صالحین کے طریق پر ہم نے ووکنگ میں ایک لنگرخانہ کھول دیا ہے جہاں

ہر ہفتہ ایک وقت مہمان پچاس نفوس کے لگ بھگ ہو جاتے ہیں - یہ طریق ازبس مفید ثابت ہوا ہے - اس خلق محمدی کے اندر ایک جادو ہے - جو امیر غریب ہر ایک پر یکساں اثر رکھتا ہے - فی زمانہ انگلستانی حالات کے ماتحت اور ہماری ضروریات کے لحاظ سے بھی وہ تالیف قلوب ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت میں آیا ہے - کہ زکوٰۃ کا ایک حصہ مؤلفۃ القلوب کے لئے الگ کرنا چاہئے یہ مہینہ رجب شریف کا ہے مسلمان توجہ کریں - اور اپنی زکوٰۃ کو قرآن کے ماتحت خرچ کریں - جو اس مال زکوٰۃ میں کم از کم ¼ کو اشاعت اسلام کے متعلق نہیں خرچتے - وہ دراصل غلطی کرتے ہیں - اور قرآنی احکام کو پس پشت کرتے ہیں +

اسلامک ریویو اور ہمارا لنگر خانہ

اس وقت انگلستان میں جو اشاعت اسلام کا کام ہو رہا ہے - کیا اس سے زیادہ تعداد اس زکوٰۃ وصدقات کا کوئی اور مشن ہے - اگر ہے تو اس کا نام لو پھر کیوں آپ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے - مغربی ممالک میں اشاعت اسلام کا بہترین طریق تحریر و تصنیف ہے - مبلغین اور واعظین کا مختلف جگہوں میں پھرنا چنداں مفید نہیں - بلکہ سہل اور مفید طریق یہ ہے - کہ ان ممالک میں اسلامی تحریریں کثرت سے شائع کی جاویں - پھر جب ان تحریروں کو پڑھ کر متوجہ ہوں - تو یہ متلاشیان حق مبلغین کے پاس آئیں - اور ان کے پاس رہ کر اسلام سیکھیں +

خواجہ **کمال الدین** مسلم مشنری انگلستان

نوٹ

تمام ترسیل زر بنام شیخ **رحمت اللہ** صاحب امین مسلم مشن ووکنگ انگلش ویرہوس - دہلی مال لاہور ہونی چاہئے +

اشاعت اسلام بک ڈپو

کا

رعایتی اعلان

رعایتی قیمت	قیمت	نام کتاب	رعایتی قیمت	قیمت	نام کتاب
۲ر	۴ر	ادب لسلیمن	۹ر	۱۲ر	پرچے اشاعت اسلام سنہ ۱۹۱۴ء
۳ر	۴ر	النسائے شہدا [illegible]	۱ر [illegible]	[illegible]	" " سنہ ۱۹۱۵ء
۲ر	۳ر	صبر کی [illegible]	۱ر [illegible]	[illegible]	۱۱ پرچے " سنہ ۱۹۱۶ء
۳ر	۴ر	خوبصورتی جہان	۹ر	۱۲ر	[illegible] نمبرہ
۲ر	۳ر	نیشن مرز	۶ر	۸ر	[illegible] چشمہ
۴ر	۵ر	زنانہ خطوط	۹ر	۱۲ر	امر الالہ [illegible]
۳ر	۳ر	لیکچر اسلام مسز اینی بسنٹ	۴ر	۶ر	[illegible] انوار احمدیہ
۶ر	۸ر	شمس حالی	۱۲ر	عـہ	خطبات غریبیہ مکمل سٹ
۹ر	۱۰ر	زنانہ حسب کتب	۱ر	۱۰ر	مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر حصہ اول
۳ر	۴ر	تعلیم الصبیان	۱ر	۱۰ر	" " حصہ دوم
۱۰ر	۴ر	مناجات بیوہ	۱ر	۱۰ر	" حصہ سوم
۳ر	۴ر	رباعیات حالی	۰ر	۱ر	بنگال کی دلجوئی
۳ر	۴ر	جام کوثر	×	۶ر	نکات القرآن حصہ اول
۲ر	۳ر	راہ جنت	×	۶ر	" حصہ دوم
۳ر	۴ر	امام حسین	×	۸ر	" حصہ سوم
۱۲ر	عـہ	۱۹ دلچسپ [illegible] کا مجموعہ [illegible]	×	۶ر	" حصہ چہارم
۲ر	۳ر	ناصح مشفق	×	۴ر	[illegible] شادہ

ہر ہفتہ ایک وقت مہمان پچاس نفوس کے لگ بھگ ہو جاتے ہیں - یہ طریق ازلس مفید ثابت ہوا ہے - اس خُلق محمدی کے اندر ایک جادو ہے - جو امیر غریب ہر ایک پر یکساں اثر رکھتا ہے - فی زمانہ انگلستانی حالات کے ماتحت اور ہماری ضروریات کے لحاظ سے بھی وہ تالیف قلوب ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت میں آیا ہے - کہ زکوٰۃ کا ایک حصہ مؤلفۃ القلوب کے لئے الگ کرنا چاہیئے یہ مہینہ رجب شریف کا ہے مسلمان توجہ کریں - اور اپنی زکوٰۃ کو قرآن کے ماتحت خرچ کریں - جو اس مال زکوٰۃ میں کم از کم ۱/۸ کو اشاعت اسلام کے متعلق نہیں خرچتے - وہ ذرا صریح غلطی کرتے ہیں - اور قرآنی احکام کو پس پشت کرتے ہیں +

اسلامک ریویو اور ہمارا لنگر خانہ

اس وقت انگلستان میں جو اشاعت اسلام کا کام ہو رہا ہے - کیا اس سے زیادہ تقاضا اس زکوٰۃ وصدقات کا کوئی اور مشن ہے - اگر ہے تو اس کا نام لو پھر کیوں آپ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے مغربی ممالک میں اشاعت اسلام کا بہترین طریق تحریر و تصنیف ہے - مبلغین اور واعظین کا مختلف جگہوں میں پھرنا چنداں مفید نہیں - بلکہ سہل اور مفید طریق یہ ہے - کہ ان ممالک میں اسلامی تحریریں کثرت سے شائع کی جاویں - پھر جب ان تحریروں کو پڑھ کر متوجہ ہوں - تو یہ متلاشیان حق مبلغین کے پاس آئیں - اور ان کے پاس رہ کر اسلام سیکھیں +

خواجہ **کمال الدین** مسلم مشنری انگلستان

نوٹ

تمام ترسیل زر بنام شیخ **رحمت اللہ** صاحب امین مسلم مشن ووکنگ انگلش ویرہوس - دی مال لاہور ہونی چاہیئے +

(مطبوعہ ... [illegible] ... دروازہ ... [illegible] مظفر الدین منیجر چھپا)

اشاعت اسلام بک ڈپو

کا

رعایتی اعلان

نام کتاب	[illegible]	[illegible]	نام کتاب	[illegible]	[illegible]
پرچے اشاعت اسلام سنہ ۱۹۱۴ء	۱۲ر	۹ر	ادب [illegible]	۴ر	۳ر
" " سنہ ۱۹۱۵ء	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۴ر	۳ر
اا پرچے " سنہ ۱۹۱۵ء	[illegible]	[illegible]	صبر [illegible]	۳ر	۲ر
[illegible] نمبر ۵	۱۲ر	۹ر	[illegible] جہاں	۴ر	۳ر
[illegible]	۸ر	۶ر	[illegible]	۳ر	۲ر
امّ الالسنہ	۱۲ر	۹ر	ترانۂ خطوط	۵ر	۴ر
[illegible] انوار احمدیہ	۶ر	۴ر	لیکچر اسلام مسز بینی بسنٹ	۳ر	۲ر
خطبات غریبہ [illegible]	عمر	۱۲ر	[illegible] حالی	۸ر	۶ر
مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر حصہ اول	۱۰ر	۱ر	[illegible]	۱۰ر	۹ر
" " حصہ دوم	۱۰ر	۱ر	تعلیم الصبیان	۳ر	۲ر
" حصہ سوم	۱۰ر	۱ر	مناجات [illegible]	۲ر	۱۰ر
بنگال کی دلجوئی	۱ر	۰ر	رباعیات حالی	۴ر	۳ر
نکات القرآن حصہ اوّل	۶ر	×	جام کوثر	۴ر	۳ر
" حصہ دوم	۶ر	×	راہ جنت	۳ر	۲ر
" حصہ سوم	۸ر	×	امام حسین	۴ر	۳ر
" حصہ چہارم	۶ر	×	۱۶ دلچسپ [illegible] کا مجموعہ	عہ	۱۲ر
[illegible]	۴ر	×	ناصح مشفق	۳ر	[illegible]

نام کتاب	قیمت	محصول	نام کتاب	قیمت	محصول
جمع قرآن	۱۰/	×	لندن میں جلسہ مولد النبی صلعم	۳/	۲/
تصنیف [illegible] . . .	۲/	×	لیکچر اسلام	۱/	۰/
[illegible]	۶/	۶/	جام عرفان	۱/	[illegible]
اسرار سلیمانی مجلد	۲/	۴/	[illegible]	۳/	۳/
التوحید	۱	۰/	[illegible] . .	۴/	۴/
			انتظام خانہ داری . .	۴/	۳/
طریق [illegible]	/	۱۰/	اخلاقی کہانیاں . .	۴/	۳/
[illegible]	۱/	۰/	تعلیم نسواں کی پہلی کتاب	۲/	[illegible]
[illegible]	۱/	۰/	" " دوسری کتاب	۳/	[illegible]
بیان [illegible]	۱/	۰/	" " تیسری کتاب	۴/	۳/

کتاب عسل مصفٰے

اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام و حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کے متعلق مفصل مبسوط بحث ہے۔ یہ کتاب قابل دید ہے جو کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام و مہدی علیہ السلام کی آمد کے متعلق تحقیقات کرنا چاہتا ہو وہ اس کتاب کو منگا کر دیکھے۔ اسمیں بڑی قیمتی معلومات کا ذخیرہ پائیگا۔ یہ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ ہر دو جلد کے ... صفحات ہیں + قیمت ہر دو جلد ... [illegible]

جام عرفان نظم کا دلچسپ مجموعہ

ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت

اسرار سلیمانی مجلد ضخامت ۱۲۵ صفحہ لکھائی چھپائی [illegible] کاغذ عمدہ روحانیت کے [illegible] کے ٹکٹ آنے پر مفت

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

[illegible] مطبع [illegible] الدین [illegible]

رجسٹرڈ نمبر ل ۵۰۹

[illegible]

اشاعتِ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مُسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی۔اے۔ایل ایل بی — مُسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی۔اے۔بی۔ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے۔ کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کُل اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۵) بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۵

فہرست مضامین

اطلاع عام

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ووکنگ انگلستان آج مورخہ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۱۹ء بخیر لندن سے لاہور پہنچ گئے ہیں۔ جملہ احباب کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ ان کے تمام ذاتی خطوط آیندہ بجائے ووکنگ ارسال فرمانے کے مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں

(پتہ حضرت خواجہ صاحب) دفتر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

(خاکسار بندہ منیجر رسالہ ہذا)

شکریہ احباب

مندرجہ ذیل بہی خواہان مشن کے ہم تہ دل سے ممنون ہیں جو رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت میں ساعی ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ ان مخلص احباب نے اس رسالہ کے اجرا کی اہمیت اور اسکی وسیع اشاعت سے جو مالی تقویت مسلم مشن ووکنگ کو پہنچ سکتی ہے۔ انہوں نے کما حقہ سمجھ لی ہے اس خدمت دین کا اجر جزیل اس احکم الحاکمین کے ہاں ہے۔ کاش ہمارے دیگر ناظرین کرام بھی اس اہم خدمت کیطرف توجہ مبذول فرما کر اپنے ہمکو اور دیگر احباب کو ذیل حسنات تصور فرمائیں۔ برادران اسلام! رسالہ ہذا اپنے اغراض و مقاصد میں انوکھا اور نرالا ہے۔ اسکی طرف توجہ کرنی ہر مسلم فرد بشر کا فرض ہے۔ ذیل میں ہم شکریہ کیساتھ ان احباب کے اسمائے گرامی درج کئے دیتے ہیں۔ جو توسیع اشاعت میں مسلسل کوشاں ہیں:-

۱- جناب امام الدین صاحب ٹھٹھوک برہما
۲- " عبد الحمید صاحب کالی کٹ
۳- " محمد علی صاحب سراج نگر
۴- " سید محمد عبد الغفور صاحب میرٹھ۔ (حال پشاور)
۵- " منشی محمد حسین صاحب لائل پور
۶- " بورڈران سرکار ہائی سکول بلگام
۷- " محمد یوسف۔ کوکرا
۸- " ایس محمد اشرف نصار حجرہ
۹- " قاضی زین الدین " الہ آباد
۱۰- " منشی رحمت اللہ کوئٹہ
۱۱- جمال برادران رنگون
۱۲- " آغا محمد کابلی رنگون
۱۳- " شیخ خدا بخش مردان
۱۴- " محمد عزیز اللہ صاحب
۱۵- " حبیب بیبی۔ کالمبو
۱۶- " شیخ خدا بخش بغداد
۱۷- " ناظر علی لکھنؤ
۱۸- " ایس۔ حیدر۔ کراچی
۱۹- جناب حید حسن خان۔ بھوپال
۲۰- " سید میر احمد۔ چلکرہ
۲۱- " میر ولایت علی خریدار ۳۱۶۶ء
۲۲- " صدر الدین احمد۔ کلکتہ
۲۳- " شیخ قاسم عبد اللہ۔ عدن

فہرست معاونین

۲۴- جناب عبد الستار صاحب چینی ترکستان
۲۵- " سید علی رضا سکھر
۲۶- " غلام نبی۔ ڈھاکہ
۲۷- " منہاج الدین۔ ڈھاکہ
۲۸- " فضل الدین سوداگر چینی ترکستان
۲۹- " احمد محی الدین حسین
۳۰- " خادم حسین بارابنکی (بطور اعانت فرماتے ہیں)
۳۱- " سلیمان صاحب۔ بلگام
۳۲- " پیر بخش۔ کراچی
۳۳- " غوثیہ بیگم شولاپور
۳۴- " محمد اسحاق ٹانک
۳۵- " حکیم شرافت اللہ۔ گورکھپور
۳۶- " نور محمد لائلپور
۳۷- " محمد یوسف۔ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

مترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) — بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۹ء — نمبر (۵)

شذرات

قارئین کرام اس اندوہناک خبر سے یقیناً متاسف ہونگے۔ کہ جناب یحییٰ النصر پارکنسن صاحب نو مسلم مورخہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو راہیئے عالم بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یوں تو دنیا میں سینکڑوں لوگ داعئے اجل کو لبیک کہہ کرکے اپنے خویش اقارب والدین اور قوم کو داغ مفارقت دیئے جاتے ہیں لیکن اس قحط الرجال زمانہ میں ایسے قابل حامئے اسلام کا ہم میں سے رخصت ہوجانا۔ واقعی اشاعت اسلام کے لئے نقصان عظیم ہے آپ زبردست اہل قلم تھے۔ اور اسلام کی حمایت میں دشمنان اسلام کو دنداں شکن جواب دیا کرتے تھے۔ جناب مسٹر شیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء نے مرحوم و مغفور کی اجمالاً سوانحعمری قلمبند فرمائی ہے جو اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ "یادرفتگان" کے عنوان کے نیچے درج کیجاتی ہے جس سے قارئین کرام کو پتہ چلیگا کہ مرحوم و مغفور کس خیر وخوبی کے متنفس تھے ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دیوے۔ اور ان کے پسماندگان کے قلب حزین کو اپنے فضل سے سکون و صبر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین ✦

گذشتہ نمبر میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ حضرت خواجہ صاحب علالت طبع کی وجہ سے طبی مشورہ کے ماتحت ہندوستان واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ امید واثق ہے کہ جس وقت رسالہ ہذا ناظرین کرام کے ہاتھوں میں ہوگا اس وقت حضرت خواجہ صاحب موصوف بخیریت اپنے وطن مولود لاہور میں پہنچ چکے ہونگے۔ احباب اپنے قیمتی دعاؤں سے آپ کی صحت و درازی عمر کیلئے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں +

اُن گوناگون احسانات میں جو اسلام نے دُنیا پر کئے ہیں ایک یہ بات بھی ہے کہ اسلام نے پجاری کے طبقہ کو بالکل اڑا دیا ہے۔ اسلام میں عبادات مذہبی ہر ایک مسلمان سرانجام دے سکتا ہے اور کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ وہ جو اسلام میں مقرر شدہ پروہت یا پجاری یا امام ہیں۔ چنانچہ نہایت ہی خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے فاضل اہل نومسلم بھائی جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال حضرت خواجہ صاحب کی جگہ آج کل قائممقامی فرما رہے ہیں ٭

ہم اپنے فاضل بھائی جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال کو دل سے مبارکباد دیتے ہیں جنہیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی عدم موجودگی میں لنڈن مسلم نمازگاہ میں نماز جمعہ و خطبہ پڑھانے کا موقع ملا ہے۔ اور گذشتہ تین ماہ سے جناب مارمیڈیوک پکتھال صاحب امامت کی خدمت سرانجام فرما رہے ہیں۔ اہالیان لنڈن و سکان ووکنگ جنہیں آپ کی اقتدا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا فخر حاصل ہے۔ سب سے بڑھ کر آپکی امامت کی تحسین و توصیف کرسکتے ہیں۔ جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال موصوف کے خطبات علمیت و قابلیت کی وجہ سے شہرہ آفاق ہو چکے ہیں اور جس احسن و حکیمانہ پیرایہ میں جناب خطیب صاحب مذکورہ قرآن کریم کے عام فہم مضامین کی تفسیر و تشریح فرماتے ہیں۔ وہ بھی زبان زد خلائق ہو چکی ہے۔ اور ایک نومسلم کا اصل عبارت قرآن کو عربی زبان میں تلاوت کرنا اور بھی غضب ڈھاتا ہے۔ امید کامل ہے کہ ہمارے ہندوستانی نومسلم بھائی یہ دیکھ کر ضرور خوش ہونگے۔ کہ اُن کی اپنی ہی قوم کا ایک شخص مختلف اقوام کے مسلم

جمعہ کی خوشی نہایت ہی احسن [illegible] کرتا ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب نومسلم بھائیوں میں اسلام کی حقیقی عشق و تڑپ کی روح پیدا کرے۔ اور ہماری اسلامی برادری میں روز افزوں ترقی ہو۔ ثم آمین ثم آمین +

جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال کی اسلامی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے اِس جگہ ہم جناب مسٹر سمس کی بھی ان تھک و مسلسل تبلیغی جدوجہد کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے کہ مدت مدیدی جناب مسٹر عبدالقیوم صاحب ملک کی اعانت سے مسجد ووکنگ میں اتوار کے لیکچروں کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے +

لندن مسلم سوسائٹی بھی تبلیغی جدوجہد میں لگاتار مصروف ہے۔ گذشتہ نمبر میں ۲ مارچ ۱۹۱۹ء تک پروگرام سوسائٹی مذکورہ کو ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ذیل میں اس کے بعد کا پروگرام شائع کیا جاتا ہے +

۲ مارچ ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر [illegible] رضا صاحب نے "محمد صلعم ایک کامل نمونہ انسانیت" پر لیکچر فرمایا۔

۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ شیخ محمد صادق صاحب نومسلم نے "عملی فرائض" پر لیکچر فرمایا

۱۶ مارچ کو جناب مسٹر [illegible] نے "مذہب [illegible]" پر لیکچر فرمایا +

۲۳ مارچ ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر الیگزینڈر صاحب نے "غلطی اور اس سے نکلنے کی راہ" پر لیکچر فرمایا +

۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ شیخ محمد صادق صاحب نے "سیرت نبی" پر لیکچر دیا۔

۶ اپریل ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال صاحب نے "قانون زندگی" پر لیکچر فرمایا۔

۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ صاحب نے "زندگی کے [illegible] قدم" پر

لیکچر فرمایا +

۲۷ - اپریل ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ صاحب نے بہشت و دوزخ پر لیکچر فرمایا +

یہ امر نہایت ہی مسرت انگیز ہے کہ لندن مسلم سوسائٹی کے پروگرام اجلاس مسلسل شائع ہو رہے ہیں جس سے انشاء اللہ تعالیٰ غرض آیندہ نتائج ظہور پذیر ہونے کی قوی اُمید ہے +

مولود النبی صلعم

ذیل میں جلسہ مولود النبی صلعم کی مفصل روئداد درج کی جاتی ہے جو مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۸ء بروز ہفتہ بمقام ۱۱۱ کرامول روڈ جنوبی کنگسٹن اسلامک سوسائٹی لندن کے زیر اہتمام منعقد ہوا - ایڈیٹر

سنٹرل اسلامک سوسائٹی کی جد وجہد سے حضرت نبی کریم محمد صلعم کا یوم ولادت جو کہ برطانیہ کے دارالسلطنت لندن میں بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے جیسا کہ ہر سال تمام مسلم ممالک میں مسلمان اسے مناتے چلے آتے ہیں - اور دارالسلطنت میں یہ ایک سالانہ تہوار ہوگیا ہے - اس بڑے شہر کے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ تمام اہالیان لندن کو اس پر نازاں ہونا چاہئے کہ نسل انسانی کے سب سے بڑے محسن اور دنیا کے سب سے بڑے کامیاب جمہوریت کے حامی اور اشتراکیت کے معلم کا یوم ولادت بڑی تزک و احتشام سے ہر سال لندن میں منایا جاتا ہے - یہ سالانہ تقریب سکان لندن کے لئے بہت منفعت بخش ہوگی - اگر اس سے اہالیان لندن کو اس عظیم الشان معلم کے کارنمایاں و سوانح عمری کو منصفانہ اور غور و تعمق سے پڑھنے کی تحریص ہو - وہ انسان کامل کہ جس نے اپنے مشن کی راستی و صداقت کو قائم کرنے کیلئے معجزات کو دلیل نہیں ٹھیرایا - اور کہ جس نے اپنی پرستش کرنے سے لوگوں کو روکا اور سب کو علی الاعلان بتا دیا کہ میں ان لوگوں جیسا ہی بشر ہوں لیکن ساتھ ہی آپ نے ایسا عظیم الشان معجزہ کیا - جو کسی نے نہ کیا تھا یعنی یہ کہ جن میں آپ پیدا ہوئے - ان

لوگوں کی سرشت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ۔ اور نسل انسانی کی فلاح اور بہبودی کیلئے اپنی تعلیمات کا ایسا ابدی و نمایاں گہرا اثر چھوڑا ۔ کہ جس ابدی اثر کو کوئی بھی شخص یا جماعت یا یا خود وہ لوگ جنہیں سادہ لوح و دنیا دیوتاؤں یا خدا کے بیٹے سمجھ کر تکریم کرتی ہے چھوڑ سکے یا چھوڑ سکینگے ۔ اہالیان لندن کو متقی بننے کی ضرورت ہے شراب جزائر انگلستان کے لوگوں کی سب سے بڑی دشمن ہے ۔ انہیں آنحضرت صلعم کی طرف متوجہ ہونا چاہئے ۔ کہ جس مزکی و معلم نے شراب جیسے ام الخبائث سے نسل انسانی کے ایک کثیر حصہ کو مخلصی دلائی ۔ اور جس نے اخلاقی و معاشرتی قوانین منضبط فرمائے جن سے عملی طور پر خلق خدا کو نفع پہنچا ۔ اور جن قوانین نے ان ہزاروں لوگوں کو ایسی مہلک اور خطرناک بیماریوں سے نجات دی ۔ جو آفت و مصیبت کی حد تک پہنچ چکی تھیں ۔ اور جنہوں نے حقیقی جمہوریت اور مساوات کو قائم کیا ۔ اور انسان کو انسان سے ملک ۔ رنگ قوم وملت وغیرہ کے امتیازات و حدبندیوں کو مٹا کر برادرانہ سلک میں منسلک کر دیا +

یوم ولادت کی یہ تقریبات بنفسہ زبان حال سے آنحضرت صلعم کی ابدی و دیرپا کامرانی و کامگاری کا اظہار کرتی ہیں ۔ ان تقریبوں میں مختلف ممالک ۔ اقوام و السنہ ۔ رنگ و عقائد کے ذکور و اناث بلا روک ٹوک برادرانہ شفقت و محبت سے آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ان سب کا نہایت فراخ دلانہ اور بڑے تپاک سے استقبال کیا جاتا ہے +

شومئی قسمت سے ان میں بعض بنی نوع انسان کے بدخواہ اور دشمن ایمان بھی ہیں ۔ جو کہ اسلام کی عدیم النظیر جمہوریت اور اتحاد میں روڑا اٹکانے کے ایسے ذرائع اختیار کر رہے ہیں ۔ کہ جن سے اسلام کی عالیشان عمارت کی بنیاد پر ہی حملہ ہو ۔ وہ لوگ مسلمانوں میں ذات پات کی رقابتوں کے پیدا کرنے کی عیارانہ حیلے تراشنے میں منہمک ہیں ۔ تاکہ اس حیلہ سے اسلام کی طاقت وجبروت کو ضعیف کیا جائے ۔ خدا کرے کہ واجب التکریم حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کی تقریبات ان کو اپنی منصوبہ بازیوں میں پسپا کریں ۔ اور مسلمانان عرب ۔ ہندوستان ۔ ایران اور مصر کو اس بڑے معلم

کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کی غلطی سے متنبہ کریں جس سے کہ اسلام کا شیرازہ خود غرضانہ اغراض کیلئے بکھرا جاتا ہے۔ جیسا کہ آنریبل [illegible] نے فرمایا ہے کہ اس دنیا کے نظام جدید کی بنیاد بین الاقوام میں اتحاد و ہم آہنگی پر رکھی جانی چاہئے۔ یہاں تک کہ غیر مسلموں کو بھی آنحضرت صلعم کی عالمگیر اور جمہوری تعلیمات کو پڑھنا چاہئے۔

آنحضرت صلعم کی یوم ولادت کی تقریب سابقہ برسوں کی طرح کامیاب ہوئی۔ چونکہ کرسمس کا جشن اور جمہوری انتخاب کا زمانہ قریب تھا اسلئے اس سعید تہوار کا اہتمام کرنا مشکل ہو گیا تھا لیکن [illegible] اور [illegible] کی کثرت اژدہام کی وجہ سے رہائش کی گنجائش نہ تھی۔ [illegible] اور مسز سین کی مرہون احسان ہیں جنہوں نے [illegible] سوسائٹی کے ممبروں کو تہوار منانے کے قابل کیا۔ جناب [illegible] لارڈ [illegible] جنرل ڈکسن۔ آنریبل مسٹر پاشو [illegible] اصفہانی [illegible] اور دیگر مسلمان نصرانی۔ یہودی۔ پارسی۔ اہل ہنود۔ [illegible] رنگ رنگ قوم کے موجود تھے۔ جو کہ ایک دوسرے سے بغیر کسی رسم و رواج اور [illegible] کے آزادانہ اور خوش خلقی سے خلط ملط تھے۔ انہوں نے اس وقت محسوس کیا کہ وہ ایک دوسرے کے بھائی بہنوں کی طرح ملے ہیں۔ اینگلو آلومن سوسائٹی کے [illegible] بعض ناگزیر حالات کے ماتحت شامل تہوار ہونے سے قاصر رہے لیکن اس موقع پر انہوں نے ایک نہایت ہی ہمدردانہ اور ہمت بڑھانیوالا تار ارسال فرمایا۔ مصر سوڈان اور ایران کے مسلمانوں نے اپنے ہندوستانی مسلم بھائیوں سے ہم آواز ہو کر مسٹر پاشو کی تقریر کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کی کارروائی ۳ بجے شام شروع ہوئی اور چھ بجے شام تک ختم ہوئی۔ اور تمام کا تمام مجمع آئندہ سال اسی طرح اس سعید تقریب کو منانے کیلئے متفق [illegible] گیا۔

(القدوائی)

جناب مسٹر ایم ایچ اصفہانی کی افتتاحیہ تقریر

آج ہم اسلام کے مُطہر اور پاک پیغمبر صلعم کا یوم ولادت منانے کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں جو کہ عرب کے نہایت ہی سنسان و ویران حصہ جو مکہ کے نام سے موسوم ہے۔ آج سے تیرہ صدیوں سے بھی کچھ عرصہ پیشتر پیدا ہوئے +

اُن کے مشن اور سوانح عمری کی تفصیلات میرے معزز دوست مسٹر ڈڈلے رائٹ مجھ سے زائد بالتفصیل آج کی شب اپنے گرامی لیکچر میں بیان فرمائیں گے۔ اس سعید موقع پر میں بھی آپ کے سامنے اپنے لیکچر کے ان حصص کو پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا جو آج سے پندرہ سال پیشتر مسلم لٹریری سوسائٹی مدراس کے صاحب صدر ہونے کی حیثیت میں میں نے پڑھے اور اس تقریر کا خلاصہ آنحضرت صلعم کے پاک کلمات کا ترجمہ ہی ہے +

سب سے پہلا حوالہ اس تقریر میں وہ ہے جو کہ آنحضرت صلعم نے مکہ میں فاتحانہ داخل ہونے کے موقع پر فرمائی جبکہ وہ گھر جس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بیٹے نے واحدہ لاشریک خدا کی پرستش کیلئے اُٹھائی تھی۔ اور جس میں کہ تین سو ساٹھ بُت پڑے ہوئے تھے۔ اور جن کو کہ آپ کے چچیرے بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی فوری ہدایت کے ماتحت مسمار کیا +

حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی دیوار سے سہارا لگاکر مکہ معظمہ کے کثیر التعداد باشندگان کو جنھوں نے کہ آپ کے پیراؤں کو تکالیف اور آزار پہنچائے تھے مندرجہ ذیل کلمات میں خطاب فرمایا۔

"اے اولاد قریش! تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو" انہوں نے جواب دیا "مہربان بھائی اور بھتیجے ہم تجھ سے رحم و شفقت کی امید رکھتے ہیں۔ تیرے اختیار میں ہے جیسا تو چاہے سلوک کرے" اس پر آنحضرت صلعم کی چشمان مبارک سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا

آج کے دن تم پر کوئی سختی نہ کیجائیگی - اور خداوند تعالےٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا اور دھو ڈالیگا - کیونکہ وہ رحمٰن اور رحیم ہے - مکرر آپ نے فرمایا تم اپنے نبی کے نہایت ہی بُرے پڑوسی تھے تم نے اُسے جھٹلایا - اور اسکو یہاں تک آزار دیا - کہ اس نے تم سے ہجرت اختیار کی - اور یہیں تک تم نے بس نہیں کی - بلکہ مدینہ تک تم نے اس کا تعاقب کیا - اور اس سے برسر پیکار ہوئے لیکن ان تمام تکالیف کے جو تم سے اس کو پہنچیں اُس نے تم کو معاف کر دیا ہے - اور تم آزاد ہو" +

چنانچہ اہل مکہ نے اس دن سے آزاد لوگوں کا خطاب حاصل کیا - بعد ازاں آنحضرت صلعم نے ایک طولانی طویل خطبہ فرمایا - جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

"اے لوگو - جو یہاں حاضر ہو میری باتوں کو ان تک پہنچا دو جو غائب ہیں - خداوند تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے اور اسلام کی عزت وشوکت کے لئے اس تکبر و نخوت کو جو تمہیں بطور بت پرستی کے بقیہ کے ملا ہے تم میں سے اور تمہارے آبا واجداد و قبائل میں سے نکال دیا - اے لوگو! تم آدم کی اولاد ہو - جو کہ مٹی کا بنا ہوا تھا - خداوند تعالےٰ کی نگاہ میں تم میں سب سے زیادہ متقی وپیارا وہ ہے - جو کہ اس کا سب سے بڑھ کر فرمانبردار ہے - اور پرلے درجہ کا پرہیز گار ہے - گذشتہ ازمنہ کی تمام خونی خانہ جنگیاں روز جزا تک میرے قدموں کے تلے آج سب دھوئی گئی ہیں" +

دوسرے موقعہ پر جبکہ انصار میں کہ جنہوں نے اسلام کی حفاظت میں آپ کی امداد فرمائی تھی بددلی سی پیدا ہو گئی - کیونکہ آپ نے مال غنیمت کا ایک کثیر حصہ ان حلقہ بگوشان اسلام (یعنی اہل مکہ) کو مرحمت فرما دیا - جنہوں نے کہ تلیل عرصہ بھی نہ گذرا تھا - کہ اسلام قبول کیا تھا - اسلئے آپ نے ارشاد فرمایا - کہ ایک خاص خیمہ لگا کر اسمیں انصار کو جمع کیا جاوے - بعد ازاں آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اس مجمع کو خطاب فرمایا :-

اے انصار! میں نے اس گفتگو کو سن لیا ہے - جو تم آپس میں کرتے ہو - جب میں آیا - اس وقت تم تاریکی میں ٹاملٹوئیں مار رہے تھے - اور اللہ تعالےٰ نے تم کو صراط مستقیم پر چلایا - تم تکالیف میں مبتلا تھے - اور اس نے تم کو راحت عطا فرمائی تم ایکدوسرے

کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے قلوب میں برادرانہ محبت و شفقت و اتحاد ڈال دیا۔ اب مجھے بتلاؤ۔ کہ کیا واقعی تمہاری ایسی حالت نہ تھی؟ ان سب نے متفقہ طور پر جواب دیا۔ کہ حقیقتاً ہماری حالت ایسی ہی تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے ہاں ہی شفقت رحم و فضل ہے۔ آنحضرت صلعم نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ اور فرمایا۔ "کہ خدا کی قسم۔ کہ حقیقتاً تم نے سچ جواب دیا۔ اور تم جواب میں یہ بھی کہہ سکتے تھے۔ کہ آپ ہمارے پاس آئے۔ جبکہ آپ کی قوم نے آپ کو فریبی و دغاباز کہہ کر آپ کی تکذیب کی۔ اور ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ ہمارے پاس ایک بیکس مفرور کی حالت میں آئے تھے۔ اور ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ ایک غریب اور قوم سے نکالے ہوئے کی حیثیت میں آئے۔ اور ہم نے آپ کو جائے پناہ دی آپ بے آرام تھے۔ اور ہم نے آپ کو دلاسا اور تسلی دی"۔

جب آنحضرت صلعم نے یہ کلمات فرمائے۔ تو اہل مدینہ نے آپ سے التجا کی کہ یہیں تک بس فرمائیے۔ اور وہ تمام کے تمام زار و قطار رونے لگ گئے۔ یہاں تک کہ انکی داڑھیوں پر آنسو گرنے لگ گئے تب آپ نے بیان فرمایا۔ کہ میں نے قریش کے نومسلموں کو اس لئے فراخی سے دنیوی مال و متاع دیا ہے۔ تاکہ اس سے ان کی دلجوئی ہو۔ اور وہ اپنے سابقہ غم و اندوہ کو فراموش کر دیں۔ پھر آپ نے فرمایا:-

"اے انصار! اس دنیوی زندگی کی زینت کے لئے اپنے دلوں کو کیوں تکلیف پہنچاتے ہو۔ کیا تم اس سے مطمئن نہیں ہو۔ کہ اہل مکہ تو اونٹوں و ریوڑوں کو حاصل کریں۔ اور تم مجھ کو اپنے ساتھ لئے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ اسی ذات باری کی قسم ہے۔ کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں تم کو کبھی بھی نہیں چھوڑونگا۔ اگر نسل انسانی ایک طرف کا رخ لے۔ اور انصار دوسری طرف کا تو بلا شک و شبہ میں انصار کا ساتھ دونگا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور انکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر اپنے افضال و برکات نازل فرماتا رہے"۔

اس پر تمام انصار ہم آہنگ ہو کر پکارے۔ کہ اے خدا کے رسول و پیغمبر ہم تمام اپنے حصے سے اچھی طرح مطمئن ہیں۔ اور سب کے سب خوش و خرم اطمینان قلب کے ساتھ واپس چلے گئے۔

تیسرے موقعہ پر جبکہ آپ نے اپنے پیرؤوں کو آخری الوداعی پیغام سنایا۔ یہ حجۃ الوداع

کا موقع تھا۔ اور آپ نے کوہ عرفات پر کھڑے ہوئے وعظ فرمایا۔ اور جس کو میں آنحضرت صلعم کے "پہاڑی والے وعظ" کے نام سے تعبیر کرونگا۔ آپ نے فرمایا:-

"تمہارے اموال و جانیں ایکدوسرے کے درمیان متبرک و مقدس ہیں۔ یہانتک کہ تم احکم الحاکمین کے حضور پیش ہو۔ اور یاد رکھو۔ کہ تم نے اس احکم الحاکمین کے دربار میں پیش ہونا ہے۔ جو کہ تمام اعمال کی بازپرس کریگا۔ اے لوگو! تمہاری بیبیوں کے تم پر حقوق ہیں اور ایسا ہی تمہارے حقوق تمہاری بیبیوں پر ہیں۔ اپنی ازواج کے ساتھ مہربانی اور نرمی سے سلوک کرو۔ بلاشبہ تم نے اُن کو اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر لیا ہوا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ ہی کے احکام کے بموجب ان کو تم نے اپنے لئے جائز قرار دیا ہے۔ اور اپنے غلاموں کو ایسا ہی کھانا دو جیسا تم خود کھاتے ہو۔ اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کوئی قصور سرزد ہو جاوے جس کو معاف کرنے کے لئے تم راضی نہ ہو۔ تو انہیں رخصت کردو۔ کیونکہ وہ خداوند تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور ان کے ساتھ سختی سے سلوک نہیں کرنا چاہئے" "اے لوگو! میرے کلمات سنو اور ان کو سمجھو۔ اور کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور تمہاری ایک ہی برادری ہے۔ ایک بھائی کی چیز اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ خود برضا و رغبت و خیر خواہی سے عطا نہ فرماوے۔ اور بے انصافی کرنے سے بچتے رہو" + حاضر کو چاہئے کہ غائب کو میرا کلام پہنچا دیوے۔ ممکن ہے کہ جس کو یہ کلام بتلایا جاوے سُننے والوں سے زیادہ یاد رکھ سکے" خطبہ کے اختتام پر آنحضرت صلعم نے بہ آواز بلند فرمایا" کہ اے خدا میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا۔ اور اپنا کار منصبی مکمل کرلیا" انبوہ کثیر نے ہم آہنگ ہوکر پکارا۔ "کہ بلاشک و شبہ آپ نے ایسا ہی کیا ہے" +

"اے خداوند تعالیٰ میں تیری درگاہ میں بہ الحاح و زاری عرض کرتا ہوں کہ تو اس پر گواہ رہیو"

"آنحضرت صلعم کا پہاڑی والا وعظ اگر ایک طرف قابل العمل و معقول ہونیکی وجہ سے اعلیٰ دل و دماغ کو اپیل کرتا ہے تو دوسری طرف ان ادنےٰ طبائع کی ضروریات و سمجھ کے مطابق بھی ہے جنہیں اخلاقی رہبری کیلئے سیدھے سادے اور قابل فہم ہدایات کی ضرورت ہے +

کاش کہ میرے پاس کافی وقت ہوتا۔ تو ان حوالجات کے اصلی کلمات کو عربی زبان میں ہی پڑھتا

جو کہ تراجم کی نسبت بدرجہا روح کو اُبھارنے والے ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اپنے نوجوان ہندوستانی دوستوں کو عربی کا بہت سا علم حاصل کرنے کی ہمیشہ تحریص و ترغیب دلاتا رہتا ہوں جس سے کہ وہ نہ صرف عمدہ زباندان اور منطقی ہی بن جاوینگے ۔ بلکہ اس معلم اعظم کے مقدس و مطہر کلمات کی قدر و منزلت کرنے کے بھی قابل ہو جاوینگے ۔ جن کی پیروی کا اُنہیں فخر حاصل ہے اور جن کے مقدس کلمات کی خیر و خوبی کو اب بوجہ ناکافی تراجم کے بااحسن وجہ نہیں پہنچ سکتے ۔ اپنے عیسائی دوستوں سے میں یہ عرض کرونگا ۔ کہ جناب مسیح کے کلمات زیادہ مؤثر ہوتے ۔ اگر اصلی زبان عبرانی میں آپ کے دلکش کلمات کا ملنا ممکن ہوتا لیکن مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے جس سے وہ استفادہ اُٹھاتے ہیں ۔ اور اُن کے ساتھ مشترکہ طور پر اُن کے یہودی بھائیوں کو بھی یہ حق حاصل ہے جن کے پاس جناب موسیٰ کا کلام اصلی رسم الخط میں پہنچا +

وہ بد کیش لوگ جو قبیح مدعا کو ملحوظ نظر رکھ کر اسلام کو بدنما شکل میں پیش کرتے ہیں اس جگہ اُنکی توجہ خصوصیت سے میں آنحضرت صلعم کے پہاڑی والے وعظ کے ان حصص کی طرف مبذول کرتا ہوں ۔ کہ جن حصص پر ہم میں سے اکثر احباب عمل پیرا ہونے کی سعی بلیغ کرتے ہیں ۔ اور جن سے ہمارے اس حسن سلوک و حُسن خلق کا اظہار ہوتا ہے ۔ جو ہم مسلمان اپنے صنف لطیف سے اور نوکروں چاکروں ۔ غلاموں ۔ مزدوروں یا پیشہ وروں سے روا رکھتے ہیں ۔ کیا کوئی شخص آنحضرت صلعم سے بڑھ کر مستورات اور غلاموں کو حقوق دے سکتا ہے ۔ کیا کوئی شخص اس بیسویں صدی عیسوی میں اُن حکیمانہ احکام میں کوئی ترمیم یا ایزادی کر سکتا ہے جو آج سے تیرہ صدیاں پیشتر حضرت نبی کریم صلعم نے ریگستان عرب میں عورتوں اور غلاموں کیلئے منضبط فرمائے +

جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ شیخ محمد صادق صاحب کی تقریر

حضرت محمد صلعم کا تذکرہ زندگی نہایت ہی دلچسپ ہے ۔ اور حقیقتاً تمام سوانحعمریوں میں آپ کی سوانحعمری نہایت ہی دلکش و دلفریب ہے ۔ مذہبی مصلح ہونے کی حیثیت میں آپ اس وقت دُنیا میں مبعوث ہوئے جبکہ زمانہ اسباب کا متقاضی تھا ۔ کہ اس قسم کی اساسی و بابرکت اصلاحات مُروّج ہوں جو کہ آپ نے

اجرا فرمائیں۔ اور اب روز روشن کی طرح عیاں ہوتا چلا جاتا ہے۔ کہ آپ کا مشن حقیقتاً بے لوثی پر مبنی تھا۔ ایک وہ وقت تھا جبکہ مغربی دروغ گو مذہبی خیال والے پر تسلط جمائے ہوئے تھے۔ لیکن گذشتہ دو یا تین صدیوں سے عوام الناس میں آزادی اور منصف مزاجی کی روح پھونکی گئی ہے۔ اور آہستہ آہستہ بالآخر یقینی طور پر دنیا پر حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کی شخصیت مہر تاباں کی طرح درخشاں ہوتی چلی جا رہی ہے۔ آپ کی اعلیٰ نسبی اور حسب العین کی پاکیزگی اور مشن کی صداقت کو (جو آپ نے ربانی حکم پر جاری فرمایا)۔ اب دنیا اعتراف کرنے لگ گئی ہے۔ بہت سے لوگ آنحضرت صلعم کو نعوذ باللہ دیو خیال کرتے ہیں۔ جو کہ ایک مذہب جنگجو و خونخوار ہوتا ہے اور جس کے پیرو بھی لازماً جیسا کہ ان کا آنحضرت کے متعلق خیال ہے بے رحمی و جباری کا مجسمہ ہوں گے۔ لیکن اب عوام الناس اس بات کو تسلیم کرنے لگ گئے ہیں۔ کہ آپ خود بھی ظلم و تشدد کا تختہ مشق بنے رہے ہیں۔ اور جن جنگوں میں آپ مجبوراً شریک ہوئے وہ محض خود حفاظتی جنگیں تھیں جو کہ ظلم و تشدد کے لئے نہ تھیں۔ آپ کے دل میں فقط ایک ہی تڑپ تھی کہ زندہ و جاوید خدائے ذوالجلال کی شان و جبروت روز افزوں ترقی کرے۔ آپ نیکی کے زبردست حامی و پیشوا تھے۔ اور آپ اپنے کنبہ قبیلہ اور قوم کے ہی مربی و محسن نہ تھے بلکہ کل نسل انسانی کے محب و محسن تھے۔ اور آپ کی زبردست عالیشان سیرت و خصلت کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اس بات پر آپ نے خصوصیت سے زور دیا۔ کہ اگرچہ میں پیغمبر ہوں۔ اور حسن خطاب کا میں صحیح طور پر مدعی ہوں لیکن محض ایک بشر ہی ہوں۔ اعجاز نمائی کا آپ نے کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ تا کہ لوگ عقل و دانش کی وجہ سے کہ آپ پر ایمان لائیں۔ بعض اندھا دھند متبعین نے اس قسم کی طاقت آپ کی طرف منسوب کی ہے۔ لیکن دیگر مشہور انسانوں کی طرف آپ کو بھی دوست و دشمن سے تکالیف اٹھانی پڑیں۔ لیکن آپ اپنے سامعین کو ہر وقت یہی یاد دلاتے رہے۔ کہ میں ایک بشر ہی ہوں۔ اگرچہ آپ ایک بشر ہی تھے۔ لیکن ایک عجیب و غریب بشر تھے۔ ایسے بشر کہ اللہ تعالےٰ کی ذات پر ہتم بالشان بھروسہ تھا۔ جو کہ آپ کا نمایاں و ممیز وصف ہے۔ آپ ایک زبردست روح کے مالک تھے۔ اور روحانی طاقت و جبروت آپ میں نہایت درجہ کی تھی۔ جو کہ ایزدی ہستی سے مسلسل لو لگانے سے حاصل ہوئی تھی۔ روحانی اور مادی نقطہ خیال سے بھی آپ کو کامل نصرت حاصل ہوئی۔ اور ملک عرب کی برسر پیکار اقوام کو

متحد کرنے میں آپ مطلقہً منصور ہوئے۔ اور ان کو ایک زبردست قوم بنا دیا + یہانتک کہ آپ کی تعلیمات نے جو آپ کے ذریعے نازل ہوئی ہیں۔ عربوں میں ایک زبردست روح پھونک دی۔ جو بعد ازاں دیگر اقوام کیلئے پارسایانہ اور متقیانہ زندگی بسر کرنے کیلئے خضر راہ بنیں۔ اور آپ کی دلیرانہ سرگرمی نے اہم اور دلیرانہ مہمات کرنے کی تحریص دلائی جس سے کہ آپ کے نام کی لوگ عزت و وقعت کرتے ہیں۔ اہم سے اہم خطرے کے مقابل اور شدید سے شدید ادبار میں بھی آپ کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر قوی ایمان رہا۔ اور اسی کی استعانت طلب فرمائی۔ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کا مشن ربانی مشن ہے جس کو آپنے سرانجام دینا ہے۔ اور آپ کا اللہ تعالےٰ کے احکام کو مختلف اقوام میں پھیلانا خالصاً للہ تھا۔ جس کے لئے آپ گھر بار خویش و اقارب تک چھوڑنے کے لئے مجبور ہوئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ڈنکا اصنام پرستوں میں بجائیں۔ جس کی خاطر کہ آپ کو آلام و مصائب کا تختۂ مشق بننا پڑا +

اِس مورِ یتیم نے اوائل عمر اور سن بلوغت تک پہنچنے تک امن و امان کی زندگی بسر کی۔ اور اپنی عمر کے پہلے چالیس برس میں آپ ملک عرب کے محض ایک معمولی شہری ہی تھے۔ اگرچہ آپ اکثر غار حرا میں ذکر و فکر صوم و صلوٰۃ کیلئے معتکف ہوتے تھے۔ آپ کا طرز زندگی پاکیزہ تھا۔ اور تمام عمر میں کبھی بھی آپ نے اپنے مشن کی آڑ میں اپنے آپ کو متمول بنانے کی کوشش نہیں کی۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس کافی ذرائع و وسائل بھی موجود تھے۔ جوں جوں سال گذرتے گئے اعتکاف زیادہ مرغوب خاطر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ جب آپ ایک دفعہ معتکف بیٹھے تھے۔ اس حالت اعتکاف میں ایک ربانی آواز آئی۔ جو کہ آسمانی پیام تھا۔ کہ "اے محمد اُٹھ۔ حق و صداقت کیلئے اُٹھ۔ کہ تو ہی خداوند کا رسول ہے۔ اُٹھ اور لوگوں کو پند و نصائح کر۔ اور اپنے اللہ کی بڑائی بیان کر" +

آپ نے دشمنوں سے انتقام لینے کا کبھی بھی خیال نہیں فرمایا۔ یہانتک کہ جب آپ بت پرستی کے خلاف۔ . . وعظ فرماتے تھے۔ تو اہل صنم نے آپ کو مکہ معظمہ سے باہر نکال دیا۔ تو آپنے دُعا فرمائی +

کہ اے رب العالمین میں تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں۔ اپنی کمزوری کی وجہ سے میں لوگوں میں

حقیر ہوں لیکن اے ارحم الرحمین۔ کمزوروں کے رب۔ تو ہی میرا رب ہے۔ مجھے مت چھوڑیو۔ مجھے عجنبیوں اور دشمنوں کا شکار مت کیجیو۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں۔ تو میں صحیح و سالم ہوں اور میں تیرے ہی چہرہ کی روشنی میں پناہ مانگتا ہوں جس سے کہ تمام تاریکی کافور ہو جاتی ہے اور امن و راحت یہاں بھی اور عالم اخروی میں بھی ملتا ہے۔ جیسی بھی تیری مرضی ہو۔ میری مشکلات کو حل فرما اور ان کو صراط مستقیم پر چلا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے جو وہ کرتے ہیں۔ پیرونکو گرویدہ کرنے کی جد و جہد میں عرصہ دراز صرف ہو گیا۔ اور چار سال کی محنت شاقہ کے بعد چار اصحاب آپ نے اعتماد فرمایا۔ آپ کی تلقین کوئی نرا آسان زبانی مذہبی عقیدہ ہی نہ تھی۔ بلکہ آپ نے صوم و صلوۃ خیرات و زکوٰۃ کی زندگی کی تلقین فرمائی۔ اور یہ عقیدہ گو بظاہر سادہ ہے لیکن روزمرہ کی زندگی کے ادنے سے ادنی کام میں اور عملی فرائض کے افعال اور خیالات تک اس کا دخل ہے۔ تمام مذہبی مصلحین کی قسمت میں مشترکہ طور پر تکالیف و آلام جھیلنا اور بہتان و غلط بیانی کا نشانہ بننا لکھا ہوا ہے۔ لیکن حضرت محمد صلعم کو ان سب سے زیادہ تعداد میں اور شدید سے شدید مصائب جھیلنی پڑیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس عقیدہ کی آپ نے تلقین و تعلیم کی۔ اور جن لوگوں نے اسے قبول کیا وہ لوگ توہم پرست غلاموں کے انبوہ کثیر سے نکلکر بہادر اور اللہ تعالے سے ڈرنے والے بن گئے میخوشی اور عیوب مفقود ہو گئے۔ اور بداخلاقی کافور ہو گئی۔ وہ لوگ جو قتل و غارتگری سے معیشت پیدا کرتے تھے متقی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے شہری بن گئے آنحضرت صلعم کا مذہب اگرچہ سادہ ہے لیکن جس قدر بھی خیال میں لایا جا سکے اسی قدر گہرا و عمیق ہے۔ جسکا دو ہی الفاظ "ایمان و عمل" میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان جس کا نتیجہ ہے کہ ربانی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مکمل اور بلا چون و چرا فرمانبرداری جو لفظ امن یعنی اسلام کے نام میں ہی مضمر ہے۔ جہاں کہیں بھی مذہب اسلام اختیار کیا گیا ہے وہیں اس نے بردہ فروشی کا قلع قمع کر دیا ہے۔ اسلام میں گناہوں کے عوض میں کفارہ کے مفہوم کی کوئی قربانی نہیں۔ اور نہ ہی اسمیں حواریوں کی قائمقامی کے ہی ڈھکوسلے ہیں۔ اور نہ ہی پادریوں کی طرح خاص لوگ اسمیں مقرر کئے جاتے ہیں۔ جن کو مکتی یا نجات دینے کے اختیارات حاصل ہوں۔ اور عیسویت سے خود اسلام کہیں زیادہ اصنام پرستی کا دشمن ہے۔ اسلام میں اللہ اور مخلوق کے درمیان کوئی بھی وسائط

نہیں۔ ہاں اسلام بھی ایک قربانی کا قائل ہے۔ اور وہ قربانی یہ ہے۔ کہ انسان اپنی خواہشات پر قابو پالے۔ اور ہر ایک کام اللہ تعالےٰ کی مرضی کے ماتحت کرے +

تیرہ سو سال کا عرصہ گذر گیا ہے۔ جبکہ نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلعم نے جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے بڑے اور آخری پیغمبر تھے اپنا پیغام پہنچایا۔ اور اس پیغام سے جو آپ نے پہنچایا۔ اور جو اب بھی پہنچایا جاتا ہے۔ نسل انسانی کی ایک تہائی کو اس سے تسکین۔ انبساط اور بہجت حاصل ہوتی ہے۔ آپ کی شخصیت کا مقناطیسی اثر نسلاً بعد نسلاً چلا آتا ہے۔ اور جو عقیدہ کہ آپ نے تلقین فرمایا اسکے اثر و زور میں اب تک سر مو تفاوت واقع نہیں ہوا۔ اور آپ کے پیروں نے جو معبد صادق و جاوید خدائے ذوالجلال کی عبادت کیلئے تعمیر کئے ہیں۔ اسمیں واجب التکریم نبی کریم کا کوئی بھی بُت دکھائی نہیں دیتا اور آپ کی عزت میں کوئی بھی بُت نصب نہیں کیا گیا۔ آپ ان معبدوں میں اس مہتم بالشان و زبردست انسان کی کوئی بھی ..... تصویر آویزاں نہ پاوینگے۔ جس نے کہ لوگوں کو بامحل و بے محل محنت و مشقت برداشت کر کے انصاف و مستعدی سے واحد حقیقی کی عبادت کی تلقین کی +

کیا حضرت محمد صلعم کو تاریخ میں حقیقی جگہ دینے سے ہم انکار کر سکتے ہیں۔ کیا وہ ہمارے اور تمام نسل انسانی کے شکریہ کے مستحق نہیں۔ ہم بحیثیت اس کے متبعین ہونے کے آپ لوگوں سے ملتجی ہیں۔ کہ آپ اس عظیم الشان پیغمبر کی سوانحعمری اور اسکے کارہائے نمایاں کو منصفانہ اور بے تعصبانہ مطالعہ فرمائیں۔ اور بے تعصبی بھی وہ کہ جسمیں ایک شمہ بھی طرفداری اور تعصب کا نہ ہو تو حقیقی دلچسپی یقیناً اس طرح ظہور پذیر ہوگی جس طرح رات کے بعد دن لازماً ظہور پذیر ہوتا ہے۔ آپ اس عظیم الشان انقلاب کو دیکھیں جو ملک عرب کے لوگوں اور اقوام کے اوضاع و اطوار و عادات میں پیدا ہو گیا۔ اس سے پیشتر جبتک کہ پیروان نبی کریم نے کتاب اللہ کی روشنی سے اُن کو منور نہ کیا۔ وہ مُرلع مسکوں کے بہائم و وحوش میں شمار ہوتے تھے +

جبکہ آپ کی وفات کی خبر مشتہر ہوئی تو ایک انبوہ کثیر آپکے دولتکدہ کے باہر جمع ہو گیا اور

آہ و بکا چیخ و پکار و نالاں کا ایک کہرام مچ گیا حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ " آپؐ فوت نہیں ہوئے فقط حالت غشی آپ پر طاری ہوئی ہے۔ اور شمشیر برہنہ سونت کر آپؐ نے درشتی سے لوگوں کو دھمکایا۔ کہ کوئی شخص حضرت نبی کریم کو فوت شدہ کہنے کی جرات نہ کرے لیکن اس شور و شغب میں حضرت ابوبکر صدیق کی کرخت آواز سنائی دی۔ جنہوں نے کہ ذیل کے کلمات پڑھے :-

الا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حی لا یموت ترجمہ :- " اگر تم محمدؐ کی پرستش کرتے ہو تو تم کو معلوم رہے کہ محمدؐ تو یقیناً مر گئے لیکن خدائے محمدؐ جیتا ہے اور وہ کبھی نہیں مر سکتا " +

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مندرجہ بالا آیات کریمہ تلاوت فرما کر آپؐ نے جم غفیر کو اطمینان دلایا پس آج جو کہ ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ آپؐ کا پیغام منجانب اللہ تھا۔ اور کہ پیغمبر خدا کو تخت الوہیت پر نہیں بٹھاتے۔ آج اس جگہ اسلئے جمع ہوئے ہیں۔ تاکہ اس عظیم الشان شخص کی توقیر عزت محبت وایثار اور بزرگی کا اعتراف کریں۔ اور پھر اپنا ایمان بہ آواز بلند ہم آہنگ ہو کر مشتہر کریں۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ +

آنریبل جناب مسٹر بھوپیندر ناتھ باسو کی تقریر

جناب صدر جلسہ ، خواتین اور حاضرین مجلس !

مجھے خوشی ہے کہ آج مجھے اسلام اور حضرت محمد (صلعم) جن کے یوم ولادت کو منانے کیلئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں عظیم الشان کارناموں اور زندگی کی قدر وقیمت کے اعتراف کا موقعہ ملا ہے میں بحیثیت ایک ہندوستانی اور ہندوستان کی آبادی کے ایک بہت بڑے اور نہایت ضروری عنصر یعنے مسلمانوں کا ہم وطن ہونے کے باوجود اسکے کہ اپنی نسل اور عادات کے لحاظ سے ہندو ہوں۔ اس حیرت انگیز اثر کو محسوس کرتا ہوں جو پیغمبر اسلام (صلعم) کی تعلیمات اور آپؐ کی زندگی نے پیروان اسلام کے دلوں میں ڈالا ہے۔ میرے نزدیک بنی نوع انسان

کی بیماریوں اور نقائص کا ۹/۱۰ حصہ اس ناواجب فوقیت و برتری کا نتیجہ ہے جو ایک جماعت کی دوسری جماعت پر یا ایک انسان کی دوسرے انسان پر یا ایک قوم کی دوسری اقوام پر فرض کر لیگئی ہے۔ وہ تمام بیماریاں اور اخلاقی نقائص جو اس خودساختہ عدم مساوات کے ذریعہ پیدا ہو سکتی ہیں۔ پیغمبر اسلام (صلعم) کے وقت بہت کثرت کے ساتھ اور عام طور پر پائے جاتے تھے لیکن آپ نے اپنی مذہبی تعلیمات کے شافی اثر کے ماتحت اپنے ذاتی نمونہ اور عمل کے ذریعہ سے ایک ایسی قوم پیدا کی جس میں افریقہ کا ایک نہایت ادنےٰ اور بدشکل انسان بھی بڑے سے بڑے عربی النسل سردار کے ساتھ ایک ہی سطح اور درجہ مساوات پر کھڑا ہو سکتا تھا۔ یہ مساوات صرف آپ ہی کے زمانہ یا ملک عرب تک ہی محدود نہیں رہی۔ بلکہ یہ اعلیٰ جمہوریت تحمل و رواداری اور مساوات کا اصول جو پیغمبر اسلام نے سکھایا۔ اور اس پر کاربند کیا عرب کی زمین سے نکلکر تمام ربع مسکون پر پھیل گیا۔ یہی وجہ [illegible] مقدس انسان کو تیرہ سو سال گذرے ہوئے ہو جانے کے باوجود [illegible] خادم بھی اسلام کے اندر آکر بڑے سے بڑے امیرزادوں کے ساتھ بلا روک ٹوک مساوات کا درجہ حاصل رکھتا ہے

میں نے مذاہب عالم کو مطالعہ کیا ہے۔ اور مساوات کی یہ لہر کسی دوسرے مذہب میں میں نے نہیں پائی۔ ہندوؤں کے اندر ہم ذاتوں اور قومیت کی سخت تفریق اور حد بندیاں پاتے ہیں۔ میں اس بحث میں پڑنے کیلئے تیار نہیں کہ ذاتیات کی یہ تفریق ہندو مذہب میں اس کے ملاوٹ وغیرہ سے پاک ہونے کے وقت بھی موجود تھیں یا نہیں لیکن موجودہ زمانہ میں یہ طریق ہندوؤں میں موجود ہے۔ اور بعض قوموں کے متعلق ان کا یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سر سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور بعض پاؤں سے وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور تو اور خود ان مذاہب میں بھی جن کو اسلام کے ساتھ کچھ نہ کچھ اشتراک ہے یہ تفریق قائم ہے۔ چنانچہ یہودیوں کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ صرف اسرائیلیوں ہی کو اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ قوم سمجھتے اور دوسروں کو اس حلقہ سے خارج یقین کرتے ہیں عیسائیت کو اگر دیکھا جائے تو ہم ہندوستان کے اندر خود حضرات پادری کی طرف سے ایسی اصطلاحات وضع ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ جو ملک کے دیسی نو عیسائیوں کو ان کے یورپین بھائیوں سے علیحدہ و ممتاز کر دیتی ہیں۔ انہیں "دیسی عیسائیوں" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ان کے وہ حقوق

ئی جو یورپ میں پیدا ہوئے ہیں۔ نفرت کی نگاہ سے انہیں دیکھتے ہیں۔
ایک اور احسان جو اسلام نے دنیا پر کیا ہے وہ مجاری کے منصب کا قطعی طور پر استیصال
۔ اسلام میں عبادات مذہبی کو ہر ایک مسلمان سرانجام دے سکتا ہے۔ اور کسی خاص قوم کے
تہ مخصوص نہیں۔ ایک اور متمیز تعلیم بھی پیغمبر اسلام (صلعم) نے دی ہے اور وہ میں سمجھتا ہوں
زیادہ شایان شان بے نظیر تعلیم ہے۔ اور اسلام نے تمام ان لوگوں کیلئے جو نیک کام کریں نجات کی راہ
ل دی ہے کوئی ہرج نہیں اگر ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وقت مشرق کی طرف منہ کریں
غرب کو۔ ہمارے اعمال اور حرکات ہی ہیں جن پر ہم سے باز پرس ہوگی[۱] +
ان عظیم الشان حالات میں جو اس وقت دنیا پر طاری ہیں ہر ایک بہی خواہ انسانیت کا
ض ہے۔ کہ حضرت محمد (صلعم) کی ان پاکیزہ تعلیمات کے مفہوم پر غور کرے۔ اور آئندہ زندگی
میں کو اسی رنگ میں عمل میں لانے کی کوشش کرے۔ جس رنگ میں اسلام نے اسے سکھایا ہے
حقیقت کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ اسلامی اصول جمہوریت و مساوات میں ایک
ذری سی ملاوٹ بھی زمانہ مستقبل کو زمانہ ماضی سے بالکل مختلف بنا دیگی۔ اور کوئی مشابہت
دونوں ازمنہ میں باقی نہیں رہیگی +

سید حیدر رضا صاحب کی تقریر

روئے زمین کے مختلف حصص میں مسلمانوں کی تعداد حسب ذیل ہے :۔
افریقہ میں پانچ کروڑ دس لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ شمالی امریکہ میں پندرہ ہزار۔ جنوبی امریکہ
۱۰ ہزار۔ اوشینیا میں ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ۔ ایشیا میں ۱۴ کروڑ بیس لاکھ۔ یورپ میں ۴۰ لاکھ
بالکل روئے زمین پر ۲۲ کروڑ بیس لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ جن کا اگر دوسرے مذاہب سے مقابلہ
جائے تو رومن کیتھولک عیسائیوں سے ۵ کروڑ ۲۰ لاکھ کم ہیں۔ ہندوؤں سے ایک کروڑ بیس لاکھ اور بدھ مذہب والوں سے

مسٹر باسو کا غالباً اشارہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف ہے۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق
والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین الخ

۸ کروڑ ۰ ۴ لاکھ مسلمانوں کی کُل تعداد کُل بنی نوع انسان کا تقریباً ۱/۵ حصہ ہے۔ اور میرے علم میں یہ نہایت تعجب انگیز ہے کہ یہ تعداد کوئی بہت زیادہ نہیں ہے[1]۔

حضرت محمد صلعم کے عظیم الشان کارناموں اور آپ کی زندگی کی قدر و قیمت کرنے کا سب سے احسن طریقہ یہ ہے کہ آپ کے مہتم بالشان مشن کی اصلیت کو سمجھا جاوے۔ ہم حضرت محمد صلعم کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ اور نہ ہی انہیں خدا تعالےٰ کا رشتہ دار ٹھیراتے ہیں اور کسی قسم کی رشتہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ کیونکہ اسلام میں ایسا کرنا خداوند تعالیٰ کے سطوت و جلال و تقدس کے خلاف کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز بزرگ اور واحد ہے اور اسے کسی قسم کے رشتہ و تعلق کی حاجت نہیں۔ حضرت محمد صلعم محض ایک بشر تھے اور جسقدر بشر آج تک گذر چکے ہیں۔ ان سب سے افضل البشر تھے۔ اور قرآن کریم اسکی تشریح و توضیح مندرجہ ذیل آیہ میں خوب طرح کرتا ہے "وما محمد الا رسول" (محمد کیا ہیں محض ایک رسول ہیں) مسلمان آنحضرت صلعم کی پرستش نہیں کرتے نصرانی حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا سمجھ کر اسکی عبادت کرتے ہیں۔ بدھ مذہب والے جناب بدھ کو خدا تسلیم کرتے ہیں۔ اہل ہنود انسانوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اور انہیں دیوتا کر کے پکارتے ہیں لیکن مسلمان فقط وحدہٗ لاشریک ایک ہی خدا کی پرستش کرتے ہیں مسلم غلطی سے محمدی نامزد ہیں۔ اُن کو "عبداللہ" کے نام سے پکارنا چاہئیے۔ کیونکہ وہ سوائے واحد۔ بزرگ و محسن خدا کے کسی سامنے جبین نیاز کو خم نہیں کرتے +

قرآن کریم کے اصول کے متعلق بھی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن کریم حضرت محمد صلعم نے تحریر نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی آپ کے تخیل کا ہی نتیجہ ہے۔ اور نہ ہی آپ نے اُسے تصنیف فرمایا۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا اصلی کلام ہے۔ حضرت محمد صلعم نے قرآن کریم اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی پایا۔ اور احادیث ماثبے ارشاد سے لوگوں تک پہنچا یا تعلیمات جو جو حضرت محمد صلعم کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ دو اقسام میں منقسم ہیں +

(۱) ایک تو وہ جو آپ نے فرمایا یا تعلیم کیا۔ جیسے حدیث یا روایت کہتے ہیں یعنی آپ کے اقوال و افعال کا مجموعہ۔ دوسرا خدا کا کلام یعنی قرآن مجید جس کی کہ تمام دُنیا کو

[1] سید حیدر رضا صاحب تیراد بعض منصف عیسائی حلقوں میں یہی ہے۔ تعداد بعض غیر منصف محققین کے نزدیک مسلمان تعداد میں کُل آبادی کا ۱/۳ حصہ ہیں
[illegible]

اپنی نجات کے لئے فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی یہ نمایاں خصوصیات ہیں۔ اور قرآن کریم میں متکلم خداوند تعالیٰ ہے جو کہ بنفسہ اپنی مخلوق سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تمام مذاہب کا مقابلہ مطالعہ کرنا میں نے اپنا شغل قرار دے لیا ہوا ہے۔ یعنے کنفیوشس۔ وید ہندوستنہ۔ بدھ کے اقوال اور انجیل کے حصص پڑھے ہیں۔ لیکن یہ تمام کتب قرآن کریم کی طرح منجانب اللہ ہونے کا ادعا نہیں کرتیں۔ انجیل کو باب (کتاب پیدائش سے لیکر ریویلیشن) تک پڑھو۔ اور اسمیں ایک بھی لفظ آپ ایسا نہیں پاوینگے۔ کہ انجیل اس کا کوئی حصہ خدا کا کلام ہے +

انجیل ایسے لوگوں نے لکھی جن کو وحی ہوئی۔ حضرت محمد صلعم سے پیشتر جو انبیائ علیہم السلام گذرے ہیں۔ ان میں اس قسم کے لوگ تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی تھی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے لوگوں کو اپنا آخری پیغام پہنچانے کے لئے تیار کر رہا تھا۔ اور جب اسکی عقل و دانش نے سمجھ لیا۔ کہ اب لوگ اس آخری پیغام کو لینے کے لئے تیار ہیں۔ تو اس نے حضرت محمد صلعم کو نازل فرمایا۔ اور حضرت محمد صلعم کے وسائط سے خداوند تعالےٰ اپنے بندوں سے براہ راست ہم سخن ہوا۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ کسی نبی۔ یا مذہبی معلم کو حضرت نبی کریم سے نصف پیرو بھی میسر نہیں آئے جتنے کہ آپ کے متبعین آپ کی عمر میں ہی ہو گئے تھے +

دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ایک نوخیز مذہب ہے۔ جناب مسیح پیشتر اسکے کہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ابھی کسی اور نے مبعوث ہونا ہے۔ جس کو یوحنا کے بموجب فارقلیط کہا جاتا ہے۔ جناب مسیح کو معلوم تھا۔ کہ خدا کا کام ابھی تک تکمیل کو نہیں پہنچا۔ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ موعود تسلی دہندہ یا فارقلیط تھے۔ اور آپ کو علم تھا۔ کہ خداوند نے آپ کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنا آخری پیغام پہنچایا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ خدا کا کام اسمیں پوری تکمیل کو پہنچا ہوا ہے۔ اور اسلام کا سب سے بڑھ کر قائل کرنے والا ثبوت یہی ہے۔ کہ اسکو وجود میں آئے ہوئے تیرہ سو سال کا عرصہ گذر گیا ہے۔ لیکن اب تک کوئی اس جیسا عالمگیر مذہب پیدا نہیں ہوا۔

تبلیغ رسالت

یا یھا المدثر ہ قم فانذر ہ وربک فکبر ہ وثیابک فطھر ہ والرجز فاھجر ہ ولا تمنن تستکثر ہ ولربک فاصبر ہ **ترجمہ**۔ اے (پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو اٹھو۔ اور (لوگوں کو عذاب خدا سے) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو (خوب اچھی طرح) پاک (وصاف) اور نجاست سے الگ رکھو۔ اور (تبلیغ رسالت) کو بڑا کار (نمایاں) سمجھ کر (لوگوں پر) احسان نہ رکھو۔ (تبلیغ رسالت میں جو مشکلات پیش آئیں اُن پر) اپنے پروردگار (کی رضا جوئی) کیلئے صبر کرو۔ (المدثر آیت ا تا ۷) +

خداوند تعالےٰ کے سب سے آخری پیغامبر نسل انسانی کے سب سے آخری نبی اور مصلح کو احدیت مآب سے مندرجہ بالا حکمنامہ ملا۔ تاکہ وہ جناب مسیح کا بحیثیت موعود اور سب سے بڑے تسلی دہندے کے جانشین ہو۔ سب سے پہلی ہی وحی میں اُمی نبی (صلعم) کو پڑھنے کا ارشاد ہوتا ہے۔ اور اسکی توجہ قلم وعلم کی طرف مبذول کیجاتی ہے۔ یہ ایک تعلیمی وحی تھی۔ جو تاریخی ترتیب میں دوسرے درجہ پر تھی۔ اور جو کہ چھ ماہ کے عرصہ کے گذرنے پر جو زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ آپؐ پر غار حرا میں اس وقت نازل ہوئی۔ جبکہ آپؐ ایک کمبل اوڑھے گلہبان کے لباس میں مغموم وافسردہ یاد الٰہی میں بیٹھے تھے۔ کیونکہ ایک عرصہ طویل سے آپ نے اپنے محسن ومحبت خدائے عزوجل سے کچھ نہ سنا تھا +

مندرجہ بالا وحی کا انداز خطاب ہی پیارا اور ابھارنے والا ہے۔ المدثر یعنی چادر میں لپٹا ہوا آنحضرت صلعم کے اسمائے حسنہ میں سے ایک نام ہے۔ جو کہ نہایت ہی پیارا نام ہے۔ اور اس نام سے متبعین اسلام کو یہ بتلانا مقصود تھا۔ کہ خدائے عزوجل ہمیشہ بڑے بڑے پیشوا ایوان خسروی اور لباس فاخرہ زیب تن کرنیوالوں ہی میں سے انتخاب نہیں کیا کرتا۔ بلکہ نسل انسانی کے سب سے بڑے رہنما وپیشوا کو جب نہ صرف اپنے ہی زمانہ قوم کی رہنمائی کے لئے بلکہ کل دُنیا واقوام عالم وکل مذاہب وملل کی رہبری کے لئے

ارشاد الٰہی ہوتا ہے تو اس وقت وہ ایک روئی کی کملی اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس سب سے پہلی ہی آیت کریمہ ہمیں یہ اخلاقی سبق سکھلاتی ہے کہ کسی شخص کا طرز زندگی و لباس مرغوب خاطر نہیں ہو سکتا بلکہ جوہر و سیرت ہی ایک ایسی چیز ہے جو اپنے اندر مقناطیسی اثر رکھتی ہے۔ دوسری آیت کریمہ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ اور اسلام کی آئندہ کی شان و شکوہ کا راز "قم فانذر" دو ہی لفظوں میں مضمر ہے "قم فانذر" ہی مسلم قوم کی ترقی و بہبودی و فلاح کی کلید ہے۔ صحابہ کبار رضہ کا یہی مقولہ تھا۔ اور یہی بانگ درا انہیں آگے بڑھاتی تھی۔ اور جس نے اُن میں ایسی رُوح پھونک دی جس سے انہوں نے دُنیا کے ایک بڑے حصہ کو مسخر کر لیا۔ اور اسلام خواب و خیال کی بجائے عملی مذہب ہو گیا۔ جناب رسالتمآب کو تخلیہ کی یاد اور کسل و جبن کی طرز زندگی کو چھوڑنے اور کمر ہمت باندھنے کیلئے احدیت مآب سے حکم ہُوا۔ آپ کو ارشاد ہُوا۔ کہ آپ اُٹھ کر دُنیا کے لئے نمونہ۔ اُسوہ اور منذر بنیں۔ خاموش حسنات بلا شُبہ اچھی ہیں۔ لیکن خداوند تعالیٰ ان خاموش حسنات سے بڑھ کر آپ سے خدمت لینا چاہتے تھے۔ آپ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو نہ صرف قولی بلکہ عملی پند و نصائح بھی کرنی تھیں۔ آپ نے انفیاد حکم میں اپنے کار منصبی کو پورا کیا۔ اور جبتک آپ کے پیرو آپ کے نقش قدم پر چلے۔ اور شریعت پر قائم رہے اور جب تک کہ منذر و نمونہ قوم بننے کے لئے مساعی رہے۔ انہوں نے تمام عالم کی رہنمائی کی۔ خدا کرے۔ کہ موجودہ مسلمین بھی پابند صوم و صلوٰۃ ہو کر . . . کسل و جبن و کاہلی کو چھوڑ کر ایک مستحکم و مضبوط قوم بن جائیں۔ اور ایک دوسرے سے برادرانہ شفقت و محبت کے رشتہ میں منسلک ہو جائیں۔ خداوند تعالیٰ انہیں پھر نمونہ قوم بننے اور دوسروں کو پند و نصائح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ انسانی ترقی اسی میں ہے۔ کہ ہر فرد بشر نسل انسانی کی فلاح و بہبودی کے لئے کوشاں ہو۔ آجکل بھی قرآن و حدیث ہی پھر مسلمانوں کا اصول رہنمائی ہونا چاہیئے انہیں انکے احکام پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ بورم سلطان بود کے نعرے لگانے یا زبانی جمع خرچ کرنے یا اسلام کے حسن و جمال پر دھواں دار تقاریر کرنے سے کوئی احسن نتائج مترتب نہیں ہو سکتے جبتک کہ خود مسلم قوم کے اعمال ان امور کی استواری۔ طاقت و استقامت کے مصداق نہ ہوں مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ وہ دوسروں کے سامنے اسوہ حسنہ پیش کریں۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے افعال زندگی و

کاروبار میں اور دوسروں سے سلوک کرنے میں ایک ایسا نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ کہ دوسرے اس سے مستفیض ہو سکیں۔ بغیر عمل کے پند و نصائح کسی بھی کام کی نہیں مسلمانوں کو اپنی قوم کو ایسا نمونہ قوم بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو کہ تمام قومی ملکی اور رنگ کے امتیازات و اختلافات و تعصبات سے مبرا ہو۔ اور آپس میں برادرانہ محبت سے متحد ہو۔ اور سرگرمی و جوش و خروش سے کام کریں تاکہ ہمارے کاروبار روز افزوں ترقی پر ہوں۔ اور ہمارا قدم آگے کو ہی بڑھے اور ہر روز جاہ و جلال اور تعداد میں اس ہلال کی طرح بڑھیں جسے ہم نے اپنا قومی نشان قرار دیا ہوا ہے۔ اور جو ہر رات اپنی درخشانی اور جسامت میں ترقی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بدر کامل ہو جاتا ہے۔

اسلام عمل۔ ایثار۔ جد و جہد کا مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلم کو زندگی اور طاقت اسلئے عطا نہیں فرمائی۔ کہ اسے کاہلی۔ مجرلت گزینی اور خالقاہ میں بیٹھ کر صرف کر دے بلکہ کارزار دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ میں اپنی زندگی صرف کرے۔ جس سے انسانی عقل و دانش کو جلا ہو۔

"قم فانذر" آنحضرت صلعم کا امتیازی مقولہ تھا۔ لیکن کس مدعا کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ میں قم فانذر کی روح پھونکی گئی۔ حقیقتاً وہ کسی ذاتی وجاہت کے لئے نہ تھی۔ اور نہ کسی خاص قوم و ملت کی شان و شوکت کو بڑھانے ہی کے لئے تھی بلکہ محض خالق اکبر کی بڑائی کرنے کے لئے آپ کو "قم فانذر" کا فرمان آلہی ہوا۔ رب العالمین کی جو تمام جہان کا پرورش کنندہ ہے صرف اسی طرح حمد و ثنا ہو سکتی ہے کہ اسکے نائب یعنی انسان کے ہاتھ میں دنیا کی عنان حکومت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں دنیا پر حکمرانی کرنے کی استعدادیں ودیعت کی ہوئی ہیں اگر انسان اپنی روحانی اور ذہنی قویٰ کی وساطت سے دنیا پر اور کل عناصر۔ چاند سورج اور ہر ایک چیز پر حکمرانی کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اور اگر تمام مخلوق کی بہبودی کو ترقی دینے میں کامرانی حاصل کرے۔ تو اس نے گویا اس خالق اکبر رزاق و پرورش کنندہ کی سراہت و بڑائی کی۔ جس نے اسے عقل اور اخلاقی اوصاف سے متصف کیا۔ اور تمام لوازمات کو جو اس زمین کی نیابت کے لئے انسان کیلئے ضروری تھے اسے عطا فرمائے۔

میں نے اُوپر بیان کیا ہے کہ جب خداوند تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو "مدثر" کے لفظ سے خطاب فرمایا۔ تو اس میں اس دُنیا کو ایک اخلاقی سبق دینا مقصود تھا۔ اور اسی ضمن میں حدیث آپ کو "وثیابك فطهر" (کہ اپنے کپڑوں کو پاک اور نجاست سے الگ رکھو) کے ارشاد نازل فرمانے سے ایک اور اخلاقی سبق دینا مقصود تھا لباس خواہ سیدھا سادا اور غریبانہ ہو لیکن پاک اور مطہر ہونا چاہیئے جسمانی طہارت رُوحانی اور اخلاقی صفائی کے لئے ضروری ہے۔ اور بلاشُبہ طہارت پارسائی سے دوسرے درجہ پر ہے +

لفظ طہر کے اندر محض ظاہری طہارت سے بڑھ کر عمیق مفہوم پنہاں ہے مسلم کی ہر ایک چیز کما حقہٗ صاف وستھری ہونی چاہیئے۔ اور کسب حلال سے کمائی ہوئی چیز مطہر ہونی چاہیئے مُسلمانوں کو جسمانی اور رُوحانی دونوں طرح سے مطہر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ پانچ دفعہ یومیہ وضُو کرنا اور بعض مواقع پر آب رواں میں تمام کے تمام جسم کا غُسل کرنا ان کے مذہبی فریضہ میں سے ہے۔ روزمرہ کے خانگی عادات طہارت سے مسلمانوں کے جسم اکثر پاک ومُطہر ہوتے ہیں یہانتک کہ یہودی قوم بھی طہارت میں اس قدر محتاط نہیں۔ نصرانی ایام دینداری میں اکثر غلیظ رہتے تھے۔ کیونکہ جناب مسیحؑ نے فرمایا ہُوا ہے کہ جو چیز جسم کے اندر جاتی ہے ناپاک نہیں ہے لیکن جبکہ نصرانیوں نے مسلمان مردوں ۔ بچّوں اور عورتوں کیساتھ بُرا سلُوک کیا اور مُلک ہسپانیہ سے جہاں اُنھوں نے آٹھ سو برس تک بڑے شان وشوکت سے حکومت کی تھی جلاوطن کردیا۔ اور اُن غُسلخانوں کو جو مسلمانوں نے تعمیر کئے تھے۔ ویران کرکے مسلمانوں تک کردیا۔ تو نصرانی پوپ کے نائبوں اور لواورنے یہ فتویٰ صادر کیا۔ کہ غُسل اور طہارت مشرکین (یعنی مسلمانوں) کی عادت ہے مُقلّد عیسائیوں کو اسکی تقلید ہرگز نہیں کرنی چاہیئے ہسپانیہ میں مسلمانوں کے عہد حکومت کے وقت ایک مسلم کی نمایاں وممیز نشانی یہ تھی۔ کہ اُسکے ہاتھ اچھی طرح سے مصفےٰ ہوتے تھے۔ اور اپنے ہم شہری نصرانیوں سے بدرجہا مُطہر وپاک ہوتے تھے جسمانی طہارت بلاشُبہ لازم ولابُد ہے لیکن اسی پر ہی اکتفا نہ کرنی چاہیئے۔ موجُودہ تہذیب اگرچہ اپنے آپ کو نصرانی کہتی ہے لیکن اس کے پیرو جسمانی طہارت کے مسلمانی اصُولوں کو اختیار کر رہے ہیں جنہیں وہ ہسپانیہ کے عیسائی پادری

منفیوں کے فتاویٰ اور احکام کے سراسر خلاف کر رہے ہیں۔ کیونکہ بہت سے نصرانی صفائی و طہارت میں مسلم طرز و طریقہ اختیار کر رہے ہیں۔ اور ہر ایک انگریزی گھر میں غسلخانہ مسلمانوں کی طرح ایک لازمی جزو مکان ہو رہا ہے۔ گو غسلخانوں کا رواج تمام یورپ کے براعظم میں مروج نہیں ہوا لیکن لندن میں اسلامی طرز کے غسلخانے موجود ہیں۔ اسکی وجہ شاید بہت حد تک یہ ہے کہ نجس لوگوں کی تعداد انحطاط میں ہے۔ موجودہ تہذیب کو ابھی "والرجز فاھجر" کے حکم پر عمل پیرا ہو کر ہر ایک قسم کی نجاست و آلودگی سے احتراز کرنا ہے مسلمانوں کو ہر ایک قسم کی نجاست غلاظت کمینگی سفلہ پن قبیح و شنیع اشیاء کو ترک کرنے کا حکم ہوا تھا۔ نہیں حکم ہوا کہ روحانی اور اخلاقی طور پر بھی مطہر رہیں۔ اور دوسروں کے ساتھ کاروبار میں راستبازی اختیار کریں۔ اور ہر ایک قسم کے دغا۔ فریب۔ مکر و دھوکے سے اجتناب کریں۔ یہاں تک کہ اپنے افعال اور خیالات میں بھی حنیف اور دلیر ہوں۔ مندرجہ بالا ارشاد الٰہی کے دو ہی لفظ تمام عالم کی بھلائی و بہبودی کیلئے اپنے اندر ایک بیش بہا اخلاقی اصول رکھتے ہیں۔ "رجز فاھجر" پلیدی سے اجتناب کرنا ایک مرد و عورت کیلئے خواہ وہ کسی ملک مذہب یا ملت سے تعلق رکھتے ہوں اُن کے لئے ہدایت کا ایک زریں اصول ہے۔ سب سے بہتر مرد یا عورت بننے کیلئے یہ سب سے احسن طریقہ ہے اس کے بعد ایک اور زریں اصول بتایا ہے جس کے الفاظ شفقت و مہربانی سے معمور ہیں۔

ولا تمنن تستکثر

اور (تبلیغ رسالت) کو بڑا کار (نمایاں) سمجھ کر (لوگوں پر) احسان نہ رکھو۔

اسلام نے اپنے پیروؤں کو صنعت و حرفت کو فروغ دینے کی تلقین کی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی تمام تمدنی و اخلاقی معاملات میں (بنیا پن) کی روح سے احتراز کرنے کے لئے بھی اسلام نے بڑی احتیاط کی ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو دکاندار قوم بنانے کی کبھی بھی کوشش نہیں کی۔ کہ جن کا منتہائے زندگی صرف منفعت حاصل کرنا اور دوسروں کے منافع پر آرام کرنا ہو۔ اسلام ہر ایک نیکی کو نیکی ہونے کی وجہ سے حکم دیتا ہے۔ اور اُس کا یہ حکم کسی ذاتی منفعت پر مبنی نہیں ہوتا۔ اسلام راستبازی کا ارشاد اسلئے نہیں فرماتا

کہ یہ ایک حکمت عملی یا پالیسی ہے بلکہ یہ ایک بڑی بھاری نیکی ہے +

اسی طرح اسلام انسان کو احسان کا حکم دیتا ہے جس کا مدعا نہیں کہ اس احسان کے بدلے انسان کو کچھ نہ کچھ معاوضہ میں ملنے کی امید رکھنی چاہیئے۔ بلکہ خالصتہً للہ وہ احسان ہو جو کہ اپنے ہمجنس مخلوق کی خاطر خالص انسانی ہمدردی کے لئے ہو +

اسلام ہم سے یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم اپنی ہمجنس مخلوق سے ایک ایسا فرض سمجھ کر بھلائی کریں جو کہ خود خالق اکبر نے ہمارے ذمہ ڈال رکھا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام میں زکوٰۃ کا مسئلہ ضروری و لازمی قرار دیا ہے۔ ہم انسانی جنس میں پیدا ہوئے ہیں۔ اسلئے یہ ہمارا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ ہم اپنے بھائی بندوں سے نیکی اور بھلائی کریں۔ اگر دوسرے ہم سے اچھا سلوک نہ کریں۔ تو بھی ہمیں اپنی ذمہ واری کو ادا کرنے میں کوشش کرنی چاہیئے۔ اور جہاں تک ہمارے بس میں ہو۔ دوسروں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کریں۔ قرآن کریم کا یہ حکم احسان کے درجہ کو درجہ کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اس سے ہمدردی کی روح نہایت درجہ تک ترقی کرتی ہے یا انسانی ہمدردی کو یہاں تک وسعت دیتا ہے کہ وہ حیوان اور نیز پودے بھی کہ جن سے انسان کو کسی قسم کے عوض معاوضہ کی توقع تک نہیں۔ ان سے بھی ہم ہمدردی اور بھلائی کریں +

مسلم شاعر جناب سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

میازار مورے کہ دانہ کش است　　کہ جان دارد و جان شیریں خوش است

ترجمہ۔ ایک چیونٹی تک کو تکلیف مت دو۔ جو کہ دانہ کے لیجانے کیلئے ساعی ہے۔ کیونکہ آخر وہ بھی جان رکھتی ہے اور جان ہر ایک کو عزیز ہے" +

مسلمانوں کو سرسبز درختوں تک کاٹنے کی ممانعت ہے۔ اور دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس سے اسقدر اظہار ہمدردی و شفقت ٹپکتا ہو جس قدر کہ مسلم قوم سے مسلمانوں کی لاتعداد ہمدردی و بھلائی خالصتہً للہ ہوتی ہے جس کے معاوضہ کا خیال اس دنیا میں ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کی اوائل تاریخ ان کے ایثار و خیر اندیشی کا ایک بے مثل مجموعہ ہے۔ اس زمانہ میں لوگ اپنے ہمجنسوں کی فلاح و بہبودی راستبازی و پارسائی کی ترقی اور مذہب کی اشاعت کی خاطر اپنے مال و جان تک قربان کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کے لئے ساعی ہوتے تھے۔ انہوں نے بغیر

کسی ذاتی و دنیوی منفعت کو پیش نظر رکھے بدون نبرد آزمائیاں کیں اپنی جانیں جوکھوں میں ڈالیں - اور محض دین اسلام کی خاطر شہادت کا جام چھکا - انہوں نے بہت حد تک بغیر کسی عوض کی امید کے نسل انسانی کی بھلائی کے لئے کام کئے - اور اس رُوح کو لئے ہوئے وہ دُنیا کے قریباً ہر ایک مُلک میں پہنچے - اور جب تک یہ رُوح ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتی رہی ہر ایک جگہ بڑی تپاک سے ان کا استقبال کیا گیا +

مندرجہ بالا آیات کریمہ میں سے سب سے اخیر کی آیت میں مُسلم قوم کا ایک خاص وصف مضمر ہے - اوائل زمانہ کے مسلمان بہت صادق مسلم تھے - اور قرآن کریم کے ہر ایک ارشاد کی فرمانبرداری کرتے تھے - اُنھوں نے

ولربک فاصبر

ترجمہ (اپنے پروردگار کے لئے صبر کرو)

پر پُوری پُوری تعمیل کی +

ہر انسان کی طرح ہر قوم کے حالات میں بھی نشیب و فراز ہوتے ہیں - خوشحالی و ادبار کے ایام بھی اس پر آتے ہیں - وہ قوم جو ترقی کی آرزومند ہو - اسے ہر وقت سعی بلیغ کرنی چاہیئے . . . . . . - اس قوم کی زندگی بہت ہی قلیل ہوتی ہے - جو کامیابی کی خواہاں تو ہو لیکن کاروبار میں مستعدی و کوشش سے کام نہ کرے -

ہر ایک ذی رُوح ہستی میں جزر و مد ہوتا ہے - انسان کو ان ہر دو کے لئے تیار رہنا چاہیئے آنحضرت صلعم کو ان دونوں کا سامنا کرنے کی تعلیم دیگئی تھی - آپ کو یسر میں اللہ تعالے کی بارگاہ میں دُعا کرنے اور اس پر شاکر رہنے اور عُسر میں صبر کرنے کی تلقین کی گئی تھی - آپ کا اللہ تعالیٰ پر کامل اور غیر متزلزل توکل تھا - ایکدفعہ آپ خواب راحت میں تھے - کہ ایک شقی القلب دشمن جان نے شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے آپ کو آلیا - اور آپ سے پوچھا - کہ اس نازک حالت میں تیرا کون یار و مددگار ہے - لیکن آپ نے وہی بے باکانہ اور مُتقیانہ جواب فرمایا - کہ میرا یار و مددگار میرا مولیٰ کریم ہے جس نے میری پرورش فرمائی - جب آپ اپنے ایک ہی یار غار کے ساتھ غار حرا میں پنہاں بیٹھے تھے - اور اعداء کی تعاقب کرنیوالی فوج کے پاؤں کی آہٹ آپ کو سُنائی دی - اس پر آپ نے

رفیق غار نے اضطراراً کہا کہ ہم تو صرف دو ہی ہیں - اور انکی جمعیت بہت ہے لیکن آنحضرت صلعم نے جواب میں فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

(نہیں ہم دو نہیں بلکہ خداوند تعالے ہمارے ساتھ ہے)

مصیبت سے سخت آلام و مصائب میں بھی آپ اور آپکے پیرو ایک لمحہ بھر کیلئے بھی پست ہمت نہیں ہوئے - اور نہ ہی توکل کو چھوڑا - آفات و آلام میں آپ ہمیشہ صابر رہے - اور ان صفات جمیلہ نے بہت سے یورپین لوگوں کو حیران و پریشان کر رکھا ہے +

تاریک سے تاریک مناظر بھی مسلم ہستی کو پست ہمت نہیں کرتے بعض یورپین کا خیال ہے کہ مسلمان معتقد تقدیر ہیں - اور وہ لوگ انکی کاہلی اور سستی کو تقدیر کیطرف منسوب کرتے ہیں لیکن انکی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل ہے اور وہ پورے صابر ہیں - قرآن کریم کی آیت کریمہ

"لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ"

انکی ڈھارس بندھاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی ناامید نہیں ہوتے - اسلئے خودکشی مسلمانوں میں بالکل مفقود ہے مسلمان صبر و تحمل سے آفات کا سامنا کرتے ہیں - اگر کسی کام میں وہ ایک یا دو بلکہ ہزار دفعہ بھی ناکامی کا منہ دیکھیں پھر بھی کوئی وجہ نہیں کہ وہ پست ہمت ہوں - کیونکہ قادر مطلق خدا کی ذات پر اُن کا پورا ایمان ہے جو کہ انہیں ہر آن کامیابی و نصرت عطا فرما سکتا ہے مسلمانوں کو اعلائے کلمۃ اللہ میں ہمہ تن معروف رہنا چاہئے - اور نتیجہ کو اللہ تعالے کی ذات پر چھوڑنا چاہئے - انسان ابھی تمام حالات اور حسن اصر پر حاوی نہیں ہوا - اسلئے اسے رب العلمین پر ہی حصر رکھنا چاہئے - جو کہ اسکے کاروبار میں اسکی کامرانی کے لئے حالات پر حکمران ہے - انسان کو اسباب و وسیلہ سے کام لیکر اچھی طرح کوشش کرنی چاہئے - پھر آخری کامرانی و کامگاری کا حاصل ہونا مسبب الاسباب پر چھوڑنا چاہئے - ناکامیوں سے پست ہمت ہونا چاہئے - اور نہ ہی کامرانی سے متکبر مغرور ہونا ہی لازم ہے - ایک انسان کو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا چاہئے بخصوصیت سے اس وقت جبکہ حالات نہایت ہی مخالف ہوں - اسے کبھی بھی مایوس اور پست حوصلہ نہ ہونا چاہئے صبر

اشرف الحسنات میں سے ہے۔ اسلام نے اس نیکی کے درجہ کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ انسان کو صبر اپنی نامردی۔ کاہلی یا سستی کی وجہ سے نہ کرنا چاہیئے۔ اسے کام کرنا چاہیئے اور کوشش کرنی لازم ہے۔ ایک اور جگہ پر قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کو بتلایا جاتا ہے۔ کہ

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

انسانی کوشش مسلسل ہونی چاہیئے۔ اگر کسی قسم کی تکلیف یا مصیبت بھی آ پڑے تو بھی ناامید ہونا ایک جوانمرد آدمی کا کام نہیں۔ کوشش کو کسی بھی حالت میں نہ چھوڑنا چاہیئے اگر اسمیں ہم نے سستی کی تو اسکے یہ معنی ہونگے۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر کوئی بھروسہ نہیں اور ہم رضا بر قضا پر راضی نہیں۔ اس عالم کے نظام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ غیر متغیر قوانین منضبط فرمائے ہوئے ہیں۔ ان قوانین میں سے بعض ہم نے پالیئے ہیں۔ ان کو "قوانین قدرت" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ان قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی ہے۔ کہ ہر ایک علت کا کوئی معلول ہوتا ہے یا یوں کہئے کہ ہر ایک سبب کا کوئی مسبب ہوتا ہے۔ جو کچھ ہم بوتے ہیں۔ وہی کاٹتے ہیں۔ اگر ہم کچھ نہ بوئیں۔ تو ہمیں کچھ بھی کاٹنے کی امید نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح جب تک کہ ہم کسی مدعا کے لئے کام نہ کریں۔ ہم کسی بھی منافع کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ اگر ہم ناکامی کی وجہ سے کام کرنا چھوڑ دیں۔ تو اس صورت میں کامیابی و نصرت کی ہر ایک امید کو ہمیں چھوڑ دینا چاہیئے اگر ہم باوجود ناکامی ... کے بھی صبر و استقلال و تحمل سے اپنے تبلیغی کام میں کوشاں ہیں تو یقیناً یقیناً ہم آخر میں کامیابی کا منہ دیکھ کر ہی رہینگے۔ باوجود خسران و نقصان کے بھی اگر ہم متحملانہ کوشش کرتے رہیں۔ تو اس سے ہمارا اس عظیم الشان اللہ تعالیٰ کی ہستی پر قوی ایمان ثابت ہوگا۔ جو کسی شخص کی ایک رتی بھر محنت پر بھی حاوضے چھوڑتا ہے۔ خدا کرے کہ مسلمین مندرجہ بالا آیات کو اپنے قلب پر کالنقش فی الحجر کی طرح جمالیں۔ اور کاش کہ ان زرین اصولوں پر عمل پیرا ہوں جو ان آیات میں مضمر ہیں +

خدا کرے کہ وہ خواب گران سے بیدار ہو کر اعلائے کلمۃ اللہ میں لگجا دیں۔ اور اپنے آپ کو روحانی اور جسمانی طور پر اور ظاہری و باطنی طور پر مصفّٰے رکھیں اور تمام آلائشوں اور نجاستوں کو چھوڑ دیں۔ اور دوسروں کے ساتھ بغیر کسی خود غرضانہ جذبہ کے محبت شفقت بھلائی و احسان کریں۔ اور اس علیم بصیر خبیر

رحمٰن اور رحیم خدا پر قوی ایمان رکھیں +

یادرفتگان

از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء

مندرجہ ذیل مضمون جناب شیخ صاحب موصوف نے ہمارے فاضل نومسلم بھائی یحییٰ النصر پارکنسن مرحوم ایف ایس - جی کی یادگار میں تحریر فرمایا ہے - ایڈیٹر

کسی فدائی دوست کی وفات میں ماتم گساری افسوسناک امر ہے - اور یہ امر اور بھی حسرتناک ہو جاتا ہے - جبکہ وہ دوست مشہور اہل قلم ہو - اور ایک قوم و جماعت کا ایک قیمتی ممبر ہو جناب یحییٰ النصر پارکنسن جن کی عمر فانی کی روح گذشتہ ۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ع کو عالم البقا کو سدھاری نہایت اعلیٰ قابلیت کے شاعر اور مصنف تھے - رسالہ اسلامک ریویو کے صفحات آپکے زبردست اہل قلم ہونے کے شاہد ہیں - ان سے معلوم ہوتا ہے - کہ ایمان کے ظاہر کرنے میں آپ اعلےٰ درجے کے دلیر و بیخوف تھے - اور قوی ایمان کے ساتھ آپ نے اسلام قبول کیا - اور فوقیت اسلام کی صداقت آپ کی نظم و نثر سے بخوبی ٹپکتی ہے - قوم برطانیہ حب الوطنی کے لئے شہرہ آفاق ہے - اور اپنی قومیت پر بھی نازاں ہے - لیکن اسلام مقامی حب الوطنی اور تنگ قومیت کی حدود سے تجاوز کر گیا ہوا ہے - تبھی تو مسٹر پارکنسن مرحوم نے اسلام قبول فرمایا - اسی وقت سے انکا حب الوطنی و قومیت کا مفہوم نظر بھی ساتھ ہی وسیع ہو گیا - چنانچہ اس ملک کے میرے نومسلم برادران و ہمشیرگان مجھے یہ کہنے کی اجازت بخشینگے - کہ مذہب اسلام تو ایک نہایت ہی سادہ اور فطرتی مذہب ہے - اور دائرہ اسلام میں داخل ہونا بھی نہایت ہی آسان ہے لیکن تاوقتیکہ کوئی شخص عملی رنگ میں اسلام پر نہ چلے - اور نہ صرف اسلامی اصولوں کا بلکہ اسلام کے تمام شرائع کا دلدادہ نہ ہو - اسلام کی حلقہ بگوشی سے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہر ایک متنفس اپنی جانچ پڑتال کر سکتا ہے - کہ آیا وہ ان معنوں میں حقیقی و اصلی مسلم ہے یا نہیں اگر وہ شخص ان باتوں کو محسوس کرے - کہ اسلامی اصولوں نے اسکی دیرینہ عادات کو بھی تبدیل

کر دیا ہے۔ تو اسے تسلی رکھنی چاہئے۔ کہ اسکی تبدیلی مذہب کا گر ہم یہ فرض کرو۔ کہ ایک شراب کا عادی مسلم ہو جاتا ہے۔ اور اب اگر اسکی ضمیر شراب کے خلاف جنگ کرتی ہے۔ اور وہ اس ام الخبائث کو قطعاً چھوڑ دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام تو اس کے قریب تک جانے سے ممانعت کرتا ہے تب تو اس نومسلم کو اسلام سے بہرہ اندوز ہونے کا ادعا کرنا زیب دیتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اسکے اس نومسلم کو اور ممنوعات سے بھی احتراز کرنا لازم ہے۔ جسے اسلام ناجائز قرار دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ خنزیر نہ کھانا چاہئے۔ اور ایسی طرز معاشرت و تمدن رکھنی چاہئے۔ جسے اسلامی شریعت ناجائز قرار دے۔ اور نہ ہی ان دور دراز مسلمانوں کی ہی طرف سے اعتنائی کرنی لازم ہے۔ جو ہم سے دور اجنبی ممالک میں بودوباش رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی اسے غریبوں اور اپنے والدین کے ساتھ احسان و مروت میں ہی کوتاہی کرنی چاہئے اور اپنی نمازوں کی کی حفاظت کرنی بھی لازم ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے امور ہیں۔ جن پر کہ ایک نومسلم کو کاربند ہونا ضروری ہے +

شومئے قسمت سے یہ بات سچ ہے کہ بہت سے مادرزاد مسلمان ان قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نہیں جھجکتے۔ جو اسلام نے وضع کئے ہوئے ہیں اور اپنی تمدن و معاشرت میں اسلام کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے لیکن یہ امر نومسلمین کے لئے کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ جنہوں نے کہ قومی ہمسایان کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے۔ اور نہ اسلام کے قوانین اور روح کی جانچ پڑتال کرلی ہوئی ہے۔ انہیں کبھی بھی ان سیاہ بخت مسلمانوں کی جو کہ نام نہاد مسلمان ہیں پیروی نہیں کرنی چاہئے۔ اسلام کے پاس کوئی جادو کی چھڑی نہیں۔ کہ جونہی کسی شخص نے اقرار کیا۔ کہ میں اسلام پر ایمان لایا۔ تو اسی وقت وہ تمام پہلوؤں سے مکمل ہو گیا۔ اور اسکی نجات یقینی ہو گئی اسلام تو صرف انسانیت کی چند ایک قوانین کے ذریعہ اصلاح کرنے کا دعویٰ کرتا ہے +

اگر ہم اسلام قبول کرتے ہیں تو ہمیں ان قوانین پر کاربند ہونا چاہئے۔ اور کم از کم ہمیں ان قوانین کی پیروی کے لئے سعی بلیغ کرنی چاہئے۔ انسان ضعیف البنیان ہے۔ اگر بعض حالات میں ہم اپنی مساعی میں ناکامیاب ہوں تو بھی ہمیں اپنی کوشش کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ ہماری مساعی جمیلہ ہماری کمزوریوں پر غالب آجاتی ہیں۔ یہاں تک کہ جناب مسٹر پارکنسن مرحوم و

مغفور کا علم ہی۔ اسلامی رُوح اُنکے رگ و ریشہ میں سرایت کرچکی تھی۔ اور اُنکے گوشۂ دل میں جاگزین ہوچکی تھی۔ یہ بیچارے النصر پارکنس مورخہ ۱۷ فروری ۱۸۷۴ء کو سکاٹلینڈ کے ایک چھوٹے سے قصبہ کلونگ میں ایک آئرش خاندان میں پیدا ہوئے۔ جو خاندان کہ برطانیہ کی قدیم تاریخ میں ایک ممتاز خاندان تھا۔ اور ڈرہم خاندان کی ایک شاخ تھا۔ جبکہ آپ کی عمر سات سال کی ہوئی۔ تو والدہ ماجدہ کا سایہ عاطفت سر پر سے اُٹھ گیا۔ اور آپ کی کفالت نانا و نانی کے سپرد ہوئی۔ آپ کے نانا و نانی نے بڑی ہمت و محنت و محبت سے اعلےٰ تعلیم دلائی۔ جو سکالش بورڈ سکول میں میسر آسکتی تھی لیکن سکول مذکورہ کی قلیل تعلیم نے بچے کی لاانتہا علمی اشتہا کو سیر نہ کرسکی +

اوائل عمر میں انہوں نے خصوصیت سے رونشک پر اشاو ادبا کا مطالعہ کیا۔ سکاٹلینڈ کے جغرافیہ کے مطالعہ میں سب سے بڑھ کر آپ دلچسپی لیا کرتے تھے۔ ۱۸۸۷ء میں سکول چھوڑنے پر مجبور ہوئے تاکہ ملازمت کرکے اپنے نانا و نانی کی زمانہ کہولت میں خدمتگذاری کرسکیں۔ جو کہ تین سال بعد عالم بقا کو سدھار گئے۔ اور نوجوان بچے سولہ سال کی اوائل عمر میں ہی اس رنج و تکلیف۔ الام و مصائب مشکلات و جد و جہد کی دُنیا میں آپ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کیلئے یکہ و تنہا باقی رہگئے۔ اس حالتِ ادباری سے آپ میں ایک حقیقی سیرت و خصلت پیدا ہوگئی۔ اور راسخ الاعتقادی کی ایسی دلیر۔ آزاد و بے باک رُوح آپ میں پھونکی گئی جو آپ کی تمام تصنیفات میں ٹپکتی ہے +

بہت ہی اوائل زمانہ میں آپ کو علم النجوم کا شوق ہوا۔ اور علم حسابات جسے کہ آپ چھوڑ چکے تھے۔ دوبارہ مطالعہ کرنا شروع کیا۔ علم النجوم کے میدان میں آپ کی محنت شاقہ بہت جلد بارآور ہوئی۔ اور قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ چنانچہ آپ برطانوی مجلس علم النجوم کے مغربی سکاٹلینڈ شاخ کے ایک ممبر منتخب ہوگئے۔ جوں جوں آپ عمر میں ترقی کرتے گئے۔ جدید علوم کی تحقیقات میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ آپنے علم حیات شروع کیا۔ اور بہت جلد اس میں ماہر اُستاد ہوگئے۔ ایک مضمون نے دوسرے مضمون کی طرف رہنمونی کی۔ اور اس طرح تخیل کے میدان میں آپ جا نکلے۔ مختلف فلسفیانہ اور سائنس کے مضامین پر آپنے لکھے۔ ہاسم۔

ہیکل - ڈارون - کلڈتھ - براؤن - گرانٹ - الین - سمتھ - برس - اور دیگر بڑے مصنفین کی چار صد سے زائد تصنیفات فراہم کیں سنہ ۱۹۰۰ء کے قریب آپنے علم النجوم اور دیگر انواع کے مضامین پر قلم اٹھائی - اور مضامین لکھ کر اخبارات کو مزین کرنا شروع کیا +

فلسفہ کی مختلف شاخوں کے مطالعہ نے کہ جنہوں نے کہ آپ کی تمامتر توجہ اپنی طرف مبذول کی ہوئی تھی مذہب کے میدان میں بھی تحقیقات کرنے کی تحریص دلائی - آپ متحد پرسبیٹرین چرچ کے ساتھ شامل ہوئے لیکن بہت ہی جلد ان کے دعوی اور دستور العمل سے بد دل ہو گئے - اور اسلام اور اسکی تاریخ کا مطالعہ شروع کیا لیکن حضرت محمد صلعم کی سادہ اور شاندار تعلیمات نے اور اسلام کی پاکیزگی اور بلند فلسفہ نے آپکے دل پر تصرف حاصل کر لیا - اور قوی ایمان کے ساتھ دلیرانہ آپ نے اسلام قبول کیا - اور اپنے قلم کی خدمات کو اسلام کی حق و صداقت کی اشاعت میں صرف کرنے کا تہیہ کر لیا - آپ اپنے تہیہ میں صادق و پکے تھے - اور مختلف اخبارات میں بیشمار قابلانہ مضامین لکھ کر آپ نے اسلام کی حمایت کی سنہ ۱۹۰۹ء میں شعر و سخن کی طرف مائل ہوئے - گو اس عمر پہنچکر آپ کا اس طرف توجہ کرنا بہت دیر سے تھا - لیکن پھر بھی بہت ہی جلدی آپنے اس فن میں بھی کمال کر دکھایا - اور آپ نے ثابت کیا کہ فن شاعری آپ میں خداداد ہے - نہ کہ کسب و محنت سے حاصل کیا ہوا ہے - آپکے اشعار کی زباندانی پر زور بیانی - پر درد جذبات و خیالات - تمام کی تمام ہی اعلی - بلند پاکیزہ خیالات سے معمور ہیں آپ کی نظم ہی علاوہ ارتقا فلسفہ کے ہے اور نظم زبان حال سے اس شاعر کے خیالات کی پاکیزگی - نزاکت شستگی کا اظہار کرتی ہے جس کے قلب سے ایسے والاشان و جلیل القدر خیالات ظہور پذیر ہوئے +

آپ کی بیشمار نظموں میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے +

(۱) خواب زندگی (۲) فرزندان اسلام (۳) ترالو ڈور کی خاتون (۴) مذہبی جنگ و عشق کے ایام (۵) تخیل کا باغ گل +

عمر کے آخری ایام میں جو نظم آپنے اسلام کی رفع و شرف اولوالعزمی کے نام سے تصنیف فرمائی اور جس میں سلطان صلاح الدین اور سلطان عبدالقادر کا زیادہ تر تذکرہ ہے - اس نظم سے آپ کی

بہت ہی تحسین و توصیف ہوئی۔ ان تصنیفات میں جو کہ اچھی طرح ضخیم ہیں آپ نے ثابت کیا ہے کہ اولوالعزمی و بہادری اسلامی عروج و روان تھی۔ دیرینہ زمانہ وسطی میں اسلام کی ہی تقلید کی ہے صلاح الدین کی نظم کی ۰۰ ۵ ۲ سطور اور ایک اور دوسری نظم عثمان علی کی ۰۰۰ ۵ سطور ہمیں امید ہے کہ ہزاروں لوگوں کو جو نثر کی نسبت نظم سے زیادہ موثر ہوتے ہیں۔ اور جنہیں نظم زیادہ اپیل کرتی ہے اسلام کے حسن و جمال سے آگاہ ہو کر اس کے دلدادہ ہو جاوینگے۔ مرحوم و مغفور کی ایک اور ضخیم تصنیف "بنی ہاشم کی شمشیر" ہے۔ جو کہ غیر معمولی قابلیت و ذہانت سے تصنیف کی گئی ہے اور امید ہے۔ کہ وہ بھی اسلام کی حمایت کے لئے بہت ہی سودمند ہوگی +

تبلیغ اسلام

(منقول از رسالہ ظل السلطان بھوپال)

مندرجہ ذیل مضمون مسلم مشن ووکنگ پر قابلیت و ہماری معزز و قابل معاصر ایڈیٹر ظل السلطان بھوپال نے روشنی ڈالی و اس پر ہم کو کسی اظہار رائے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر شخص جو مضمون کو پڑھیگا وہ خود اندازہ کر لیگا۔ ناظرین کرام از راہ کرم توجہ سے اس مضمون کو پڑھیں + ایڈیٹر

ہندوستان میں بار بار بہت زور و شور کے ساتھ تبلیغ اسلام کی تحریکیں ہوئیں بہ جا سے جلسے ہوئے اور انجمنیں قائم کی گئیں ان کو چندے ملے اور عطیات بھی لیکن نہ ایسے کہ وہ تبلیغی ضرورتوں کے لئے کافی ہوتے۔ حالانکہ یہ وہ فرض ہے جو ہر کلمہ گو کے ذمہ عائد ہے تاہم ایک انجمن جو بنگال میں تعداد مسلمانوں کی آبادی کا تناسب بھی معقول ہے اپنا کام کر رہی ہے۔ لیکن اس کو ضرورت کے مطابق مدد نہیں ملتی۔ کیونکہ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ نو مسلموں کے لئے کوئی ذریعہ قوت بسری اور معاش پیدا کرنے کا نہیں ہوتا +

ہمارے بالمقابل دوسرے تبلیغی مشن اپنے لوگوں کے لئے یتیم خانے اور صنعت و حرفت کے کارخانے بناتے ہیں۔ اور دوسرے ذرائع مہیا کرتے ہیں۔ مشنری مرد تو مرد عورتیں تک گھر گھر جا کر مستورات کو انگریزی کی تعلیم دیتی ہیں۔ اور اسی بہانے سے عیسائیت کی تعلیم بھی ان کے ذہن نشین ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر مذہبی

کی تبلیغ نہیں کرتیں۔ لیکن اُن کا اخلاقی اثر ایک بڑے مبلّغ کا کام کرتا ہے لیکن مسلمان کیا مرد اور کیا عورت جن پر یہ مذہبی فرض عائد ہے اشاعت اسلام کے متعلق بالکل ہی بے پروا اور غافل ہیں +

اگر ہماری تبلیغی انجمن کا کام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو صرف تنخواہ دار واعظ ہی نہ ہوں بلکہ کوئی پیشہ بھی کرتے ہوں تو وہ معقول طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک واعظ جو طبیب بھی ہو اپنے ساتھ دوا بھی رکھتا ہو بمقابلہ ایک معمولی واعظ کے بہت کامیاب ہوگا +

اسی کے ساتھ ایسے انسٹی ٹیوشن ہوں۔ جن میں نومسلموں کو ایسی تعلیم و تربیت دیجائے جس سے وُہ اپنی روزی کمانے کے قابل بن جائیں۔ تو بہت جلد اور بہت تھوڑے عرصہ میں وُہ عظیم کامیابی ہو سکتی ہے۔ کہ دُنیا متحیر ہو کر رہ جائے۔ صرف مناظر عام، میلوں، مجمعوں اور بازاروں میں وعظ کر دینے سے کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اگر آج ایک بہت ہی نیچ ذات کا آدمی عیسائی ہو جاتا ہے۔ تو اُس کی تعلیم و تربیت ایسے عمدہ طریقہ سے ہوتی ہے۔ کہ ایک ہی نسل گذرنے کے بعد اس کا خاندان ہمارے بڑے بڑے شرفا کے مقابلہ میں جنٹلمین بن جاتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر کوئی شریف آدمی بھی مسلمان ہوجائے۔ تو اس کی حالت میں اور انحطاط پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر نہ صرف مردوں کو بلکہ خواتین اسلام کو غور اور سعی عمل کرنی چاہئے۔

آغاز اسلام کے وقت ہی سے اسلام کی حمایت اور اشاعت میں عورتوں کی مالی امداد نے بڑا کام کیا ہے۔ کون نہیں جانتا۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ کی دولت کثیر اسلام کی اشاعت وحمایت کے لئے ایسے زمانہ میں وقف ہوئی جو کہ آغاز اسلام کا وقت تھا۔ اور مسلمان مالی امداد کے سخت محتاج تھے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اس زمانہ میں امہات المومنین کی بیٹیاں اس سُنت قدیم کا ذرا بھی لحاظ نہیں کرتیں۔ حالانکہ وُہ اپنی جائداد کی مالک ہیں۔ اُن کے گران قدر مہر اُن کی ملک ہیں۔ وُہ گھروں میں حکومت کرتی ہیں۔ وُہ اپنے خاوندوں کی آمدنی کو اپنی رائے اور اپنے صوابدید سے خرچ کرتی ہیں۔

تبلیغی کام کرنے والوں میں اور تبلیغی سوسائیٹیوں میں خواجہ کمال الدین اور اُن کا

وُہ مشن جو انگلستان میں کام کر رہا ہے۔ درحقیقت اس تمام تاریکی میں ایک روشنی ہے اگر آج سرگرمی جوش اور ایثار کی کوئی سچی مثال ہے۔ تو صرف خواجہ کمال الدین کی ذات ہے۔

ہم نے شروع سے خواجہ صاحب کے کام کو عمیق نظر کے ساتھ دیکھا ہے۔ اُن سے ہفتوں اُن کے کام اور خیالات اور عقائد کے متعلق گفتگو رہی ہے۔ ہم نے اُن پر بدظنی بھی کی ہے۔ اور اُن کے خلاف بھی سُنا ہے۔ اور پھر تحقیقاتیں بھی کی ہیں مگر ہمیشہ اُس شخص کی عزت اور اُس کے کام کی عظمت پہلی مرتبہ سے زیادہ دوسری مرتبہ قائم ہوئی ہے۔

یہ بھی اُس شخص کے کمال خلوص کی دلیل ہے۔ کہ مختلف العقائد اشخاص کی توجہ کا وُہ شخص مرکز بن گیا ہے۔ اور جن اشخاص کے نزدیک تبلیغ کی کچھ بھی اہمیت ہے۔ وُہ اِس مشن کو مدد دینے سے خوش ہوتے ہیں۔ اور اس امر کا مطلق خیال نہیں کرتے کہ خواجہ صاحب کا تعلق کس جماعت کس طبقہ اور کس سوسائٹی سے ہے۔

خواجہ صاحب کے کام کا کچھ اندازہ ووکنگ مُسلم مشن کی اس رپورٹ سے ہو سکتا ہے جو حال میں اسلامک ریویو کے دفتر سے شائع کی گئی ہے لیکن زیادہ اندازہ ان احباب سے ہوتا ہے جنہوں نے ان کے کام کو دیکھا۔ یا اُن کے ساتھ کام کیا ہے۔

یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے۔ کہ امرا و اغنیا قوم میں سے اس مشن کی امداد کیلئے سب سے پہلے جس ذات جامع الصفات کا یدِ کرم اور دستِ امداد بڑھا وُہ ایک ملکوتی الصفات ذات نسوانی ہی ہے یعنی وُہ ہماری حضور سرکار عالیہ متع اللہ المسلمین بطول حیاتہا ہیں اس مشن کا مرکز ووکنگ کی ایک مسجد ہے۔ یہ مسجد بھی حضور ممدوحہ کی ہی والدہ ماجدہ رضلد مکان، نواب شاہ جہان بیگم کے مذہبی جوش کی ایک یادگار ہے۔

اس رپورٹ میں خواجہ صاحب حسابات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:-

"یہ ہماری مالی سال ۱۹۱۷ء کے اخیر تھی ۱۹۱۸ء میں رہی جہانتک میں سمجھتا ہوں۔ شاید خرچ کسی صُورت میں آمد سے زیادہ نہ ہوگا میں اس دو سال میں یعنی جب سے میں دوبارہ

ادھر آیا۔ زیادہ تر اسی طرف متوجہ رہا۔ کہ اس مشن کو مالی حالت کے لحاظ سے کسی مستحکم بنیاد پر لے آؤں۔ چنانچہ رسالہ کے نکالنے یا مختلف مقامات پر لیکچر اور سرمن دینے کے علاوہ میرا زیادہ وقت اسی معاملہ میں گذرا۔ اور خدا کا احسان ہے۔ کہ میں اپنی کوشش میں ایک حد تک کامیاب ہوگیا۔ اور اگر مجھے مشن کا کام بڑھانا مدنظر نہ ہوتا اور اس کے موجودہ کام کو میں کافی سمجھ لوں تو پھر اگر حالات موافق ہیں۔ تو یہ مشن اب دوسروں کی امداد سے کلیتہً فارغ البال ہوگیا ہے۔ لیکن یہ موجودہ کام کسی طرح کافی نہیں۔ مثلاً مسجد وکنگ۔ اس کی صفائی اُس کی روشنی۔ اُس کا باغ۔ وہاں ایک آدمی کا بحیثیت خادم و مؤذن مستقل طور پر ہونا، یہ ایک مستقل خرچ چاہتا تھا۔ اور سچ پوچھو۔ تو مسجد کے سوا مسلم مشن ہی ایک بے معنی چیز ہے ایسا ہی اس کی وقتاً فوقتاً مرمت۔ اس کی رونق کے دوسرے اسباب کا مہیا کرنا یہ باتیں یہاں کے حالات کو سامنے رکھ کر مشن کی عزت کے لئے بھی ضروری ہیں۔ عدم ذرائع کے باعث صرف حسب ضرورت ہی ہم بعض چیزیں آج تک مہیا کرتے رہے ہیں لیکن آج مجھے سرکار بھوپال نے جس کا یہ اسلامی مشن کئی طرح پہ اور میں خود ذاتی طور پر بھی مرہون احسان ہوں اس خرچ سے فارغ البال کردیا۔ سرکار عالیہ نے ان واقعات کے لکھے جانے پر مبلغ پندرہ سو روپیہ کی سالانہ رقم مسجد کے اخراجات کے لئے مستقل طور پر مقرر فرمادی۔ یہ رقم ٹرسٹیان[۵] مسجد کی نگرانی میں میرے ذریعہ خرچ ہوگی۔ مسجد سے اگر کچھ بچ رہا۔ تو میموریل ہاؤس پر خرچ ہوگا۔ جہاں اس مشن کا دفتر اور کارکنان مشن کی رہائش ہے۔ برادران اسلام اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں۔ کہ اس ملک میں جہاں ایک آدمی کا کمرۂ خواب ایک سال کے واسطے بہت سے پونڈوں کا خرچ چاہتا ہے۔ اور جہاں چپہ بھر زمین سونا بچھا کر ملتی ہے۔ الحمد للہ تعالےٰ نے ہمیں ایک مسجد۔ ایک مکان اور اس کے ملحقہ تین ایکڑ زمین عطا کردی ہے۔ جو ایک دن ایک عمدہ باغ اور ایک مسلم محلہ اپنے اندر بنا سکتی ہے۔ اور اس کے اخراجات کا انتظام بھی ہوگیا ہے۔ امر بھی مسلم احباب کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ یہ مسجد بھی سرکار عالیہ

---

[۵] موجودہ ٹرسٹیان حسب ذیل ہیں:۔
رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب۔ میر عباس علی بیگ صاحب۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب۔

بھوپال کے روپیہ سے ۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۰ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ وہ اپنی اس رپورٹ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ:-

"اس وقت اگر اس مُلک کی حالت مذہبی نقطۂ خیال سے دیکھی جائے۔ تو جس قدر اشاعت اسلام کا موقعہ بلادِ غربیہ میں ہے۔ وہ شاید ہی گذشتہ چند صدیوں میں کسی مُلک میں پیدا ہوا ہو۔ سلاکھ دو لاکھ آدمی جہاں ایک طرف عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں وہاں دُوسری طرف حقیقی مذہب کی تلاش میں بیٹھے ہیں۔ ان کے دل بہت حد تک تعصب سے خالی ہیں۔ اس جنگ نے رہا سہا عیسائیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ جسقدر مذہبی تحریکیں اس مُلک میں نئی پیدا ہوئی ہیں۔ وہ دراصل اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کا ایک نہ ایک پہلو ہیں پولیٹیکل۔ مورل۔ سوشل معاملات میں جن حقائق کی طرف مغربی دُنیا جا رہی ہے۔ ان سب کا رُخ اسلام کی طرف ہے"

پھر وہ دوسرے کاموں کے تذکرہ کے بعد لکھتے ہیں:-

"اب ان تمام کاموں کے علاوہ ایک نیا کام اور پیدا ہو گیا ہے۔ جو بذاتِ خود ایک عمدہ چاہتا ہے۔ ولنگ مشن اور اسلامک ریویو کی اشاعت نے انگریزی آبادیوں کے مسلمانوں کو اسلام کی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ جزائر غرب الہند اور برٹش گیانا ٹرینیڈاڈ مغربی جنوبی و مشرقی افریقہ کی بستیاں۔ ماریشس۔ سنگاپور۔ فلپائن۔ پیلی ناٹک پورٹ مینو۔ مالابار سب جگہ کے نو مسلمان آباد ہیں جو اسلام سے قطعاً ناواقف ہیں ان کے متواتر خطوط آتے ہیں۔ کہ وہ اسلامی شعار سیکھنا چاہتے ہیں۔ انگریزی کسی قدر جانتے ہیں اسلامی لٹریچر مانگتے ہیں مسائل پوچھتے ہیں۔ استفسار کرتے ہیں۔ اب مسلم احباب خود ہی غور کریں کہ ان مطالبات کو کون پورا کرے۔ مغربی افریقہ میں جنگل کی آگ کی طرح اسلام پھیل رہا ہے۔ اور جیسا کہ سنا ہے چند وہاں سے بعض لوگوں کے متواتر خطوط آتے ہیں۔ کہ وہ اسلام چاہتے ہیں۔ تیس ہزار مسلمان ہوئے جب وہاں کے لوگوں نے مجھے لکھا کہ کوئی مشنری وہاں بھیج دیا جائے۔ نئے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چھوڑ دو کیا ان نوزاد مسلمانوں کو اسلام سکھانا ہمارا فرض نہیں۔ اس فرض کا پہلا بوجھ مسلمانانِ ہند

کی گردن پر نہیں۔ حیرت آتی ہے کہ ہمارے بھائی کس شغل میں پڑے ہوئے ہیں
دُنیا کدھر جا رہی ہے۔ اور یہ اب تک سو رہے ہیں۔ دُنیا اس قدر پیاسی ہے اور
طلب اسلام کر رہی ہے۔ اور ہم ہیں کہ ابھی اس وقت تک فرقہ بندی کے جھگڑے
نہیں چھوڑتے سخت اس وقت انگریزی زبان میں ہر قسم کے لٹریچر پیدا کرنے کی ہے۔
کتاب راہ نجات کی سی کتابیں مختلف مضامین پر کثرت سے لکھی جائیں اور ہزاروں
کی تعداد میں چھاپی جائیں۔ وُہ تھوڑی مدت میں ختم ہو جائیں گی۔ مثلاً دو کتابیں میں
نے پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں ۱۹۱۴ء میں چھاپی تھیں۔ مجموعہ حدیث۔ اسلام
اور اسلامی نماز۔ پہلی کتاب کا خرچ بیگم صاحبہ نواب حاکم الدولہ بہادر حیدرآباد
نے دیا تھا۔ اور دُوسری کتاب کے خرچ کے متحمل میرے محترم بابو محمد صاحب ساکنہ
لودھیانہ تھے۔ آج یہ کتابیں چند صدرہ گئی ہیں۔ پچاس سے لیکر دو دو سو تک بالعوض
لوگوں نے منگوائیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر پیاس اسلامی لٹریچر کی ہے۔
مجھے اگر فراغت ہو۔ تو یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے۔"

یہ رپورٹ اُن تمام مُسلمانوں کے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں مطالعہ کے قابل ہے جن کو تبلیغی تحریک سے دلچسپی ہے۔ اور جن کے نزدیک وُہ ایک مذہبی ضروری فرض ہے۔
خواجہ صاحب نے جن چھوٹی چھوٹی کتابوں کے متعلق درخواست کی ہے اُن کے مصارف ہماری قوم کی بہت سی بیگمات (متمول خواتین) صرف ایک جوڑے اور ایک عدد زیور کی قیمت سے پُورا کر سکتی ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے رسالہ کے ناظرین خصوصاً خواتین کرام تبلیغ اسلام کے کام میں پُوری مدد دینگی۔ اور ایک مرتبہ مسلم مشن کی رپورٹ کو غور کے ساتھ پڑھیں گی۔

بعض دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب جماعت قادیان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ وُہ قادیانی عقائد کی تبلیغ کرتے ہوں لیکن اس شبہ کے دفع کرنے کے لئے صرف اسی قدر لکھ دینا کافی ہے۔ کہ اس مشن کی امداد جہاں اُن کے ہم جماعت اصحاب کرتے ہیں۔ وہاں خواتین ہند کی سرتاج علیا حضرت سرکار عالیہ والیہ بھوپال۔ اعلیحضرت

ع‌ قیمت رپورٹ ۴ر از دفتر اشاعت اسلام لاہور۔

محی الملتہ والدین حضور نظام خلد اللہ ملکہم۔ پرنس حمید اللہ خان بہادر آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب۔ رائٹ آنریبل سید امیر علی۔ آنریبل میر عباس علی بیگ۔ شیخ مشیر حسین صاحب تعلقہ دار گڈیہ جناب طیبہ بیگم صاحبہ (بیگم صاحبہ خدیو جنگ بہادر و بنت نواب عماد الملک بہادر) بھی انکے مددگاروں میں ہیں شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی رحمتہ اللہ علیہ تو اس مشن کے نہایت ہی معترف ہمدرد اور بہی خواہ تھے۔ معاونین کرام کے یہ نام ہی ازالہ شبہات کے لئے کافی ہیں۔

خواجہ صاحب نے وقتاً فوقتاً جو لیکچر دیئے ہیں۔ ان میں سے بعض بعض لیکچروں کے ترجمے مجموعہ کی صورت میں شائع کرا دیئے ہیں۔ جو نہایت عمدہ پاکٹ سائز پر چھپے ہوئے ہیں۔ اور اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور سے بہت تھوڑی تھوڑی قیمت پر ملتے ہیں۔

ان لیکچروں میں ایک لیکچر حقوق نسوان پر ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عورت نے یہودیت سے چل کر اسلام تک کیا کیا انقلاب دیکھے۔ یہ وہ معرکتہ الآرا لیکچر ہے جو لندن کے ایک مشہور کلب میں اعلیٰ طبقہ کی خواتین کی فرمائش پر ۱۹۱۳ء میں دیا گیا تھا۔ اور جس سے مغربی خواتین کو اسلام کی طرف خاص توجہ ہوئی۔ خواجہ صاحب کے اس بہترین کام کا اندازہ کرنے کے لئے ہم اس لیکچر کو آئندہ دو قسطوں میں مخلصاً شائع کریں گے +

ایڈیٹر

دنیا کے مشہور شہداء ثلاثہ

پیوستہ صفحہ ۱۷۶ جلد [illegible]

میلٹس نے سقراط کو قتل کرنے کی تجویز پیش کی تھی لیکن اس وقت کے قانون کے مطابق ملزم کو اجازت دی جاتی تھی کہ وہ کوئی مختلف سزا اپنے لئے تجویز کرے - اور ممکن تھا کہ اگر سقراط ممبروں سے صلح کرنے کی غرض سے کوئی ہلکی یعنی جسمانی سزا تجویز کرتا تو اس پر تمام متفق ہو جاتے مگر سقراط نے ایک اور زبردست تقریر کی - اس نے فورا قتل پر اپنی خوشی ظاہر کی اور میلٹس کو اس پر ملامت کی - اور اسے کہا کہ ایتھنز تمہاری ان خدمات کے عوض میں جو تم نے کی ہیں مجھ سے کیا سلوک کرنے کے لئے تیار ہے [illegible] تمہارا اتنی بھی ہے [illegible] قرار دیا [illegible] ثابت [illegible] سمجھتا ہے - وہ جرمانہ ادا کرنے [illegible] اپنی ناداری کے وجہ نہیں سکتا تھا - جب افلاطون اور کریٹو جیسے اس کے شاگردوں اور دوستوں نے اسے زیادہ جرمانہ دینے کے لئے التجا کی تو اس نے تسلیم کیا - دنیا پسند کیا - [illegible] کہ اس کیلئے میرے دوست ضامن ہیں - سقراط نے ان لوگوں کی طرف سے مخاطب ہو کر جنہوں نے فتوی قتل کے حق میں رائے دی تھی کہا کہ :

یہ سب برخلاف [illegible] ہرگز نہیں ہو سکتا کہ [illegible] کافی طور پر نہیں کر سکا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ میں ایسی دلیری [illegible] یا خواہش نہیں کہ میں روتا پیٹتا اور چلاتا [illegible] - اور میں [illegible] کہتا ہوں کہ یہ بات میری شان کے [illegible] نہیں [illegible] طرح پر گفتگو کرنے اور زندگی بسر کرنے [illegible] مشکل نہیں [illegible] سے زیادہ تیز ہے - میں اب ان لوگوں [illegible] پیشقدمی کرتا

ہوں۔ کیونکہ میں اب مرنے ہی والا ہوں۔ اور یہ وہ وقت ہے جبکہ انسانوں کو پیشگوئی کی طاقت عطا کیجاتی ہے۔ پس اے میرے قاتلو میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ میری موت کے بعد ہی تمہیں ایسی سزا ملیگی جو اس سزا سے بہت ہی سنگین ہوگی۔ جو تم نے مجھے دی ہے۔ مجھے تم نے اسلئے سزا دی ہے کہ تم چاہتے ہو کہ الزام دہندہ سے تمہیں چھٹکارا حاصل ہو۔ تاکہ اپنی کرتوت کو تم چھپائے رکھو۔ لیکن تمہاری خواہش پوری نہ ہوگی۔ بلکہ بالکل اس کے برعکس ظہور ہوگا۔ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ بہت سے مدعی اور الزام دہندگان پیدا ہونگے۔ جنہیں آج تک میں نے روک رکھا ہے۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ مجھے قتل کرکے تم کسی کو اس بات سے روک سکتے ہو کہ وہ تمہاری گندی زندگی پر تم کو لعنت ملامت کرے۔ تو تم غلطی پر ہو۔ یہ طریق نہ تو مغرورانہ ہے اور نہ ممکنات میں سے ہے۔ آسان ترین اور شریف ترین طریقہ دوسروں کو ناقابل بنانا نہیں بلکہ اپنی اصلاح کرنا ہے۔

سقراط نے انہیں بھی مخاطب کیا جنہوں نے اسکی بریت کیلئے رائے دی تھی۔ اور کہا کہ اس بات سے انہیں خوشی ہوگی کہ خدا کی آواز نے جو میرے اندر ہے۔ اور جس پر میرا ایمان ہے مجھے گھر سے آتے وقت یا عدالت میں داخل ہونے وقت یا تقریر کرنے وقت نہیں روکا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ موت بری چیز نہیں۔ پھر اس نے مرنے کے برا نہ سمجھنے کے متعلق بحث کی۔ اور کہا موت یا تو بالکل معدوم کر دیتی ہے اور یا وہ ایک عالم بیخودی یعنے آرام دہ نیند ہے۔ اور یا اس سے روح منتقل ہو کر ایک بہتر دنیا میں چلی جاتی ہے۔ جہاں ہمیشہ کی زندگی ملتی ہے۔ اور وہاں جج کوئی جج نہیں ہوتے۔ اگر پہلی بات ہے تو اسکی خواہش ضرور ہونی چاہئے۔ اس قسم کی نیند جسمیں رویا اور خوابیں بھی بے آرام نہ کریں بادشاہ بھی چاہتے ہیں۔ اور اگر دوسری بات ہے تو یہ اس سے زیادہ خوشتر ہے۔ کیونکہ ہمیشہ کی زندگی کے ساتھ اولوالعزم اور نیک لوگوں کی صحبت بھی میسر آئیگی۔ سقراط کا اعتقاد تھا کہ وہ بعد مرگ مینوس۔ رڈامنتھس۔ ایکس۔ ٹریپٹولمس اور دیگر ابناء اللہ سے ملیگا جو اپنی حیات میں بہت راستباز تھے۔ چنانچہ وہ ججوں کو مخاطب کرکے یوں گویا ہوا کہ موت کوئی ڈرانے والی چیز نہیں۔ یقیناً جانو کہ نیک شخص کو اس زندگی میں اور بعد موت بھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس نے اپنے فتویٰ دہندگان اور الزام دہندگان کو معاف کیا۔ یہ کہکر کہ تم نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ گو تمہارا منشاء مجھے فائدہ پہنچانے کا نہ تھا۔ اخیر میں اس نے اپنی

قوم سے درخواست کی کہ وہ اپنے بچوں کو سزا دیں۔ اور اگر وہ دولت یا کسی اور بات کا نیکی کے مقابلہ میں زیادہ خیال رکھیں۔ سقراط نے اپنی تقریر ان پُرمعنی الفاظ پر ختم کی۔ کہ اب میری رخصت کا وقت آپہنچا ہے اور ہم اپنی اپنی راہ لیتے ہیں۔ میں تو موت کی طرف اور تم زندگی کیطرف۔ ان دونوں میں سے کونسی اچھی راہ ہے۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے +

دستور کے مطابق جس شخص پر فتویٰ موت صادر ہوتا تھا اُسے تحقیقات کے دوسرے دن زہر کا پیالہ پلایا جاتا تھا۔ اگر سقراط اپنی تقریر کے دوسرے دن مرتا تب بھی اسکی شہادت ایک عظیم الشان واقعہ ہوتی۔ لیکن اس کی قسمت میں لکھا تھا۔ کہ عدالت میں اسکی دوبارہ پیشی ہو اور اس امر کا بھی ثبوت طلب کیا گیا۔ کہ وہ بڑا فلاسفر اور اخلاقی نکتہ خیال سے بہت نیک اور دلیر ہی نہیں بلکہ وہ ایک اچھا شہری بھی ہے۔ اور یہ کہ اس کا راستی سے محبت کرنا اسکے ملکی فرائض کے منافی نہیں۔ اب اتفاقاً سقراط کی موت میں تیس یوم کا غیر معمولی التوا کیا گیا۔ کیونکہ ازروئے قواعد اس متبرک جہاز کی عدم موجودگی میں جو ہر سال ڈیلوس کی طرف روانہ کیا جاتا تھا۔ کوئی شخص قتل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایک دن علی الصباح جبکہ سونیم سے اس جہاز کو واپس آتے ہوئے دیکھنے کی رپورٹ پہنچی۔ تو سقراط کا قدیمی دوست کریٹو جیلخانہ میں اس کے پاس آیا۔ سقراط اس وقت گہری نیند سو رہا تھا لیکن جب کریٹو اندر آیا۔ تو وہ بیدار ہوگیا۔ کریٹو نے کہا۔ کہ اس جہاز کی آمد کی وجہ سے میں آج بہت سویرے آیا ہوں۔ اس کے بعد ان میں ذیل کی گفتگو ہوئی۔ جو افلاطون نے اپنی کتاب موسومہ بہ کریٹو میں درج کی ہے +

سقراط۔ لیکن میرے خیال میں جہاز کل تک بھی یہاں نہیں پہنچیگا۔ میں اپنی رویا کی بنا پر کہتا ہوں

کریٹو۔ اس رویا کی کیفیت کیا ہے +

سقراط۔ میرے پاس ایک عورت عالم رویا میں آئی۔ وہ خوش شکل و خوش وضع تھی۔ اور سفید لباس اس کے زیب تن تھا۔ اس نے مجھے کہا۔ کہ سقراط آج سے تیسرے دن تمہیں تھسیا جانا ہوگا۔

اس پر کریٹو نے سقراط کے سامنے ایک تجویز اسکی مخلصی کے لئے پیش کی۔ اور کہا کہ تمہاری موت سے میں اپنا ایک قیمتی دوست ہاتھ سے دیتا ہوں۔ اور میری اپنی شہرت کو بھی نقصان

پہنچتی ہو۔ کیونکہ ۔ بالعموم پہنچے گی [illegible] زیادہ عزیز نہ ہوتی تو وہ اُسے بچا سکتا تھا۔ اس پر سقراط نے جواب دیا کہ میرے پیارے کریٹو ہمیں عام لوگوں کی رائے کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے ۔ نیک لوگوں کی رائے قابل وقعت ہوتی ہے لیکن وہ خود ان واقعات کا جو پیش آنے ہیں صحیح اندازہ لگا لیں گے +

تب سقراط نے بھاگ جانے کی تجویز کے خلاف اپنی پرانی طرز پر یوں تقریر کی کہ بہت سے لوگ کریٹو کی تجویز کو درست خیال کریں گے ۔ اور آپ کی اس کوشش کی جو وہ اپنے دوست کے بچاؤ کے لئے کر رہا ہے قدر کریں گے [illegible] بدی کا بدلہ بدی سے [illegible] قوانین [illegible] لیکن اسا[illegible] مجھے یہ حاصل نہیں [illegible] قانون [illegible] قوانین ایتھنز مجھے اس طرح ملامت کر سکتے ہیں کہ ۔۔

تم ہماری [illegible] اپنی مرضی سے ہماری اطاعت قبول کی ورنہ [illegible] تمہیں [illegible] ایتھنز کے قوانین [illegible] قوانین پر یہاں تک [illegible] گذشتہ عدالت کی پیشی کے وقت تم نے فتویٰ موت کو بمقابلہ جلاوطنی کے بہتر کیا۔ اگر تم اب بھاگ جاؤ تم معاہدہ شکن ہو گے۔ اور اپنے دوستوں کو برباد کرنے کے علاوہ کسی مہذب شہر میں تمہارا خیر مقدم نہ ہوگا ۔ ممکن ہے تھسلی والے تمہیں خوش آمدید کہیں وہاں غیر ملکیوں کی خواہش [illegible] ہوگا ۔ اور یہ کوئی [illegible] تم اپنے بچوں کو وہاں لے جا سکو گے اور انہیں ایتھنز میں [illegible] دوستوں کے پاس ہی رہنا ہوگا ۔ جو تمہارے بچوں سے خواہ تم ایتھنز سے باہر چلے جاؤ یا مر جاؤ محبت کریں گے ۔ پس اے سقراط تم ہماری بات سنو کیونکہ ہم نے تمہاری تربیت کی ہے ۔ تم [illegible] نقصان [illegible] لیکن انصاف کو مقدم سمجھو تاکہ دنیا کے شہزادوں کے سامنے تم سرخرو ہو ۔ [illegible] تم [illegible] جاتے ہو بغیر کسی قسم کی برائی کرنے کے ۔ البتہ تم انسانوں کے [illegible] قانون کی نظر میں تم مجرم نہیں لیکن تم بدی [illegible] دکھ کے مقابلہ میں [illegible] اور دکھ ہی پہنچاؤ گے ۔ تو تم اس معاہدہ کو توڑنے والے ہو گے جو تم نے ہم سے کیا تھا ۔ اور تم ان کو جنہیں تم سب سے کم [illegible] پہنچانا ہے ۔ یعنی اپنے آپ کو ۔ اپنے دوستوں

اور ملک کو اور ہم کو بھی نقصان پہنچاؤ گے۔ اور ہم سب جب تک کہ تم زندہ رہو گے ناراض رہیں گے اور ہمارے بھائی یعنے دوسرے ممالک کے قوانین بھی تمہیں اپنا دشمن قرار دیں گے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ تم نے ہم کو دھوکہ دیا ہے۔ اسلئے ہماری بات سنو۔ اور کریٹو کی تجویز کی طرف التفات مت کرو۔ یہی آواز اندر سے میرے کان میں آرہی ہے پس چلنے دو جہاں خدا مجھے لیجاتا ہے۔

سقراط کی زندگی کے آخری دن اسکے دوستوں نے اس سے جیلخانہ میں ملاقات کی۔ اور جب کہ موت کا وقت بہت نزدیک آگیا تو کریٹو نے اس کی بیوی اور بچوں کو وہاں سے رخصت کر دیا۔ افلاطون آخری نظارہ کے وقت موجود نہ تھا۔ لیکن اس نے اپنی کتاب فیڈو میں سقراط کی گفتگو درباره بقاء روح کا اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح کہ فیڈو نے بیان کیا تھا۔ یعنے سقراط نے کہا کہ موت صرف روح اور جسم کی علیحدگی ہے۔ اور یہی فلسفہ کا آخری نتیجہ ہے جسم خیالات کی ہمراہی ہوتا ہے لیکن روح سچائی کو پاجاتا ہے جبکہ وہ اپنے آپ میں محو ہو جائے۔ کہ جسمانی حس کے ذریعہ وہ انصاف۔ خوبصورتی۔ نیکی اور دوسرے خیالات کو نہیں دیکھ سکتا۔ فلاسفر تمام عمر جسمانی خواہشات سے علیحدہ رہتا ہے۔ اور روح کی نجات سے خوش ہوا چاہتا ہے۔ اسلئے وہی سچا دلیر ہوسکتا ہے۔ دوسرے پرہیزگاری اور دیگر نیک صفات اسی کے نزدیک حقیقت رکھتی ہیں جب کریٹو نے سقراط سے پوچھا کہ اسے کس طرح دفن کیا جائے۔ تو اس نے جواب دیا کہ جس طرح تم پسند کرو۔ البتہ مجھے تم پکڑے رکھو اور احتیاط رکھو کہ میں تم سے کہیں چلا نہ جاؤں ؞

فیڈو بیان کرتا ہے۔ کہ جب سقراط کو داروغہ جیل نے زہر کا پیالہ دیا تو اس نے بڑے آرام اور متانت سے کسی قسم کے خطرہ یا چہرہ پر کسی قسم کے تغیر کے بغیر اسے لیلیا۔ اور زہر کا پیالہ بڑی لطف اور خوشی سے منہ کے ساتھ لگا کر پی گیا بعد ازاں اس نے زہر کے اثر ہونے کے متعلق ہدایات کو سنا اور انہی کے مطابق عمل کیا۔ جبکہ اسکی کمر سرد ہو رہی تھی۔ اس نے اپنے چہرہ پر سے کپڑا اٹھایا اور کریٹو کو کہا کہ میں نے ایسکلیپیس کا ایک مرغا دینا ہے۔ یاد رکھنا کہ اس کا قرض ادا کیا جائے کریٹو نے جواب دیا۔ کہ قرض ضرور ادا کیا جائیگا۔ اور پھر پوچھا کہ کچھ اور تو نہیں کہنا۔ اس سوال کا کچھ جواب نہیں ملا۔ کیونکہ سقراط کی روح پرواز کر چکی تھی۔ ان حالات کو بیان کرنے کے بعد فیڈو کہتا ہے۔ آہ دیکھا کہ ایسا ہوا کہ ہمارے دوست کا اس طرح انجام ہوا۔ وہ دوست جسے

میں ان سب سے زیادہ دانا منصف مزاج اور نیک سمجھتا ہوں جن سے میری واقفیت ہے ۔

فصل دوم

جناب یسوعؑ

جناب یسوعؑ کی زندگی کے حالات تاریخی نکتہ خیال سے بخوبی معلوم نہیں۔ اگرچہ وہ دُنیا میں ایک عظیم الشان انسانوں میں سے ہیں۔ اور ایک بڑا حصہ مخلوق کا انہیں خدا یا جزو خدا مانتا ہے۔ آپؑ کی زندگی کے کچھ حصہ کے حالات انجیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان میں بھی واقعات ایکدوسرے کے خلاف پائے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ مختلف مصنفوں نے جناب مسیح کا شجرۂ نسب مختلف دیا ہے۔ ان کی پیدائش اور نشو و نُما۔ اُن کی تعلیم اور خانگی حالات سب پر ایک قسم کا پردہ پڑا ہے۔ بلکہ ان کی صلیب کا واقعہ اور شہادت بھی عقدہ لاینحل سا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی شہادت کی اصل کیفیت کے متعلق رائے زنی کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ انہیں نے جناب یسُوعؑ کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں فریسیوں کے درشت اور مغرور طرزِ زندگی کے خلاف انھوں نے گلیل کے گرد و نواح میں بڑی سرگرمی اور تحمل سے نیکی اور آخرت میں اسکے اجر کے متعلق وعظ کیا۔ انھوں نے آسمان کی بادشاہت کی طرف بڑے زور سے توجہ دلائی اور اس دُنیوی جاہ و جلال کو حقیر بتایا۔ وہ غریبوں کے ساتھ بھی ہمدردی اور مہربانی کرنے کی وجہ سے ہر دلعزیز ہو گئے تھے۔ بعض لوگ ایسے بھی موجود تھے۔ جو انہیں مسیح موعود سمجھتے تھے انہوں نے لوگوں کو اس بات سے بھی روکا کہ وہ اسے نیک اُستاد بھی نہ کہیں یہ کہکر کہ سوا خدا کے کوئی نیک نہیں۔ اور ان لوگوں کو جو انہیں خدا کا بیٹا کہتے تھے ملامت کی ۔

دوسرا حصہ جناب مسیحؑ کی زندگی کا وہ ہے جبکہ انھوں نے یروشلم کیطرف سفر کیا۔ ایک اندھا فقیر یسوع سے یوں مخاطب ہوا کہ اے داؤد کے بیٹے مجھ پر رحم کر۔ اُسے مسیحؑ نے تندرست کیا۔ اور ایک انبوہ کثیر اُنکے پیچھے یروشلم تک گیا۔ جہاں کہ انکے آنے پر لوگوں نے داؤد کے بیٹے کے نام کے نعرے بلند کئے۔ جب وہ ہیکل میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ یہودیوں نے بجائے اسکے کہ وہ اسمیں عبادت کرتے اُسے خرید و فروخت کی منڈی بنا رکھا ہے

اس پر جناب مسیح کو بہت غصہ آیا۔ اور انہوں نے صرافوں کی دکانیں الٹ دیں لیکن جناب مسیح کی اس قسم کی دلیرانہ کارروائیوں سے اور اس عزت کے باعث جو لوگ ان کی کرنے لگ گئے۔ یہودی فریسیوں کے دل میں بغض اور حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ انکی موت کے لئے تجاویز سوچنے لگے

داؤد کے بیٹے کے نام کے نعرے نے جگر کو پاش پاش کر دیا۔ ان فریسیوں کیلئے جو ایک مختلف قسم کا مسیح یا یہودی بادشاہ کی امید میں بیٹھے ہوئے تھے یہ نعرہ بہت ہی نامبارک تھا۔ ان کی آنکھیں کسی دوسرے موسیٰ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جو اُن کی گمشدہ سلطنت پر ان کے لئے قائم کر دیگا +

لیکن مسیح کی تعلیم یہ تھی کہ تم نے یہ سنا ہوا ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو تمہیں دائیں گال پر دھپڑ مارے اسکے سامنے بائیں گال کرو۔ اور اگر کوئی تمہیں عدالت میں لیجائے۔ اور تمہارا کوٹ لیلے۔ تو اُسے اپنا جبہ بھی دیدو۔ اور اگر کوئی تمہیں ایک میل لیجانے کیلئے مجبور کرے تو تم دو میل اس کے ساتھ جاؤ۔ فقیہی اور فریسی اپنی پرہیزگاری لوگوں پر بہت ظاہر کرتے تھے لیکن جناب مسیح نے انہیں بتلایا۔ کہ تم لوگوں کے دکھلاوے کے لئے اپنی پرہیزگاری اور بزرگی کا اظہار مت کرو۔ ورنہ خدا سے جو آسمانوں پر ہے تمہیں کچھ اجر نہ ملیگا +

جناب مسیح یہودی فریسیوں کو ریاکار کرکے پکارتے تھے۔ انہوں نے اپنے ہم مذہبوں کی حکومت اور اقتدار پورا حاصل کر لیا تھا۔ جس کی وجہ سے انہیں بہت مفاد پہنچتا تھا۔ مگر جناب مسیح سے انہیں کسی قسم کی مدد نہ مل سکتی تھی۔ اس تعلیم کے مقابلہ میں جو وہ لوگ حضرت موسیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ جناب مسیح کی تعلیم بہت ہی آزادانہ تھی۔ حضرت مسیح کے اصولوں کے شریفانہ اور بلند پایہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ وہ خود خدا کی محبت میں محو تھے۔ ان کو خدا کے ساتھ اسقدر محبت تھی جیسا کہ بچہ کو باپ سے ہوتی ہے۔ وہ خدا کو اپنا باپ اور دوسروں کا باپ بھی کہکر پکارا کرتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو بتلایا۔ کہ اگر تم خدا کا بیٹا ہونے کا خطاب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو دے ان کی بیٹے حضرت مسیح کی طرح اللہ کے پورے تابعدار بن جاویں۔ ان کی خواہش تھی۔ کہ ہر ایک شخص خدا کا فرمانبردار رہے اور جو کچھ د

مانگنا چاہے خدا ہی سے مانگے۔ انہوں نے کہا ہے۔

"مانگو تو تمہیں دیا جائیگا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھولا جائیگا۔ کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے۔ اور جو ڈھونڈتا ہے۔ اور جو کھٹکھٹاتا ہے اسکے واسطے کھولا جائیگا۔ کہ تم میں ایسا کون آدمی ہے کہ اگر اس کا بیٹا اس سے روٹی مانگے تو وہ اسے پتھر دے۔ اگر مچھلی مانگے تو اُسے سانپ دے۔ پس جبکہ تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینی جانتے ہو تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں نہ دیگا (متی باب ۷۔ آیت ۷۔ ۱۲)

حضرت مسیح کو دنیا کی باتوں سے نفرت تھی انہوں نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھیگا یا دوسرے سے محبت۔ یا ایک سے ملا رہیگا اور دوسرے کو ناچیز جانیگا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اسلئے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کا فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائینگے یا کیا پئینگے؟ اور نہ اپنے بدن کا کہ کیا پہنینگے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں۔ تو بھی تمہارا آسمانی باپ انکو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ اور پوشاک کیلئے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں۔ تو بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے انمیں سے کسی کی مانند پوشاک پہنے ہوئے نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائیگی ایسی پوشاک پہناتا ہے۔ تو اے کم اعتقادو تمکو کیوں نہ پہنائیگا؟ اسلئے فکرمند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائینگے؟ یا کیا پئینگے؟ یا کیا پہنینگے؟ کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں۔ اور تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو۔ بلکہ تم پہلے اسکی بادشاہت اور اسکی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تمکو مل جائینگی۔ پس کل کیلئے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کر لیگا۔ آج کیلئے آج ہی کا دکھ کافی ہے۔

اشاعت اسلام بک ڈپو کا

رعایتی اعلان

ماہ رمضان کے اخیر تک

نام کتاب	قیمت	رعایتی قیمت	نام کتاب	قیمت	رعایتی قیمت	نام کتاب	قیمت	رعایتی قیمت
براہین نیرہ	۱۲ر	۹ر	صبر کی دیوی	۳ر	۲ر	اسرار سلیمانی مجلد	۸ر	۴ر
اسوۂ حسنہ	۸ر	۶ر	خورشید جہان	۴ر	۳ر	التوحید	۱ر	[illegible]
ام السنہ	۱۲ر	۹ر	رفیق مرزا	۳ر	۲ر	طریق فلاح	۱ر	[illegible]
لمعات انوار محمدیہ	۶ر	۴ر	زنانہ خطوط	۵ر	۴ر	مادہ فانی	۱ر	[illegible]
خطبات غربیہ مکمل سٹ	عـہ	۱۲ر	لیکچر اسلام مسز اینی بسنٹ	۳ر	۲ر	کرشن اوتار	۱ر	[illegible]
مسلم مشنری کے ولایتی لیکچر حصہ اول	۱۰ر	۱ر	زنانہ حساب کتاب	۱۰ر	۸ر	پیغام صلح	۸	[illegible]
״ ״ حصہ دوم	۱۰ر	۱ر	تعلیم الصبیان	۳ر	۲ر	لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۳ر	۲ر
״ ״ حصہ سوم	۱۰ر	۱ر	مناجات بیوہ	۲ر	۱۰ر	لیکچر اسلام	۱ر	[illegible]
بنگال کی دلجوئی	۱ر	۰ر	رباعیات حالی	۴ر	۳ر	جام عرفان	۱ر	۱ر
نکات القرآن حصہ اول	۶ر	×	جام کوثر	۴ر	۳ر	ہنر آموزی	۴ر	۳ر
״ حصہ دوم	۶ر	۸	امام حسین	۴ر	۳ر	انتظام خانہ داری	۴ر	۳ر
״ حصہ سوم	۸ر	×	۱۶ عجیب کہانیوں کا			کھانا پکانا	[illegible]	۳ر
״ حصہ چہارم	۶ر	×	مزیدار سٹ	عہ	۱۲ر	اخلاقی کہانیاں	۴ر	۳ر
حدوث مادہ	۴ر	٭	ناصح مشفق	۳ر	۲ر	تعلیم نسوان کی پہلی کتاب	۴ر	[illegible]
ادب نسوان	۴ر	۳ر	حقیقۃ المسیح	۴ر	×	״ دوسری کتاب	۳ر	[illegible]
نمائش نسوان	۴ر	۳ر	تائید حق	۸ر	۶ر	״ تیسری کتاب	۳ر	۳ر

المشتہر۔ خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

ماہ رمضان المبارک کے آخری یوم تک

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ جلدوں میں رعایت

جلد سنہ ۱۹۱۴ء ۶ پرچے — قیمت ۹ر

فہرست چیدہ مضامین

۱- خدا کا کامل ظل
۲- زمینی بہشت آسمانی
۳- اسلام کس طرح پھیلا
۴- وبلا دغربیہ میں تبلیغ اسلام
۵- شراب
۶- اسلام اور مغرب
۷- اسلامی نماز
۸- ووکنگ میں ایک اسلامی خطبہ نکاح
۹- رسول کریم صلعم کے اخلاق حسنہ
۱۰- میں نے اسلام کیوں قبول کیا
۱۱- سچی اور جھوٹی شہادت
۱۲- موجودہ جنگ اور پیغمبر اسلام صلعم
۱۳- اسلام اور جنگ
۱۴- آنحضرت صلعم سے پیشتر کے عیسوی علم دینیات کا نقشہ
۱۵- اسلام کیا ہے
۱۶- ہماری نماز جمعہ
۱۷- دعا
۱۸- کیا یسوع مسیح خدا کے اکلوتے بیٹے تھے
۱۹- خطا کار گنہگار
۲۰- اسلام میں عورت
۲۱- اسلام سراسر امن ہے
۲۲- خطبہ عید الفطر

جلد اول سنہ ۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے — قیمت ۱۲ر

فہرست چیدہ مضامین

۱- اسلامی مساوات اور ہیئر بی سٹراتن
۲- چھین کر آرہا ہے عیسائی اہل اسلام کو شہادتیں
۳- مذہب اسلام ہی کامل مذہب
۴- حضرت محمد صلعم بحیثیت فاتح
۵- قرآن کریم اور عقل
۶- دنیا میں امن پیدا کرنے کی راہ
۷- قرآن کریم کے متن قدیم نسخوں اور ڈاکٹر منگانا کے اعتراض قرآن کا جواب
۸- بیگم صاحبہ بھوپال مسلم انڈیا
۹- قرآن کریم کا بول بالا
۱۰- اسلام اور انسداد شراب نوشی
۱۱- عیسائیت اور توحید
۱۲- ہندوستانیوں کی وفاداری
۱۳- ایک بلند طبقہ کے انگریز کا قبول اسلام
۱۴- یسوع کی الوہیت اور انسانیت کا ایک مغالطہ
۱۵- لا الٰہ الا اللہ بانوئی ال
۱۶- اسلام میں انصاف
۱۷- اسلام میں نزول کا حکم
۱۸- اخلاقی معجزات
۱۹- بائبل میں اسلام
۲۰- حضرت محمد اور جناب مسیح

جلد دوم سنہ ۱۹۱۶ء ۱۱ پرچے — قیمت عہ

فہرست چیدہ مضامین

۱- اسلام اور قتل انسان
۲- دنیا کا آخری نبی
۳- اسلامی نماز کا فلسفہ
۴- توحید الٰہی کا کمال اسلام میں ہی ہے
۵- رحمۃ للعالمین
۶- عربوں کا احسان تہذیب پر
۷- ایک انگریز بادشاہ کا توحید الٰہی ورسالت نبی کریم صلعم پر اقرار
۸- مسئلہ زندگی
۹- حضرت مسیح کا کیا مذہب تھا؟
۱۰- سب نبیوں کا موعود رسول
۱۱- صفات باری تعالےٰ
۱۲- اسلام اور عیسائیت
۱۳- اسلام میں مرد اور عورت کی حیثیت کا مقابلہ
۱۴- سیرت نبوی
۱۵- اسمائے قرآن
۱۶- شیرازہ اسلام
۱۷- عربی علمی سوسائٹی
۱۸- عیسائے ربانی میں شراب
۱۹- ابراہیم کا مذہب
۲۰- تعدد ازدواج

جلد سوم سنہ ۱۹۱۷ء ۱۰ پرچے — قیمت عار

فہرست چیدہ مضامین

۱- سب سے زیادہ کامیاب نبی
۲- تاریخی نبی
۳- اسلام بذریعہ تلوار نہیں پھیلا
۴- اسلام میں جہاد
۵- آنحضرت صلعم کا ایک سپاہی کی حیثیت میں
۶- آنحضرت صلعم ایک خادم کی حیثیت میں
۷- مسلمان اور علم اصول
۸- وراثت میں جمہوریت
۹- شیعہ اور شراب
۱۰- انسان کامل
۱۱- اسلام کا احسان عورت پر
۱۲- زکوٰۃ اور اسکا مصرف
۱۳- مذہبی بے چینی
۱۴- لارڈ ہیڈلے بالقابہم
۱۵- جمع قرآن
۱۶- اسلام میں عورت کی حیثیت
۱۷- خدا کی کامل تصویر
۱۸- کفارہ کی تردید
۱۹- دین فطرت
۲۰- ایک برہمن کے خیالات کے لئے
۲۱- غلامی
۲۲- رمضان
۲۳- بعد الموت
۲۴- اسلام اور ترقی
۲۵- کلیسا کی گردن قرآن کے سامنے جھک گئی

جلد چہارم سنہ ۱۹۱۸ء ۱۱ پرچے — قیمت عہ

فہرست چیدہ مضامین

۱- عورت اور عورت کے حقوق از اسلام
۲- ایام حج میں مکہ معظمہ کا منظر
۳- اسلام اور موجودہ علمی تحقیقات
۴- نور از کوہ فاران
۵- آنحضرت صلعم کا اسوہ حسنہ
۶- ہندوستان کی روحانیت
۷- نبی کریم کا علم غیب
۸- توضیح حیات اور موت
۹- پہاڑی والا وعظ
۱۰- مسئلہ ارتقا انسانی
۱۱- جلسہ میلاد النبی صلعم
۱۲- اسلام کی خوبیاں
۱۳- اسلام کا علم اخلاق
۱۴- ذرات عالم کا مذہب
۱۵- اعجازی مچھلی
۱۶- تاریخی اسلام
۱۷- محمد صلعم آیت اللہ
۱۸- نعرہ توحید
۱۹- عیسائی عقائد کی نئی شکل
۲۰- ہستی باری تعالےٰ
۲۱- باطنیات اسلام
۲۲- سادگی ایمان
۲۳- مطالبہ اسلام
۲۴- خدا کی بادشاہت
۲۵- ارتقائے انسانی
۲۶- ممنوع خوراک
۲۷- پنج ارکان اسلام
۲۸- اشاعت صلعم و امن
۲۹- ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت حساب آمد و خرچ

المشتہر: خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو۔ عزیز منزل لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون دروازہ لاہوری حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

مسلم مشنری

مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے

جلد ۵ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۷

فہرست مضامین

فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو لاہور

محصولڈاک بذمہ خریدار

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
۱۲ پرچے اشاعت اسلام سنہ ۱۹۱۴ء	۱۲/	ادیب نسواں	۴/
۱۱ " سنہ ۱۹۱۵ء	[illegible]	النساء نسواں	۴/
۱۱ پرچے سنہ ۱۹۱۷ء	۱۴/	صبر کی دیوی	۳/
براہین نیرہ	۱۲/	خورشید جہاں	۴/
اسوہ حسنہ	۸/	فیق مرزا	۳/
ام الالسنہ	۱۲/	زنانہ خطوط	۵/
لمعات انوار محمدیہ	۶/	لیکچر اسلام ...	۳/
خطبات عزیز مکمل سٹ	[illegible]	مسدس حالی	۸/
مسلم مشنری کے ولایتی لیکچر حصہ اول	۱۰/	زنانہ حساب کتاب	۱۰/
" " حصہ دوم	۱۰/	تعلیم الصبیان	۳/
" " حصہ سوم	۱۰/	مناجات بیوہ	۲/
بنگال کی دلبولی	۱/	رباعیات حالی	۴/
نکات القرآن حصہ اول	۸/	جام کوثر	۴/
" حصہ دوم	۸/	راہ جنت	۳/
" حصہ سوم	۸/	امام حسین	۴/
" حصہ چہارم	۱۰/	۱۶ دلچسپ کہانیوں کا مزیدار سٹ	عہ/
حدوث مادہ	۵/	ناصح مشفق	۳/
جمع قرآن	۱۲/	لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۳/
حقیقۃ المسیح	۳/	لیکچر اسلام	۱/
تائید حق	۸/	جام عرفان ۔ نظم	۱/
اسرار سلیمانی مجلد	۶/	ہنر آموزی	۴/
التوحید	۱/	کھانا پکانا	۴/
طریق فلاح	۱/	اخلاقی کہانیاں	۴/
مادہ فانی	۱/	تعلیم نسواں کی پہلی کتاب	۲/
کرشن اوتار	۱/	" " دوسری کتاب	۳/
پیغام صلح	۱/	" " تیسری کتاب	۳/

المشتہر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۷) بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء نمبر (۷)

شذرات

ناظرین کرام کے لئے یہ امر موجب مسرت ہوگا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کے ہندوستان واپس تشریف لے آنے پر مسلم مشن ووکنگ کا کام باحسن وجہ چل رہا ہے۔ جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال صاحب موجودہ قائمقام امام مسجد ووکنگ اشاعت اسلام کے عظیم الشان کام کو ہر طرح سے کامیاب بنانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے نیک ارادوں میں برکت ڈالے اور انکی عمر دراز فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین

حضرت خواجہ صاحب آجکل شملہ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ کی تازہ ڈاک سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی تک آپ کی صحت میں کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوئی۔ مرض کا دورہ گاہے گاہے عود کر آتا ہے۔ اُمید واثق ہے کہ ہمدردان و بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ بانی مشن کی صحت و درازی عمر کے لئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے +

لندن مسلم نماز گاہ اور مسجد ووکنگ میں لیکچروں کا سلسلہ حسب معمول جاری ہے۔ مسجد ووکنگ میں جناب ملک عبدالقیوم صاحب بی اے اور جناب مسٹر شمس الدین شمس صاحب نو مسلم ہر اتوار کو حسب دستور لیکچر دیتے رہیں ✦

ماہ صیام کی وجہ سے رسالہ اسلامک ریویو انگریزی بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۱۹ء ڈبل نمبر شائع ہوگا۔ جو جولائی ۱۹۱۹ء کے اختتام تک ہندوستان میں پہنچ جاویگا ✦

لندن مسلم نماز گاہ میں ماہ مئی ۱۹۱۹ء میں جناب مسٹر ایس۔ ایچ رضا صاحب و جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ شیخ محمد صادق صاحب نو مسلم و جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقاب شیخ رحمت اللہ صاحب الفاروق نے اپنے مواعیظ حسنہ سے اہالیان لندن کو تبلیغ حق کی۔ جناب ایس۔ ایچ رضا صاحب نے ۴ مئی ۱۹۱۹ء کو لیکچر فرمایا۔ اور جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ شیخ محمد صادق صاحب نو مسلم نے اس مہینہ میں دو لیکچر فرمائے۔ پہلا لیکچر مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۱۹ء میں انہوں نے ایک خط کا جواب دیا۔ اور آپکے دوسرے لیکچر کا عنوان "قرآن کریم" تھا۔ جو آپنے ۲۵ مئی ۱۹۱۹ء کو فرمایا۔ جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے صاحب نے مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۱۹ء کو لیکچر فرمایا ✦

اسلامک ریویو کے تازہ نمبر میں اُن مخلص احباب کا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ جو مختلف ممالک میں ووکنگ مسلم مشن کے لئے ... جمع کرتے اور مشن کی اعانت کیلئے لوگوں کو تحریک کرتے ہیں۔ ان ... دو کے نام اسلامک ریویو نے لئے ہیں (۱) جناب مسٹر علی محبیب صاحب (۲) جناب مسٹر عبدالقادر ابو قندیل صاحب۔ اور اس کے ساتھ ہی کسی شخص ایم ایس۔ بن ...... کے متعلق متنبہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ بغیر کسی اجازت کے قرآن کریم کے متعلق خود بخود ایجنٹ کا کام کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے سوائے اسکے کہ کوئی شخص ان سے ذاتی طور پر واقف ہو۔ اور ان پر اعتبار کر سکتا ہو۔ حتے الوسع بچنا چاہیئے کیونکہ دفتر اسلامک ریویو

ووکنگ یالاہور کی طرف سے کوئی ایسا ایجنٹ کسی جگہ مقرر نہیں۔ اور نہ کوئی ذمہ داری اس پر عائد ہو سکتی ہے +

کاغذ کی گرانی بدستور ہے۔ اسلئے ناظرین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ ازراہ کرم رسالہ ہذا کی اپنے حلقۂ اثر میں توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں +

جملہ خریداران رسالہ کی خدمت میں عرض ہے کہ ازراہ نوازش خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضرور حوالہ فرمایا کریں۔ اور عدم وصولی رسالہ و دیگر شکایات سے فوراً مینیجر رسالہ ہذا کو مطلع فرما کر ممنون فرمایا کریں۔ تاکہ اُن کا فوری تدارک کیا جائے +

حضرت محمدؐ صلعم اور آپؐ کا مشن

(از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء)

حضرت محمد صلعم جناب مسیح سے ۵۷۰ سال بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ چالیس برس کی عمر میں آپؐ کو وحی الٰہی ہوئی۔ اور خلق اللہ کے لئے جو چار اکناف عالم میں اصنام پرستی و اخلاقی پستی کے قعر مذلت میں گری ہوئی تھی بسند معلم اور نبی مقرر ہوئے۔ تاریخ عالم میں یہ زمانہ نہایت ہی تاریک زمانہ تھا۔ اور حضرت محمد صلعم مشعل ہدایت لائے۔ وہ شمع ہدایت مہر تاباں کی چمک سے بھی زیادہ روشن و چمکیلی ثابت ہوئی۔ اس نے انسانی قلب و روح کو منور کر دیا۔ ایسا کوئی بھی شخص دنیا میں نہیں گذرا جس نے دنیا کو مختلف پیرایہ میں زیر اثر کیا ہو جسطرح کہ آنحضرت صلعم نے حضرت محمد صلعم بنفسہٖ معجزہ تھے۔ ہم انہیں بشر کہتے ہیں کیونکہ آپؐ نے ہمیں یہی تلقین فرمائی ہے۔ کہ آپؐ کو بشر کہہ کر پکارا جائے۔ ورنہ جو عظیم الشان کام آپؐ نے سرانجام فرمایا۔ وہ حقیقتہً ایک بشر کی طاقت سے باہر ہے۔ آپؐ میں کوئی خاص جوہر تھا۔ جو زمین سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ اگر تو آپؐ انسانی جامہ پہنے تھے۔ تب تو ہم سب کو اس پر نازاں ہونا چاہیئے

کہ ایک بشر اپنے آپ کو اُس حالت تک پہنچا سکتا ہے۔ جہاں ذات باری اور اسکے درمیان ایک قلیل فاصلہ رہجاتا ہے لیکن یہ قرب الٰہی فقط آنحضرت صلعم کی سوانحعمری کے مطالعہ سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ دیگر اولیاء و پارسا لوگوں نے بھی اپنے اپنے رنگ میں قرب الٰہی حاصل کیا ہے لیکن آنحضرت صلعم کے مقابل بہت ہی قلیل لوگ اللہ تعالےٰ کے گوناگون صفات کو جذب کرنے کے قابل ہوسکے۔ ان مقرب لوگوں میں کئی بھی انسانوں میں وہ روح پھونکنے کے قابل نہ ہوا جو انسان کو ربانی اوصاف کے جذب کرنے کے قابل بناتی ہے ۔

حضرت محمد صلعم نے ایسا انقلاب عظیم پیدا کیا آپ نے نسل انسانی کی مذہبی اور تمدنی اور یہاں تک کہ سیاسی خیالات میں بھی تغیر پیدا کردیا۔ آپ نے اصول قائم کیا کہ تمام مذاہب ایک ہی ربانی سرچشمہ سے ہیں۔ اور کوئی بھی قوم دنیا میں ایسی نہیں جس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے پیغامبر و نذیر نازل نہ ہوا ہو۔ آپ نے بتایا کہ مومن کو ان پیغمبروں کے درمیان کوئی فرق نہ کرنا چاہئے۔ کہ بعضوں کو قبول کرلے اور بعضوں کی تکفیر کرے۔ انسان کے مذہبی خیالات میں یہ ایک حیرت انگیز انقلاب عظیم تھا جس نے مذہب میں تنگدلی کو کافور کردیا۔ ایک اور انقلاب جو آنحضرت صلعم نے مذہبی خیالات میں برپا کیا اور جس کو آپ نے روز روشن کی طرح واضح کردیا یہ ہے کہ مذہب یا پارسائی صرف اسی میں نہیں کہ نماز اس طرح یا اس طرح ادا کی جائے۔ یا بعض بعض رسم و رواج کو اختیار کیا جائے۔ بلکہ عبادت الٰہی کی اصل غرض و غایت یہ ہے۔ کہ دنیا کے اسرار و غوامض سے بہرہ ور ہوکر اور قوانین قدرت سے آگاہ ہوکر اُن علوم سے خلق اللہ کی بہتری اور بھلائی کیجائے۔ اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کیجائے ۔

علم الاخلاق ۔ حضرت صلعم نے تعلیم فرمائی۔ کہ محض خیالات کوئی وقعت نہیں رکھتے افعال اور خیالات کی آپس میں مطابقت ہونی چاہئے۔ انسان کو صرف خیال اور سوچ بچار ہی نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ اسمیں عملی پہلو ہونا بھی لازم ہے۔ اسلئے انسان کو دنیا کا ایک مفید اور کارآمد شہری اور سوسائٹی کا دست و بازو اور کائنات عالم کی بڑی مشین کا ایک کام کرنے والا پرزہ ہونا چاہئے۔ ذاتی جاہ و حشمت یا اپنی ہی عزت بڑھانا ہی انسان کا فرض نہیں

خالق اکبر کی طرف سے انسانوں کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی دوسری مخلوق خدا کو بھی اٹھانا و اُبھارنا و بلند کرنا انسانی فرائض میں یہ ہے حضرت محمد صلعم نے کبھی بھی کسی ایسی بات کی تعلیم نہیں دی جس پر کہ عملی رنگ میں آپ نے کاربند ہو کر نہ دکھا دیا ہو آپ نے اُسے ربانی قانون قرار دیا۔ کہ کسی رُوح پر اسقدر بوجھ نہیں ڈالا جاتا جس کے اٹھانے کی وہ مُتحمل نہ ہو۔ اللہ تعالے انسانی قربانی کا خواہاں نہیں۔ ہاں لئے خود انکاری و ایثار کی ضرورت ہے۔ خود بنی نوع انسان کے لئے وہ زندگی سب سے عمدہ تھی جس کی تشریح جناب بدھ نے فرمائی۔ لیکن نسل انسانی و انسانی سوسائٹی کیلئے درحقیقت وہ زندگی بجائے نفع کے مُضرت رساں ثابت ہُوئی۔ آنحضرت صلعم کی اخلاقی تعلیمات محض اس لئے نہ تھیں کہ اُن سے بعض کتب کے صفحات مُزین ہوں۔ بلکہ اُن کی اصل غرض و غایت یہ تھی۔ کہ ان تعلیمات پر روزمرہ لوگوں کی زندگی میں افعال کے ذریعہ سے عمل درآمد ہو آنحضرت صلعم نے لوگوں کو نہ صرف زبانی تعلیم فرمائی بلکہ اپنے اسوۂ حسنہ سے آپ نے اپنے پیچھے ایک گہری و دیرپا تعلیم چھوڑی۔ اور ہمیں بنی نوع انسان کو سکھلایا۔ کہ کس طرح صبح سے لیکر شام تک اور شام سے لیکر صبح تک انسانوں کو اوقات بسر کرنے چاہئیں۔ اور کسطرح سے مخلوق خدا کو اپنے بیوی بچوں ہمسایہ مہمان۔ دوست۔ دشمن۔ امیر و غریب۔ نیکی و بدی۔ امن و جنگ اور یہانتک کہ پرند۔ چرند۔ وحوش اور بہائم سے سلوک کرنا چاہئے بنی نوع انسان کو یہانتک ہدایت فرمائی۔ کہ سبز درختوں تک کو مت تراشا جائے اور اپنی سواری کے جانوروں کو اتنا مت چلاؤ کہ وہ تھک جائیں +

تمدنی معاملات میں حضرت محمد صلعم سب سے اول عملی مُتمدن ہیں جنھوں نے تمام فرقہ بندی کی تفریق۔ تمام قومی اختلافات اور تمام خاص حقوق کے امتیازات کا قلع قمع فرمایا معلمان مذاہب میں سے آپ سب سے اول حقوق ملکی کے محافظت کرنیوالے معلم ہیں۔ جنھوں نے دنیا میں صنف لطیف کی حیثیت قائم کی۔ اور اسکی عزت و توقیر کی تعلیم دی۔ آپ نے سوسائٹی کے تمام کمزور اور مصیبت زدہ حصہ کی امداد کی تعلیم فرمائی۔ اور بچوں۔ طبقۂ نسواں یتیمی مساکین ابن السبیل۔ خانہ بدوشوں۔ مزدوروں اور محنت و مشقت کرنے والے پیشہ وروں کے ساتھ

نیکی اور بھلائی کرنے کی تعلیم دی۔ خود احدیت مآب نے حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین (یعنی تمام جہان کیلئے رحمت) کا موزوں خطاب عطا فرمایا۔ صرف تمدنی اصلاحات ہی آپ کو نسل انسانی کا سب سے بڑا محسن و مربی قرار دینے کیلئے کافی ہیں۔ لیکن آپ کی اصلاحات کو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں تک وسعت دیگئی ہے۔

آپ کی سیاسی اصلاحات بھی دوسری اصلاحات سے کم حیرت انگیز نہیں۔ آجکل جبکہ دنیا کے بڑے بڑے مدبران سلطنت دنیا کے سیاسی معاملات کو طے کرنے کے لئے میز کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے ہیں۔ تو انکی ہدایت و رہبری کیلئے اس جگہ اس عظیم الشان مدبر اعظم یعنی حضرت محمد صلعم کے بعض سیاسی اصولوں کو بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

ہمارے سرکار حضرت محمد صلعم نے سب سے پہلا اصول جو قائم فرمایا وہ یہ تھا۔ کہ محض مقامی حب الوطنی یعنی اس ملک کی محبت کرنی جہاں کوئی شخص رہتا ہے انسانی ضمیر و دل و دماغ کے شایان حال نہیں۔ انسان کی حب الوطنی عالمگیر و وسیع ہونی چاہئے۔ اسے اپنے آپکو تمام روئے زمین کا باشندہ خیال کرنا چاہئے "میں ملک کی خاطر ہوں۔ خواہ یہ غلط ہو یا صحیح"۔ کیا یہ عظیم الشان اصول نہ تھا۔ ایک انسان کو اپنے بھائی انسان کا احساس ہونا چاہئے خواہ دونوں ہمجنس انسانوں کے درمیان بعد المشرقین ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ایک ملک کے باشندہ سے کوئی برا سلوک ہو تو دوسرے ملک کے باشندہ کا فرض ہو کہ اپنے بھائی ہمجنس انسانوں کے معاملہ کی اصلاح میں اسکی امداد کرے یہانتک اس قوم کا تعلق ہے جس کو حضرت محمد صلعم نے نمونہ قوم بنایا۔ ان میں مقامی حب الوطنی کی بجائے عالمگیر حب الوطنی کی روح پھونکی گئی ہے۔ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا پڑھنے والا اگر شمال سے جنوب کی طرف اور مشرق سے مغرب کی طرف جاوے۔ تو ہر ایک جگہ اور ہر ملک میں اسکے مسلمان بھائی اس کے ساتھ بھائیوں کا سا سلوک روا رکھیں گے۔ اور ہر جگہ اسکو وہ تمام حقوق حاصل ہونگے جو کہ وہاں کے مقامی مسلم باشندگان کو حاصل ہیں۔ یہانتک کہ آجکل کی اسلامی سلطنت کا شہنشاہ اور خلیفہ بھی ایک غریب سے غریب مسلمان کے ساتھ بھی جو دور دراز سے سفر کی مصائب اٹھا کر اسکی خدمت میں پہنچیگا۔ تو وہ اسلامی ہمدردی اخوت و مساوات کا

ملحوظ نظر رکھ کر اس کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کریگا۔ دوسرا اصول آپ نے تمام نسل انسانی کی ایک قوم اور برادری کا قائم کیا۔ اگر آج ہماری سرکار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے۔ تو اتحاد اقوام کو قائم کرنے کی بجائے اتحاد بنی نوع انسان قائم فرماتے ◆

نبیوں میں سے سب سے آخری نبی

حضرت محمد صلعم آخری نبی کیوں تھے؟ اس کا مفصل جواب اس وقت نہیں لکھا جا سکتا۔ کیونکہ اس کے لئے بہت سا وقت اور بہت سی جگہ درکار ہے جس کی گنجائش اس وقت میرے پاس نہیں۔ لیکن میں مندرجہ بالا مسئلہ کے ایک ہی پہلو پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آؤ ہم اصلی مدعا پر غور و خوض کریں۔ جس کے لئے کہ نبوت کی چادر ایک منتخب شخص کے کندھوں پر دھری گئی۔ حضرت محمد صلعم نہ تو اپنی ذاتی وجاہت بڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ اور نہ ہی اسلئے مبعوث ہوئے۔ کہ خدائے بزرگ تر کی جگہ ہو کر اپنی پرستش کرائیں اور لوگوں کے معبود بنیں۔ آپ خدائے تعالے کی طرف سے انسان کی رہبری کے لئے پیغام لائے۔ جس کی آپ نے اپنے افعال سے تشریح فرمائی۔ آپ پر خدائے تعالے کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی جس کی تعمیل آپ اپنے افعال سے فرما کر نمونہ قائم کرتے تھے۔ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے خدائے تعالے کے نازل شدہ احکام کی پوری پوری پیروی کی۔ اور اوروں کو اپنے اعمال سے اُن ربانی قوانین پر چلنے کی ہدایت کی۔ اس طرح خدائے عز و جل کے احکام اور حضرت نبی کریم صلعم کے افعال نے ایک اسوہ حسنہ کی طرح لوگوں کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ اور اگر وہ ربانی قوانین اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں۔ اور ہم تک اسی اصلی حالت میں پہنچے ہیں۔ تو پھر نہ تو کسی الہام جدید کی اور نہ کسی نئے نبی کی ضرورت باقی ہے۔ لیکن حقیقت میں حضرت محمد صلعم رسول خدا کے مبعوث ہونے سے پیشتر جو کچھ بھی اللہ تعالے کی طرف سے نازل ہوا۔ وہ انسانی تحریف و ملونی ...

دستبرد زمانہ سے نہ بچ سکا - اسلام سے پیشتر کے معلمان مذہب کی زندگی کے حالات ایک راز سربستہ ہیں - وہ ہماری نگاہوں میں محض ایک فسانہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور تاریخ کہلانے کے مستحق نہیں - اسلئے ہمیں انکی سوانحعمری کا بہت قلیل علم ہے لہذا قرآن کریم اور حضرت پیغمبر خدا کی ضرورت محسوس ہوتی ہے - اور اگر قرآن کریم ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانہ مبارک میں تھا - اور حضرت محمد صلعم کے افعال واقوال کا مجموعہ مکمل مستند اور صحیح ہے تو کیا پھر بھی ہمیں کسی اور پیغمبر یا کسی اور جدید ربانی الہام کی ضرورت ہے - اسلئے قرآن کریم خداوند تعالیٰ کی سب سے آخری کتاب ہے اور حضرت محمد صلعم سب سے آخری نبی - حضرت محمد صلعم آخری نبی صرف اپنی وجاہت کے باعث نہ تھے - بلکہ زیادہ تر اسلئے تھے کہ آپ خدا کی طرف سے آخری قانون اور ہدایت نامہ و پیغام لائے - جبکہ قرآن کریم خالق اکبر کے ارادہ کو پورے طور پر ظاہر کرتا ہے - اور اسمیں اخلاقی اور روحانی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے ہدایات موجود ہیں تو الہام جدید ایک فضول بے سود اور لایعنی تکرار ہوگی -

عیسائیت میں علم آلہیات کے مشاق کی قابل توجہ

"بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں - پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان اُنہیں دکھایا نہ جائیگا" +

"کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا" (متی باب ۱۲ آیت ۳۹ و ۴۰) +

یہ کلمات حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمائے - اگر آپ صلیب پر جاں بحق ہوتے - تو یہ کلمات پورے ہونے کے بغیر رہ گئے - حضرت یونس کو جب مچھلی نے نگلا تو آپ اسکے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہے اور خدا سے التجا کرتے اور اس کی درگاہ میں دست بدعا رہے - اور اس کے اندر سے زندہ و صحیح و سلامت باہر نکلے

[illegible] آپ [illegible]

[illegible] زمین کے اندر [illegible] حضرت یونس [illegible] بے ہوش ہو جاتے [illegible] آپ

[illegible] حضرت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] صلیب پر [illegible]

[illegible] آپ کو [illegible]

[illegible] آپ زندہ [illegible]

[illegible]

[illegible] نہیں ہوئے [illegible]

[illegible]

[illegible] موجود تھی۔ [illegible]

[illegible] مسیح صلیب پر

[illegible] آپ کا خون سفید حالت میں تھا

[illegible] ثابت کرتے ہیں

[illegible] پورے ہوئے۔ اور آپ صلیب پر نہیں

[illegible]

[illegible] صلیب کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

ہیں لیکن ہم مسلمان جناب مسیح کو خداوند تعالےٰ کے صادق پیغمبر مانتے ہیں لیکن ان اناجیل کے بیانات کو ہم جناب مسیح کی زندگی کا مستند وصادق مجموعہ تسلیم نہیں کر سکتے - قرآن کریم نے بلا شک وشبہ "ماقتلوہ وما صلبوہ" (ترجمہ - نہ توانہوں نے انکو قتل کیا اور نہ انکو سولی چڑھایا-) کہکر صداقت و اصلیت کو آشکارا فرما دیا +

خطبات لندن مسلم نمازگاہ

نمبر ۳

عبادت

(از جناب مارمیڈیوک پکتھال)

(۱) اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السمٰوات والارض ولا یودہ حفظھما وھو العلی العظیم ہ

ترجمہ - اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں - زندہ (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا نہ اسکو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند - اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے - کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اسکی جناب میں (کسی کی) سفارش کرے جو کچھ لوگوں کو پیش (آرہا) ہے (وہ) اور جو کچھ انکے بعد (ہونیوالا) ہے (وہ) اسکو (سب) معلوم ہے - اور لوگ اسکی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے - مگر جتنی وہ چاہے اسکی کرسی (سلطنت) آسمان وزمین (سب) پر حاوی ہے - اور آسمان وزمین کی حفاظت اس پر (مطلق) گراں نہیں - اور وہ (بڑا) عالیشان (اور) عظمت والا ہے +

(۲) لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و

یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لہا و اللہ سمیع علیم (ترجمہ) دین میں زبردستی (کا کچھ کام) نہیں۔ گمراہی کو ہدایت (الگ) ظاہر ہو چکی ہے۔ تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ (ہی) پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی پکڑ رکھی ہے۔ جو ٹوٹنے والی نہیں (اور اس کا بیڑا پار ہے) اور اللہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

(۳) اللہ ولی الذین امنو یخرجھم من الظلمت الی النور والذین کفروا اولیئھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمت اولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون ۰ (ترجمہ) اللہ ایمان والوں کا حامی (و مددگار) ہے۔ کہ انکو (کفر کی) تاریکیوں سے نکالکر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ (دین حق سے) منکر ہیں۔ ان کے حامی شیطان ہیں۔ کہ ان کو (ایمان کی) روشنی سے نکالکر (کفر کی) تاریکیوں میں دھکیلتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخی ہیں۔ اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہینگے۔

مندرجہ بالا تین آیات میں اللہ تعالیٰ کا مومن کے ساتھ تعلق اور مومن کا اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلی آیت آیۃ الکرسی کے نام سے مشہور ہے۔ یہانتک کہ غیر مسلم بھی اسے دنیا کے تمام لٹریچر سے اعلےٰ اور پاکیزہ خیال کرتے ہیں جسمیں کہ اللہ تعالےٰ کی صفات اور جاہ و جلال کا اظہار ہے آیۃ الکرسی کو تمام دُنیا کے مسلمان خانگی اور عام عبادت میں پڑھنے کے لئے ازبر یاد کرتے ہیں۔ یہ کسی بھی رنگ میں دُعا نہیں ہے۔ بلکہ حیرت و استعجاب کی ندا و پکار ہے۔ میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی جبکہ میں نے چند نیک لوگوں کو لندن میں "صوفیانہ دُعا" کے طور پر اپنے اجلاس میں ان سامعین کے سامنے جو کہ عربی کو قطعی نا آشنا تھے اور جو اسے دُعا خیال کرتے تھے پڑھتے ہوئے سُنا۔ یہ آیت الکرسی ہے۔ جو کہ قرآن کریم کی آیات میں سے نہایت ہی مشہور و معروف ہے۔ اور جسے مسلمان عادتاً اپنی عبادت میں دُعا کی بجائے مذہبی خیالات کو ابھارنے اور تحریص دینے کے لئے پڑھتے ہیں۔ آیتہ الکرسی اللہ تعالےٰ کی جبروت

[illegible] وہاں بھی پہنچ جاتی ہے [illegible] پوری [illegible]
[illegible] ایسی کا احساس [illegible] تک بھی نہیں
[illegible] اور [illegible]
بنے آپ کو فنا کرنے کا [illegible] ہوگا ۔

دوسری آیت [illegible]
[illegible]
کچھ کام [illegible]

[illegible] بالا شعر [illegible]
[illegible] ظلمت [illegible] بھی [illegible]
کرتا ہے جو ایک مؤمن کو [illegible] فقد استمسک
بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا [illegible] ۔

تیسری آیت میں [illegible]
مصائب و تکالیف کا بیان [illegible]
و تباہی جھوٹے اعتقادات [illegible] ہے ۔ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم
من الظلمات الی النور والذین کفروا اولیاؤہم الطاغوت یخرجونہم
من النور الی الظلمات [illegible]
[illegible] نکال کر
(ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے ۔ اور جو لوگ (دین حق سے) منکر ہیں ان کے ساتھی
شیطان ہیں [illegible] روشنی سے نکال کر [illegible]
(ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے ۔ اور جو لوگ (دین حق سے) منکر ہیں ان کے

. . . .

. . . .

اگر پہلی آیت [illegible] سامان [illegible]

کی طرح خیال کرینگے ۔ اس لا محدود ہستی کو جس نے ارض و سموات پیدا کئے انسانی خوشی و غم سے کوئی تعلق نہیں ۔ اور اس کی ذات پاک اس سے بہت بالاتر ہے ۔ اگرچہ قوم بحیثیت مجموعی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے ۔ اور اسکی حکمت میں اس کے لئے شاندار مستقبل محفوظ ہے لیکن اس ذات باری کو انسانوں کے ساتھ سوا ان قوانین قدرت کے جو کہ اس نے اپنی مخلوق کے واسطے وضع کئے ہیں ۔ کوئی واسطہ اور تعلق نہیں لیکن ساتھ ہی دوسری آیت

فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا (ترجمہ) (تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ (ہی) پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط دستی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں) اسکو واضح کر دیتی ہے ۔ مندرجہ بالا آیت صریحاً انسان کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔ اور ہمی مندرجہ ذیل آیت جسمیں کہ اللہ تعالےٰ کو مومنین کا حامی و مددگار بتایا گیا ہے ۔ اور وہ کہ ان کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے ۔

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور ۔ اللہ تعالےٰ کا انسانوں کے ساتھ واسطہ ہے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس کا بین و شاندار ثبوت ہے اور قرآن کریم میں اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن سے یہ امر بالکل ناممکن ٹھیرتا ہے ۔ کہ ایک شخص مسلم کہلا کر پھر اس امر میں شک کرے ۔ کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے پرستار کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ۔ اس بارہ میں مجھے قرآن کریم سے اختتام کی دو سورتیں ملی ہیں ۔ ان میں بلاواسطہ آنحضرت صلعم کی زندگی کا تذکرہ مذکور ہے ۔ اور یہ سورتیں ایسے وقت میں نازل ہوئی ہیں ۔ جبکہ آپ بہت سی تکالیف برداشت کر رہے تھے ۔

(پہلی سورۃ) والضحیٰ ۔ واللیل اذا سجیٰ ۔ ما ودعک ربک وما قلیٰ ۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ ۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ۔ الم یجدک یتیماً فآویٰ ۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ ۔ ووجدک عائلاً فاغنیٰ ۔ فاما الیتیم فلا تقھر ۔ واما السائل فلا تنھر ۔ واما بنعمۃ ربک فحدث

(سورۃ الضحیٰ پارہ ۳۰) (ترجمہ) ... (چڑھتے وقت کی قسم اور رات کی قسم)

جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے۔ کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا۔ اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا۔ اور البتہ آخرت تمہارے لئے (اس) دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکر تم کو اتنا کچھ دیگا۔ کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ گے۔ کیا تم کو اس نے یتیم نہیں پایا (یعنی پایا) پھر جگہ دی۔ اور تم کو دیکھا کہ (راہ حق کی تلاش میں بھٹکے) بھٹکے (پھر رہے ہو۔ تو (تم کو دین اسلام کا) سیدھا رستہ دکھا دیا۔ اور تم کو مفلس پایا تو اس نے غنی کر دیا۔ تو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) یتیم پر (کسی طرح کا) ظلم نہ کرنا اور نہ سائل کو جھڑکنا (اور لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا (کہ یہ شکر گذاری کا ایک طریقہ ہے)

(دوسری سورۃ) الم نشرح لك صدرك ۝ ووضعنا عنك وزرك ۝ الذی انقض ظهرك ۝ ورفعنا لك ذكرك ۝ فان مع العسر يسرا ۝ ان مع العسر يسرا ۝ فاذا فرغت فانصب ۝ والى ربك فارغب (سورہ الم نشرح پارہ ۳۰) ترجمہ (اے پیغمبر) کیا ہم نے تمہارا حوصلہ فراخ نہیں کیا (یعنی کیا) اور اس کے علاوہ) بوجھ جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی تم پر سے اُتار دیا۔ اور تمہارے ذکر (خیر) کا آواز بلند کیا سو بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے تو اب کہ تم (ان تردداتت سے کسی قدر) فارغ ہوئے۔ تو (عبادت کی) ریاضت کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف (پورے پورے) متوجہ ہو جاؤ۔

کیا آپ اسے ممکن خیال کرتے ہیں۔ کہ مسلمان قرآن کریم کو ربانی کلام تسلیم کرکے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا نسل انسانی کے ساتھ ذاتی تعلق پر ایمان لانے سے انکار کر سکتے ہیں میں فقط اس مسئلہ پر روشنی ڈالونگا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ کچھ متشککین اور آزاد خیالات کے لوگ ایک چھوٹے خیال واثر کے ماتحت مذہب اسلام کی طرف مائل ہیں۔ اور سمجھا ہے اسلام اور عیسائیت میں کوئی تفاوت نہیں۔ فرق صرف اسقدر ہے۔ کہ عیسائیت نے خدا اور انسان کے درمیان وسائط وسفارشی تراش رکھے ہیں جس سے مذہب اسلام مستغنی ہے۔

اب میں پھر سے درجہ بالا تین آیات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ان آیات میں "الذین امنوا" سے قرآن کریم میں ہمیشہ وہ لوگ مراد ہیں۔ کہ اسلام پر عملی طور پر کاربند ہیں۔ اور

اسلامی شعار و فرائض کو کما حقہٗ ادا کرتے ہیں بعض احباب نماز باجماعت قومی اندفاع
اور غربا کی امداد کی اہمیت پر شک کرینگے۔ اور ساتھ ہی اسلام سے باہر آجکل اور بہت سے
لوگ خانہ کعبہ کے حج اور ماہ رمضان کے روزوں پر معترض ہونگے لیکن حقیقت میں یہ
ایسے شعار اسلام ہیں۔ جن سے کہ مسلم دنیا کا شیرازہ قائم ہے۔ اور آپس کے اتحاد و
اتفاق کا موجب ہیں۔ یہ امورات گو ظاہرداری کا رنگ رکھتے ہیں لیکن حقیقت میں
ایمان کی کلید ہیں۔ اور مذہبی نقطۂ خیال سے ان شعار کی عدیم النظیر قدر و قیمت اور
انکی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی ذات بغیر ہیچ۔ بے سود و لا یعنی ہے +

وہ لوگ جو فقط ظاہرداری کو ہی اہمیت دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک نیک مسلمان
ہونا آسان امر ہے اور ایسا ایسا کرنے اور ایسی ایسی باتوں کے پرہیز کرنے سے ایک شخص
مسلمان ہو سکتا ہے لیکن اس مخفی راستہ کے متعلق کیا کیا جاویگا۔ جسے ہر ایک مسلم و مسلمہ
نے عبور کرنا ہے۔ اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی طرف رہبری کرتا۔ اور حیات جاودانی
بخشتا ہے۔ آہ وہ راستہ کٹھن و دشوار ہے۔ کوئی آسان راستہ نہیں +

حضرت محمد صلعم سے پیشتر اس مبارک راستہ پر گامزن ہوئے۔ اور ایسے ہی جناب
مسیح نے بھی یہی راستہ طے کیا۔ اور اسی طرح ہر ایک شخص جو ربانی نور سے متمتع ہوا۔ اس نے
اس مبارک راستہ پر قدم مارا۔ اللہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کا
لمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب
دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ
یکاد زیتھا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یھدی اللہ لنورہ
من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم

ترجمہ۔ اللہ (ہی کے نور سے) آسمان کی روشنی ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے
ایک طاق ہو (اور) طاق میں ایک چراغ (رکھا ہے اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے
(اور) قندیل (اسقدر شفاف ہے کہ) گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (وہ چراغ)
زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے۔ کہ جو نہ پورب کے رخ واقع ہے

اور نہ جنہیں کے رخ اس کا تیل (اس قدر صاف ہے) کہ اگر اسکو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اٹھیگا۔ غرض کہ ایک نور نہیں بلکہ) نور علےٰ نور (یعنے نور پر نور) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے) لیئے مثالیں بیان فرماتا ہے [illegible] کے حال سے واقف ہے

مندرجہ بالا آیات بلا شبہ [illegible]

علیحدگی و فکر میں [illegible] یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور

(ترجمہ) (وہ چراغ) زیتون کے [illegible] کہ جو نہ پورب کے رخ واقع ہے [illegible] اگر اسکو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اٹھیگا (غرض کہ ایک) نور نہیں بلکہ نور علےٰ نور [illegible]

یہی وہ [illegible] کر سکتا۔ وہ خیال کرتا ہے [illegible] جو کہ شروع میں بہت ہی [illegible] ہیں۔ ربانی نور [illegible] اسکی درخشانی [illegible] نکلتا ہے۔ طاق [illegible] کرتا ہے۔ پھر یہ طاق [illegible] نہیں دیتا۔ اور پھر وہ چراغ [illegible] وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے۔ وہ قندیل [illegible] گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے جس کا نور علےٰ نور ہے [illegible] چراغ [illegible] سایہ کا فور ہو جاتا ہے۔ اور [illegible] ہے

جہاں تک کبھی بھی رنج غم و اندوہ یا خوف و حزن اس کے پاس تک نہیں پھٹک سکتے +

یھدی اللہ النور من یشا (ترجمہ) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے +

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کا خلاصہ مذہب خود فخری ہے۔ اور ذہنی حقیق کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دیتا ہے۔ جس کو ہر فرد انفرادی طور پر سر کر سکتے ہیں +

موتوا قبل ان تموتوا (ترجمہ) مرنے سے پہلے مرجاؤ + یہ حکم ہمارے سردار عالم سرور کائنات حضرت محمد صلعم کا ہے جس اعلیٰ و جلیل القدر شخصیت کی خود احدیت آپ سماوی نور کے مرکز منبع کی طرف رہبری کی۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد جب تک عملی رنگ نہ دیا جائے۔ انکی کوئی بھی روحانی قدر و قیمت نہیں۔ ایثار اور قربانی کے چھوٹے چھوٹے افعال اور بعض اشیاء سے پرہیز کرنا جس کو اسلامی شریعت نے ہمارے ذمہ ڈالا ہے محض اسلئے ہیں کہ ان سے ہمارے ضمیر کی حفاظت ہو۔ اور ہمارا دماغ صاف و روشن ہو۔ اور روح کو اس اصلی حالت میں لائیں جس سے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل ہو۔ قابل افسوس امر ہے کہ لوگ ربانی نور کی غیر متوقع دل و مدہوش دماغ کے ساتھ جستجو کرتے ہیں۔ لوگوں کی خدمت اسکی متقاضی ہیں۔ کہ تمام اقوام و السنہ کے مومنین کے درمیان رشتہ اخوت قائم ہو۔ اور زندہ رکھنے کے لئے بھی ایک ایسا رشتہ ہے۔ جسمیں کسی پرہیزی اور بیتیمی کی ضرورت نہیں لیکن جبکہ رضا الٰہی کا فعل تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ تو اس حالت میں عوام کی خدمت بجائے فرض کے انبساط و سرور پہنچاتی ہے ہمسایہ کی درماندگی و پریشانی میں امداد کرنا ایک فرض ہے۔ انسانوں کو اسکی ضرورت ہے۔ کہ ہر وقت ان کو اس فرض کی یاد دہانی کرائی جائے لیکن اسی صورت میں یاد دہانی کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ جبکہ وہی غریب و نادار ہمسایہ انکا اپنا ہی محبت و عزیز سمجھا جاتا ہو۔ اور اسکی امداد کرنے سے ان کو سرور و مسرت ہوتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر وہ کچھ نہیں کرسکتے

اور یہی وہ انقلاب ہے جو اللہ تعالے تمام صادق مسلمین کے قلب میں پیدا کرتا ہے +

اس انقلاب سے یہ مراد ہے کہ نفس انسان میں کوئی خیر و خوبی نہیں۔ یہدی اللہ لنورہ من یشاء (ترجمہ) لیکن اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ اور یہی انقلاب بقول نصاریٰ کسی شخص کے منجی ہونے کا وثوق دلاتا ہے۔ اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دینا ہی تمام انسانی تکبر و غرور کو فنا کر دیتا ہے کہ روحانی تکبر و نخوت پیدا کرنی بہت دور ہے۔ اس کا مقابلہ اس قومی شہزادے کی اس راحت و آرام سے کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ دریا کی فوج مخالف سے مسدود مقابلہ کر کے اپنے رخ کو تبدیل کر لیتا ہے۔ اور پھر اسے اسی جگہ راحت میسر آتی ہے جہاں سالہا سال مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ انقلاب انسان کو ان دنیا اور نعماء سے بے پرواہ کر دیتا ہے جسے کہ لوگ رضیں سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک سزا ہی و انعام ہی مذہب کی غرض و غایت ہے جس طرح کہ مسلمان اللہ کی عبادت بہشت کی امید یا جہنم کے خوف سے کرتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص جس نے اللہ تعالے کے نور کو اس دنیا میں خواہ وہ صد لاہی دیکھا ہو بہشت کے نعماء کے لئے سعی کرتا اور عذاب جہنم کے خیال سے ہراساں ہوتا ہے ربانی نور کے علے نور ہے۔ اللہ تعالے ہمیں عزت بخشے یا ذلیل فرمائے۔ وہ ہمیں نیست و نابود کر دے یا قائم و دائم رکھے۔ ہم تمام اچھی طرح مطمئن ہیں۔ جو کچھ بھی وہ ہمارے ساتھ کرتا ہے وہ ہماری ہی فلاح و بہبودی کے لئے ہے۔ اس کے ارادے ہماری عقل و فہم سے بالاتر ہیں اس کے مقابل ہم ذرہ بے مقدار ہیں۔ یہ اسکی مرضی ہے کہ ہمیں قبول فرمائے یا راندہ کرے۔ جو کچھ بھی اس نے ہمارے لئے مقرر کیا۔ ہمیں برضا و رغبت اسے قبول کرنا چاہئے۔ اور یہی رضا بالقضا ہی ہمیں تمام خوف و ہراس سے مخلصی دلاتی ہے لیکن کیا ہم جیسا کہ بعض نصاریٰ کا بیان ہے نجات یافتہ ہو گئے نہیں بلکہ اب اس باثمر و بارونق زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس سے ہمیں نجات ملنی ہے +

اس دن ایک رتی بھر بھی کسی جان یا نفس سے بے انصافی نہ کی جاویگی۔ اور تم کو سوائے اسکے جو تم نے اپنے ہاتھوں سے کمایا ہے یا کیا ہے اسکا اجر یا سزا یقینی ملیگی +

جب ہمیں معلوم ہو کہ ہم نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ رائیگان صرف کیا۔ اور کوئی بھی نیکی

نہیں کی ہے جس کو کہ میں احکم الحاکمین کے سامنے پیش کر سکوں لیکن پھر بھی اس ذات باری کے حضور حاضر ہونے سے مجھے کوئی بھی خوف و حزن نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنی مرضی کو اسکی مرضی کے ماتحت کر دیا ہوا ہے۔ اور اپنی تدبیر و ارادہ و ادراک کو اس کے ماتحت کیا ہوا ہے۔ مجھے احکم الحاکمین کے فیصلہ کا منتظر رہنا چاہیئے۔ اور اسی کے فضل و کرم سے ہو ہی بہشت میں داخل ہو سکتا ہوں جس کو کہ میں زندگی بعد موت میں پارسا ہونے کی حالت کو سمجھ سکوں۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ج لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ط لہ ما فی السموات وما فی الارض ط من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ ط یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ج ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء ج وسع کرسیہ السموات والارض ج ولا یؤدہ حفظھما ج وھو العلی العظیم +

"اللہ" اور یہی "اللہ" جس کا ذکر مندرجہ بالا آیات کریمہ آیۃ الکرسی میں ہے مومنین کا حامی و مددگار ہے +

اعتقاد، مذہب، تعلیم اور رواج کا اثر روح کے فعل پر

از قلم جناب سید اقبال علی شاہ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

روح پر جسم کا اثر مستقل نہیں ہوتا بلکہ وہ تغیر پذیر ہے۔ اثرات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک غیر معمولی اور دوسری معمولی کاموں کے +

غیر معمولی امور میں روح کے تمام نیک اور مذہبی تعلقات شامل ہیں جیسا کہ اعتقاد دعا اور بہت سے ایسے ہی کام۔ یہ امور ایسے نہیں جو روزمرہ ظہور میں آئیں۔ کیونکہ جب روح پر ان کا اثر ہوتا ہے۔ تو وہ جسمانی حواس کے دائرہ سے باہر قدم دھرتا ہے۔ اور ایسے مقام تک پہنچتا ہے جہاں دنیاوی چیزیں نہیں پہنچ سکتیں۔ یہ بات انسان کو محسوس کرنا کہ نیکیاں اور پارسائیاں کی کوششوں سے وہ موعود مقام و درجہ ملتا ہے جس کی خوشی و آرام

سے انسان واقف نہیں۔ [illegible] کا مترادف ہے کہ ہم اپنے ظاہری حواس اور جسم کی تکلیف
ہم جانتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے مذاہب کبھی اپنے روحانی تجلی کی تشریح دنیاوی علوم
کے بحث و مباحثہ کے ذریعہ نہیں کرتے۔ بلکہ انکا اثر پاک طور پر دل پر ڈالتے ہیں
اور وہ لوگوں کو اپنی طرف کسی دنیاوی تحریص و ترغیب سے نہیں کھینچتے بلکہ روحانی اور
آسمانی ہدایت ہے۔ یہ ایک صداقت ہے جو خداداد عقل سے بھی بالاتر ہے جیسے کہ
روحانی خوبی انسانی مرضی سے ہے ۔

اس دنیا میں انسان کو عجیب طور پر دو چیزوں کے درمیان رکھا گیا ہے ایک
طرف تو اسکی طبعی خواہشات ہیں۔ اور دوسری طرف روحانی تجلی۔ اور دونوں کا اثر
اس پر مقابلہ [illegible] ہوتا ہے۔ بظاہر زیادہ تر اسکی ضروریات تو انسان کے اندر موجود ہیں اور
روح ان سے مانوس ہے۔ لیکن [illegible] روحانی [illegible] تو اسکی حالت دگرگوں ہے۔ ان کا
الفت دل میں ہوتا ہو [illegible] خبردار [illegible] دانا آدمی پر بھی [illegible] نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اور
کوئی علم یا مسائل یا تحقیق انہیں دریافت نہیں کر سکتی۔ تمام مذاہب کبیرہ اپنے
اصلی معنوں میں [illegible] اور سبھی مکمل سائنس ہیں۔ انکے اصول تمام دنیاوی
عقلی استدلال کی پہنچ کے [illegible] ہوتے جو [illegible] جب تک کہ خدا کی عنایت و مہربانی
سے عقل انسانی کو عروج نہ ملے۔ اسلئے عقل ہمیں بطور ایک آلے کے دی گئی ہے تاکہ ہم ان
کے [illegible] ہم فائدہ اٹھائیں۔ اور اس پوشیدہ علم میں ہم کمال حاصل کریں
[illegible] کے لئے اس قسم کے انبساط اور راحت کا
[illegible] روحانی [illegible] کے ساتھ اٹھتی ہے [illegible] کا ادراک عام توجہ ہی میں
[illegible] تعلیم رسم [illegible] ہیں جن کا اثر روح پر ہوتا ہے۔ بعض
[illegible] طبعی میلانات [illegible] رسم و رواج کا مقابلہ کرتا ہے۔ یہ مسئلہ گو ایک خیال سے درست
ہے لیکن عوام الناس [illegible] کی غلطی کو ظاہر کرتا ہے [illegible] بعض کو یہ مغالطہ لگتا ہے
کہ [illegible] حاصل کرنے کے قابل ہی نہیں۔ اور نہ وہ اپنے ضمیر
یا [illegible] اور بھی [illegible] باتیں ہیں جیسے تعلیم اور مہذب سوسائٹی

بتلا سکتی ہیں۔ باوجود موجودہ سائنس کے اصولوں کے انسان کہہ سکتا ہے کہ رُوحانی علوم اور خدا کے ساتھ رُوحانی تعلقات کے متعلق تمام تشریحات ہیچ ہیں جس طرح ایک بنجر زمین ہل جوتنے سے پیداوار دیتی ہے۔ اسی طرح انسان کا دل بھی تعلیم اور نیک مجلس سے پاکیزگی کے ساتھ چمک سکتا ہے ✦

مجالس بھی دو قسم کی ہوتی ہیں نیک و بد۔ اور انہیں سے نکوکار اور بدکار میں فرق ہو جاتا ہے۔ بیمقولہ کہ سچ ہمیشہ غالب آتا ہے۔ نہایت مناسب و درست ہے اور ہم کہ سکتے ہیں کہ انسان آخر کار نیکی کے سامنے مغلوب ہو جاتا ہے۔ انسان کو نافرمانی کے گڑھے سے نکالنے کے لئے کیسے مفید واسطہ کی ضرورت ہے۔ اس طرح خواہ کیسا ہی گمراہ انسان ہو وہ اس قسم کے رُوحانی مدارج حاصل کر سکتا جو اُسے متمیز کر دیں۔ یہ درست ہے کہ طبعاً پارسا لوگ بھی اگر اتفاق سے کسی ناموزوں مجلس میں ہوں تو ان کے دل پر بھی دوسرے اشخاص کی طرح زنگ آ جاتا ہے لیکن اس کا اثر فوراً حالت کے تغیر ہونے سے دور ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی روش کو خود بُرا محسوس کر کے چھوڑ دیگا ✦

اتفاقات بھی انسان کے میلان طبع میں تغیر پیدا کر دیتے ہیں۔ ہم نے اکثر ایسے واقعات دیکھے ہیں جن کے اچانک ظہور میں آنے سے صورت حالات بدل گئی ہے۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ ایک دستہ فوج نے جبکہ اس کے لئے کوئی راہ فرار نہ تھی۔ اور کسی قسم کی کمک بھی اس تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ نہایت بیباکی اور دلیری سے حملہ کیا۔ اور اپنے سے چارگنا زیادہ فوج پر فتح حاصل کی۔ اور یہ بھی اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ دھمکی اور اٹل خطرہ نے انسانوں کی حالت کو بدل دیا ہے۔ اور اسکی اپنی خواہشات کے خلاف ان میں صاف اور دیانتدارانہ روش پیدا ہو گئی ہے۔ یہ آخر الذکر امر عادات کے اثر کے ماتحت آتا ہے لیکن تاہم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رُوح پر اسکی قدرت اور طاقت ہے ✦

رواداری

ازقلم جناب ایم۔ ڈبلیو پکتھال صاحب

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○

ترجمہ۔ اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا مذہب کچھ نہیں۔ حالانکہ وہ (دونوں فریق) کتاب (الٰہی) کے پڑھنے والے ہیں۔ اسی طرح انہیں کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) بھی کیا کرتے ہیں جو (خدا کے حکم احکام کچھ بھی) نہیں جانتے تو جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں قیامت کے دن اللہ ان میں ان کا فیصلہ کردیگا۔

میں ایسے مضمون پر بحث کرنے لگا ہوں جو میرے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ یعنے مذہبی رواداری کبھی وہ وقت تھا کہ رواداری پر تقریر کرنے والے کو یا تو دار پر کھینچا جاتا یا اُسے زندہ جلایا جاتا اور یا اُسے سنگسار کیا جاتا تھا اور یا کم از کم حضرت محمد صلعم کی طرح اُسے اپنی جان کے لئے سخت کوشش کرنا پڑتی تھی لیکن اب ہر ایک شخص علانیہ کہہ سکتا ہے کہ اسکی ضرورت ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں کس قدر ترقی ہوئی ہے خواہ گذشتہ واقعات سے کیا ہی نتیجہ نکالیں۔ اس سے ہم اہل اسلام کو جو کتاب پاک اور پیغمبر کی تعلیم کا مطالعہ کرتے ہیں ایک موقعہ ملتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں اور اس تعلیم میں لکھا رہتا ہے۔ اور مذہبی رواداری کا اصول ہے عیسائیوں کے نزدیک یہ ایک دنیاوی امر ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ مذہب کا ایک جزو ہے۔ اور خدائی قانون کا حصہ ہے جو قرآن کے ذریعہ ہم پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں تو ہمیں مشکل سے زمین پر کوئی اس قسم کا اصول نظر آئیگا۔ اور نہ ان لوگوں میں جو مذہبی جوش و پیشانہ رکھتے تھے اس قسم کا خیال ہی موجود ہے ہر ایک مذہب کا

یہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بشرط موقع غلام بنانے یا نیست و نابود کرنے کو اپنا حق خیال کرتا ہے۔ لوگوں نے ان اشخاص کو جو انکے ہم اعتقاد نہ تھے نہایت بیدردی اور بیرحمی سے قتل کیا ہے یہ خیال کر کہ وہ اس طرح اپنے دیوتاؤں کو خوش کر لیں گے۔ اور دنیا کو شریروں کی ہستی سے جو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے دنیا پاک کر دیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی نسبت انہیں صحیح علم اور خیال نہیں۔ خدا کی وحدانیت کا مسئلہ جو عبرانی زبان میں محفوظ تھا اب ایسے قومی دیوتا کی شکل میں تنزل کر گیا ہے۔ جو سلون مزاج منتقم اور پارٹی باز ہے۔ اور جس کا علم حاصل ہونے سے دیگر تمام قوموں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے*

میرے خیال میں مذہبی جوش و تعصب ایک بہت بڑی بدی و شرارت ہے جو کسی انسان میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی کی بدولت یقیناً نہایت ہی بیرحمانہ جرائم سرزد ہوئے ہیں۔ خدا نے بڑے بڑے بزرگ انبیا وقتاً فوقتاً اس غرض کے لئے بھیجے ہیں۔ کہ لوگ اس صداقت کو نہ بھول جائیں کہ خدا ایک ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ اور یکساں سب کا پرورش کنندہ ہے۔ اور جو اتنا اعلےٰ وارفع ہے کہ اس کا خیال و کام انسانوں کے خیال و کام کی طرح نہیں۔ تمام انبیاء نے اس صداقت کا اعلان خدا کی طرف سے کیا لیکن اناجیل میں جو وہ اپنے بعد چھوڑ گئے مذہبی رواداری کے متعلق کوئی صریح حکم نہیں البتہ اس قسم کا حکم قرآن شریف میں ملتا ہے مذہبی رواداری اسلام کی روح ہے۔ قرآن اس کا حکم دیتا ہے۔ اور حضرت محمدؐ نے بحیثیت رسول اور حاکم کے دکھلا دیا کہ کس طرح جنگ اور امن کی حالت میں ان سے عمل میں لانا چاہئے۔ آپ نے ہی صریح اور صاف الفاظ میں بتلایا کہ خدا ہر ایک ملت اور قوم کی نیکی کا معاوضہ دیتا ہے۔ اور یہ معاوضہ جیسا کہ عیسائی اور یہودیوں کا خیال ہے صرف اعتقاد کے مطابق نہیں ملتا بلکہ ان کے اعمال اور انکی کوششوں کے مطابق جو وہ خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے کرتے ہیں۔ ہم مسلمانوں نے ہی (خدا ہماری خطا معاف کرے) تاریخی دنیا میں اکثر رواداری کے اصول سے انحراف کیا ہے باوجودیکہ رحم اور رواداری کے متبرک احکام ہر وقت ہمارے سامنے تھے لیکن کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ اس سے یہ نتیجہ نکالے کہ اس معاملہ میں ہم حضرت محمد صلعم کے قدم بقدم چلتے ہیں یا اپنے اعتقادات کے مطابق کرتے ہیں۔ یہ ہرگز

ہرگز نہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم اپنے آقا صلعم کے نمونہ کو رد کرتے ہیں۔ اور اپنے اعتقادات کے بالکل عکس چلتے ہیں +

اسمیں کوئی کلام نہیں کہ رسولکریم صلعم نے لڑائیں کیں اور بزور شمشیر اپنے دشمنوں پر غالب آئے انسانی تاریخ میں یہ ایک عجیب بات نظر آتی ہے کہ مخلوق پرست زیادہ عنایات کر نیوالوں نے اپنے عقائد کیلئے یا توجنگ کی اور یا جان دیدی۔ کیونکہ کثیر التعداد لوگوں نے اس نعمت کو بڑے غصہ سے رد کر دیا۔ جو نیک لوگ ان کے لئے لائے تھے تاریخ میں یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے۔ کہ مذہبی رواداری سکھلانے والے انبیا اور انکے پیروؤں کو اکثر اپنے بچاؤ کے لئے مجبور کرنا پڑا +

قرآن کریم کا اسبارے میں حسب ذیل حکم ہے:۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقرہ رکوع ۸) **ترجمہ**۔ بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں کو جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے۔ اور اچھے کام کرتے رہے تو ان کو (ان کے لئے) اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے +

وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ان اللہ واسع علیم۔ **ترجمہ**۔ اور اللہ ہی کا ہے پورب اور پچھم تو جہاں کہیں (قبلے کی طرف) منہ کر لو ادھر ہی اللہ کا سامنا ہے۔ بیشک اللہ (بڑی) گنجائش والا (اور سب کچھ) جانتا ہے +

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبین ج واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب ج واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ ج والموفون بعھدھم اذا عاھدوا ج

والصّٰبرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون ترجمہ (مسلمانو) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا مُنہ مشرق (کی طرف کرلو) یا مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ (اصل) نیکی تو ان کی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لاتے۔ اور مال (عزیز) اللہ کی حُبّ پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا۔ اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں دیا۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ اور جب (کسی بات کا) اقرار کرلیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلا چلی کے وقت میں ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو (دعویٰ اسلام میں) سچے نکلے اور یہی ہیں (جن کو) پرہیزگار (کہنا چاہیئے)۔

وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصٰریٰ تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ○ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ ترجمہ۔ اور (یہود) کہتے ہیں کہ یہود (کے سوا) اور نصاریٰ (کہتے ہیں کہ نصاریٰ) کے سوا جنّت میں کوئی نہیں جانے پائیگا۔ یہ ان کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں۔ اے پیغمبر (ان لوگوں سے) کہو اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کردیا۔ وہ نیکوکار بھی ہے تو اسکے لئے اسکا اجر اس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے۔

اس قسم کے اچھے پیغام سے انکار کرنا ہمارے پیارے رسول صلعم کے نزدیک اور ہمارے نزدیک بھی ایک بیہودہ امر تھا۔ آپؐ نے اپنے سفیر روئے زمین کے تمام باشندوں کی طرف بھیجے۔ اور انکی توجہ ایک ایسے اعتقاد کی طرف مبذول فرمائی جس سے تمام دانا متفق و متحد ہو جائیں لیکن آپ کے بعض سفیر تو مار ڈالے گئے بعض کو بیعزت کیا گیا اور صرف ایک کی بات نہایت لاپرواہی سے سُنی گئی انہیں سفیروں میں سے ایک کو جب عیسائی اہلکاروں نے نہایت نامانزی اور بیرحمی سے قتل کیا تو مسلمانوں کو سلطنت

بیزنطین کے ساتھ عرصۂ دراز تک لڑنا پڑا۔ جس کی وجہ سے عیسائی ممالک میں انکے نام ہی سے خطرہ پیدا ہوتا اور انہیں مذہبی مجنون کر کے پکارا جاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذہبی جنون ان میں نہ تھا کیا اس سے زیادہ بیرحمی اور سختی کبھی کسی پر ہوئی ہے جو ابتدائے اسلام میں ان مسلمانوں پر ہوئی جو چاہتے تھے کہ تمام لوگ امن و آشتی سے رہیں لیکن انہیں ایک انبوہ کثیر کے ساتھ لڑنا پڑا جس نے بڑی سختی سے ان کے نیک ارادے کا مقابلہ کیا۔ یہ سب باتیں اس وقت ہوئیں جب کہ رسول کریم صلعم نے اپنے گھر کے دشمنوں پر غلبہ پا لیا تھا۔ اور وہ بت پرست قریش اور اس کے ساتھی بھی مغلوب ہو چکے تھے۔ جن کی کوشش تھی کہ اس نئے مذہب کو نیست و نابود کر دیا جائے کیونکہ وہ ان کے نزدیک ان کے قومی رواجات اور قدیم تعصبات کے خلاف ہونے کی وجہ سے بہت ناپاک تھا۔ پس اگر آپ میں سے کسی کے دل میں اس مضمون کے متعلق کسی اور جگہ پڑھ کر یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ حضرت محمد صلعم کو مذہبی جنون تھا یا آپ جنگ میں سختی کے ساتھ کام لیتے ہیں یا کبھی آپ نے اپنی زندگی میں سختی اور ظلم کیا ہو۔ تو اس ناپاک خیال کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ آپ نے بڑی بردباری اور صبر سے باراں سال تک ظلم اور تکالیف برداشت کیں۔ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو ہر وقت کھڑا ہی ہو ایک جتھا اپنی حفاظت کے لئے تیار کر لیتے۔ آپ نے امن کی خاطر اپنے تابعین کو مکہ سے نکل جانے کا حکم دیا اور آخر کار خود ایسی جگہ تشریف لے گئے جہاں کے لوگ ان کے زیادہ طرفدار تھے لیکن جب آپ کے دشمن ایک بڑی جرار فوج لیکر آپ کو گوشہ تنہائی میں سے ڈھونڈھ کر نکالنے اور آپ کی جماعت کا خاتمہ کرنے کے لئے آئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو لڑائی کا حکم دیا۔ یہ بات کو تو ہر ایک صحیح دماغ والا جانتا ہے۔ کہ جس چیز کے لئے انسان کو زندہ رہنا چاہئے اس کیلئے بشرط ضرورت لڑنا بھی جائز ہے۔ اس دنیا میں کوئی چیز اس قابل نہیں جس کی حمایت کیجائے بمقابلہ انسانی ترقی کی اس امید کے جو حضرت محمد صلعم نے دلائی اور اس مذہب کے جس میں اس قسم کی تعلیم ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا۔ اور جو دنیا کے لئے ایک نئی روشنی کا کام دیتی ہے +

موجودہ تہذیب جس قسم کی بردباری کا آجکل نمونہ پیش کرتی ہے اس کا سراغ بطور اس

کرسچن ریفارمیشن وغیرہ تک پہنچتا ہے۔ اور گبن صاحب نے ریفارمیشن (اصلاح) کا سُراغ بذریعہ پولوسی فرقہ کے اسلام تک چلایا ہے۔ قدیم زبانوں کا علم کبھی دوبارہ زندہ نہ ہوتا اگر اسلام عیسائیت سے زیادہ بردبار نہ ہوتا۔ اور قدیم علوم کی کتابیں حفاظت سے نہ رکھتا جنہیں عیسائیوں نے ناپاک سمجھ کر جلا دیا تھا۔ اگر رسول کریم اور ان کے ساتھی مار ڈالے جاتے۔ اور یہ ممکن بھی تھا۔ اگر وہ اپنے حملہ آوروں کا مقابلہ نہ کرتے تو روئے زمین پر مذہبی بُردباری اور برداشت کا خیال تک موجود نہ ہوتا۔ اور نہ یہ خیال ہی پیدا ہوتا جو آجکل انسانی ترقی کا ہو رہا ہے۔ کم از کم میرا یہی اعتقاد ہے +

قرآن شریف کی آیات ذیل کے بعد ہی جن کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ یعنے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ الخ ان آیات کے بعد ہے۔ قانون اندفاع یا حفاظت خود اختیاری کا تذکرہ بعینی نہیں ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حفاظت خود اختیاری ایک بُرا کام ہے تو انہیں ایسے زمانہ میں قانون کے بغیر قائم رہنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ جیسے کہ حضرت محمد صلعم تھے یا جیسا کہ آجکل بعض ممالک میں بھی ہے۔ اور جیسے کہ ایک وحشیانہ طاقت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس کے روک تھام مشکل تھے۔ آجکل حفاظت خود اختیاری کے مخالف جو اس چیز کے لئے بھی فساد کرنا نہیں چاہتے جسے وہ عزیز رکھتے ہیں۔ ان حقوق پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں جو قدیم زمانہ کے لوگوں سے لڑ کر ان اشخاص نے حاصل کئے جنہوں نے حق کی حفاظت کرنا جائز سمجھا تھے کہ ان کا فعل تہذیب کا اب جزو خیال کیا جاتا ہے۔ معاوضہ لینا ہماری ہستی کا ایک فطرتی قانون ہے۔ اور تمام فطرتی قانون۔ خدائی قانون ہیں یہ ہرگز خیال نہ کیا جائے کہ جب حضرت محمد صلعم نے اپنے پیرؤں کو قانون فطرت کے مطابق اپنی حفاظت ضعیفوں اور بچوں کے بچاؤ اور ظلم کے انسداد کے لئے لڑائی کا حکم دیا تو آپ جنگ کے وقت بے رحمی اور بیدردی سے کام لیتے تھے +

معلوم ہوتا ہے کہ بعض نے یہ خیال جما لیا ہے کہ رسول اکرم نے تمام بُت پرستوں کے خلاف بغیر کسی امتیاز کے جنگ شروع کر دی تھی۔ اور جہاں کہیں بھی کوئی بت پرست

نظر آتا اس پر رحم نہ کیا جاتا تھا۔ یہ ایک حقیقت سے دور بات ہے۔ آپ تو کبھی کسی بُت پرست کو کافر بھی نہیں کہتے تھے۔ جب تک کہ حق اس کے کان تک نہ پہنچ جائے۔ اور وہ اس سے انکار نہ کرے۔ اس وقت اس قسم کے انکار کے معنے اسلام پر سختی کرنا اور اس کے خلاف تلوار اُٹھانا تھا۔ آپ نے کبھی کسی بُت پرست عرب پر حملہ نہیں کیا جب تک کہ اس نے خود پہل نہ کی ہو۔ یا آپ کو دھوکہ نہ دیا ہو۔ آپ نے ان میں سے بعض فرقوں کے ساتھ اتحاد پیدا کر لیا تھا۔ بعد میں یہ اتحادی فرقے آہستہ آہستہ مسلمان ہو گئے۔ کیونکہ بنی اشجاص کو رسول کریم سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے پر اعتراض نہ تھا۔ وہ ایسے مسائل کو قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکتے تھے جن سے افضل مسائل ملک عرب میں نظر نہ آتے تھے۔ اور جن کی خوبی کی تائید ابتدائی مسلمانوں کی پاکیزگی اور راستبازی سے ہوتی تھی +

قرآن شریف میں بُت پرستوں کو اول اول بیوقوف کر کے پکارا گیا ہے کیونکہ وہ ٹیڑھی راہ پر چلتے تھے۔ مگر انہیں خدا کے رحم سے محروم نہیں سمجھا گیا۔ لیکن جب ان تک حق کی آواز پہنچ گئی اور انہوں نے اس کا مقابلہ یا تو تلوار سے اور یا منصوبوں سے کیا تو انہیں شریر کا خطاب دیا گیا۔ حضرت ابراہیم کی دعا ربِّ اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب۔ رسول کریم اور اُن کے پیرو اکثر پڑھا کرتے تھے حضرت ابراہیم کے والدین بُت پرست تھے۔ اور اسی طرح حضرت محمد صلعم۔ حضرت علیؓ۔ حضرت ابوبکرؓ اور دیگر دس ہزار مسلمانوں کے والدین بُت پرست تھے۔ تاہم اُن کے لئے اسی طرح دُعا مانگی جاتی تھی جس طرح کسی مسلمان کے لئے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن انہیں بھی بخش دے۔ میں بہت سی ایسی مثالیں بتلا سکتا ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بُت پرست کو بھی خدا کی رحمت سے محروم خیال نہیں کیا گیا۔ البتہ جنھوں نے اسلام کی تعلیم سننے کے بعد اس کا بڑی زور سے مقابلہ کیا اور اسے ایذا رسانی اور بزور تلوار ملیا میٹ کرنے کی کوشش کی۔ اور کسی قسم کی بردباری نہ دکھلائی۔ ان کے ساتھ کافروں کا سا سلوک کیا گیا۔ اور وہ اس سلوک کے مستحق تھے +

عرب بُت پرستوں میں سے انہیں کفار کو جنھوں نے اسلام کو ہر طریق سے مٹانے کی کوشش

کی تھی مسلمانوں نے مغلوب کیا پھر وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے لیکن تلوار کے زور سے نہیں جیسا کہ بعض کہتے ہیں۔ جب انکی طاقت مغلوب ہوگئی۔ اور اسلام نے غلبہ پالیا۔ تو وہ اسلام لے آئے۔ اور وہ خوشامد کرکے داخل اسلام ہوئے +

کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد صلعم نے عرب کے بت پرستوں کے ساتھ کسی قسم کی نرمی نہیں کی کیونکہ فتح مکہ کے بعد آپنے حکم دیا کہ فلاں تاریخ کے بعد کوئی بت پرست حج نہیں کریگا لیکن بت پرستوں نے باوجود بت پوجنے اور نہایت ذلیل ترین توہمات رکھنے کے بھی صدیوں تک حج کیا۔ جب حضرت محمد صلعم اور آپکے ساتھیوں نے بت پرستوں سے کہا۔ کہ آؤ ہم تمہارے ساتھ اپنے عقیدہ کے مطابق حج کریں تو انہوں نے بڑی گستاخی اور حقارت سے انکار کردیا۔ انہوں نے ہر طرح کوشش کی کہ مسلمان حج نہ کرسکیں۔ لیکن جب حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے اسقدر اقتدار حاصل کیا کہ آپکی بات کو رد نہ کیا جاسکتا تھا تو آپنے کفار کو ایک موقعہ پر مجبور کیا۔ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ حج کے بارے میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کریں۔ اور انہیں پھر بڑی ذلت کے ساتھ اس عرصہ کے لئے مکہ سے باہر جانا پڑا جب تک کہ مسلمان اپنے رسوم حج کو پورا نہ کرلیں۔ تمام تاریخ میں کوئی نظارہ ایسا عجیب اور موثر نظر نہیں آتا جو اس وقت بت پرستوں نے پیش کیا۔ جبکہ وہ اردگرد کی پہاڑیوں پر سے بڑے تعجب اور حسد کے ساتھ خدائے واحد کے پرستاروں کو بت خانہ میں دیکھ رہے تھے۔ درانحالیکہ وہ ان بتوں کی جو کفار کے نزدیک اس گھر کی زینت تھے کچھ پرواہ نہ کرتے تھے لیکن چند ماہ کے بعد وہ سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ انہوں نے جنگ کُشت وخون تکالیف اور دغابازی سے اسلام کو تباہ کرنیکی کوشش کی تھی۔ مگر جب حضرت محمد صلعم نے مکہ فتح کیا۔ تو آپنے ان سب کو معاف کردیا۔ دنیا میں اس قسم کے رحم کی نظیر نہیں ملتی۔ آپنے تمام بتوں کو جن سے خانہ خدا پلید ہوا تھا توڑ دیا یہ فرما کر کہ جاء الحق وذھق الباطل یعنے صداقت آگئی ہے اور جھوٹ بھاگ گیا ہے۔ اور سب کے لئے معافی کا اعلان کردیا۔ اور پھر فتح کی خوشی میں محتاجوں کو امداد دی اور گرفتہ غلاموں کو آزاد کردیا۔ اہل مکہ ایک ایک کرکے اسلام میں داخل ہوگئے لیکن بعض اسمیں شک نہیں اپنی پہلی حالت کے اشتغال یعنے شراب خوری قماربازی۔ حرامکاری اور ناجائز

مفاد کے دلدادہ ہے ۔

بُت پرستوں کو ہر سال گروہ در گروہ مکہ میں آنے کی اجازت دینا گویا بدی کی امداد کرنا اور ملک میں تاریکی کو دوبارہ پھیلانا تھا۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ترجمہ۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کُرسی حکومت پر سے) نہ ہٹاتا ہے۔ تو ملک کا انتظام درہم برہم ہو جائے ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر حضرت محمد صلعم اپنی رواداری میں کمزوری ظاہر کرتے تو اس ملک میں جسے آپ نے بچالیا پھر خرابی پیدا ہو جاتی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت صدق دل سے کرنا بُتوں کا علم رکھنے سے بہتر ہے۔ اور پاکیزگی بے لگام عیاشی سے اچھی ہے۔ اور فرمایا کہ بدی نیکی کے مقابلہ پر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اور جہاں کہیں بُرائی نظر آئے اُسے بڑی سختی کے ساتھ دبا دینا چاہئے۔ رسُول کریم نے کبھی کسی شخص کو دُکھ نہیں دیا بلکہ سلطنت حکومت میں بھی کبھی بے انصافی کا سلوک کسی سے نہیں کیا۔ اور مذہبی بردباری کا اصُول باندھ دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ایک سال کے بعد کسی بُت پرست کو حدود مکہ کے اندر آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ چنانچہ چند ہی سال کے عرصہ میں تمام عرب بُت پرستوں سے خالی نظر آنے لگا یہ حالت تو اُن بُت پرستوں کی ہوئی جنہوں نے بڑے زور سے اسلام کا مقابلہ کیا۔ مگر یہودی عیسائی اور تمام دیگر ایسے اشخاص جو خدائے واحد کی عبادت کرنے اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس قسم کے مسلمان ہیں جو گمراہ ہو گئے ہیں۔ اور ان کے کاہنوں اور راہبوں نے راستی کو اپنے بیہودہ خیالات سے دُھندلا کر دیا ہے ان میں سے نیک کام کرنے والے اور دکھ نہ دینے والے مسلمانوں کی طرح خیال کئے جاتے ہیں۔ رسولکریم صلعم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اعلےٰ درجہ کی بُردباری سے سلوک کیا۔ اور اسلامی ممالک میں تو یہ مذاہب ہمیشہ رہے ہیں۔ جن یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ پر حملہ کیا یا آپ سے دھوکہ کیا اُن کا آپ نے مقابلہ کیا یا اُن کو حسب ضرورت سزا دی۔ لیکن اس سے ان مذاہب کے ساتھ بُردباری سے سلوک کرنے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی

اور جب عیسائی طاقتوں نے آپ کو دنیا میں بھلائی و بدی کے خلاف جنگ کرنے میں امداد دینے سے انکار کر دیا تو بھی آپ نے اپنا طرز عمل نہ بدلا۔ آپ کو ان طاقتوں سے امید تھی کہ وہ تعصبات اور توہمات کے نیست و نابود کرنے میں مدد دیں گے۔ اور چاہتے تھے کہ ان سے باہمی سمجھوتا ہو جائے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے آپ کو (نعوذ باللہ) کافر خیال کیا۔ اور آپ کے قاصد کو مار ڈالا اور آپ کو تباہ کر دینے کی دھمکی بھی دی۔ ان کے اس قسم کے انکار سے اسلام اور عیسائیت کے درمیان ہمیشہ کی لڑائی اور باہمی عداوت آج تک قائم ہے لیکن حضرت محمد صلعم اور قرن اولے کے مسلمانوں نے باوجودیکہ ان پر ہر طرف سے حملے ہوئے اور انہیں تباہ کرنے کی دھمکی بھی دی گئی۔ مذہبی رواداری کو ہاتھ سے نہ دیا۔ عیسائیت کے خلاف جنگوں میں انہوں نے گرجوں خانقاہوں اور مذہبی لوگوں کی ہمیشہ عزت کی۔ اور مفتوح قوم کو تبدیل مذہب کے لئے مجبور نہیں کیا اور صدیوں اسلام کا دستور العمل یہی رہا ہے۔ گو کبھی کبھی مسلمان اس پر کاربند نہیں رہے لیکن یہ انسانی فطرت ہے۔ جبکہ پہلے پہل مسلمانوں پر حملے ہوئے۔ اور بعد میں مذہبی مجنونوں نے ان کو اپنے مذہب کی خاطر تنگ کیا۔ تو وہ بھی صدیوں کے بعد مذہبی مجنون بن گئے اور قرآن کی تعلیم کے خلاف دشمنوں کے مذہب پر حملہ شروع کر دیا۔ اور کبھی کبھی اپنے حملہ آوروں کی تقلید میں وحشیانہ حرکات بھی کر دیں۔ یہ گو ایک طبعی امر ہے لیکن غلطی سے مبرا نہیں +

قرآن کا حکم بدلا یا معاوضہ لینا ہے جہانتک کہ انصاف جازت دے لیکن کسی قسم کی زیادتی یا افراد جائز نہیں۔ بت پرست عربوں نے حضرت محمد صلعم کا مقابلہ کرنے میں طرح طرح کی وحشیانہ حرکات کیں لیکن رسول اکرم نے کبھی انکی اس بارے میں تقلید نہیں فرمائی جن مسلمانوں نے وقتاً فوقتاً اس وقت تک اپنے مخالفوں کی بیرحمانہ کارروائیوں کی تقلید کی ہے انہوں نے اپنے مذہب کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کو ایسے مذہب کی تلاش ہے جسمیں مذہبی رواداری اور خیالات کی آزادی ہو۔ یعنے ایسا مذہب ہو۔ جو آجکل کی روشنی کے جدید خیالات کے مطابق ہو۔ لیکن یہ لوگ اسلام سے

یہ سُن کر بھاگتے ہیں کہ مسلمان مذہبی جنون رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہی ایک مذہب ہے جو انہیں تسکین دے سکتا ہے افسوس ہے کہ انہیں یہ علم نہیں کہ مسلمان مذہبی مجنون کیوں بن گئے۔ یہ لوگ اس سوال کے دوسرے پہلو پر نظر نہیں ڈالتے۔ جاہل مسلمانوں نے اپنی مذہبی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے کبھی کبھی حدود رواداری سے تجاوز کیا ہے۔ اور اگر ان کا امتحان اس معیار سے لیا جائے جس کے باعث رسول کریمؐ اور دیگر قرن اولے کے مسلمان کامیاب ہوئے تو وہ ناکام دکھائی دینگے۔ اس قسم کے فعل سے وہ اپنے مخالفوں ہی کی طرح بُرے تھے +

کیا مسلمانوں کے لئے یہ بات قابل شرم نہیں اور خصوصاً ان کے لئے جن کو خدا نے صحت بخشی ہے کہ ان کے بھلائی اپنے مذہب سے ناواقف ہوں۔ اور کیا انہیں اس سے بھی شرم نہیں آتی کہ وہ عیسائیوں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ مذہبی نکتہ خیال سے نہیں۔ اور یہ بھی ہو بھی نہیں سکتا۔ بلکہ تعلیم میں اور مذہبی رواداری میں بھی کیونکہ انگلستان کا ملکی قانون تمام مذہب و ملت کے ساتھ یکساں انصاف کرنے کے لحاظ سے زیادہ تر اسلامی نظر آتا ہے بمقابلہ پرانی طرز کے مسلمانوں کے عمل کے۔ یہ امر تو ہمیں بیدار ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک بہت بُری بات ہے اسی میں اسلام کی فتح ہے۔ گو ہم آجکل کے مسلمان اس میں کوئی حصہ نہیں رکھتے باوجودیکہ رسول اکرم صلعم کا پیغام ہی اس کی بنیاد ہے +

میری اس تحریر سے کوئی شخص بھی میں اُمید کرتا ہوں یہ خیال نہ کریگا۔ کہ میں تمام مذاہب کو یکساں سمجھتا ہوں یا ان مذاہب میں بلا امتیاز اپنے لئے دوستوں کا انتخاب کرونگا یا میں کسی مسلمان کو اپنے مذہبی فرائض میں سے کچھ ترک کرنے اور دوسرے مذاہب والوں کے ساتھ کسی کسی طرح ملنے کو پسند کرونگا۔ یہ ہرگز نہیں۔ یہ پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ کہ ہم اپنے مذہبی فرائض میں بہت سرگرم رہیں کیونکہ ہمارا نمونہ ہی اثر کریگا ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی طریق پر آزادانہ ترقی کرنے کا ہمیں حق حاصل ہو لیکن اس لئے ضروری ہے کہ دوسروں کے اسی قسم کے حقوق کی عزت کریں۔ تمام دیگر اشخاص کے ساتھ انصاف سے برتاؤ کریں۔ اور دوسروں کی نیکی کا نہ دل سے اعتراف کریں۔ اگر ہم اس طرح ترقی کریں اور دیگر برادران کو بھی اسلامی تعلیم کے مطابق جدید طرز پر ترقی میں مدد دیں تو ہم اگر خدا کو منظور ہوا تو اپنا مدعا اس دنیا میں جہاں مذہبی رواداری پیدا ہو جائیگی حاصل کرلینگے وہ مدعا خدا نکرے کوئی اپنی بزرگی اور بڑائی حاصل کرنا نہیں اور کسی قسم کی

دُنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ

تسلسل صفحہ ۲۲۰ جلد ۵ نمبر ۳

"اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ۔ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہیگا۔"

برخلاف اس کے حضرت مسیح کے مخالفین کے بہت ذلیل خیال تھے۔ وہ دنیا کی دولت اور حکومت کے خواہشمند تھے مگر حضرت مسیح انہیں سکھلاتے تھے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہو اسے بیچ کر غربا کو دیدو (متی باب ۱۹ آیت ۲۱)۔ لیکن وہ لوگ ریاکار تھے۔ ان کا زہد حضرت دکھانے کے لیے تھا۔ انکی نظر صرف ظاہری [illegible] تک ظاہر تھی۔ انکی دینداری صرف ایک ظاہری رسوم تک ہی محدود تھی۔ وہ حضرت مسیح کی باتوں کی باطنی [illegible] کو نہ سمجھتے تھے۔ ان کا پہلا ہی کا علم ان کے نزدیک بے حقیقت تھا۔ [illegible] روحانیت کی کیفیت جو حضرت مسیح سکھاتے تھے ان لوگوں پر کچھ اثر نہ کرتی تھی۔ وہ اگر صرف [illegible] ظاہر میں غرق تھے لیکن حضرت مسیح سراپا روحانیت تھے۔ ان لوگوں کا مسیح سے اشد اختلافات تھا۔ یہی باعث ان کا [illegible] ہے۔ انہوں نے دیدہ و دانستہ خدا کے بیٹے کے معنوں میں غلط فہمی پیدا کر دی۔ انہوں نے حضرت مسیح پر الزام لگایا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کا جسمانی بیٹا کہتے ہیں۔ یہ یقیناً ایک کفر تھا۔

اگر حضرت مسیح واقعی وہی کہتے تھے جو انکی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ تو البتہ یہی لوگ راستی پر تھے کیونکہ جو اللہ تعالے کے اس عالیشان محل کو گرانے کا ارادہ رکھتا جو حضرت موسیٰ نے تیار کیا تھا۔ تو وہ ہر طرح لعنت کا مستحق ہے لیکن حضرت مسیح اپنے آپ کو خدا کا جسمانی بیٹا کہہ کر جیسا کہ ان کے زمانہ کے فریسیوں نے ان پر الزام لگایا۔ اور ان کے اس قسم کے برائے نام پیروؤں نے ان کی طرف منسوب کیا۔ الوہیت کی بے عزتی و بےحرمتی نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مسیح نے خود فرمایا ہے کہ جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات کہیگا وہ [illegible]

معاف کیجائیگی - مگر جو کوئی روح القدس کے برخلاف کوئی بات کہیگا وہ اسے معاف نہ کیجائیگی نہ اس عالم میں نہ آنیوالے میں (متی باب ۱۲ آیت ۳۲)

جناب مسیح نے اس بات کو بالکل صاف کردیا ہے کہ بیٹے کا لفظ سے مراد وہ شخص ہے جو خدا کا نہایت فرمانبردار اور مطیع ہے۔ انہوں نے یہ بھی صریح طور پر بتلا دیا کہ خدا سب کا باپ ہے اور جو اس پر زیادہ فدا ہے وہ اس کا اچھا بچہ یا بیٹا ہے جن لوگوں نے حضرت مسیح کی طرف کفر منسوب کیا ہے انہوں نے بالکل جھوٹ بکا ہے۔ انہوں نے اس قسم کا جھوٹ اسلئے بولا تھا کہ حضرت مسیح بدنام ہوجائیں لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہے۔ کیونکہ وہ لوگ جو حضرت مسیح کو جانتے تھے اور جنہوں نے دیکھا تھا کہ وہ کسقدر منکسر المزاج تھے اور کس قدر خدا کی محبت اور عزت ان کے دل میں تھی انہوں نے یہ بات یقین نہ کیا کہ حضرت مسیح کبھی بھی اپنے قول و فعل سے خدا کی عظمت و شوکت میں کو گرا سکے۔ جب ناراضیوں کو اسمیں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے حضرت مسیح کو سیاسی معاملات میں گھسیٹنا چاہا۔ انہوں نے ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے آپ کو یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہیں لیکن یہودیوں کی اپنی سلطنت تو تھی نہیں وہ رومن بادشاہ کے ماتحت تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ وہ سیاسی غدار ہیں۔

انہیں بھی ناراضیوں نے دھوکا کھایا تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح نے کبھی بھی زمینی بادشاہت کا خیال تک نہ کیا تھا۔ ان کا تمام خیال آسمانی سلطنت کی طرف تھا۔ میں حضرت مسیح کے خلاف جو الزامات لگائے گئے تھے ان کا ذکر بعد میں کرونگا۔ مگر وہ غداری کا الزام لگا کر ان کو مصلوب کرنے میں کامیاب ہوئے۔

متی نے جو حضرت مسیح کا شاگرد اور غالباً چشمدید گواہ ہے ان کی شہادت کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کو ان منصوبوں کا جو ان کے دشمن ان کے برخلاف باندھ رہے تھے کسقدر علم تھا۔ یہودیوں کی عید فسح سے دو دن پہلے انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا:-

عید کے بعد ابن آدم مصلوب ہونے کو پکڑوایا جائیگا۔ اس وقت سردار کاہن اور قوم کے بزرگ کائفا نام سردار کاہن کے دیوانخانہ میں جمع ہوگئے۔ اور صلاح کی کہ یسوع کو فریب سے پکڑ کر قتل کریں۔ مگر کہتے تھے کہ عید میں نہیں تا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوہ ہو جائے انکے

اپنے شاگردوں میں سے ایک نے جس کا نام یہوداہ اسکریوطی تھا تیس روپے لیکر حسب پیشگوئی مسیح انہیں پکڑوا دیا +

پھر لکھا ہے کہ اس وقت یسوع ان کے ساتھ گتسمنی نام ایک جگہ میں آیا۔ اور اپنے شاگردوں سے کہا۔ کہ یہیں بیٹھے رہنا جب تک کہ میں وہاں جاکر دُعا مانگوں۔ اور پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لیکر غمگین اور بیقرار ہونے لگا۔ اس وقت اس نے ان سے کہا۔ میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھیرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ پھر تھوڑا آگے بڑھا اور مُنہ کے بل گر کر یہ دُعا مانگی۔ اے میرے پیارے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تاہم جیسا کہ میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تُو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔ پھر شاگردوں کے پاس آکر اُنہیں سوتے پایا اور پطرس سے کہا۔ کیوں تم میرے لئے ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے؟ جاگو اور دُعا مانگو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو۔ رُوح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔ پھر دوبارہ اُس نے جاکر یہ دُعا مانگی۔ اے میرے باپ اگر یہ میرے پئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پُوری ہو۔ اور آکر اُنہیں پھر سوتے پایا۔ کیونکہ انکی آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں۔ اور انہیں چھوڑ کر پھر چلا گیا۔ اور وہی بات پھر کہکر تیسری بار دعا مانگی تب شاگردوں کے پاس آکر ان سے کہا۔ اب سوتے رہو اور آرام کرو۔ دیکھو وقت آپہنچا ہے اور ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالے کیا جاتا ہے۔ اُٹھو چلیں۔ دیکھو میرا پکڑوانیوالا نزدیک آپہنچا ہے ؛ (متی باب ۲۶ - آیت ۳۶ تا ۴۶) +

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جو اُن بارہ میں سے ایک تھا آیا۔ اور اس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے ہوئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آپہنچی اور اس کے پکڑوانے والے نے انہیں یہ بتا دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لُوں وہی ہے۔ اُسے پکڑ لینا۔ اور فوراً یسوع کے پاس آکر کہا۔ اے ربّی سلام۔ اور اس کے بوسے لئے۔ یسوع نے اس سے کہا۔ میاں جس کام کو آیا ہے وہ کر لے۔ اس پر اُنھوں نے پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اسے پکڑ لیا۔ اور دیکھو یسوع کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار کھینچی۔ اور سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اس کا کان اُڑا دیا۔ یسوع نے اس سے کہا اپنی

تلوار کو میان میں کر لے۔ کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائینگے۔ کیا تو نہیں
سمجھتا کہ میں اپنے باپ سے منت کر سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے
پاس ابھی موجود کر دیگا۔ مگر وہ نوشتے کہ یونہی ہونا ضرور ہے کیونکر پورے ہونگے۔ اسی گھڑی یسوع
نے بھیڑ سے کہا۔ کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لیکر مجھے ڈاکوؤں کی طرح پکڑنے نکلے ہو۔ میں ہر روز
ہیکل میں بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا۔ اور تم نے مجھے نہیں پکڑا۔ مگر یہ سب کچھ اسلئے ہوا ہے کہ نبیوں کے
نوشتے پورے ہوں۔ اس پر سارے شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے (متی باب ۲۶ آیت ۵۲ تا
۵۶) +

اور یسوع کے پکڑنے والے اسکو کائفا نام سردار کاہن کے پاس لیگئے۔ جہاں فقیہہ اور
بزرگ جمع ہو گئے تھے۔ اور پطرس فاصلہ پر اسکے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوانخانے
تک گیا۔ اور اندر جاکر پیادوں کے ساتھ نتیجہ دیکھنے کو بیٹھ گیا۔ اور سردار کاہن اور سارے
صدر عدالت والے یسوع کو مار ڈالنے کے واسطے اسکے خلاف جھوٹی گواہی ڈھونڈنے لگے۔
مگر نہ پائی۔ گو کہ بہت سے جھوٹے گواہ آئے۔ لیکن آخرکار دو گواہوں نے آکر کہا کہ۔ اس نے کہا
ہے میں خدا کے مقدس کو ڈھا سکتا اور تین دن میں اُسے بنا سکتا ہوں۔ اور سردار کاہن
نے کھڑے ہو کر اس سے کہا۔ تو جواب نہیں دیتا۔ یہ تیرے خلاف کیا گواہی دیتے ہیں۔ مگر یسوع
چپکا ہی رہا۔ سردار کاہن نے اس سے کہا۔ میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کہ اگر تو خدا کا
بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہدے۔ یسوع نے اس سے کہا۔ تو نے خود کہدیا۔ بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اسکے
بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے
اس پر سردار کاہن نے یہ کہکر اپنے کپڑے پھاڑے کہ اس نے کفر بکا ہے۔ اب ہمیں گواہوں
کی کیا حاجت رہی؟ دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا
وہ قتل کے لائق ہے۔ اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا۔ اور اس کے مکے مارے۔ اور
بعض نے طمانچے مارکے کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ کس نے تجھے مارا +
پطرس نے جیسا کہ یسوع نے پیشگوئی کی تھی اس کا انکار کیا۔ اور اس پر لعنت بھیجی۔ پھر کاہن اسے
پیلاطس گورنر کے پاس لے گیا +

یسوع حاکم کے سامنے کھڑا تھا۔ اور حاکم نے اس سے پوچھا۔ کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے یسوع نے اس سے کہا تو خود کہتا ہے۔ اور جب سردار کاہن اور بزرگ اُس پر الزام لگا رہے تھے۔ تو اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر پیلاطوس نے اس سے کہا کیا تو نہیں سُنتا کہ یہ تیرے خلاف کتنی گواہیاں دیتے ہیں۔ اس نے ایک بات کا بھی اس کو جواب نہ دیا یہانتک کہ حاکم نے بہت تعجب کیا (متی باب ۲۷ آیت ۱۱ تا ۱۴)

پیلاطوس نے ان سے کہا پھر یسوع کو جو مسیح کہلاتا ہے کیا کروں؟ سب نے کہا کہ اُسکو صلیب دیجائے۔ اس نے کہا کیوں۔ اس نے کیا بُرائی کی ہے؟ مگر وہ اور بھی چلا چلا کر بولے۔ کہ اسکو صلیب دیجائے۔ جب پیلاطوس نے دیکھا کہ کچھ بن نہیں پڑتا بلکہ اُلٹا بلوا ہوتا جاتا ہے تو پانی لے کر لوگوں کے روبرو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا۔ میں اس راستباز کے خون سے بری ہوں۔ تم جانو۔ سب لوگوں نے جواب میں کہا کہ اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر۔ اس پر اس نے براباس کو اُن کی خاطر چھوڑ دیا۔ اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالے کیا تا کہ صلیب دی جائے +

اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لیجا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی۔ اور اس کے کپڑے اُتار کر اُسے قرمزی چوغہ پہنایا۔ اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا۔ اور ایک سرکنڈا اُس کے دہنے ہاتھ میں دیا۔ اور اُسکے آگے گھٹنے ٹیک کر اُسے ٹھٹھوں میں اُڑانے لگے۔ کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔ اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغے کو اس پر سے اُتار کر پھر اسی کے کپڑے اُسے پہنائے اور صلیب دینے کو لے گئے + (متی باب ۲۷ آیت ۲۲ تا ۳۱) +

اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مقدس کے ڈھانیوالے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر آ۔ اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کے ٹھٹھے سے کہتے تھے۔ اس نے اوروں کو بچایا۔ اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔

یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے اب صلیب پر سے اُتر آئے۔ تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ اس نے خدا پر بھروسہ رکھا ہے۔ اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اسکو چھڑا لے۔ کیونکہ اس نے کہا تھا میں خدا کا بیٹا ہوں اسی طرح ڈاکو بھی جو اسکے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اس پر لعن طعن کرتے تھے۔

اور دوپہر سے لیکر تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا۔ اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا۔ ایلی ایلی لما سبقتنی ہے یعنے اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ جو وہاں کھڑے تھے ان میں سے بعض نے سنکر کہا۔ یہ ایلیا کو پکارتا ہے، اور فوراً ان میں سے ایک شخص دوڑا اور اسفنج لے کر سرکے میں ڈبویا۔ اور سرکنڈے پر رکھ کر اُسے چُسایا۔ مگر باقیوں نے کہا ٹھیر جاؤ۔ دیکھیں تو ایلیاہ اُسے بچانے آتا ہے یا نہیں یسوع پھر بڑی آواز سے چلایا اور جان دیدی۔ (متی باب ۲۷ آیت ۳۹ سے ۵۱ تک)

حضرت مسیح کی شہادت کے متعلق صحیح رائے زنی کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا جو الزامات ان پر یہودیوں نے لگائے صحیح تھے یا غلط۔ میں نے ان کا ذکر پہلے دیا ہے۔ لیکن سقراط اور حضرت امام حسینؑ کے برخلاف جو الزامات تھے اُن کا ہمیں پختہ علم ہے۔ لیکن جناب مسیح کے تاریخی حالات اسقدر غیر یقینی ہیں کہ ان الزامات کو دریافت کرنے کے لئے ہمیں اناجیل کے بہت سے ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ نہ تو حضرت مسیحؑ نے اور نہ انجیلوں کے مصنفوں نے الزامات کی کوئی تردید صاف طور پر پیش کی۔ اور ہمیں اس طرح حضرت مسیح کی حالت پر غور کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے خیال میں ان پر تین الزام تھے :۔

(۱) کہ مسیحؑ نے خدا کا جسمانی بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔

(۲) کہ اُنھوں نے یہودیوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا۔

(۳) کہ انھوں نے پیشگوئی کی کہ وہ ہیکل کو گرا کر اُسے اپنے معجزہ سے پھر تعمیر کر سکتے ہیں۔

امر اول تو صریح غلط ہے۔ جو دعویٰ جناب مسیحؑ نے کیا وہ بعینہٖ ویسا تھا جو حضرت محمد صلعم کو ماننے ہوئے موحد تھے بعد میں لیا جس طرح کہ اسلام میں کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔ اسیطرح جناب مسیح نے بھی کلمہ ان الفاظ میں سکھلایا یعنے ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں" (یوحنا باب ۱۷ آیت ۳)

اور پھر اسے انجیل میں جناب مسیح فرماتے ہیں کہ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ جو میری باتیں سنتا ہے اور خدا پر جس نے مجھے بھیجا ہے یقین رکھتا ہے وہ ہمیشہ کی زندگی پاتا ہے +

مسیح نے خدا کی وحدانیت پر زور دیا اور لوگوں سے کہا کہ خداوند کو سچے دل سے محبت کرو اور کہا کہ ہمارا آقا جو خدا ہے ایک ہے۔ اور تمہیں چاہیئے کہ تم اپنے خدا کو دل و جان اور تمام اپنی طاقت سے محبت کرو حضرت مسیح نے خدا کے ساتھ مساوات یا اسکے ساتھ شرکت کا کبھی دعوے نہیں کیا انہوں نے بار بار کہا۔ کہ خدا کے حکم اور رضا کے آگے سر جھکانا چاہیئے اور فرمایا۔ کہ نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں شامل ہوگا مگر وہ جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ (متی باب ۷ آیت ۲۱) +

خدائے واحد کی عبادت کے متعلق جو حکم مسیح کا تھا وہی ان سے پہلے حضرت موسیٰ کا اور اُن کے بعد حضرت محمد صلعم کا تھا +

توریت میں لکھا ہے کہ تم میرے ہوتے کسی خدا کی پرستش نہ کرو۔ انجیل میں آتا ہے کہ تم خداوند کی جو تمہارا خدا ہے عبادت کرو اور اُسی کی خدمت کرو۔ اور خدا کی آخری کتاب یعنے قرآن شریف کے شروع ہی میں یعنے سُورہ فاتحہ میں لکھا ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنے تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور پھر حکم ہے کہ کہو اللہ ایک ہے اور اُسی کے سب محتاج ہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اس کے مانند کوئی نہیں +

عیسائی تو وہ روز یہ دُعا کرتے ہیں۔ کہ اے خدا جو آسمانوں پر ہے آج کی روٹی ہمیں دے۔ اگر جناب مسیح کے دشمنوں کی طرح جو انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ ان کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا۔ یا انہیں خدا کا اکلوتا بیٹا کر کے پکارا جاتا تھا۔ لیکن حضرت مسیح نے کبھی اپنے آپ کو خدا کا بیٹا نہیں کہا۔

دوسرے الزام کے متعلق حضرت مسیح کا دعوی سلطنت تو کجا وہ خود کہتے ہیں کہ لومڑیوں کے لئے بل ہیں اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بسیرے ہیں۔ پر ابن آدم کیلئے جگہ نہیں جہاں اپنا سر دھرے (متی باب ۸ آیت ۲۰) +

جناب مسیح کی یہ غرض تھی کہ یہودی کاہنوں کی ریاکاری اور بدکاری کی کلی کھولی جائے۔ اور اسرائیلیوں کو ناپاک زندگی سے نکالکر انہیں خدائی سلطنت کے قابل بنایا جائے۔ اگر انہیں روحانی معنوں میں بادشاہ تسلیم کیا گیا تو وہ بیشک ان کو خدائی سلطنت تک لیجائیں گے +

تیسرے الزام کی تردید حضرت مسیح کے ان الفاظ سے ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا (یوحنا باب ۵ آیت ۵-۱۹-۳۰-اور باب ۸ آیت ۲۸) +

یہ امر قابل افسوس ہے کہ مغربی دُنیا نے حضرت مسیح کی نسبت ان کے زمانہ کے یہودی کاہنوں کی طرح (گو بالکل مختلف طریق پر) ایک غلط خیال قائم کیا ہے +

مسلمانوں اور دیگر مشرقی لوگوں کیلئے جناب مسیح کی تعلیم بالکل صاف ہے بدھ نے بھی ان سے پہلے یہی تعلیم دی بدھ نے اپنا راج پاٹ اپنی بیوی اور رشتہ داروں کو خیرباد کہا۔ اور اپنے باطن کی صفائی اور روحانی عروج میں مشغول ہو گیا حضرت مسیح اور بدھ میں بہت کچھ مشابہت تھی لیکن عملی طور پر بدھ نے اپنی ذات کے لئے بہت کچھ کیا ہے حضرت مسیح نے خدا کی محبت اکتسابی طور پر حاصل نہیں کی بلکہ انکی گھٹی میں تھی اور انہوں نے خدا کی محبت میں اپنی ذات کو بھلا دیا تھا مشرق میں آپ جیسے سینکڑوں پیدا ہوئے ہیں لیکن جناب (مسیح) ان سب سے افضل تھے اس زمانہ میں بھی ہم نے مشرق میں . . . . . بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو کہ حضرت مسیح کیطرح اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ یعنے خدا کی محبت میں محو اپنی ذات کیطرف سے لاپرواہ اور بیخبر اور دنیا سے بالکل قطع تعلق کئے ہوئے تھے۔ اعلےٰ درجہ کے پارسایانہ اخلاق رکھتے اور امیر و غریب مرد و زن گنہگار اور پارسا سب پر مہربان تھے وہ لوگ نیک اخلاق کی اصلاح میں مصروف رہتے تاکہ خلقت کو فائدہ پہنچے اپنی پاک روحانی زندگی کی مثال سے مادہ پرستی کے خلاف جنگ کرتے اور اسطرح لوگوں کو سکھاتے کہ خوشی اور عروج دنیاوی ترقی اور ایجادات سے حاصل نہیں ہوتے اور تہذیب دنیا دنیوی لذات اور نعمتوں کے حاصل کرنے پر منحصر نہیں اور عوام کو بتلاتے کہ انسان اگر بالکل خدا کی محبت میں محو ہو جائے تو وہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت مسیح کیطرح کرامات دکھلائی ہیں کسی دکھلاوے یا نمائش کی وجہ سے نہیں بلکہ نادانستہ طور پر محض اتفاقیہ تھے۔ حضرت مسیح نے جیسے روحانی قرب انہیں کر کبھی انکی اس قسم کی طاقت کا ظہور کسی کے ساتھ رحم اور ہمدردی کی وجہ سے ہوتا تھا انہوں نے اپنی روحانی طاقت کو اسی طرح بڑھایا ہوا تھا جسطرح لوگ اپنی قوت حافظہ اپنی فصاحت اور قوت متخیلہ کو بڑھاتے ہیں۔ روحانی صفائی اور ترقی سے انہوں نے خدا کا قرب حاصل کیا تھا اور جو کچھ بھی انہوں نے کیا وہ خدا ہی کا کام تھا انکا یہ قول ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ نیک بخت شد

میں نے اسلام کیوں قبول کیا

(ایک انگریز نژاد امینہ نومسلمہ کی قلم سے)

میں نے انگلستان کے کلیسا کے مذہب کی آغوش میں پرورش پائی۔ اور مجھے مشکل سے کوئی ایسا وقت یاد ہے۔ جبکہ اتوار مجھ پر گراں نہ گذری ہو۔ مجھے رسمی "ولائتی اتوار" کو جو اس ملک میں مُروّج ہو چکی ہے منانے کے لئے مدعو کیا جاتا تھا۔ و نیز یہ ایک ایسا دن ہے جبکہ بعض بعض افعال و اشغال سے محترز رہنے کے لئے بار بار تاکید کی جاتی ہے۔ اتوار کے روز شرارت کرنے کے لئے سخت سرزنش ہوتی ہے اور ہفتہ کے باقی ایام کی نسبت اتوار کو شرارت کرنی بہت ہی وبال کا موجب خیال کیجاتی ہے۔ اتوار کو صبح اُٹھتے ہی اس دن کا پہلا کام گرجا کی تیاری ہوتی ہے لیکن جب میں نے عیسوی مسائل کے بعض پہلوؤں پر اعتراض کرنے اور انکی صحت پر سوال کرنے شروع کئے۔ تو بجائے اسکے کہ کوئی شخص میرے استفسارات کے معقول جواب دیکر میری تسلی کرتا مجھے جواب میں کہا گیا۔ کہ مذہب میں تحقیق کرنی سراسر غلطی ہے۔ اور مجھے یہ بھی بتلایا گیا۔ کہ انجیل کو خداوند تعالےٰ نے لکھا ہے لیکن جب میں نے دریافت کیا۔ کہ اگر انجیل کو واقعی خداوند تعالےٰ نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ تو اس کا اصل مسوّدہ کہاں ہے۔ اور کیا کسی نے خداوند خدا کو خود انجیل لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس قسم کے استفسارات و اعتراضات نے میرے قلب سلیم میں بہت سے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے۔ اس صورت میں ایسے مذہب کی کہ جس کے اساسی اعتقادات ہی بالکل غیر منطقیانہ مجہول و ناممکن العمل ہوں اتباع کرنا نہ صرف حماقت ہی تھی۔ بلکہ میرے لئے نہایت ہی ناخوشگوار کریہہ و ناپسند تھا۔ میں نہ صرف اپنے معبود حقیقی کی محبت کی ہی متمنی تھی۔ بلکہ اس ذات اقدس سے مجھے از حد دلچسپی و دلبستگی تھی۔ اور موجود علم ذات باری کا

رکھنے کے باوجود میں اور زیادہ اس کی معرفت حاصل کرنے کی مشتاق و متمنی تھی۔ اس عقیدہ کو میں کبھی بھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ ایک زبردست و رحیم خدا اپنے اکلوتے بیٹے پر رسوائی بےغیرتی و شرمندگی کی موت وارد کر سکے اسے دنیا کی نجات کا موجب ٹھیرائے کیونکہ خود صلیب کا واقعہ ہی ثابت کرتا ہے کہ اس قسم کا خدا جس سے ایسے لایعنی افعال سرزد ہوں۔ ایک طاقتور و رحیم خدا کبھی نہیں کہلا سکتا۔ ایک زبردست خدا کو کسی انسانی یا ربانی امداد کی ضرورت نہیں۔ ایک رحیم خدا اپنی مرضی سے ایک بالکل بےگناہ انسان کو دوسرے مجرم لوگوں کے گناہوں کی سزا بھگتنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔ اور ایک بےگناہ انسان کی موت مخلوق خدا کو فسق و فجور عصیان و غلط کاریوں سے کبھی بچا نہیں سکتی۔ اس مسئلہ پر لوگوں سے بحث کرنے سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ نصف کے قریب جو عیسائیت کا دم بھرتے ہیں۔ اس لایعنی مسئلہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ جس پر کہ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہاں اس پر قائم ضرور ہیں۔ کیونکہ اپنے اعتقاد کو نہ بدلنا یا اپنے متعلق خیال کرنے کی زحمت نہ برداشت کرنا نہایت ہی آسان امر ہے۔ اتوار کی دوپہر بھجن اور سوال و جواب کو مجبوراً زبانی یاد کرنے میں گذرتی۔ اس کے برعکس اگر مجھے خالق اکبر کی حقیقت صداقت و معرفت کے متعلق کچھ بتلایا جاتا۔ تو وہ میرے لئے بدرجہا مفید ہوتا بجائے اس کے کہ میں طوطے کی طرح ایک ایسے عقیدہ کے قواعد کو رٹتی رہی کہ جس پر میرا دلی ایمان نہ تھا۔ مجھے "مسیح کے خون و جسم" کے کلمات سے نفرت تھی۔ اگرچہ پراٹسٹنٹ فرقہ کے نزدیک یہ فقرات تمثیل و قیاسی رنگ رکھتے ہیں۔ جس کو کہ فرقہ کیتھولک "مسیح کا اصل جسم و خون" قرار دیتے ہیں۔ عشائے ربانی کا مسئلہ میرے لئے اور بھی تکلیف دہ تھا۔ اور میں نے مخفی طور پر مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ میں ہرگز اس پر ایمان نہ رکھوں گی۔ اتوار کی شب خدا خدا کر کے ہم نے بھجن گانے سے ختم کی لیکن میں نے وہاں جانے اور داخل ہونے اور بھجن گانے سے انکار کر دیا۔ جس کیلئے میں نہایت ہی نافرمانبردار ٹھیری۔ اور مجھے حکم ہوا۔ کہ اگر میں ان رسمیات میں

دوسروں کی طرح شامل نہ ہوں تو مجھے سو جانا چاہیئے۔ بہر حال اتوار کا دن میرے لئے ایک طویل اور اُکتا دینے والا ہوتا تھا۔ اور یہ دن اپنی اُکتا دینے والی مصروفیتوں کی وجہ سے مجھ پر ہفتہ کے باقی ایام کی نسبت بہت ہی گراں گذرتا۔ انجیل سے مجھے ہمیشہ دل سے نفرت تھی۔ کیونکہ اس سے مجھے نہ تو کبھی راحت و تسکین ہوئی اور نہ ہی کبھی قلیل تک امداد اس سے مجھے ملی۔ جب میں سن بلوغت کو پہنچی۔ تو میں نے اُسے ایک ایسا تضاد و عجیب و غریب کہانیوں اور ناممکنات کا مجموعہ پایا۔ کہ جس سے کوئی طمانیت و تسکین پہنچے کی بجائے افسوس و تنفّر پیدا ہو۔ مثال کے طور پر پادر صاحبان جو اس کے مُفسر اور مناد خیال کیئے جاتے ہیں۔ جب میں نے ان سے اس کے مُتعلق سوالات کیئے تو وہ میری تسلی کرنے سے بالکُل عاجز رہے۔ اسی صُورت میں وہ کتاب جو قصّہ جات اور قیاسات تک ہی محدُود ہو۔ اور جس کی کوئی بھی تفسیر سمجھا نہ سکے۔ اس سے خلق خُدا کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ انجیل کئی درجن مختلف مُصنّفین کے مجمُوعہ کا نتیجہ ہے۔ علم طبعیات و علم الارض ثابت کرتے ہیں کہ ابتدا جیسا کہ باب پیدائش میں مرکُوز ہے بالکُل ناممکنات میں سے ہے۔ ہمارے پاس نیز اس کے بھی ثبوت ہیں کہ بادشاہ داؤد نے کبھی بھی گیت نہیں لکھے۔ اور اسی طرح انجیل کے دوسرے بہت سے حصص جو کہ مختلف احباب کی طرف منسُوب کیئے جاتے ہیں۔ انہوں نے ان کو کبھی نہیں لکھا۔ جس صورت میں کہ انجیل بہت سے لوگوں کی اختراع کا کام ہے۔ تو اس پر کون ایمان لائیگا لیکن اس کے برعکس اسلام کی مطہر کتاب قرآن کریم ہم تک صرف ایک ہی انسان حضرت نبی کریم صلعم کے ذریعہ پہنچی ہے۔ قرآن کریم میں کبھی بھی انجیل کی طرح تحریف تغیر ملاوٹ یا موڑ توڑ نہیں کی گئی۔ اور یہ اپنے اصلی مُسودہ کی طرح بجنسہٖ ویسی ہی اصلی و سچی ہے۔ قرآن کریم اور اسلام مجھے اپیل کرتے ہیں۔ اور یہ بعض وجوہات ہیں جس کے لئے میں مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اور جو مذہب کہ طمانیت بخش۔ اُبھارنے والا اور سہارا دینے والا ہے۔ اور کیوں میں نے اس مذہب کو ترک کر دیا ہے۔ جس کی پہلی ہی تعلیم حاصل کرنے سے

نے مجھے کوئی رُوحانی فائدہ نہیں پہنچایا نہ مجھے کسی قسم کا حوصلہ ملا ۔ اور نہ ہی مجھے قلبی عروج طمانیت حاصل ہوا +

اسلام اور عیسائیت میں قولِ فیصل

ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنے آرام کے اوقات میں اس مذہب کی شریعت پر غور و تدبر کرتے ہیں جس کے وہ پیرو ہیں ۔ ہمارے اعتقادات کا تجزیہ مطالعہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان فیصلہ کر دیگا ۔ اُلوہیت مسیح اور اس کا کفارہ ہی کلیسائی الٰہیات کے اساسی اصُول نہیں ہیں ۔ یہ مسائل تو محض اُس منطقی ضرورت کو پُورا کرتے ہیں جس کی تہ میں ابدی گناہ کا مسئلہ ہے ۔ انسان کا قوانین الٰہیہ کی پیروی نہ کرسکنا ہی کلیسائی مذہب کا اساسی پتھر ہے ۔ یعنی یہ کہ انسان گنہگار ہوا اور اس پر سزا وارد ہُوئی جس کے لئے کفارہ کی ضرورت لاحق ہُوئی ۔ کیونکہ ایک گنہگار انسان دُوسرے کے گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا ۔ اسلئے خود خداوند خدا کو کفارہ ہونا پڑا ۔ اسلام اسکا قائل ہے کہ انسان قانون کی پیروی کر سکتا ہے ۔ اور اس کے لئے ایک قانون و ضابطہ موجود ہے ۔ لیکن عیسوی کلیسیا کا مذہب جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان میں قوانین کی پیروی کرنے کی استعداد نہیں ہے ۔ اسلئے وہ شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں ۔ اسلام انسان کو فطرتاً پاک قرار دیتا ہے ۔ اور گناہ کو بعد میں گرد و پیش کے تعلقات کا ایک نتیجہ بتلاتا ہے ۔ لیکن عیسائیت ظاہر کرتی ہے کہ گناہ انسان کی فطرت میں بطور وراثت پہنچا ہے ۔ اسلئے اُسے ایک مجرم گنہگار قرار دیتی ہے ۔ پھر اسلام انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیتوں کا قائل ہے جو اُسے اعلیٰ درجہ تک پہنچا سکتی ہیں ۔ اور اس طرح اسکے لئے بے انتہا ترقی کی راہ کھول دیتا ہے ۔ لیکن عیسائیت ہماری قسمت میں ہمیشہ کے لئے تباہی موزوں خیال کرتی

ہے جس سے نجات کسی دوسرے عوضی کو بطور کفارہ دیکر ہو سکتی ہو۔ اس امر کا فیصلہ کہ ان ہر دو مذاہب میں سے سچا کون ہے کوئی مشکل امر نہیں۔ اس بارے میں ہماری اپنی فطرت ہی ایک اعلیٰ درجہ کی منصف ہے۔ ہر ایک چیز جو ہمارے اندر ہے قانون کی محتاج ہے جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا اور بغیر ارادے کے قانون کی پابندی کرتی ہے۔ قانون صحت کا نام بیماری ہے۔ اور قدرت کے قوانین کو درست طور پر عمل میں لانا علاج ہے۔ علم طب کی غرض و نہایت یہی ہے۔ کہ وہ اس قابل بناوے کہ ان قوانین پر عمل کیا جائے۔ جو جسم کے متعلق ہیں۔ کبھی کسی طبیب نے کسی مریض کے دردِ سر کا علاج اپنا سر پھوڑ کر نہیں کیا۔ ایسے اس قسم کے قوی ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں جن سے قدرت انسان کے طبعی قوانین کے مطابق ہو جائے گنا۔ ایک اخلاقی بیماری ہے۔ جو کسی اخلاقی قانون کے توڑنے سے پیدا ہوئی ہے۔ تمام انبیا جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں اسلئے مبعوث ہوئے کہ وہ ہمیں اخلاقی اور روحانی قوانین بتلائیں اور ان پر عمل کرائیں۔ اگر کوئی لائق اور ہوشیار ڈاکٹر اپنا بازو کاٹنے سے اپنے مریض کے بازو کی کوئی بھی بیماری دور نہیں کر سکتا۔ اور اگر کوئی ڈاکٹر خودکشی کر کے کسی ایسے مریض کو جو مہلک بیماری میں مبتلا ہو بچا نہیں سکتا تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ صلیب پر کسی شخص کی موت ہم سب کو روحانی موت کے نتائج سے نجات دے سکتی ہے۔ کیا غلطی برائے کا نتیجہ بہر حال گناہ نہیں۔ کیا عقل کا صادر طور پر کرنا ممکن نہیں۔ اس سے انکار کرنا گویا اپنی طرز زندگی کے خلاف کہنا اور کرنا ہے ہمیں تو صرف عقل و تمیز کی تربیت اور اس کے لئے قواعد کی ضرورت ہے۔ اس مرحلہ تک پہنچنے کے لئے ہم مکتب اور دار العلوم میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں تاریخ اور سوانح عمریاں پڑھتے ہیں۔ اور دانا لوگوں کی نصائح اور نیکو کاروں کی صحبت کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اگر انسان کی عقل تربیت کے قابل نہیں تو سب کچھ فضول اور بے سود ہے۔ خدا نے ہمیں مختلف قسم کی قابلیتیں عطا کی ہیں اور اس نے قانون بھی وضع کیا تاکہ ان سے درست کام لیں۔ خدا نے انسان کے اندر قوانین کی تابعداری کا ملکہ بھی رکھ دیا۔ کیا یہ ظاہر نہیں کہ عقل و تمیز بھی ایک طاقت ہے۔ تو پھر کیوں خیال کیا جاتا ہے

کہ اس میں قانون پر چلنے کی قابلیت نہیں۔ پس اگر یہ قانون پر عملدرآمد کر سکتی ہے۔ تو ہم اپنی نجات خود حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں کسی کفارہ کی ضرورت نہیں رہتی +

لیکن اب ہم ان احکام پر غور کرتے ہیں جن پر عمل کرنا عیسائیت کے نزدیک ناممکن ہے۔ ان کا بیان عہد عتیق کی دوسری کتاب باب ۲۰ میں ہے ذیل میں انہیں مختصراً لکھا جاتا ہے:۔

(۱) ایک خدا کی پرستش کیجائے (۲) کسی دوسرے کو اس کا شریک گردانا جائے (۳) خدا کا نام بے سود نہ لیا جائے (۴) سبت کا احترام کیا جائے (۵) والدین کی عزت کی جائے (۶) قتل نہ کیا جائے (۷) زنا نہ کیا جائے (۸) چوری نہ کیجائے (۹) جھوٹی گواہی نہ دیجائے (۱۰) ہمسایہ کے مال پر نظر طمع نہ رکھی جائے +

اب دیکھیں کہ کیا اسلام نے کم از کم ایک چوتھائی حصہ دنیا سے زیادہ کو ایک خدا کی پرستش کرنے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کرنے کے قابل نہیں بنا دیا۔ اور کیا عیسائیت کی وجہ سے کروڑہا لوگ سبت کے احترام کی خاطر بیکار نہیں رہتے۔ کیا دنیا میں لکھوکہا ایسے مسلمان دکھائی نہیں دیتے۔ جو قرآن شریف کے حکم کے مطابق اپنے والدین کو خدا سے اتر کر سمجھتے ہیں۔ پانچ احکام تو اس طرح پورے ہوئے۔ باقی ہر ایک مہذب سوسائٹی کے ملکی اور جنگی قوانین میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان پر درست طریق سے عمل ہوتا ہے اگر ہم فطرتاً مجرم ہیں۔ جیسا کہ عیسائی مذہب ہمیں قرار دیتا ہے۔ تو پھر ہمارے وضع کردہ قوانین کی عزت اور پابندی کیسے ہوتی ہے۔ کیا ہم حقیقت میں قاتل۔ زانی۔ چور۔ کاذب اور لالچی ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے اور ہمارا خیال اپنی نسبت کیسا ہی ہولناک ہے۔ اور انسانیت کو کیسا ہی ادنےٰ درجہ دیا گیا ہے۔ باوجود اس کے ہم دلیر کھڑے ہو کر ہمیں بتلایا جاتا ہے۔ کہ انسان کی

ہر ایک خوبی اور نیکی کو ظہور میں لانے کے لئے عیسائیت نے بہت مدد دی ہے۔ لیکن جو شخص فطرتاً گنہگار ہے وہ اپنے اندر شرافت اور نیکی کیسے رکھ سکتا ہے۔ مگر ہم میں یہ صفات درحقیقت موجود ہیں۔ اور اس سے اس تعلیم کے بہت سے حصے کا بطلان ہوتا ہے جو مذہبی رنگ میں دیجاتی ہے ۔

نظم در مدح حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

در دلم جوشد ثنائے سرورے — آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل — آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق ست — ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در بر و کرم بحرِ عظیم — آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار — آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحمِ حق را آیتے — آں کریم و جودِ حق را مظہرے
آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او — زشت رو را میکند خوش منظرے
آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است — صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ او — رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے
احمدِ آخر زماں کز نورِ او — شد دلِ مردم ز خورِ تاباں ترے
زبنی آدم فزوں تر در جمال — وز لآلی پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ — در دلش پُر از معارف کوثرے
بہرِ حق داماں ز غیرش بر فشاند — ثانیِ او نیست در بحر و برے
آں چراغش داد حق کش تا ابد — نے خطرے نے غم ز بادِ صرصرے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل — بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
تیرِ او تیزی بہر میداں نمود — تیغِ او ہر جا نمودہ جوہرے

کرد ثابت بر جہاں عجزِ بُتاں — وانمودہ زورِ آں یک قادرے
تا نماند بے خبر از زورِ حق — بُت ستاؤ بُت پرست و بُت گرے
عاشقِ صدق و سداد و راستی — دشمنِ کذب و فساد و ہر شرے
خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ — بادشاہ و بیکساں را چاکرے
آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید — کس ندید در جہاں از مادرے
از شرابِ شوقِ جاناں بیخودی — در سرش بر خاک بنہادہ سرے
روشنی از وے بہر قومے رسید — نورِ او خورشید بر ہر کشورے
آیتِ رحمٰن براے ہر بصیر — حجتِ حق بہرِ ہر دیدہ ورے
ناتواناں را برحمت دستگیر — خستہ جاناں را بشفقت غمخورے
حسنِ روئش بہ ز ماہ و آفتاب — خاکِ کویش بہ ز مُشک و عنبرے
یک نظر بہتر ز عمرِ جاوداں — گر فتد کس را براں خوش پیکرے
منکہ از حسنش ہمیدارم خبر — جانفشانم گر دہد دل دیگرے
یاد آں صورت مرا از خود بُرد — ہر زماں مستم کُند از ساغرے
می پریدم سوئے کوئے او مدام — من اگر میداشتم بال و پرے
لالہ و ریحاں چہ کار آید مرا — من سرے دارم بآں روے و سرے
خوبیٔ او دامنِ دل مے کشد — مُو کشانم می برد زور آورے
دیدہ ام کو ہست نورِ دیدہ ہا — در اثر مہرش چو مہرِ انورے
تافت آں روے کز آں رو سر نتافت — یافت آں درماں کہ بگزید آں درے
ہر کسے او زد قدم در بحرِ دیں — کرد در اوّل قدم گم معبرے
اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر — زیں چہ باشد حجتے روشن ترے
آں شرابِ معرفت دادش خدا — کز شعاعش خیرہ شد ہر اخترے
شد عیاں از وے علی الوجہ الاتم — جوہرِ انساں کہ بود آں مضمرے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال — لاجرم شد ختمِ ہر پیغمبرے

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا ماہوار مجلہ
اسلامک ریویو

قیمت سالانہ سات روپے

اس کا اُردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام

قیمت سالانہ تین روپے

ایڈیٹرز خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ مسلم پبلک اسلامک ریویو کسی معرفت کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اسوقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے خیراتیا بہت حد تک چل رہی ہیں اس کا ہر ایک پرچہ اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا مشاغل ہو جاتا ہے اگر برادران ملت کوشش کریں انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کی دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ کے اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ ہی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تو ہم انکی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں؟

دوستو! اٹھو اجاگو! وقت کو غنیمت سمجھو! اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اسکو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤ۔ **والسلام**

نوٹ: ہر دو کا نمونہ ۲ کے ٹکٹ پر مفت ارسال خدمت کیا جائیگا کل خط و کتابت خریداری پتہ ذیل پر آنی چاہیئں

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

اسلامیہ پریس بیرون دروازہ لاہوری لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — ڈاکٹر صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد ۵ | بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

رسالۂ اشاعت اسلام

کی

توسیع اشاعت کی طرف ناظرین کرام توجہ فرمائیں

ہم ان حضرات معاونین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جو کہ رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت میں حصہ لیتے رہتے ہیں لاہور احمدیہ مسلم مشن ووکنگ ... کا کام دن بدن ترقی پذیر ہے اور اپنی تبلیغی کوششوں کو اور بھی وسعت دینا چاہتے ہیں ... اس کی وسعت کا خیال کر کے اس کے ساتھ ہی ہمیں مصارف کا بھی خیال کرنا ضروری ہے ... اسلام کی اشاعت سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی خدمت میں مودبانہ درخواست ہے کہ وہ رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ مبذول فرما کر عنداللہ ماجور ہوں کیونکہ رسالہ کی توسیع اشاعت مشن کی منفعت کا موجب ہوگی۔

خادم مینیجر

موسم سرما کا بے نظیر تحفہ

ضروری نوٹ ۔ بعض احباب کو چند مہینوں سے رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جاتا ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریۂ لندن

جلد (۵) — بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء — نمبر (۱۰)

شذرات

اِس مہینے کے رسالے کے ساتھ ناظرین باتمکین کی خدمت میں ایک فوٹو پیش کیا جاتا ہے جس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے "عید الفطر سنہ ۱۳۳۷ ہجری مسجد ووکنگ میں" اگرچہ فوٹو بالکل صاف نہیں ہے۔ مگر اسکو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی قدرت یاد آتی ہے کہ کہاں وہ دن تھا کہ مخالفین اسلام تو الگ رہے۔ بعضے مسلمان بھی یہ کہتے تھے کہ یورپ میں اسلام کا پھیلنا ناممکنات میں سے ہے۔ مگر محض اللہ تعالےٰ کی مہربانی اور فضل سے ہمیں آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ کہ تین سو سے زائد انگریز مرد اور عورتیں جو کہ اعلےٰ اور معزز طبقے سے تعلق رکھتے ہیں حلقہ بگوش اسلام نظر آتے ہیں۔ اور وہ مسجد ووکنگ جو کہ مدتوں مقفل پڑی رہی۔ اور جسمیں اللہ تعالےٰ کے نام کی صدا سالوں تک نہیں سُنائی دی۔ مگر آج وہ ہی مسجد ان تین سو کے لگ بھگ نومسلموں اور دیگر مسلمانوں کے نعرۂ توحید سے گونج رہی ہے۔ اور اس کفرستان میں اللہ تعالےٰ کے دین کی منادی ہو رہی ہے ؎

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری　　تھمتا نہیں کسی سے سیلِ رواں ہمارا

اس فوٹو سے ناظرین اس مقدس جمعیت اور اسلامی اخوت اور برادری کا اندازہ کر سکیں گے جو کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور انکے احباب کی کوششوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں آج مسجد ووکنگ میں نظر آرہی ہے فالحمد للہ علی ذالک میری ناظرین سے آخری درخواست یہ ہے ؎

بکوشید اے جوانان تا بدین قوت شود پیدا | بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا
اگر امروز فکر عزت دین در شما جوشد | شما را نیز واللہ رتبت و عزت شود پیدا

مسجد ووکنگ میں اتوار کے لیکچر حسب دستور ہوتے رہتے ہیں +

انگریزی پرچہ اسلامک ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کی قلم سے ایک نہایت دلچسپ اور علمی سلسلہ مضامین کی بنا رکھی گئی ہے۔ اس کی سرخی "پیدائش اسلام" ہے۔ اور اسکے نیچے ایک اور چھوٹی سرخی "زمانہ جاہلیت" ہے حضرت مولوی محمد علی صاحب کی ذات سے کون شخص ہے جو واقف نہیں۔ آپ کا نام قرآن کریم کا انگریزی زبان میں نہایت اعلیٰ ترجمہ اور تفسیر کرنے کی وجہ سے چار دانگ عالم میں مشہور ہو چکا ہے۔ اور آپ کی لیاقت علمی و دینی کا ہر شخص معترف ہے۔ آپ کے رشحات قلم کئی دفعہ اسلامک ریویو اور رسالہ اشاعت اسلام کے صفحوں کو مزین کر چکے ہیں۔ اس دلچسپ اور علمی مضمون کا ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام کے آیندہ پرچوں میں ناظرین کی خدمت میں بالاقساط پیش کیا جائیگا +

اسی رسالہ کے کسی دوسرے صفحے پر ہم اُس معرکۃ الآرا خطبہ عید الفطر کو ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جو عالیجناب مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب نے مسجد ووکنگ میں عید الفطر ۲۹ جون ۱۹۱۹ء کو دیا۔ جناب مارمیڈیوک صاحب کے خطبات جمعہ پہلے بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ جن سے آپ کی لیاقت علمی و دینی کا ناظرین

نے اندازہ کرلیا ہوگا۔ اللہ تعالے نے آپ کو معاملات دینی میں خاص ملکہ عطا فرمایا ہے اور آپ کی تفسیر قرآنی اور خطبہ کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک انگریز مسلمان قرآن کریم کے دقائق اور معارف کو ایسا سمجھتا ہے۔ جو اکثر دوسرے مسلمان نہیں سمجھ سکتے۔ یہ بھی فضل الٰہی اور عنایت ربانی ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ امید ہے ناظرین اس خطبے اور دوسرے خطبات جمعہ کو پڑھ کر ضرور حظ حاصل کریں گے +

اسی رسالے کے دوسرے صفحات پر ایک جگہ "انگلستان میں تبلیغ اسلام" کی سرخی کے نیچے ایک انگریز کپتان صاحب کا قبول اسلام اور دوسری جگہ۔ ایک انگریزی خاتون اور ایک انگریز لفٹنٹ صاحب کے قبول اسلام اور تیسری جگہ "عید الضحیٰ انگلستان میں" کی سرخی کے نیچے چار اور نومسلمین کے اضافے کی خوشخبریاں درج ہیں۔ انکو پڑھ کر کون مسلمان ہوگا جس کے منہ سے بے اختیار سبحان اللہ اللہ اکبر الحمد للہ کے کلمات نہ نکل جائیں۔ ھذا من فضل ربی۔ اللہ تعالیٰ کے کیا کیا فضل ہو رہے ہیں پھر اس پر بھی جو شاکر نہیں وہ بڑا بدنصیب ہے۔ وقد صدق ما قال ربی ان الدین عند اللہ الاسلام +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری تقریباً تین ہفتے ہوئے شملہ سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے صحت آگے سے اچھی ہے علاج برابر جاری ہے۔ احباب از راہ کرم کامل صحتیابی کیلئے دعا فرمائیں۔ آپ کا موجودہ پتہ عزیز منزل لاہور ہے +

ہم چاہتے ہیں کہ ہر ماہ کا رسالہ اسی ماہ کے شروع ہفتہ میں ناظرین کرام کی خدمت میں حاضر ہو جاوے اسلئے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ہمنے نومبر و دسمبر ۱۹۱۹ء کو اکٹھے ڈبل نمبر کی صورت میں شائع کرنیکا ارادہ کیا ہے تاکہ دسمبر ۱۹۱۹ء کے آغاز میں ہی ناظرین کرام کی خدمت میں نومبر و دسمبر ۱۹۱۹ء کا ڈبل نمبر پہنچ جائے۔ اسکے علاوہ ڈبل نمبر شائع کرنے کی ایک اور خاص وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک دلچسپ مضمون بعنوان "انکشافات نفس" موصول ہوا ہے جو آپ نے ممبران "خیالات جدید" کی تحریک سے لندن مسلم ہوس میں دیا۔ ممبران مذکور وہ لوگ ہیں جو عیسائی مذہب سے بیزار ہو کر روحانی اور باطنی ترقیات کی فکر میں ہیں۔ یہ مضمون چونکہ بہت طویل ہے اور ساتھ ہی دلچسپ بھی ہے۔ اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ اسکو ایک ہی رسالہ میں شائع کر دیا جائے تاکہ اسکی لطافت و دلچسپی قائم رہے

انگلستان میں تبلیغ اسلام

ایک انگریز کپتان صاحب کا قبول اسلام

برادرانِ اسلام کو معلوم ہے - کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کے ایثار اور مساعی جمیلہ سے انگلستان کی سرزمین میں ایک مستقل اسلامی مشن کی بنیاد پڑ چکی ہے جس کی ترقی اور بارآوری میں جناب مولینا مولوی صدرالدین صاحب بی اے - بی ٹی کا ایک خاص حصہ ہے قریباً تین سال ہوئے - کہ مولوی صاحب ممدوح انگریز نومسلمین کی تعداد قریباً دو صد تک پہنچ جانے کے بعد یہاں سے واپس ہندوستان تشریف لے گئے تھے ۔ اور جناب خواجہ صاحب دوبارہ ہندوستان سے کام کرنے کے لئے آئے لیکن مشن کے روز افزوں کام اور اسلامک ریویو جیسے وقیع اسلامی آرگن کی ادارت اور انتظام میں رات دن منہمک رہنے کی وجہ سے خواجہ صاحب کی صحت پر بہت بڑا اثر ہوا - اور انہیں بحالات مجبوری ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت ہندوستان واپس جانا اور مولوی صدرالدین صاحب کو دوبارہ ولایت آنا پڑا ۔ چنانچہ آپ ۱۶ - اگست ۱۹۱۹ء کو لندن پہنچے سٹیشن پر یہاں کے ادلین مسلمانوں میں سے رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ معہ صاحبزادگان پہلے سے آئے ہوئے تھے +

اُسی دن شام کو لارڈ صاحب موصوف کی دعوت پر مولوی صاحب کی ملاقات چند ہندوستانی فوجی مسلمان افسروں اور سپاہیوں سے ہیمپٹن کورٹ پیلس گارڈن Hampton court Palace Garden میں ہوئی - ان سب کی تعداد تین سو کے قریب تھی جنمیں سے نصف سے زیادہ افسر تھے - اور باقی سپاہی ان لوگوں کو جب ووکنگ مسلم مشن کا حال معلوم ہوا - تو انہوں نے ووکنگ میں آنے اور یہاں کی مسجد دیکھنے اور انگریز نومسلمین سے ملاقات کی بہت خواہش ظاہر کی ۔ اور جمعہ کے دن ووکنگ آنے کا وعدہ کیا ۔ نماز جمعہ تو یہاں ہمیشہ لندن میں ہوتی ہے

کیونکہ ووکنگ میں ہر جمعہ لندن کے بہت سے مسلمانوں کا آنا مشکل ہے۔ اِس کے علاوہ اتوار کو ایک لیکچر لندن مسلم ہوس میں ہوتا ہے۔ اور ایک مسجد ووکنگ میں لندن مسلم ہوس میں آجکل مسٹر مارمیڈ یوک پکتھال جو ایک مستشرق مسلمان ہیں کام کرتے ہیں۔ وہی خطبہ جمعہ دیتے ہیں اور نماز پڑھاتے ہیں۔ لیکن ان فوجی مسلمان افسروں اور سپاہیوں کی خواہش پر مولوی صدرالدین صاحب نے ۲۲۔ اگست سنہ ۱۹۱۹ء کا جمعہ لندن کے علاوہ ووکنگ میں بھی ہونا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اُس دن خدا کی شان ان فوجی مسلمانوں کو تو یہاں آنے میں دیر ہوگئی۔ اور وہ سکاٹ لینڈ سے جہاں وہ سیر کے لئے چلے گئے تھے وقت پر نہ آسکنے کی وجہ سے نماز میں شامل نہ ہوسکے لیکن ایک انگریز کپتان صاحب جو ایکسپیڈیشنری فورس Expeditionary Force میں ہیں۔ اور حال ہی میں مصر سے آئے ہیں۔ اِس جمعہ میں شامل ہوئے۔ اور انہوں نے بڑی فراخ دلی۔ اخلاص اور مسرت کے ساتھ اپنے قبول اسلام کا خود اعلان کیا۔ اور مولوی صاحب سے کلمہ طیبہ پڑھا۔ مجمع پر جو غیر مسلم انگریزوں اور ہندوستانیوں کا تھا اس اعلان کا بہت نیک اثر ہوا ؛

کپتان صاحب نہایت شریف اور اعلیٰ خاندان کے ہیں۔ ان کا انگریزی نام کیپٹن ڈیوڈسن Caption Davidson ہے اسلامی نام جلال الدین رکھا گیا اللہ تعالیٰ ان کو استقامت بخشے۔ اور وہ دین اسلام پر خود بھی عامل ہوں۔ اور دوسروں کو بھی عامل بنانے میں کوشاں ہوں۔ آمین

۲۔ جمعہ کے بعد اتوار (۲۴۔ اگست سنہ ۱۹۱۹ء) کو ۳ ۱/۴ بجے پھر ایک لیکچر مولوی صاحب کا مسجد ووکنگ میں ہوا جس میں پہلے آپ نے انگریزی میں ایک دعا کی۔ اور اس میں نصیحت سے بیان کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ جس نے مشرق و مغرب اور دُنیا کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اور وہ ان سب کی پرورش کرتا اور ان کی تربیت کے سامان مہیا فرماتا ہے ہمیں بھی اپنی تمام مخلوق کے ساتھ خواہ وہ مشرق کی ہو یا مغرب کی اور ہمیں کیسا ہی اختلاف کیوں نہ ہو یکساں برتاؤ رکھنے کی توفیق دے۔

دُعا کے دوران میں تمام حاضرین جن میں قریباً سب انگریز نومسلم و مسلم مرد اور خواتین

شامل تھیں نہایت خلوص قلب کے ساتھ سر جھکائے ہوئے تھے +

لیکچر کے بعد حاضرین میں سے ہر ایک کو آپ نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ سوالات کی اجازت دی۔ لیکن کسی نے بھی کوئی سوال نہ کیا۔ مجمع اچھا خاصہ تھا۔ اور صرف پانچ چھ ہندوستانیوں کے سوائے باقی سب انگریز مرد اور خواتین تھیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کی دین حق کی طرف رہبری فرمائے۔ اور ہسکی ضدمات کی توفیق عنایت کرے آمین

والسلام خاکسار د دست محمد از ووکنگ مسلم مشن انگلستان

(۲)

ایک انگریز خاتون اور ایک لفٹنٹ کا قبولِ اسلام

لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا لیکچر مسجد ووکنگ میں

برادران اسلام یہ سنکر خوش ہونگے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اِس ہفتہ ایک اور انگریز خاتون نے قبول اسلام کا اقرار نامہ لکھ کر دیا۔ اس کا انگریزی نام مس ڈیزی ہے اسلامی نام برکت رکھا گیا۔ اللہ تعالےٰ اسے اسلام پر چلنے کی توفیق دے +

علاوہ ازیں اس اتوار کو مسجد ووکنگ میں رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ بھی معہ صاحبزادگان مسجد ووکنگ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے جوش اسلامی کی وجہ سے مولینا مولوی صدر الدین صاحب کے لیکچر سے پہلے ایک اخلاص بھری دُعا اللہ تعالیٰ سے کی۔ اور ساتھ ہی انگریزوں کے اندر اسلام کے پھیلنے اور ان کے سمجھدار طبقہ کے آئے دن اسلام قبول کرنے چلے جانے کا اعلان غیر مسلم و نومسلم انگریز حاضرین میں کیا۔ اور انہیں بتایا کہ اسلام بالکل سادہ مذہب ہے۔ ایک خدا اور سارے نبیوں کو ماننا اور سب انسانوں کا بھائی بھائی ہونا۔ لیکن اس کے برخلاف تثلیث کو ماننے میں الجھن اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں +

لارڈ موصوف نے دوران تقریر میں ایک انگریز لفٹنٹ کی چٹھی بھی پڑھ کر سنائی۔ جو

عراق عرب میں فوجی ملازمت کے اندر مسلمان ہوئے۔ اور پُونا میں مقیم ہیں۔ ان کا اسلامی نام جوزف عبداللہ ہے۔ اپنا اصلی نام فی الحال ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے۔ کہ واپس انگلستان پہنچ کر خود اپنے رشتہ داروں کے سامنے قبول اسلام کا اعلان کرینگے انہوں نے ایک کتاب بھی اسلام کی شاندار خصوصیات پر لکھی ہے جو ان کے قبول اسلام کا باعث ہوئیں۔ انکی اپنی چٹھی اسلامک ریویو اکتوبر نمبر میں شائع ہوگی +

لارڈ صاحب موصوف کے بعد مولینا مولوی صدرالدین صاحب نے لیس البر ان تولوا وجوھکم الخ پر تقریر کی۔ اور بتایا کہ قرآن کریم نے کوئی قومی یا نسلی امتیاز انسانوں کے اندر روا نہیں رکھا۔ جیسا کہ تمام طور پر قوموں اور مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ بلا امتیاز سب کے ساتھ نیکی کرنے اور عمدہ سلوک سے پیش آنے کو ہی بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالے ان لیکچروں کو بیش از پیش کامیابی عطا کرے۔ والسلام

دوست محمد از ووکنگ انگلستان

خطبہ عیدالفطر

یہ خطبہ مسٹر مارماڈیوک پکتھال نے مسجد ووکنگ میں ۲۹ جون ۱۹۱۹ء یعنے عیدالفطر کے دن دیا +

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ (سورۃ آل عمران رکوع ۱۱) + ترجمہ مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام پر ہی مرنا۔ اور سب مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسی کو پکڑے رہو۔ اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا۔ اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے

تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی۔ اور تم اُس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے تھے۔ پھر اُس نے تم کو اُس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تا کہ تم راہِ راست پر آ جاؤ" +

"حَبْلِ اللّٰہِ" (اللہ (کے دین) کی رسّی) قرآن شریف کی ایک دوسری سورت میں اس طرح لکھا ہے +

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا (سُورۃ البقرہ۔ رکوع ۳۴) ترجمہ "دین میں زبردستی نہیں گمراہی سے ہدایت (الگ) ظاہر ہو چکی ہے تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ پر (ہی) ایمان لائے تو اُس نے مضبوط رسی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں"۔

ہر ایک چیز ایک وقت پر ٹوٹ جائیگی اور ناکام ثابت ہوگی۔ مگر سوائے اس عقد کے جو کہ بنی نوع انسان کو اسکے خدائی فرائض میں اللہ تعالے سے متعلق کر دیتا ہے۔ اور اس عقد میں وہ رسی جو کہ ہم کو اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہے وہ انسانی ترقی کی ایک یقینی اور کبھی ناکام نہ ہونے والی امید ہے۔ اور انسانی بھائی بندی کا ایک یقینی راستہ۔ اور اس ناکام معاملے یعنی انسانی ترقی کا عام طور پر باعث امن و خوشی ہونے کی ایک ہی کلید کامیابی ہے۔ ایثار اور قربانی ہی سچے مذہب کا ثبوت ہے۔ مگر بعض لوگ ایثار اور قربانی کا مطلب۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کی خاطر اپنی جان قربان کر دینا سمجھتے ہیں۔ مگر یہ سوسائٹی اور انسانی مفاد کے لئے مضر ثابت ہوگا۔ کیونکہ یہ اتفاق ہو سکتا ہے کہ ایک لائق نیک اور کارآمد مرد یا عورت اپنے آپ کو ایک نکمے بیکار اور شریر شخص کی خاطر قربان کر دے۔ حقیقی قربانی جو کہ اصلی انسانی اور اس وجہ سے مذہبی قیمت رکھتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس کو قربان کر دینا ہے۔ یعنے اپنے خود غرض اور لالچی ارادوں کو اللہ تعالےٰ کے وسیع اور عالمگیر ارادے کے سامنے سرنگون کر دینا اسی طرح بچوں۔ دوستوں اور رشتہ داروں کی محبت اور انکی خدمت کرنے کی خواہش۔ حُبّ الوطنی اور مذہب کی محبت سب اپنی اپنی جگہ نہایت قابل تعریف ہیں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا خیال

اور کوئی اعلیٰ وارفع ارادہ مدنظر نہ ہو۔ تو یہی باتیں عام نسل انسانی کے لئے ضرر رساں ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کا بلا تمیز نسل۔ قوم۔ مذہب یا رنگ خالق و ہادی ہے۔ اس کا رحم اور اس کے ارادے تمام کے لئے یکساں ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق پیدا کئے بغیر جو کہ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے عالمگیر ارادوں کو مدنظر رکھے بغیر اپنے دوستوں۔ اپنے رشتہ داروں۔ اپنے ملک یا مذہبی جماعت کی خدمت کریں۔ تو گویا ہم دوسرے لوگوں کے رشتہ داروں اور دوسرے لوگوں کے وطنوں کے ذمے اور سر پر اپنے رشتہ داروں اور اپنے ملک کو ممتاز اور سرفراز کرتے ہیں سو ہم عام افراد نسل انسانی کو مدنظر رکھکر بجائے فائدے کے نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور پرستش اور خدمت کے مقصد اور مدعا ہونے کی حیثیت سے یہ تمام باتیں ہمیں سخت مایوس کرتی ہیں۔ تمام انسانوں نے مرنا ہے اور ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کے واسطے ضرور وہاں پیش ہونا ہے۔ سو تو بھول جانے والوں میں سے مت بن"۔

ہم ایکدوسرے کے کتنے ہی واقف ہوں پھر بھی حقیقی آشنائی سے کوسوں دور ہوتے ہیں لیکن ایک انسان دوسرے کی قلبی کیفیت کو سمجھ سکتا ہی نہیں۔ ہم ایکدوسرے کو ملتے جلتے ہیں بعض معاملات میں اتفاق بھی کر لیتے ہیں۔ لیکن کبھی کسی کے اندرونی حالات سے واقف ہونے کی کوشش کریں تو نتیجہ حسرت۔ یاس۔ ناامیدی ہوتا ہے۔ اور یہی کہنا پڑتا ہے۔ ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ہر ایک انسان کے وجود میں اس کا اپنا ایک نفس ہے۔ وہ نفس اس دن بھی ہم میں تھا جس دن ہم میں شعور پیدا ہوا۔ اور اس دن بھی وہ بحالت پختگی میں نہیں پہنچیگا جس دن ہمارے دیگر قوے مضمحل ہو جائیں گے بس اپنے نفس کو کسی اور کا غلام بنا لینا۔ بدیں خیال کہ ہماری خواہشات پوری ہو جائیں بجز یاس کے اور کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی۔ کوئی مخلوق ایسی نہیں جو کسی انسان کے تمام تقاضائے نفس کو پورا کر سکے۔ سچا اطمینان۔ اور ان تمام تقاضات کا حقیقی طور پر اطمینان پا جانا صرف اللہ تعالیٰ کی جناب سے حاصل ہو سکتا ہے ہماری فردا فرداً قومیں اسی کی جناب سے پرورش پاتی ہیں۔ اور اسی کے ذریعے ہم ایک دوسرے کے باعث تسکین

ہو سکتے ہیں حقیقی اتحاد قلبی یا ایک دوسرے کی قلبی کیفیات سے واقف ہو جانا بھی ایک امر موہوم ہے۔ آغوش مادر سے لیکر لحد تک عورت ہو یا مرد ایک دوسرے کیلئے ایک رنگ میں اجنبی ہوتے ہیں ہاں جب انسانی روح احدیت تامہ کے آگے سر جھکا لیتی ہے۔ اور اپنے آپ کو اسکی رضا کے ماتحت کر دیتی ہے۔ تو پھر سب بیگانگیاں اور نا آشنایاں ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر انسان تنہائی میں بھی ایک انجمن میں ہوتا ہے۔ اب وہ مخلوق الٰہی کی صحبت میں خدا کی منشا دیکھتا ہے۔ خدا کا مقصد اس کا اپنا مقصد ہوتا ہے۔ رب العالمین کی منشا پورا کرنے میں ہی اپنے قویٰ کو لگا دیتا ہے موت اور حیات کے دغدغوں سے الگ ہو کر رضا الٰہی میں لگ جاتا ہے۔ اور تمام مخلوق الٰہیہ سے اسکی صلح ہو جاتی ہے یہی وہ حقیقت ہے جس کا نام اسلام ہے اس کا مقصد نہیں کہ ایک قسم کی انسان میں ایسی سکونیت یا بیخودی پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ تو وہ بیخودی ہے کہ جس کے رگ و ریشے میں خدمت ہی خدمت ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد قوانین الٰہیہ کی تکمیل ہے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کے قوانین مندرجہ قرآن کوئی منفی قوانین نہیں۔ جیسے افعال سے رک جانا۔ یعنی ایسے حالات میں رہنا کہ جہاں کسی کام کے کرنے کا موقع ہی نہ ہو۔ اور اس طرح ہم غلطیوں کے ارتکاب سے بچ جائیں بلکہ قرآن کریم کے قوانین تو عملی زندگی کو چاہتے ہیں۔ وہ صرف نہیں کہتے کہ تجھے ایسا اور ایسا کام نہیں کرنا ہوگا۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اپنی کل طاقت اور ہمت کے ساتھ یہ اور یہ کام کر۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو پھر تم مومن نہیں۔ کیونکہ اسلام میں ایمان اور عمل ایک چیز ہے۔ آنحضرت صلعم کی بعثت پر مذہب اور روزانہ زندگی دو الگ الگ چیزیں تھیں۔ مذہب کے ساتھ کچھ اعجاز نمائیاں وابستہ تھیں۔ وہی باتیں ربانی سمجھی جاتی تھیں جو کسی نہ کسی قوانین الٰہیہ کو توڑتی تھیں۔ اہل مکہ کہتے تھے :۔

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۙ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (سورۃ الفرقان رکوع پہلا) ؛

ترجمہ :- (اور) کافر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ اس کے ساتھ ہو کر ڈراتا۔ یا اس پر کوئی خزانہ

برسا ہوتا یا اس کے پاس باغ ہوتا کہ اس سے کھاتا پیتا"

وہ پرانے نبیوں کی طرف بھی ایسی ہی کہانیاں اور افسانے منسوب کرتے تھے مگر قرآن کریم ان کو حقیقت سے مطلع کرتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ (سورۃ الفرقان رکوع ۲) ترجمہ۔ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے"۔ گویا دوسرے لفظوں میں تمام پرانے نبی جن کو انہوں نے خدائی مرتبہ دے رکھا تھا صرف انسان ہی تھے +

اسلام نے مذہب کو عام فہم اور بالکل صاف کر دیا۔ اس نے روزمرہ کے مظاہر کو نشانات الٰہیہ قرار دیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے معجزوں سے زیادہ بیّن طور پر اپنے جلال اور طاقت کا ثبوت بنایا ہے اور اسلام ہی نے سچے مذہب کی منزل مقصود اور جنت نمائی کو اسی دنیا میں قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس عالم کا شہنشاہ ہے جو تمام اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور ان قوانین کو لا چار ہیں جن کو ہم نے کبھی نہیں بنایا اور جو کہ قوانین قدرت یا اللہ تعالیٰ کے قوانین کہلاتے ہیں انسان اس دنیا میں اس کا خلیفہ یا وائسرائے ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسا بادشاہ نہیں ہے جو کہ غائب یا غیر موجود ہو اللہ تعالیٰ مومنوں کا محافظ اور یاور ہے۔ اور وہ ان کو ظلمت سے نکال کر روشنی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ مگر وہ روشنی جس کی طرف وہ ہدایت کرتا ہے وہ کوئی مخفی پر اسرار اور غیر ارضی روشنی نہیں ہے۔ یہ ایک روزمرہ اور عام فہم روشنی ہے۔ حالانکہ ہم اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ) کو معجزوں اور مخفی اور بعید الفہم رسموں اور کارروائیوں میں ڈھونڈتے ہیں۔ گویا وہ کوئی چیز ہے جو کہ بڑی بعید ہے۔ جب ہم سراسر تاریکی میں تھے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہم اپنے چاروں طرف مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ یہاں موجود ہے۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (یعنی اسلام پر ہی مرنا) تو حقیقی طور پر مسلمان ہوئے بغیر مت مرنا +

مگر یہ خیال نہ کرنا کہ یہ اطاعت اور فرمانبرداری روحانی زندگی کا خاتمہ ہے۔ خاتمہ بالکل نہیں ہے۔ یہ بھی ایک زندگی کی حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کی فرمانبرداری

میں واقعی ایک سرگرم زندگی ہے۔ ایسا قانون جو کہ انسانی ساختہ قوانین سے کہیں بہتر ہے اور وہ تمام بنی نوع انسان کی ایک طرح کی خدمت ہے۔ یہ صرف شخصی چال چلن پر ہی نہیں۔ بلکہ سوشل تعلقات تجارت اور مالگذاری سیاسی اور بین الاقوامی تعلقات پر بھی حاوی ہے +

"دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ دوسرے تمہارے ساتھ کریں" (مقولہ مسیح علیہ السلام)

اللہ تعالٰی کے قوانین جیسا کہ قرآن شریف میں وحی کئے گئے ہیں وہ یہی مقولہ ہے جو کہ شخصی اور مجموعی انسانی کیریکٹر پر پھیلا دیا گیا ہے۔ جو کہ ایسے طور پر بالتفصیل مرتب اور مدلل کیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک عقلمند۔ قوم یا واحد شخص تمام کے تمام یقینی طور پر جان سکتے ہیں کہ ان موجودہ حالات کے ہوتے ہوئے ان کے کیا کیا فرائض ہیں (یعنی قرآن شریف نے اس کو عملی جامہ پہنا دیا ہے) سود خوری قمار بازی شراب نوشی یہ سب سوسائٹی کے حق میں ضرر رساں ہیں۔ اور جائداد و املاک کے متعلق یہ فرضی خیال کہ یہ ایک شخص واحد کی ملکیت ہو۔ اور وہ جو اس کے ساتھ چاہے کرے۔ اور اپنی وصیت میں جس کو پسند کرے اسکو اس کا وارث بنا جائے۔ یہ بھی سوسائٹی کیلئے مضر ہے تمام جائداد وغیرہ خدا تعالٰی کی ایک امانت ہے جو کہ بعض شرائط کے ماتحت رکھی گئی ہے اور وہ شرائط اس مقدس قانون میں صاف طور پر بیان کئیگئی ہیں اپنی آمدنی کا ایک حصہ غریبوں کو بھی ضرور دینا چاہئے۔ اور ایک حصہ سلسلہ اپنی جماعت کے لئے اور جب ایک آدمی مرجاسے تو اسکی جائداد مقررہ اندازہ کے موافق تمام خاص رشتہ داروں میں تقسیم ہونی چاہئے۔ جسمیں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں جنگجو قوم پرستی اللہ تعالٰی کی بادشاہت میں ایک جرم ہے۔ حُبّ الوطنی جیسا کہ یورپینوں نے اسے عام طور پر سمجھا ہے یعنی میرا ملک چاہے وہ حق پر ہے یا غلطی پر۔ یہ بھی انسانی مفاد کے برخلاف ہے مسلمانوں کا ان وطنیوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے اللہ تعالٰی کے قانون کی فرمانبرداری جیسا کہ قرآن شریف میں وحی کیا گیا ہے میرے خیال میں ایک ہی

راستہ ہے جس سے امیر و غریب۔ حاکم و محکوم۔ غلام و آزاد سب کے حقوق اور دعاوی پورے ہو جاتے ہیں جب ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے قانون کو قبول کر لیا گیا۔ اسی وقت تمام تکلیفیں دور ہو جائینگی۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اس پس و پیش سے جسمیں کہ مہذب دنیا آجکل پڑی ہوئی ہے نکلنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ اور یہ بات معلوم کرنا ایک مسلم کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ یورپ کے بڑے روشن دماغ مدبر اپنی مجوزہ اصلاحات میں اس راستے کے بالکل قریب آگئے ہیں۔ اُن کو اسبات کا شان و گمان بھی نہ ہوگا۔ کہ جس بات کو وہ انسانی دماغ کا آخری کارنامہ سمجھتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے ایک اُمّی عربی نے تیرہ سو برس پہلے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور جو کہ اُس قانونِ الٰہی کا جو تمام انسانی ترقی کا منتظم اور حاکم ہے ایک حصہ ہے۔ جب تم مؤذن کو حیّ علی الفلاح۔ حیّ علی الفلاح "یعنی (کامیابی کی طرف آؤ۔ فلاح و بہبودی کی طرف آؤ) کہتے ہوئے سنتے ہو۔ تو تم اُس کا کیا مطلب خیال کرتے ہو؟ کم از کم خود غرض کامیابی تو نہیں۔ تو کیا روحانی کامیابی؟ ہاں کیونکہ ہم نسل انسانی کی خدمت کر کے ہی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محافظ دوستی کا مفہوم سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس بات کا حاصل کرنا ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ سو ان تیرہ سو برس کے دوران میں دنیا کے ہر ایک مسجد سے رات اور دن یہ صدا اطراف عالم میں پھیلتی رہی ہے۔ حیّ علی الفلاح۔ حیّ علی الفلاح (کامیابی کی طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف آؤ) کامیابی کس میں؟ اسمیں اب تک ناکامی ہی ہی۔ یعنی بنی نوعِ انسان کی مجموعی ترقی مسلمانی دنیا میں کامیابی ہوئی ہے اور کامیابی ہے۔ قوم پرستی موقوف کر دیگئی ہے۔ اور حب الوطنی کی جگہ بھائی بندی کی روح پھونکی گئی ہے سیاہ اور سفید بھورے اور پیلے سبھی رنگوں کے آدمی اسلام کی برادری میں آملے ہیں۔ مگر سب کا درجہ اور رتبہ ایک ہی ہے۔ اور سب برابر اور یکساں ہیں۔ اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کے مقدس قانون اور دین کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکومت میں کسی پولیس اور پادریوں کے فرقے کی ضرورت نہیں ہے۔ صدیوں تک مسلمانی ممالک میں کوئی پولیس کا رواج نہیں تھا۔ اور نہ ہی اسکی کوئی ضرورت تھی۔ کیونکہ ایک با امن اور آسودہ حال لوگوں کے لئے پولیس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اُس حالت میں کسی پادری یا درمیانی واسطے

کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہر ایک بندہ اپنے حیّ و قیّوم بادشاہ تک بآزادی پہنچ سکتا ہے جہاں کہ تمام کے تمام پادری یا پادرانیں ہیں۔ اور ہر ایک کو سوچنے کا حق حاصل ہے۔ ہاں ہم مسلمانوں کے لئے کئی وجوہات ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم کو اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کو یاد کرنا چاہیئے جو اُس نے ہم پر کیں +

"اور کس طرح ہم پہلے دشمن تھے۔ مگر اُس نے ہمارے دلوں میں محبت ڈالدی اور ہم اسکے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور کس طرح ہم ایک آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ اور اس نے ہمیں اُس سے بچا لیا۔"

مگر اسلام سے باہر دُنیا کا کیا حال ہے۔ کیا مسلمانوں نے اسکے متعلق کافی طور پر غور و خوض کیا ہے اور کیا وہ صرف اپنی خوشی پر ہی قانع نہیں رہے۔ اور ایک جماعت ہونے کی حیثیت سے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی خوبیاں بتانے سے تاکہ ان کو بھی اس کا علم ہو جائے بے پرواہ نہیں ہو گئے؟ سو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین میں سختیاں پھیلنے والے "تنگ آمد بجنگ آمد" والے مقولہ پر عمل درآمد ہو کر آسودہ حال لوگوں پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ سلطنت اسلامی کو مغلوب کر لیا۔ اور اب وہ اس کے دلیرانہ لقبیہ پر ایک جلاد کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ اور ان کو نہ کسی خدائی قانون اور نہ ہی انسانی قانون کا علم ہے جو کہ مغلوب اور مفتوح قوموں کے متعلق ہو +

مگر کیا یہ اُن کا قصور ہے؟ اور کیا یہ گذشتہ مسلمانوں کا قصور نہیں ہے؟ اس بات کو تیرہ سو برس کا عرصہ ہونے آیا۔ جبکہ بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے وہ الٰہی قوانین وحی کئے گئے جو کہ جنگ اور فتح کو باقاعدہ اور باترتیب کرتے ہیں۔ مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ آجکل کے دُنیا کے حکمرانوں نے اسکے متعلق کبھی کچھ سُنا ہی نہیں؟ مگر کیا اللہ تعالیٰ کی حکومت تباہ ہو گئی ہے؟ کیا اللہ کی سلطنت کسی کے رحم و کرم پر موقوف ہے؟ نہیں بالکل نہیں مُسلمان مُضطرب اور پریشان ہو گئے ہیں۔ اور اس گھبراہٹ میں وہ ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ مگر الحمد للہ کہ وہ اب پھر یکجا اور مُتفق ہو گئے ہیں۔ اور بجائے جُدا جُدا ہونے کے وہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے دین کی رسّی (حبل اللہ) کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سلطنت کبھی بھی شکست خوردہ

نہیں ہو سکتی جب تک کہ مسلمانوں میں یہ رُوح باقی ہے۔ جبکہ ہمارے بڑے رُتبے والے آدمی مستعفی ہونے کو تیار ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان اپنے مال و جان کو ایک امر میں انصاف کیخاطر قربان کر دینے کو تیار رہے۔ اس سے پہلے بھی ایکدفعہ اسلامی سلطنت مفتوح ہو چکی ہے۔ مگر پھر کیا نتیجہ ہوا؟ فاتحوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کیا یہ آجکل ناممکن ہے؟ نہیں یہ ناممکن نہیں ہے۔ اگر ہمارا اسلام وہی ہے جو قرآن شریف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اور برتا یا۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ہماری ہی طرز عبادت ہو۔ بلکہ ہمارے مذہب کے بڑے رُکن اور اصُول یہ ہیں اِس عالم پر اللہ تعالیٰ کی مالکیت اور بادشاہت۔ اور اُس عالمگیر بھائی بندی اور تحمل اور بُردباری کے اصُول کو قبُول کر لینا ہے۔ جس کا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگونکو وعظ کیا۔ یہی ہے جس کے لئے دنیا کی مظلوم اور تکلیف زدہ قومیں اتنی خواہش کرتی ہیں۔ ایک چیز جس کی کہ بڑی ضرورت ہے وہ مسلمانوں کا دوسروں کو ایک عمدہ نمونہ دکھانا ہے۔ ہر ایک جو تم سے ملے اس سے نیک سلوک کرنے کی کوشش کرو۔ تمام قسم کی بدی اور ذلیل عادات سے اجتناب کرو۔ اور نیکی اور بھلائی کو جہاں کہیں بھی پاؤ اس کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ اور یہ صرف مسلمانوں میں ہی نہیں بلکہ جہاں کہیں بھی دُنیا میں پاؤ ایسا کرو۔ اور بدی کو جہاں بھی دیکھو اس کی مخالفت کرو۔ اور ہر ایک کو جو کہ انسان کے قانون سے زیادہ عظیم الشان قانون۔ اور اسکی جزا اور سزا سے بڑھ کر جزا اور سزا کا قائل ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کے اندازہ اور قاعدہ کے مطابق بلا وجود اور پیچیدہ حق اور باطل میں یقین کرتا ہو۔ ایسے آدمی کو چاہئے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیرو ہو۔ یا مُوسیٰ علیہ السلام کا یا کسی اور پیغمبر کا یا کسی کا بھی نہ ہو۔ سچائی۔ ایمانداری اور بھلائی کی خاطر زبردست مجاہدہ کرنے میں اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت ہو۔ آؤ ہم سب ملکر اللہ تعالےٰ کی رسّی کو

مضبوطی سے پکڑ لیں اور

پھر کبھی جُدا

نہ ہوں +

اللہ اکبر اللہ اکبر و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد

عید الضحیٰ انگلستان میں

چار اور نومسلمین کا اضافہ

عید کا دن یُوں تو کُل عالم اسلامی میں ایک خاص مسرت و ابتہاج کا دن ہوتا ہی لیکن انگلستان کی سرزمین میں یہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک خاص رنگ اپنے اندر رکھتا ہے مسجد ووکنگ جو اس ملک کی ایک ہی اکیلی مسجد ہے۔ اس وقت انگلستان کے مسلمانوں کا مرکز بن چکی ہے۔ اور جس دن سے یہاں مسلم مشن کی بنیاد رکھی گئی ہے عیدین کے روز یہاں ایک عجیب شان نظر آتی ہے اس دن نہ صرف ہر چہار اطراف عالم کے مسلمان ہی اپنے گوناگوں رنگوں اور لباسوں کے ساتھ زبانوں اور حیثیتوں کے اختلاف کے ہوتے ہوئے ایک جگہ ایک معبود برحق کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اتحاد قومی کا ثبوت دیتے ہیں بلکہ بہت سے انگریز مسلمان بھی ان کے دوش بدوش کھڑے ہو کر اپنی اخوت اسلامی کا اظہار کرتے اور اسلام کی جمہوریت کا مزہ چکھتے ہیں +

گذشتہ ۶ ستمبر ۱۹۱۹ء کا دن اپنی بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بعض شاندار مناظر کو یہاں لیکر آیا اس دن عید الضحیٰ کا اسلامی تہوار منانے اور نماز پڑھنے کے لیئے قریباً صد مسلمان انگلستان کے مختلف حصص سے یہاں آئے علاوہ ازیں بعض ہندو اور غیر مسلم انگریز بھی تھے۔ اور نومسلم انگریز مرد اور خواتین بھی بہت تھیں۔ ہمارے ہندوستانی مسلمانوں کا مجمع بھی تھا ان میں بہت سے بڑے بڑے معزز ہندوستانی لیڈر بھی آئے ہوئے تھے جنمیں سے بعض کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:-

آنریبل سیٹھ یعقوب حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا و ممبر لیجسلیٹو کونسل مدراس

آنریبل غلام محمد صاحب برگری از بمبئی

مسٹر سید حسن امام صاحب بیرسٹر ایٹ لا، سابق جسٹس ہائیکورٹ
ان کے علاوہ اور بہت سے ہندوستانی مسلمان معززین بھی تھے۔ اور ان ہندوستانی افواج کے جو کچھ دنوں سے انگلستان آئی ہوئی ہیں بعض افسر بھی آئے ہوئے تھے مثلاً۔
رسالدار شیر علیخان صاحب پلٹن ۲۵ کوئٹہ
صوبیدار خدا بخش صاحب میرٹھ
رسالدار مجید گل صاحب پلٹن ۱۷ لاہور
رسالدار محمد یعقوب خان صاحب پلٹن ۲۳ کیولری
میجر عیسیٰ خان صاحب از بہاولپور
کرنیل اقبال محمد صاحب از بھوپال (یہ شاندار اور پُر رعب شکل انسان حضور بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کے عزیزوں میں سے ہیں)
ان فوجی افسروں کا جو تین سو پچاس کی تعداد میں یہاں ہیں قبل ازیں بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ ووکنگ میں آکر اپنے نومسلم انگریز بھائیوں اور خواتین سے ملنے کے خواہشمند تھے۔ لیکن باوجود عزم مُصمم رکھنے کے ۲۲۔ اگست کو جمعہ میں شامل نہ ہوسکے۔ آخر ۵ ستمبر ۱۹۱۹ء کو یعنے عید سے ایک روز قبل لندن میں یہ تمام اصحاب نماز جمعہ کے لئے آئے۔ چونکہ یہ تمام لوگ تعداد میں تین سو سے اوپر تھے۔ اسلئے لندن مسلم ہوس میں صرف دس پندرہ افسر مسٹر مارمیڈیوک پکتھال نومسلم انگریز کی اقتدا میں جمعہ پڑھ سکے۔ اور ان کی قرآن خوانی اور خطبہ کو سنکر از حد محظوظ ہوئے۔ اس کے بعد ہی اس باغ اور سیرگاہ میں جس کا نام ہائیڈ پارک ہے۔ مولینا مولوی صدرالدین صاحب نے باقی تمام افسروں کو جمعہ پڑھایا جس سے ان تمام لوگوں کو از حد خوشی ہوئی۔ اور پندرہ سو روپیہ مشن کی امداد کے لئے اس وقت نقد نذر کیا فجزاہم اللہ احسن الجزا۔
ان اور بہت سے اور ہندوستانی مسلمانوں کے علاوہ جو ہندوستان کے مختلف صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایران اور مصر اور افریقہ سے بھی بعض لوگ شامل تھے مثلاً مسٹر ایس بیگ اصفہانی جو ایران سے آئے ہوئے ہیں مسٹر احسان البکر ے جو مصر کے ہیں۔ ایسا ہی افریقہ کے بعض سیاہ فام لوگ بھی انگلستان کے گورے رنگ والوں کے پہلو بہ پہلو کھڑے تھے +

ان سب لوگوں کو انگلستان کے مسلمان انگریز مردوں اور خواتین سے ملکر ان کے مونہوں سے اللہ اکبر اور سلام علیکم کی آوازیں سُن کر اُن کو نماز کے اندر اپنے پہلو بہ پہلو کھڑے اور سجدے میں جاتے ہُوئے دیکھ کر اور بعد میں ان سے بغلگیر ہو کر اور ایک ہی میز پر ان کے ساتھ کھانا کھا کر جو لُطف اور سرور حاصل ہُوا۔ جو برادرانہ محبت کا نمونہ اس موقعہ پر انھوں نے دیکھا۔ وہ بیان سے باہر ہے ؛

قریباً ½ ۱۱ بجے مولینا مولوی صدرُ الدین صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھی گئی۔ جس کے بعد مولینا نے ایک نہایت زبردست اور موثر خطبہ دیا۔ اور ہمیں بتایا کہ عید الضحیٰ کا دن اُس مقدس انسان کی یادگار ہے جو تمام قوموں اور نبیوں کا باپ ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت محمد رسُول اللہ صلعم نے اپنی ذات کے لئے اس دن کو عید قرار نہیں دیا بلکہ تمام قوموں کے باپ کی سُنت کو رائج کیا۔ اور اس ذریعہ سے کل اقوام کو ایک مقصد پر کھڑا کرنا چاہا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ دُنیا کی تمام اقوام یہود۔ نصاریٰ اور ہندو اور دیگر تمام مذاہب کے لوگ اللہ تعالیٰ کے رُوحانی انعامات کے وارث صرف اپنے آپ کو ہی سمجھتے ہیں اور ہر ایک مذہب کا پیرو دوسرے مذاہب والوں کے متعلق یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں آئی۔ اور بہشت کی لذات ان کو چھو بھی نہیں سکتیں قرآن اس کا حامی نہیں۔ وہ صرف حضرت محمد رسُول اللہ صلعم ہی کو نہیں منواتا۔ بلکہ تمام انبیا اور انکی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا اور کھُلے لفظوں میں فرماتا ہے۔ و ان من امة الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی قوم نہیں جسمیں اللہ تعالیٰ کا کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود غرضی خود ستائی کو نزدیک تک نہیں آنے دیا۔ بلکہ اگر اپنے تئیں منوایا۔ تو دوسرے تمام انبیاء پر بھی ایمان لانا فرض کیا۔ اور اس ذریعے سے تمام اقوام اور مذاہب کو ایک کرنا چاہا۔ ایسا ہی آپ نے توحید الٰہی پر زور دیتے ہُوئے یہ بتایا۔ کہ دُنیا میں دو مختلف قومیں جب ایکدوسرے کے خلاف کھڑی ہوتی ہیں تو دنیا کو مصیبت میں ڈالدیتی ہیں۔ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ تو دو خدا اگر ہوں۔ تو ان سے کیا کچھ تباہی دنیا پر نہ آئے۔ ایک اگر بارش کرنا چاہے تو

دوسرا کیسے نہیں موصوف ہونی چاہئے۔ ایک پھلوں اور اناج کو پیدا کرنا چاہے۔ تو دوسرا اُن کی تباہی و بربادی میں خوش ہو۔ اسی کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر اس زمین و آسمان میں اللہ کے سوائے کوئی اور خدا بھی ہوتا۔ تو فساد ہو جاتا۔ چہ جائیکہ تین خداؤں کو مانا جائے۔ اس لئے قرآن کریم نے ایک خدا کو منوا کر اور اسے رب العالمین بتا کر تمام اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کرنا چاہا۔

ایسا ہی آپ نے قبلہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اپنی بڑائی کے لئے خانہ کعبہ کو قبلہ قرار نہیں دیا۔ نہ آپ کی وہاں قبر ہے۔ بلکہ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا مقرر کردہ مقام ہے جس کی طرف منہ کرنے میں کل قوموں کا اتحاد مضمر ہے۔ اور اس ذریعہ سب کو ایک مرکز کی طرف بلایا گیا ہے غرض آپ نے خطبہ میں تمام اسلام کا خلاصہ نہایت زبردست اور مؤثر الفاظ میں سنایا جس کے بعد تمام حاضرین نے ملکر اللہ اکبر اللہ اکبر واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کی صدائیں بلند کیں اور سب ایکدوسرے سے بغلگیر ہوئے +

اس تمام نظارہ کا فوٹو لینے کے لئے لندن کے بعض اخبارات اور سنیما والے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے نماز کی حالت میں بھی اور بغلگیر ہونے کا بھی فوٹو لیا۔ جو دوسرے ہی دن اسٹر ٹیڈ ہیرلڈ۔ ویکلی ڈسپیچ اور سنڈے پکٹوریل وغیرہ اخبارات میں چھپ گئیں۔ اول الذکر اخبار نے تو اپنے پہلے صفحہ پر ان تصاویر کو جگہ دی۔ گویا اسلام کا اعلان تمام انگلستان میں پہنچا دیا! ایسا ہی سنیما ٹو گراف کے ذریعہ کل دنیا میں ایک اعلان ہو جائے گا +

نماز کے بعد تمام حاضرین کے سامنے پلاؤ قورمہ اور فرنی وغیرہ رکھی گئی۔ اور پھر سہ پہر کے وقت چائے پلائی گئی۔ شام کے بعد پھر باقیماندہ اصحاب کو پھر کھانا کھلایا گیا +

اسی دن سہ پہر کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چار اور مسلمانوں کا اضافہ ہوا۔ ایک انگریز خاتون نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ ان کا نام زیند تھے۔ اسلامی نام رحمت رکھا گیا ۔ ان کے تین بچے ہیں۔ تو وہ بھی اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کے نام عبد الرحیم

لطیف اور نذیر تجویز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے دین متین پر پورے مضبوطی کے ساتھ کاربند ہونے اور خدمات دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بہت سے اصحاب تو اسی دن شام کے وقت گھروں کو واپس چلے گئے لیکن بعض دوسرے دن یہیں ٹھیرے رہے۔ اور اتوار کے لیکچر میں بھی شریک ہوئے +

اِس لیکچر میں بہت سے انگریز مردوں اور خواتین کے سامنے مولٰینا صدرالدین صاحب نے کفارہ کی اس جڑھ کو کہ انسان فطرتاً گنہگار رہے۔ غیر ممکن ثابت کیا۔ اور زبردست دلائل اور خود حضرت مسیح کی تعلیم سے اس عقیدہ کی غلطی کو آشکار کیا۔ آخر میں باوجود سوالات کے لئے وقت دینے کے کسی کو بھی کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی +

غرض یہ دلچسپ مجمع ہفتہ کی صبح کو شروع ہو کر اتوار کی رات تک رہا۔ جو اپنے اثر اور نتائج کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہی ہے +

ہندوستانی افسر جو ہفتہ اور اتوار کے روز آئے نہایت مسرور تھے۔ اور ان پر نہایت ہی عجیب قسم کا اثر تھا۔ انگریز مسلمان مردوں اور خواتین کے ساتھ گفتگو کر کے اُن کی اسلام کے ساتھ محبت اخلاص کو دیکھ کر۔ انکی اخلاص بھری خدمات کو ملاحظہ کر کے ان کے ساتھ نمازوں میں شامل ہو کر اُن کو مسجد میں اذان دیتے اور تکبیر کہتے ہوئے دیکھ کر جو اسلامی جوش ان میں پیدا ہؤا وہ بیان سے باہر ہے۔ انہوں نے اعتراف کیا جو کچھ یہاں ہو رہا ہے وہ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ اور عہد کیا کہ جہاں تک ہم سے بن پڑیگا۔ ہم اپنی اپنی جگہوں پر خاص طور پر مشن کی امداد کے لئے تحریک کرینگے میسور کے ٹیپو سلطان کی اولاد سے میجر محمد نصیر احمد صاحب نے اپنی ریاست اور کرنیل اقبال محمد صاحب نے بھوپال کی ریاست میں اور میجر عیسیٰ خان صاحب نے بہاولپور کی ریاست میں تحریک کرنے کے لئے عہد ہی نہیں کیا بلکہ التجا کی۔ کہ مولوی صاحب کا جو حکم ہو۔ جتنے چندہ کا اشارہ ہو۔ ماہوار ہو۔ سالانہ ہو ہم بھجوا دیں گے۔ یہ سب ریویو کے علیحدہ علیحدہ خریدار ہوئے اور چندہ بھی دیا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ والسلام

خاکسار دوست محمد

از دفتر دوکنگ مسلم مشن اسلامک ریویو انگلستان

اسلام شاہراہ ترقی

(ہمارے نومسلم بھائی مسٹر ڈڈلے رائٹ کے قلم سے)

بہت سے ایسے مذاہب ہیں۔ کہ ان کے آغاز میں ہی ان کے اصولوں کے زوال کی علامات ظاہر ہوئیں۔ اور رفتہ رفتہ ان کی حالت نو میں ایسے رنگ عیاں ہوئے جنہوں نے اُن کے بانیان کی اصلی تعلیم کو بہت حد تک چھپا دیا۔ مگر یہ بات مذہب اسلام میں قطعاً نہیں ہے۔ اور گو کہ مختلف زمانوں میں اس نے نئے نئے دور دیکھے۔ مگر اس کا توحید کا بنیادی ستون کبھی متزلزل نہیں ہوا۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک وحدانیت کی تعلیم میں کبھی کسی زمانہ میں بھی شرک کا نام تک نہیں آیا۔ برعکس ہم عیسائیت میں دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے بہت سے فرقے اس خالق اور رب العالمین کی اتنی پرستش نہیں کرتے جتنی اپنی اختراع کردہ تثلیث کے دوسرے رکن کی۔ اور موجودہ زمانہ میں بعض عیسائی فرقے تثلیث کے تیسرے رکن کے پرستار بننے کی طرف زیادہ میلان دکھلا رہے ہیں۔ آؤ ہم پہلے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پر نظر ڈالیں معاً ہمارے دل میں یہ سوال اُٹھتا ہے۔ کیونکہ ایک اُمی ہونے کے باوجود اس نے اپنے گرد و پیش میں کتنا عظیم تغیر پیدا کر کے نیا رنگ جما یا۔ کوئی طاقتور جماعت اسکی امداد کے واسطے ساتھ ہی کھڑی نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ ہی کوئی پیشرو اس کے واسطے آیا تھا جس طرح یوحنا اصطباغی عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آیا تھا۔ اس کے پیرووں میں پولوس جیسا کوئی کھڑا نہ ہوا۔ جو اسکی سادہ تعلیم کو عقدۂ لاینحل بنا دیتا۔ جتنے کہ وہ معقولیوں اور علماؤں کے دائمی جھگڑے اور بحث کا موجب ٹھیرتی اور اس بات میں ہم اللہ جلشانہ کا شکر بجالاتے ہیں۔ وہ پاک رسول تن تنہا کھڑا ہوا۔ اور بالکل ایک خوفناک لق ودق جنگل میں آوازیں دینے والے کی مانند تھا۔ اس کو مجنون کا فتویٰ دیا گیا۔ اور بالآخر یگانہ و بیگانہ کے مصائب و شدائد کا تختہ مشق بنا۔ مگر باوجود ان تمام تکالیف اور مطاعن کے جو اس کے اپنے اور غیر قبائل سے اس کو ملیں۔ وہ مذاتہ اور وہ دین پاک جو اسے دیا گیا۔ کامیاب ہو کر نکلے۔ جب ہم ان تمام مشکلات کا جائزہ لیتے ہیں جو اس کے سد راہ ہوئیں

جس وقت وہ اپنی ذمہ داری سے جو اس پر عائد کی گئی تھیں سبکدوش ہو رہا تھا۔ اور کمال دیانت سے اس امانت سے عہدہ برآ ہو رہا تھا۔ ہم کو مجبوراً یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ وہ اس کام کو صرف اسی صورت میں سرانجام پہنچا سکتا تھا۔ جب اس کا پایہ ثبوت اپنی مشن میں بڑے وثوق کے ساتھ قائم ہوتا۔ آج بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اسی نقطۂ خیال سے دیکھے جاتے ہیں۔ جیسے وہ بعثت پیغمبر خدا سمجھے گئے تھے۔ اور اپنا اس کی مشن کے صدق کو ماننے لگ پڑی ہیں ؎

سو سال بھی نہیں گذرے کہ اس توحید کا نعرہ لگانیوالے کو غیر اسلامی دنیا منظری مجنون اور مذہبی دیوانہ خیال کرتی تھی۔ اور کبھی بھی پیغمبر خدا ماننے کو تیار نہ تھی۔ مگر یہ سہرا کارلائل کے سر پر ہے جس نے بڑے زور سے اسکی نبوت اور عظمت کو الم نشرح کیا۔ اور اس نے نبی پاک کے اخلاق اور تعلیم کو اصلی ماہیت میں دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اگرچہ بیشتر ازیں گبن علامہ نے بھی اسبارہ میں بڑی کوشش کی۔ مگر چونکہ وہ دہریہ مزاج اور مذہب سے منکر خیال کیا جاتا تھا اس واسطے اسکی بات کو وقعت نہ دیگئی ؎

اسلام ہمیشہ ترقی کا مذہب ہے۔ مگر اس کی اشاعت کی ترقی جو موجودہ ایک صدی میں ہوئی ہے وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی کسی ایک پہلو سے دیکھیں ہمیں اس میں ترقی کرنے کی طاقتیں دکھائی دیتی ہیں صرف ایک مسئلہ درس و تدریس پر غور کرتے ہوئے اگر موجودہ محاربہ عظیم کو دیکھیں تو معلوم ہوگا۔ کہ صرف ان چار یا پانچ سال کے عرصہ میں عام تعلیم اور مذہبی اہمیت دی گئی۔ مگر ایک مسلمان کے لئے مذہبی تعلیم صرف کافی اور اتم ہے ؎

خاندان غزنی کے بانی سلطان محمود نے آج سے نو سو سال پیشتر عالموں اور شاعروں کو فیاضانہ طور پر مدد دی۔ اور علمی مشاغل کو فروغ دینے کی خاطر مستقل درسگاہیں اور عمارات کھڑی کیں۔ ایک عالیشان مسجد تیار کر کے اس کے ساتھ ایک یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی جسمیں مختلف زبانوں کی نادر کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی عجائبات قدرت کا عجائب خانہ تھا۔ اس تمام وکمال سلسلہ کے قیام کے لئے اس نے ایک رقم کثیر علیحدہ رکھ دی۔ علاوہ ازیں طلباء و قابل معلموں کے اخراجات کے واسطے دو عمر اخذ شا

بنا دیا تا کہ بیفکری سے علوم و فنون میں غواصی کریں۔ غزنی اس طرح روپیوں شاعروں فلسفیوں اور سائنسدانوں کیلئے موجب کشش ہوا۔ اور اُس علمی مرکز کی چار دانگ عالم میں دھوم مچ گئی۔ مؤرخ فرشتہ نے محمود کی نسبت ٹھیک لکھا۔ کہ پیشتر ازیں کسی شاہی دربار میں اتنے عالم فاضل کبھی اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔ اور سلطان کی وفات کے بعد اس کے جانشین محمود نے بھی اپنے باپ کی طرح جگہ جگہ سکول اور کالج قائم کئے۔ اور مستقل عطیات شاہی کے ساتھ ان کے بقا کو مضبوط کر دیا۔ اس عہد حکومت میں اس قدر کالج۔ مساجد اور دینی عمارات کھڑی کی گئیں کہ اُن کا شمار کرنا مشکل ہو گیا۔ مسجد۔ مذہب اور دین کا مرکز بن گئی تا آنکہ دہلی کا دور شروع ہوا۔ اور یہ عظیم الشان شہر۔ ادبی۔ علمی مجالس کی وجہ سے مشہور ہو گیا لیکن یہ خیال ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ کہ یہ تمام تگ و دو صرف تعلیم ذکور کے واسطے تھی بلکہ تمام ممالک اسلام کے ماتحت ایسی سرگرمی تعلیم نسوان میں دکھائی گئی۔ اس کا مقابلہ انگلستان کے ساتھ کرو جہانکہ باقاعدہ طور پر حکومت کی طرف سے تعلیم دینے کی پہلی کوشش سنہ ۱۶۸۷ء میں ہوئی۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ یورپ اور دیگر تمام ممالک میں جو اسلام کے زیر اثر ہوئے ہم ایک بڑھتی ہوئی علم کی رو دیکھتے ہیں۔ عرب کے صحرا نشینوں نے پہلے پہل بڑے بڑے جغرافیائی انکشافات کئے۔ جس علم میں وہ خاص دلچسپی لیتے تھے۔ اور اس امر کے ثبوت میں ہم صرف۔ لوالفدا کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جنہے چودھویں صدی عیسوی میں انگلستان میں قدم رکھا یہی عرب تھے جنہوں نے علم ریاضی میں عظیم تغیر پیدا کیا۔ اقلیدس بطلیموس و دیگر یونانی ریاضی دانوں کی کتب کا انہوں نے ہی اول اول ترجمہ کیا لیکے ہمیں بتلاتا ہے کہ علم مثلث کو عربوں نے ایک علیحدہ علم بنایا۔ جس کو یونانیوں کے مروجہ طریقہ حروف تہجی کی بجائے خود اختراع کی یا چینیوں یا ہندیوں کے نمونہ و سہندسے استعمال کئے بعد میں جس طریقہ کو اسلامی اندلس سے پوپ سلوسٹر دوم نے کیتھولک یورپ میں مروج کیا۔ الجبرا کا صحیح محل استعمال اور اسکی اہمیت صرف عربوں نے ہی دنیا کو بتائی۔ محمد ابن موسیٰ پہلا آدمی تھا جس نے درجہ ثانیہ کے مساوات کا حل بتایا۔ اور عمر بن ابراہیم نے علم میں رہنمائی کی اور مروجہ طریق کی غلطیوں کو ظاہر کیا جنمیں یونانی ہوئے

نمبر مکمل اصول کو درست کر کے اپنے قیاسات لگائے جو آج تک صحیح جانے جا رہے ہیں۔ راجر بیکن نے بھی عربوں کے نقش قدم پر چل کر یہ شہرت حاصل کی عیسائی تیوہار ایسٹر کی یاد کی تاریخ اسی بیکن کے باندھے ہوئے اصولوں سے مقرر کی گئی جو اس نے عرب کے ہیئت والوں سے اخذ کی تھی۔ اور جس پر بعد میں گیلیو نے اپنی ساری اختراعات کا انحصار رکھا۔ اگرچہ کہا جا سکتا ہے کہ عربوں نے صرف سلف کے بنا کردہ علوم میں ہی ترقی کی۔ اور انہوں نے ہی بہت حد تک اپنے آپ کو محدود رکھا۔ تاہم اس علم کی وسیع اشاعت جو انہوں نے کی ہے۔ اور اس کو تنگ دائرہ سے نکالکر تمام دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں تھی علم کیمیا اور طب میں بھی عرب ہی پیشرو اور موجب تھے۔ کامیابی کے ساتھ حیوانی۔ نباتی اور معدنی خواص کو پہلے انہوں نے دریافت کیا۔ اور اس طرح آرگینک انارگینک کیمیا کی اور علم طب کی بنیاد ڈالی بہت سے علاج جو آجکل بڑے کامیاب ہیں۔ وہ عربوں نے ہی دریافت کئے تھے۔ اور نہایت تدقیق و تحقیق نے خطرناک اور عالمگیر امراض کی تشخیص کی +

بہر حال یہ ایک علیحدہ مضمون ہے جس کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہے جسمیں علیحدہ علیحدہ مسلمانوں کے علم اور سائنس پر جو احسانات ہیں ان کو جمع کیا جائے +

تعلیم اور علوم کی ترویج کے لئے جو کچھ کوشش سرکاری طور پر کلیسیا نے کی وہ یا تو اندرونی ریفارمروں کا کام تھا یا بیرونی تاثرات کا نتیجہ تھا۔ رومن کیتھولک شاخ کلیسیا نے جو عیسائیت کا قدیم ترین فرقہ ہے۔ اور اب بھی ازروئے اعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس نے کبھی بھی تعلیم پھیلانے کے واسطے ایک محدود حلقہ کے باہر خود کوشش نہیں کی اسطرح علم کے واسطے مسلمان فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کو پورا کرتے ہیں جن کا ایک قول ہے جو کوئی عالموں کی عزت کرتا ہے وہ میری عزت کرتا ہے +

علم حاصل کرو کیونکہ یہ عالم کو حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنا سکھاتا ہے۔ یہ آسمان کا راستہ روشن کر دیتا ہے صحرا میں ہمارا دوست ہے اور تنہائی میں ہماری محفل جب ہم بغیر یار کے ہوں تو یہ ساتھی ہے۔ اور خوشی کی طرف رہنمائی کرتا ہے تکلیفوں میں ہمارا غم جھیلتا ہے

دوستوں میں زیور ہو۔ دشمنوں میں زرہ بکتر +

حرفہ و تجارت کی طرف نظر دوڑائیں تو اسمیں بھی یہی رنگ دکھائی دیتا ہے شیشہ اور کاغذ سازی دونوں مقدس جنگوں کی بدولت ایشیا سے یورپ میں آئے اور تمام مغرب عربوں کا خصوصاً کاغذ کے بارہ میں زیر احسان ہے سسلی میں زراعت کو افریقہ اور اندلس کے عرب نو آباد کاروں نے فروغ بخشا جنہوں نے کرم ابریشم اور گنا کی کاشت کی۔ اگرچہ یہ بات تمام ظاہر بات کے مقابل تمسخر آمیز ہوگی۔ مگر ان عرب تجار کی بدولت عیسائیت نے ہندوستان اور چین میں قدم رکھا۔ علاوہ ازیں بیشمار تعداد میں انکشافات اور ترقیات جو صنعت و حرفت اور تجارت میں ہوتی ہیں۔ اور جو فروغ علمی ہوا ہے۔ ان سب کے ذمہ وار مغرب میں فدائیان رسول عربی ہی ہیں +

اخلاق کی اصلاح میں اسلام نے جس کامیابی کے ساتھ دنیا کو پاک کیا وہ نہایت ہی حیرتناک ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت توہم پرستی سے مطلع غبار آلود تھا۔ کوئی شخص مرجاتا تو یہ ضروری خیال کیا جاتا۔ کہ اسکی جائداد بعد از مرگ بھی اس کے ذاتی مصرف میں لائی جاوے۔ اور اسکی قبر پر ایک اونٹ باندھ دیا جاتا جو وہیں بھوک پیاس سے مرجاتا۔ تاکہ جب مردہ دوبارہ زندگی پاجائے تو اسکو سواری مہیا ملجائے۔ اور اس کو پیدل چلنے کی تکلیف نہ ہو۔ دختر کشی کی ناپاک رسم عام تھی۔ بیویاں روپیہ دیکر خریدی جاتی تھیں۔ تا آنکہ قرآن کریم نے اس کو ممنوع قرار دیکر حکم دیا ہے کہ زر فرلعیہ اور خاوند اور خاوند کی جائداد کے حصہ کا اسکی موت کے بعد وہ وارث ہے کثیر الازدواجی جو ایک لامتناہی سلسلہ معلوم ہوتی تھی۔ وہ بھی یک قلم روک دیگئی۔ اور تمام بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ کہ کثیر الازدواجی کو قریباً ناممکن بنا دیا۔ اور اب ہم کو اسلامی ممالک میں اسکی خال خال مثالیں ہی نظر آتی ہیں۔ یہ عام وطیرہ تھا۔ کہ خاوند ذرا سی ناراضگی پر عورت کو طلاق دیدیتا۔ اور پھر اپنی مرضی سے اس کو اپنے حرم میں داخل کرلیتا اس طرح طلاق اور عود کرانے کا ٹھکانہ ہی نہ تھا لیکن اسلام نے عملی طور پر اس قبیح رسم کو قطعاً بند کردیا۔ آنحضرت صلعم نے تمام عرب میں عورتوں کے واسطے وراثت کے قوانین منضبط کئے۔ علاوہ بریں

دو بہنوں کا ایک ہی وقت میں اپنے نکاح اور بیوہ کا ایک طرح کی جائداد متصور کرنا وغیرہ وغیرہ مذموم رسم کا قلع قمع کیا ۔

سنہ ۱۹۱۷ء سے قبل انگلینڈ میں ہی ہم طبقۂ اناث کو ابتر حالت میں دیکھتے ہیں جبکہ میری وسٹون کر لیفٹ نے کتاب عورتوں کے حقوق کی نگہداشت لکھی اور کہیں جاکر سنہ ۱۸۷۰ء میں قانون جائیداد شادی شدہ عورات پاس ہوا ۔ اس سے قبل برطانوی مستورات اور انکی جائداد مردوں کے ہاتھ کھلونے کی طرح تھیں مگر ہم قرآن میں شروع سے اخیر تک دیکھتے ہیں کہ اسنے عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات قائم کر دی ہے ۔ اور تاریخ میں ہم کسی موقع پر وہ ترغیب وتحریص عورتوں کی تعلیم اور تربیت کے واسطے جو اسلام نے رکھی ہے ہرگز نہیں پاتے یا وہ مراعات اور حقوق جو آج سے تھوڑا عرصہ پیشتر عیسائی عورتوں کو حاصل ہوئے ہیں جب سے تاریخ شروع ہوئی ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ عورتوں کو سدا حالت تعیر ہی رکھا جاتا ہے ۔ اور مردوں کے گناہوں کا موجب ٹھیرایا جاتا ہے ۔ کیونکہ وہ گناہ اور بدی کو دنیا میں لانیوالی خیال کیجاتی ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات میں سے ایک یہ بھی تھی ۔ کہ انہوں نے اتہام اور بہتان لگانے کا تدارک حتی الامکان فرمایا ۔ اور عفیفہ عورتوں پر بہتان باندھنے والوں پر جسمانی سزائیں رکھیں آج عیسائی اقوام انکے نقش قدم پر چلکر اس خرابی کا انسداد کر سکتے ہیں ۔

اسی طرح رسول پاک نے غلامی کی اصلاح کے واسطے اپنے پیروؤں کو غلام آزاد کر دینے کی زور سے نصیحت کی ۔ اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے بیت المال میں ایک خاص فنڈ علیحدہ قائم کر دیا ۔ ایک حدیث نبوی ہے کہ خدا تعالے نے اپنی مخلوق میں اس مقصد کو سب سے زیادہ عزیز رکھا ہے کہ غلاموں کو آزاد کر دیا جائے ۔ اور سب سے زیادہ طلاق کو ناپسندیدہ کہا ہے

اللہ نے جو مذہبی آزادی کا اصول دنیا میں قائم کیا ہے اس کا صرف تعصب کی پٹی باندھ کر ہی انکار کر سکتے ہیں ۔ جنگ ترکی و روس کے بعد سنہ ۱۸۵۶ء میں سلطان نے اپنی تمام رعایا کے لئے برملا آزادی ضمیر کا اعلان کر دیا جس کے ساتھ ہی ایک پروٹسٹنٹ انگلش گرجا قسطنطنیہ میں قائم ہو گیا اور اس موقع کو غنیمت جانکر چرچ مشنری سوسائٹی نے ایک خاص مشن اس ملک کیلئے

قائم کردیا +

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن کو فوت ہوئے تیرہ سو برس گذر گئے ہیں۔ آج دنیا کا کثیر حصہ ان کا نام لیوا ہے۔ اُن کے اوّل ترین نومسلموں میں جنہوں نے ان کو نبی تسلیم کیا ہم عجیب بات دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اُن کی بیوی۔ غلام شاگرد اور دوست تھے۔ جو ان کے حقیقی شیدائی اور جان نثار تھے۔ اور وہی لوگ تھے جو سب سے زیادہ انکی فطرتی کمزوریاں سے آگاہ ہوسکتے تھے۔ ان کا پیغام توحید الٰہی تھا۔ جو کوئی نئی بات نہ تھی۔ بلکہ ہر زمانہ میں اور ہر مُلک میں جہاں شرک وتوہم پرستی کا بازار گرم تھا کسی نہ کسی وقت توحید کا سبق لوگوں کو دیا گیا تھا۔ اور ہر جگہ یہی سماں دکھائی دیتا ہے۔ کہ نگاہیں چھوٹے چھوٹے معبودوں کے ماوراء ایک بڑی اجل ہستی کی طرف جو کُل کائنات پر حکمران ہے دوڑتی ہیں اور جس کی طرف تمام عالم گردن جھکائے ہوئے ہے۔ گذشتہ زمانہ شمالی یورپ کا افسانہ میں اس معبود کو ہر چیز کا بنانیوالا۔ لازوال۔ قدیم۔ زندہ۔ جبروت والا۔ مخفی چیزوں کا پتہ رکھنے والا۔ اور لاتبدل ہستی پکارتے ہیں۔ وہ اسکو چار دیواری کے اندر محدود نہیں رکھنا چاہتے تھے بلکہ اسکی شان کے شایاں پرستش صرف کھلی ہوا میں جنگلوں میں اور ہولناک ویرانوں میں ہی کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ پاسنیس کی بھی رائے ہے کہ قدیم ترین انسان خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے۔ آرفیس کا مقولہ ہے۔ خدا ایک ہے۔ وہ صمد ہے۔ سب چیزیں اُسی سے شروع ہوتی ہیں اور وہ دنیا کا حاکم ہے۔ فیثاغورث بھی اسی طرح ایک خدا کا قائل تھا۔ جو کہ سب کا خالق ہے علے ہذالقیاس دیگر مشہور فلسفیان یونان وروم اور مصر کا بھی یہی خیال تھا +

مذہب عیسائیت میں جیسا کہ اس کے بڑے بڑے عالم کہنے لگ پڑے ہیں انحطاط شروع ہوگیا ہے۔ اور وہ وقت بھی قریب ہے۔ جب مکالے کی کلیسیائے رُوم کے متعلق پیشگوئی آخر کار غلط ثابت ہوئی۔ آرچ بشپ آف کنٹربری کی رپورٹ بھی صریح الفاظ میں مانتی ہے۔ کہ چرچ آف انگلینڈ ایک بڑا ناکام ثابت ہوا ہے۔ اور کلیسیا کے دیگر اکابر اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ چاروں طرف مذہب کلیسیا کے زوال کی مایوس آوازیں

اُٹھ رہی ہیں۔ نہ بلحاظ اس کے پیروؤں کے جو اس سے منحرف ہو رہے ہیں۔ بلکہ اس کے اصولوں اور اعتقادات کی طاقت سے۔ اسلام کی ترقی کا باعث اعتقادات کے نقطۂ نگاہ سے اس کا اللہ تعالیٰ کی توحید یکتائی اور عظمت کا ٹھیک ٹھیک کھلے کھلے اور بین طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر قول اور فعل میں ہم اس طاقت کا اثر دیکھتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی صفت عدل کو ذہن نشین کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے جس خدا کا نقشہ کھینچا ہے۔ وہ ایک لطیف مزاج کے ساتھ عدل و انصاف کی صفات کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔ ابتدائی زندگی میں جہاں کہیں وہ گئے انہوں نے چاروں طرف بت پرستی کو پایا۔ جن کو نہ صرف عیسائی بلکہ اپنے ہم قوم بھی بنا لیتے تھے۔ آپ خود بھی قیاس کر لیں کہ اگر آج اسرائیلی نبی زندہ ہو یا مسیح کا حواری اس آجاوے اور ہمارے کسی بڑے گرجے میں چلا جائے۔ جبکہ ہماری علی عبادت (High mass) ادا ہو رہی ہو تو وہ اسکے کیا خیالات ہونگے۔ کیا وہ دیوانہ وار ادھر اُدھر نہ دیکھتا ہوگا۔ کہ یہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ ایسے ہی خیال اس پیغمبر عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں موج زن ہوئے جب آپ نے خدا کی وحدانیت کا اور جو تعظیم اس کی ذات کی ہونی چاہئے تھی اس کا نقشہ دل میں جما کر عیسائی گرجوں کو دیکھا ہوگا اور کفار کے معبدوں پر نظر دوڑائی۔ خدا تعالے کی بجائے کئی خداؤں اور بتوں کی عبادت ہوتی تھی کعبہ میں ہی تین سو ساٹھ بت تھے۔ کوئی آدمی کی شکل کا۔ کوئی عقاب شیر ہرن وغیرہ وغیرہ کا مجسمہ لیکن سب سے شاندار ہُبل سنگ لشب کا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں ازلام تھے جو کہ فال گیری کے نشان تھے انہیں بتوں میں چھوٹے بچے مسیح کی تصویر بھی تھی جو مریم علیہا السلام کی گود میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ تصویر شاید کسی عیسائی گرجا میں سے لی گئی ہو گی۔ اس وقت آنحضرت صلعم بُت شکن بنتے ہیں۔ وہی پیغام آخری جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو دیا گیا۔ آج بھی وہی پیغام اسلامی ہے۔ اور اس کا وہی مفہوم ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ نہ اسے کسی نے جنا۔ نہ اس نے کسی کو جنا۔ اور اس جیسا اور کوئی نہیں۔ یہ بات اب بھی خواہ کیسی ہی بعید از عقل ہی معلوم ہو۔ مگر ہم پھر کہیں گے کہ اسلام ترقی کا مذہب ہے اور اس کے اصولوں میں ادنےٰ سے ادنےٰ تغیر بھی واقع نہیں ہوا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسلام کو مٹانے کے لئے نہیں آئے تھے۔ اور نہ یہ ان کا مشن تھا

بلکہ وہ اسکو ان آلائشوں سے جو اُس میں مل گئی تھیں پاک کرنے کے لئے اور جو قوموں کو
بُت پرستی اور جہالت سے چھوڑانے کی غرض کیلئے مبعوث ہُوتے تھے۔ دُنیا میں ہمیشہ
پیغمبر اور نبی آتے رہتے ہیں۔ ان کا ایک ہی پیغام رہا ہے۔ کہ لوگوں کی توجہ خدا کی
طرف منعطف کرائی جاوے۔ یہی مشن تمام انبیا حضرت نوح۔ حضرت موسیٰ حضرت
داؤد۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا تھا۔ اور یہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا جو مبعوث
ہُوئے۔ مجھے ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ قرآن تو ہم سب عیسائیوں کو کافر
کہتا ہے۔ جس کی تردید کے لئے یہ جواب کافی ہوُا۔ کہ قرآن کبھی بھی ایسا نہیں کہتا
اگر کوئی اسکو پڑھے تو وہ صاف دیکھ لیگا۔ کہ ان کو وہ اہل کتاب کہتا ہے۔
اور بُت پرستوں کو کُفّار۔ اور جو کوئی بُتوں کی پوجا شروع کرے اور خدائے واحد کو
چھوڑ ان کی تعظیم کرے پھر مسلمان ہو یا عیسائی وہ ایماندار نہیں کہلائیگا۔ کیونکہ اس نے وحی آلہی سے انکار کیا
اسلام کے پاس مداوا ہے۔ ایک گنہگار کے واسطے جو خواہ مرد یا عورت جو اپنے
رب کی طرف عود کرنا چاہے۔ اور اس کے احکام کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرنا چاہے
ایک متعصب نکتہ چین جس نے قرآن کو کبھی پڑھا نہ ہو فوراً نفی میں جواب دے گا
کہ یہ کتاب ان کو پکار پکار کر امید دلاتی ہے اور کہتی ہے کہ استغفار اور توبہ کا دروازہ
ہر وقت کھلا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ پھر افعال میں بھی تبدیلی ہونی چاہئے۔ اور
بُرائی کو صرف چھوڑ دینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ اتنی ہی مستعدی اور سرگرمی
نیکی کی طرف ہونی چاہئے۔ اسلام کبھی بھی یہ نہیں سکھاتا کہ اپنے گناہوں کی
ذمہ داریوں کا بوجھ دوسرے پاکباز اور عفیف آدمی کے کندھوں پر ڈالا جاسکتا
ہے۔ بلکہ وہ اسکو بعید از اخلاق تصور کرتا ہے +

آخیر میں خدا کی مشیت پر اپنے آپ کو چھوڑ دینے سے۔ توکل کرنے سے
حقیقی تسکین۔ امن اور چین اس دنیا کی کشاکش سے میسر ہوتا ہے جو کہ صرف
اسلام پیش کرتا ہے یہی اللہ تعالےٰ کا اور اسلام کا پیغام ہے +

سؤر اور شراب

اسلام کی رُو سے سؤر اور شراب اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی مکروہ اور خاص طور پر قابل نفرت ہیں (اور اسی وجہ سے حرام کر دیئے گئے ہیں) قرآن مجید کے یہ حکم کسی خاص قربانی کی غرض سے نہیں دیئے گئے۔ بلکہ محض اصول صحت و تندرستی پر مبنی ہیں۔ اور اس وجہ سے اخلاقی اور رُوحانی وجوہات بھی اس میں شامل ہیں کیونکہ یہ واضح اور یقین امر ہے۔ کہ کوئی تندرست قلب اور ضمیر کسی بیمار جسم میں نہیں رہ سکتا جسمانی اور اخلاقی تباہیوں کی تعداد بد قسمتی کہ ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچتی ہے اور ان تمام تباہیوں کا باعث وہ تمام برائیوں کی جڑ شراب نوشی ہے۔ اور اسکے انسداد کی مستقل کوششیں جو کہ آجکل مغربی ممالک میں کی جا رہی ہیں۔ وہ ان احکام کی خوبی اور قابل استعمال ہونے کو ظاہر کرتی ہیں جو کہ قرآن کریم نے اسکے قطعاً ترک کر دینے کے متعلق دیئے ہیں۔ مگر موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کامل تندرستی اور پرہیزگاری کی حالت کو حاصل کرنے میں ابھی کافی عرصہ لگیگا۔ مگر اس انقلاب کا مقصد چونکہ اصلی انسانی فطرت کو اپیل کرتا ہے اسلئے یہ کوشش ضرور کامیاب ہو کر رہیگی +

اِسی طرح سؤر کے گوشت کا استعمال بہت سی مخفی تکالیف کا باعث ہے جن کی طرف انسان بالکل خیال نہیں کرتا۔ ڈاکٹری حلقہ میں یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ سؤر بہ نسبت دوسرے جانوروں کے بعض نہایت قبیح بیماریوں کا بہت آسانی سے شکار ہو جاتا ہے! اس سؤر کی نسل کی نہایت قبیح اور گندی عادات ان کو ان بیماریوں کے کیڑوں کا جو کہ سؤر خانوں میں بھرے ہوتے ہیں نہایت آسانی سے شکار بنا دیتی ہیں۔ اور ان بے شمار بیماریوں میں سے دو تین یہ ہیں۔ سب سے پہلے سوروں کا بخار ہوتا ہے جو کہ اکثر ۵۸ فیصدی سؤروں کی موت کا باعث ہوتا ہے۔ اور سؤر کا سل (Tuberculosis) اور سرخ باد کے مرض سے ہزاروں سؤر ہر سال مرتے ہیں۔ سؤر کا سب

زیادہ جانی دشمن ایک کیڑا ہے جس کا نام (Salmonella?) سلمنیلا ہے۔ اور یہ اس کے گوشت کے ریشوں میں اکثر پایا جاتا ہے۔ اور اگر آدمی اسکو کھائے۔ تو اسے بھی ویسی ہی تکلیف پہنچتی ہے +

علاوہ بہت سے ڈاکٹروں کے جو کہ سُور کے گوشت کی خرابیوں کا وعظ لوگوں کو سناتے ہیں ایک ان میں سے ڈاکٹر ایلیسن بھی ہیں جو کہ بہت مشہور ڈاکٹر ہیں۔ مگر اسلام کا حکم کسی دُنیادی حاکم کا فضول حکم نہیں ہے۔ جو کہ معاشرت اور دوسرے حالات کو مدنظر رکھ کر جاری کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ ایک خدائی حکم ہے جو کہ سور کے گوشت اور شراب کو جو کہ حقیقت میں بیماری اور موت ہیں قطعاً ترک کر دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور کیا ہی پرحکمت اور اعلیٰ احکام ہے +

مسلم سرداران سوڈان

بروز بدھ مورخہ ۳ جولائی ۱۹۱۹ء کو عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی سوڈانی سرداروں سے جو کہ کچھ مدت سے لندن میں مقیم ہیں ایک نہایت دلچسپ ملاقات ہوئی۔ ملاقات کارلٹن ہوٹل واقع پالمال (Carlton Hotel, Pall Mall) میں ہوئی جہاں کہ کپتان ولیس (Capt: Willis) نے جو کہ ان سرداروں کا رہنما اور ترجمان تھا عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ سے اُن کا تعارف کرایا

ان سرداروں کے نام اور عہدے مفصلہ ذیل ہیں:۔

مذہبی لیڈر

(۱) سر سید علی مرغنانی۔ کے۔ سی۔ ایم۔ جی + کے۔ سی۔ وی۔ او +

(۲) شریف یوسف الہندی۔ سی۔ وی۔ او + ایم۔ بی۔ ای +

(۳) سید عبدالرحمٰن المہدی۔ سی۔ وی۔ او +

مذہبی عہدہ داران

(۱) شیخ الطیب ہاشم۔ سی۔ وی۔ او + ایم۔ بی۔ ای (۲) شیخ عبد القاسم۔ ایم۔ وی۔ او +

(۳) شیخ اسمٰعیل الازہری۔ ایم۔ وی۔ او +

سرداران قبائل

(۱) شیخ علی التوم۔ ایم۔ وی۔ او + ایم۔ بی۔ ای +

(۲) شیخ ابراہیم موسے۔ ایم۔ وی۔ او + ایم۔ بی۔ ای +

(۳) شیخ ابراہیم الحی محمد تیرہ۔ ایم۔ وی۔ او۔

(۴) شیخ عوادالکریم علوسن۔ ایم۔ وی۔ او +

عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا مختصر سا ایڈریس حجان نے ترجمہ کرکے انکو سنایا جس کا جواب سر سید علی اور شیخ یوسف الکندی نے نہایت خوشی و خورمی و شکریہ کے ساتھ دیا۔

السلام علیکم۔ میں اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو کہ سوڈان کے دُور دراز علاقے سے یہاں تشریف لائے ہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور میری یہ خواہش ہے کہ میری زیادہ توجہ اور وقت انہی کی خدمت میں صرف ہو جہاں کہیں بھی ہمارا مقدس مذہب جو کہ خدا سے وحی پاکر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دکھلایا پایا جاتا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی محبت۔ یگانگت اور حسن سلوک اور تعظیم لامر اللہ پائی جاتی ہے" +

"میں تمام انگریز نومسلموں کی طرف سے آپ کی خدمت میں سلام علیک عرض کرتا ہوں جو صرف انہی کی طرف سے نہیں بلکہ تمام اُن ہم مذہبوں کی طرف سے جو کہ ہندوستان اور دیگر ممالک دنیا میں رہتے ہیں" +

"خدا کرے کہ وہ امن اور صلح جو کہ اب تمام قوموں کیلئے ممکن الحصول ہو گئی ہے۔ تمہاری قوموں پر بحیرہ قلزم سے بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) تک حکمران رہے۔ اور خدا کرے کہ آپ بھی ہم مختلف قوموں کے مسلمانوں کو اُسی محبت اور یگانگت کی نگاہ سے دیکھیں جس سے کہ ہم آپ کو دیکھتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں" +

اِس ایڈریس کے اختتام پر عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے ایک کاپی انگریزی قرآن مجید کی سر سید علی کو تحفۃً پیش کی۔ جو کہ انہوں نے نہایت شکریے کے ساتھ قبول کی +

ہر ایک آدمی مُلک سوڈان کی عظیم وسعت اور استطاعت کو نہیں سمجھ سکتا اس کی وسعت کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) سے لے کر بحیرہ قلزم اور بحر ہند تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ بات بڑی طمانیت بخش ہے کہ جو کچھ انہوں نے لنڈن میں دیکھا۔ اس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ اور یہ کہ وہ اپنے انگریزی بھائیوں کے اس پرجوش اور محبت بھرے استقبال اور سلوک کی یادگار اپنے وطن اور گھروں کو لے جائیں گے +

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى ۝ فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

بھٹکے (پھرتے) ہو تو (تم کو دین اسلام کا) سیدھا رستہ دکھا دیا۔ اور تم کو مفلس پایا۔ تو اس نے غنی کر دیا۔ تو (ان نعمتوں کے شکریئے میں) یتیم پر (کسی طرح کا) ظلم نہ کرنا اور سائل کو جھڑکنا۔ اور (لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا (کہ یہ بھی شکرگزاری کا ایک طریقہ ہے) +

میرے قرآن میں اس سورت - سورۃ الضحٰے کے نام کے نیچے کچھ ایسے نقش ہیں جو کہ شاید آسانی سے بیل بوٹے یا خوبصورتی کے طور پر سمجھ لئے جائیں۔ وہ اصل میں لفظ مکیّہ ہے جس کے معنے ہیں کہ یہ مکی سورت ہے۔ دوسری سورت ایسی بھی ہیں جو کہ اس لفظ مکیہ کے بجائے مدنیّہ کا لفظ رکھتی ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ یہ لفظ ایک طالب علم قرآن کریم کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ پتہ دیتے ہیں۔ کہ کس زمانے اور موقع پر کوئی سورت نازل ہوئی۔ ہجرت سے پہلے یا پیچھے۔ کیا تکالیف و مصیبت کے زمانے میں یا فتوحات اسلام کے دوران میں۔ یہ سورت جو کہ میں نے ابھی پڑھی ہے ایک مکی سورت ہے۔ یعنی یہ ایسے وقت میں نازل ہوئی۔ جبکہ وہ فتوحات عجیبہ جو کہ نبی کریم ؐ کے آخری زمانے میں اسلام کو نصیب ہوئیں ہر ایک انسانی عقل میں ناممکنات میں سے تھیں۔ حدیث شریف بتلاتی ہے۔ کہ یہ سورت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بڑے دکھ کے زمانے کے بعد نازل ہوئی تھی کیونکہ اس زمانے میں وحیٔ الٰہی کا سلسلہ جو کہ آپ ؐ کے لئے ایک دم زندگی کی طرح ہو گیا تھا بند ہو گیا تھا۔ آپ کو خیال کر لینا چاہیئے۔ کہ نبی کریم ؐ اس وقت اس شخص کی طرح تھے جس نے خدا کی محبت کے لئے اپنے تمام قدیم تعلقات دوستی کو قطع کر دیا ہو۔ اور جو کہ ان لوگوں کی نظروں میں جو کہ پہلے اسکی تعظیم اور عزت کرتے تھے۔ اب ایک پاگل آدمی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا ہو۔ آپ کی عمر قریباً پچاس برس کی تھی۔ اور جوانی کا زمانہ گذر چکا تھا۔ گویا کہ دوسرے لفظوں میں زندگی کا بہترین اور کار آمد حصہ گذر چکا تھا۔ آپ ؐ کے مسکین اور غریب

پیروؤں پر طرح طرح کے ظلم توڑے جاتے تھے۔ اور ایذائیں دے دے کر قتل کیا جاتا تھا آپؐ کی اپنی زندگی بھی بڑے خطرے میں تھی۔ اُن کا ایک رہا سہا سہارا جو تھا وہ وحی الٰہی تھا۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچتی تھی۔ اور بار بار دل کو یقین دلاتی تھی کہ آپؐ ہی خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔ مگر وہ بھی کچھ دیر کے لئے رک گئی۔ بت پرست اور منکر لوگ آپ پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ کہ اللہ نے محمد کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس سے نا رحم ہو گیا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آپؐ کے ذہن میں بھی یہ خیال کھٹکتا ہو۔ کہ شاید میں غفلت سے کوئی قصور کر بیٹھا ہوں جس کی وجہ سے خدائی ۔۔۔ بند کر دی گئی ہے۔ حدیث شریف بتلاتی ہے کہ آپؐ بڑے پژمردہ رہتے تھے۔ اور بڑے آرزومند تھے کہ خدائی آواز پھر پکارے یقیناً وہ مذہب اسلام کے لئے شروع کی ساعتیں تھیں۔ اور یقیناً رات جبکہ وہ چاروں طرف اندھیرا پھیلا دیتی ہے اس وقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت اس سورہ شریف کا آپ پر نزول ہوا +

والضحٰی ۔ واللیل اذا سجٰی ۔ ما ودعک ربک وما قلٰی ۔
وللاخرۃ خیر لک من الاولٰی ۔ ولسوف یعطیک ربک فترضٰی ؕ

ترجمہ (اے پیغمبر ہم کو) چاشت کی قسم ہے اور رات کی جب وہ ڈھانک لے۔ کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا ہے اور نہ ناخوش ہوا ہے البتہ آخرت تمہارے لئے اس دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمہارا رب آگے چلکر تم کو اتنا دیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے

کیا وہ وعدہ بڑے دھڑلے سے پورا نہیں ہوا۔ اور کیا آپؐ کی زندگی کا آخری حصہ اس پہلے حصہ سے کہیں بہتر نہیں تھا۔ جس کو کہ آپؐ ایک مسرت خیز زمانہ سمجھنے لگے تھے؟ اور کیا خداوند تعالیٰ نے آپؐ پر عطا نہیں کی؟ اور کیا آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا علم نہیں ہوا؟ مگر یہی خیال پہلے کس کو آیا ہوگا خصوصاً اس وقت ایسے آدمی کو دیکھ کر جو کہ اصیر ہو چکا ہے۔ اور جس کی پرانی عزت اور عظمت ایک ایسی وجہ سے خاک میں مل چکی ہے جس پر کہ اکثر آدمی ہنستے ہیں۔ اور جس کو کہ اکثر پاگل۔ اور دوسرے دغاباز اور مکار خیال کرتے تھے۔ اور جس کے پاس ایک چھوٹی سی پیروؤں کی جماعت کے علاوہ اور

کوئی دل بہلاوہ نہیں ہے۔ کیا مشرکین اور بُت پرست لوگ ہر طرح حق پر نہ تھے۔ جبکہ وہ اپنے ایک پرانے معزز آدمی کی نسبت یہ کہتے تھے۔ "کہ اللہ نے محمد (رسُول اللہ صلعم) کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اس سے ناراض ہو گیا ہے"۔ اور کیا اس سُورت کے شروع کی آیتیں جو کہ ایسے حالات کے ماتحت اور ایسے وقت میں اور ایسے شخص کے منہ سے نکلیں ہیں سراسر لغو بیہودہ اور ایک خواب نہ معلوم ہوتیں۔ اگر ہم اس وقت وہاں موجود ہوتے۔ مگر پھر بھی وہ بڑے دھڑلے سے پوری ہوئیں۔ اور تمام ان لوگوں نے جنہوں نے اس پر طعن و تشنیع کی تھی۔ اس کے حیرت انگیز طور پر پورے ہونے کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ میں تمہیں کوئی افسانہ نہیں سنا رہا بلکہ تاریخی واقعات بتلا رہا ہوں۔ ان مفصلہ ذیل آیات میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی گذشتہ زندگی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ کہ اسمیں اللہ تم نے آپ پر کیا کیا فضل و کرم کئے +

الم یجدک یتیما فاوی ۰ ووجدک ضالا فھدی ۰ ووجدک عائلا فاغنی ۰ **ترجمہ**۔ کیا تم کو اس نے یتیم نہیں پایا پھر جگہ دی۔ اور تم کو دیکھا کہ راہ حق کی تلاش میں بھٹکے پھر رہے ہو۔ سو تم کو سیدھا رستہ بتایا۔ اور تم کو مفلس پایا۔ تو اس نے غنی کر دیا +

تمام یہ واقعات آپ کی دُعاؤں اور آرزوؤں کے مطابق واقع ہوئے۔ اور اس طرح ہوئے کہ جس کی اُمید بھی نہ کیجاتی تھی۔ آپ کی پہلی زندگی میں تاریک ساعتیں بھی تھیں اگرچہ وہ ایسی تاریک تھیں جیسی کہ یہ ساعت تھی۔ اور آپ کو اسبات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی گذشتہ مہربانیوں کو یاد کر کے۔ اسکی آیندہ مہربانیوں کی اُمید رکھو۔ یعنی اس رات کی تاریکی۔ اور پہلی ساعتوں کی غمناک تنہائی۔ اور اسکی دُعاؤں اور آرزوؤں کے مطابق اور موازن ہی شدہ دلوں کی نعمتیں اور برکتیں ہونی چاہئیں +

فاما الیتیم فلا تقھر ۰	تو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) یتیم پر ظلم نہ کرنا اور
واما السائل فلا تنھر ۰	نہ سائل کو جھڑکنا +
واما بنعمة ربك فحدث ۰	اور (لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا +

یعنی دوسرے لفظوں میں تو دوسروں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کر جیسا کہ تُو امید کرتا تھا۔ کہ دوسرے تیرے ساتھ کریں (یعنی تمام انسانی فرائض بجا لا) +

اور تعریف کر صرف اللہ کی۔ جہاں تعریف کی ضرورت ہو۔ اور واقعات و حالات کے نتائج اور انجام کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ۔ کیونکہ اسی کے ہاتھ میں ان سب کی باگ ہے "قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جب وہ سب چیزوں کو ڈھانک لیتی ہے کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہؤا اور نہ ناخوش ہؤا۔ اور البتہ آخرت تمہارے لئے اس دنیا سے بہتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکر تم کو اتنا کچھ دیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے" +

برادران۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی۔ اور خاص طور پر آپ کے مبارک و ربانی مشن کی تاریخ مومنوں کے سامنے ایک مثال کے طور پر ہمیشہ پیش کی جاتی رہی ہو۔ اور یہ ایک حد تک ان چیزوں کا نمونہ ہے۔ جو کہ اسلام میں آئیں گی ہاں ہمارے مذہب کی تاریخ میں کئی تاریک ساعتیں آئی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کوئی ایسی تاریک نہ تھی جیسی کہ آجکل ہے۔ مگر ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالے کی ان گذشتہ موقعوں کی مہربانیوں اور انعاموں کو یاد رکھو جو کہ اس نے ہم پر کئے۔ اور کس طرح اسلام کے دشمن آکر اسکے حامی اور مددگار بنگئے۔ اور کس طرح ایسی جگھوں سے مدد پہنچی ہی جہاں سے گمان بھی نہ تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کی گذشتہ مہربانیوں کے ہوتے ہوئے۔ اور قسم شروع کی ساعتوں کی اور رات کی جب وہ تاریکی پھیلا دیتی ہے" +

ایک ایسے مظاہرے کے ہوتے ہوئے جو کہ صاف اور چمکتے ہوئے دن سے پہلے ضرور آتا ہی ہم یقیناً بڑے ہی ناشکر گزار اور منکر ہونگے۔ اگر ہم اب بھی واویلا کریں +

انجاموں کو جانچنا اور پہلے معلوم کر لینا ہمارا کام نہیں ہے۔ کیا نیکی ہمیشہ بدی میں سے اور بدی نیکی میں سے نہیں نکلتی رہتی۔ جیسا کہ دن رات میں سے اور رات دن میں سے نکلتی ہو۔ ... اسی طرح جیسا کہ ... مُردوں کو زندوں سے

اور زندوں کو مُردوں میں نکالتا ہے کیا ہم ان باتوں کو سمجھتے ہیں؟ اور ہم کس طرح اسے آزما سکتے ہیں؟ مگر اتنا ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کا بڑا ہی مہربان آقا ہے اور یہ کہ اس نے انسانوں کو اپنے رسول محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ایک حقیقی ہدایت کا رستہ بتایا ہے۔ اور یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم اس ہدایت پر کاربند ہوئے تو یقیناً کامیابی کو حاصل کر لیں گے۔ خدا تعالیٰ کی ان مہربانیوں کو یاد کرتے ہوئے جو کہ اس نے ہم پر گذشتہ ایام میں کیں ہمیں اپنے موجودہ فرائض کو بغیر کسی قیل و قال کے ادا کرنا چاہیئے اور باقی تمام معاملات کو نہایت وثوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیئے اگر مسلمان اپنے فرائض کو گذشتہ ایام میں ادا کرتے تو ہم کو آجکل یہ مصیبتیں نہ جھیلنی پڑتیں۔ ہاں! ہر ایک کو تم میں سے جو کہ ذرا بھی سکھلانے کا مادہ رکھتا ہے۔ ایسے مسلمانوں کو ڈھونڈنا چاہیئے جو کہ بے خبر اور جاہل ہیں۔ اور ان کو انکی تعلیم اور تلقین کرنی چاہیئے۔ ہاں ہم میں سے جس کسی کے پاس دولت و روپیہ یا دیگر کسی قسم کا اثر و اقتدار رکھتا ہو اسکو چاہیئے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے مہذب بنانے اور انکی حالت کو سدھارنے میں صرف کرے۔ اور ہم میں جو کوئی کسی دوسرے مسلمان بھائی سے کوئی بُغض یا عداوت دل میں رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اس بُغض اور عداوت کو دور نیچے زمین میں دفن کر دے۔ یقیناً ایک مسلم کی وہ صفات اور خوبیاں جن کو تم پسند کرتے ہو بہت بڑی اور زیادہ ہیں بہ نسبت ان عیوب کے جن سے کہ تم خفا ہو۔ اور وہ باتیں جن میں تم اس سے متفق ہو بہت ہیں بہ نسبت ان باتوں کے جن میں تم اس سے اختلاف رائے کرتے ہو۔ اور خوب یاد رکھو کہ دنیا ہمارے مذہب اور ایمان کا اندازہ ہمارے سلوک اور چال چلن سے کرتی ہے +

اسلام بہ نسبت اپنی فوجی طاقت کے جو کہ اسے حاصل ہوئی تھی کہیں بڑھ کر ہے۔ نبی کریم کا منشا لڑائیاں کرنے کا نہ تھا۔ بلکہ اسلام کی اردگرد کی دنیا نے آپ کو لڑائی کرنے پر مجبور کر دیا۔ کیونکہ وہ لوگ سخت اجڈ تھے۔ اور آپ کے سلامتی کے پیغام کو کسی طرح نہ سنتے تھے۔ اور انھوں نے ہر طرح آپ کو قتل کرنے اور آپ کے مشن کو برباد کرنے کی کوشش کی۔ مگر آجکل بہ مقدار دنیا بہت حد تک متحمل مزاج ہو گئی ہے اور ہمیں

یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ دُنیا آج کے دن اس پیغام کو سُننے کے لئے زیادہ تیار ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انسانوں کیلئے لائے تھے۔ مگر ہم جمعیت مسلمانان یہ جو کہ آج کے دن دُنیا میں نبی کریم صلعم کے مشن کے نمایندے ہیں۔ ہم کس طرح کارآمد شاہد بن سکتے ہیں۔ جبکہ ہم آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور جبکہ ہمارے کئی لاکھ بھائی نیم وحشیانہ حالت میں پڑے ہیں ہم انکی جہالت کو دُور کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کر سکتے ہیں اور خاص کر ہم میں سے وہ جو کہ سفر کر سکتے ہیں یا جو کہ پڑھ اور لکھ یا محض گفتگو بول سکتے ہیں ہاں! یہاں اس عظیم الشان قلمرو کے دار الخلافے اور مرکز میں کا ایک لفظ بولا ہوا ابھی دُنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتا ہے +

اگر ہم میں سے ہر ایک چاہے وہ مرد ہو یا عورت اپنے فرض کو خوشی سے اپنے اپنے موقعوں پر ادا کرتا رہے۔ اور اگر ہم اس طرح پیش آئیں جیسا کہ سرفراز مسلمانوں کو نرم دلی اور کھلے طور پر اپنے ہر ایک اخلاق سے پیش آنا چاہیئے۔ اور اگر ہم سچ کو نہ چھپائیں۔ بلکہ اپنے پروردگار کی نعمتوں پر شاہد رہیں۔ تو گویا ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ باقی سب خدا کے ہاتھ میں ہے +

"قسم ہے چاشت کے وقت کی۔ اور رات کی جب وہ سب چیزوں کو ڈھانک لیتی ہے کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا اور نہ ناخوش ہوا۔ اور البتہ آیندہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکر تم کو اتنا کچھ دیگا۔ کہ تم خوش ہو جاؤ گے +

نمبر (۳)

شکست کے بعد فتح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ڛ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَیَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا
يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ
ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اَوَلَمْ
يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ
اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ
لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ
وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ
كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗاٰۗى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ
اَسَاۗءُوا السُّوْۗاٰۗى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ انا اللہ اعلم (میں اللہ جاننے والا ہوں) قریب کے ملک میں رومی (جو کہ عیسائی ہیں) مغلوب ہو گئے ہیں۔ مگر یہ لوگ اپنے مغلوب ہونے کے پیچھے عنقریب چند سال میں (پھر اہل فارس پر) غالب آجائیں گے (اس سے) پہلے بھی اختیار (فتح و شکست کا) اللہ ہی کو تھا۔ اور اس کے بعد بھی (اسی کو اختیار ہے) اور اس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست اور رحم والا ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے برخلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (یہ لوگ) زندگی دنیا کے ظاہر حال کو سمجھتے ہیں اور آخرت سے تو یہ لوگ بالکل ہی بےخبر ہیں۔ کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں کسی مصلحت ہی سے اور (ایک) وقت مقرر کے لئے پیدا کیا ہے بہتیرے آدمی اپنے پروردگار سے (قیامت کے دن) ملنے کو مانتے ہی نہیں۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلتے پھرتے نہیں۔ تو دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا کیسا برا انجام ہوا۔ وہ لوگ ان سے قوت میں بھی کہیں بڑھ کر تھے! اور انہوں نے زمینیں بھی جوتیں اور زمین کو جس قدر ان لوگوں نے آباد کیا ہے۔ اس سے بہت زیادہ ان لوگوں نے آباد کیا تھا۔ اور ان کے پاس بھی ان کے رسول معجزے لے کر آئے تھے۔ پس

خدا ایسے انصاف نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے۔ مگر وہ لوگ آپ ہی اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں پھر جن لوگوں نے بُرا کیا ان کا انجام بھی بُرا ہی ہوا۔ کیونکہ انہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔"

" قریب کے ملک میں (یعنی فارس میں) رُومی (جو کہ عیسائی ہیں اہل فارس سے جو کہ آتش پرست ہیں) مغلوب ہو گئے ہیں"۔ یہ ایک ایسا اعلان تھا۔ جو کہ ہر کوئی مکہ معظمہ میں کر سکتا تھا۔ خاص کر اس وقت جبکہ یہ آیات نازل ہوئیں ایرانیوں نے مشرقی رُومی طاقت کو نہ صرف مغلوب بلکہ قسطنطنیہ کے دروازے تک فتح کر لیا تھا انہوں نے شام ایشیائے کوچک اور مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔ مکہ کے بُت پرست اس پر بھی خوشیاں مناتے تھے کیونکہ ایرانی سورج یا آتش پرست تھے اور دوسری طرف رُومی عیسائی تھے۔ اور وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے انجیل کو لیا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ اور جزا سزا کے دن کا علم رکھتے تھے مشرکین ایرانیوں کی فتح کو اپنی فتح تصور کرتے تھے جو کہ ان کو نبی کریم صلعم اور ایک مسلمانوں کی چھوٹی جماعت پر حاصل ہوئی کیونکہ مسلمان کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کو فتح دیتا ہے جو کہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور بُت پرستوں اور بد معاشوں کو زیر و زبر کر ڈالتا ہے۔ مگر ہر ایک جانتا تھا کہ رُومیوں کو شکست ہوئی ہے۔ اور ہر ایک کا خیال تھا کہ وہ ایسی بڑی اور فیصلہ کن شکست کے بعد پھر مشکل ہی سے سنبھلیں گے مگر قرآن شریف آگے فرماتا ہے۔ وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد و یومئذ یفرح المومنون۔ ترجمہ۔" اپنے مغلوب ہونے کے پیچھے عنقریب چند سال میں پھر غالب آجائیں گے۔ اور اللہ کو ہی اختیار حاصل ہے اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی اس دن مسلمان (اللہ کی مدد سے) خوش ہو جائیں گے۔"

یہ ایک ایسا بیان تھا جس نے اہل مکہ کو حیرانی میں ڈال دیا مسلمان جو کہ نہایت صاف دلی سے قرآن شریف کے ہر ایک لفظ پر جو کہ نبی کریم صلعم پر اترا یقین رکھتے تھے اب کی دفعہ وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے ایک عام جلسے کے موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین مکہ کو یہاں تک کہا کہ رومی تین سال کے اندر اپنے دشمنوں کو پامال کر دیں گے۔ اور مشرکین میں سے ایک نے جو کہ دوسروں کی طرح اسباب پر بالکل یقین نہ رکھتا تھا اپنے دس اونٹ شرط میں پیش کیے کہ ایسا کبھی نہ ہو گا۔

کتنے عیسائی سپاہی ہیں جو میدانِ جنگ میں ایک اسلامی مجاہد کا سا جوش لیکر جاتے ہیں۔ اپنے طرزِ عمل کو مبنی بہ انصاف سمجھتے ہیں اور لڑائی کی تمام معقول حدود و بندیوں پر کاربند ہوکر اپنا مذہب خیال کرتے ہیں۔ اگرچہ اُن کا حقیقی اپنا مذہب اِن باتوں سے محض بیگانہ ہے۔ تہذیب اعتدال مسیحیت کی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔ یہ نیا جنگی مذہب یا انسانی کا پاس جو کچھ بھی ہو اُسکو کہیں عیسائی تعلیم کا منت کش نہیں خواہ ہم عیسائیت سے مراد وہ تعلیم لیں جو حضرت مسیح خدا سے لائے تھے یا اُسے حال کی عیسائیت سمجھیں جو کہ کلیسیا ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تو پھر یہ جنگ میں نیا دور کہاں سے شروع ہوا۔ محض جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا یعنی قانونِ قصاص پر ہے جو کہ انسانی زیست کا ایک بنیادی اصول ہے اور جسے عیسائیت نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ دیکھو قرآن کریم کہتا ہے "ان لوگوں کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کرو جو کہ تمہارے خلاف آمادہ پیکار ہو گئے ہیں۔ مگر تم پہلے اُن پر حملہ ہرگز نہ کرو۔ کیونکہ خدا ظالموں سے متنفر ہے" +

اور اسی طرح اور جگہ کہتا ہے :۔

"اے ایمان والو! مقتولوں کے بارہ میں تمہارے لئے قصاص فرض کیا گیا ہے اور اس قصاص میں تمہارے لئے زندگی اور حیات ہے" پھر آگے چلکر لکھا ہے "کہ اگر خدا بعض آدمیوں کے ذریعے بعض کو شکست نہ دلا دیتا تو دُنیا ایک دارُالشر ہو جاتی مگر خدا اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے" +

جاؤ ایسے زرین اصولوں کی تلاش میں انجیل کے تمام ورقوں کو اُلٹ دو اور دیکھو کہ مایوسی کے سوا تمہارے ہاتھ میں اور بھی کچھ آتا ہے؟ اور پھر ان لوگوں کی زندگیوں اور اعمال کو دیکھو جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ اور کروڑوں کی تعداد میں انہیں زرین اصولوں پر کاربند ہو رہے ہیں اور اُنکی حقانیت اور صداقت پر پورا ایمان رکھتے ہیں پھر ان مدبروں و ماغوں کو ٹٹولو جن کا مذہب کچھ ہو اور عمل کچھ کہ کہیں عقل اور فہم بھی وہاں نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ ایک نہایت عمدہ مشورہ ہے کہ وہ علے الاعلان کہدیں کہ ان کے لئے مذہب عیسوی پر چلنا ایک امر محال ہے اور انکے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ عقیدہ اور عمل ازم میں اپنے آپ کو

مُسلم کہلائیں یہی وجہ ہے کہ یہ عزتِ انسانی کا پاس جیسے میدانِ جنگ میں سپاہی ملحوظ رکھتے ہیں اُنکے ملکوں کی سلطنتیں اس سے محض ناآشنا ہوتی ہیں۔ وہ سلطنتیں جو جنگ برپا کرتی ہیں ضمیر اور مذہب کی حدود وبندشوں کی پرواہ نہیں کرتیں +

آجکل کثیف اور لطیف حکمتِ عملی میں کوئی نمایاں مابہ الامتیاز نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے بسا اوقات بڑے بڑے شجاع انسان کسی پاکیزہ جذبہ کی تحریک سے ان اسباب اور وجوہات کی بنا پر جانیں قربان کر دیتے ہیں جو کہ اُن کی مقصدِ زیست کے شایانِ شان نہیں حالانکہ اگر وہی قوم جو جنگ کو اپنی خودغرضی پر محمول رکھ کر بانئے فساد ہوتی ہے مسلمان ہو جائے تو اسکی تمام حکمتِ عملیاں اور سیاسیات قوانین مذہب کی آہنی زنجیروں میں جکڑے جائیں تو پھر سلطنت کے ہر ایک فرد پر یہ روشن ہو جائیگا۔ کہ افراد کی طرح اقوام بھی چند حقوق رکھتی ہیں اگرچہ باہمی ارتباط کا طریق قوموں میں افراد سے مختلف ہے۔ بین الاقوامی مجبوریاں ایک نقطے کے رنگ میں رنگی جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام کا پرتو تمام عیسائی اقوام پر پڑ جائے اور مغویانہ و تحکمانہ قومیت کا جس کو ہم کبھی بعید در بعید رشتہ سے بھی مسیح کی تعلیم کا نتیجہ نہیں کہہ سکتے قلع قمع ہو جائے۔ اور جنگ اور لڑائی دُنیا سے رختِ سفر باندھ کر کوچ کر جائے تو تم کہوگے کہ

ع۔ ایں خیال است و محال است و جنوں

اور اسے ایک لایعنی خواب قرار دوگے۔ مگر میں نہیں خیال کرتا کہ اسے لایعنی کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ خواب پورا ہو کر رہیگی۔ اور دُنیا میں پہلے کئی دفعہ پوری ہو کر رہی۔ اگرچہ ہم آنِ واحد میں یورپ کا مسلمان ہو جانا خلافِ اُمید سمجھتے ہیں۔ مگر یہ یقینی امر ہے کہ یورپ بہت سی مفید چیزیں اسلام سے سیکھ سکتا ہے۔ اسلام یورپ کے لاعلاج زخموں کی مرہم ہے۔ اور اسکے انقلابات درندگی۔ وحشت۔ جرم اور حمق کے نتائج سے بچا سکتا ہے +

اسلام کا تمام قانونی مسودہ ایک قوم کے دائرۂ عمل میں آچکا ہے۔ اور اگر اس قوم کے پاس مذہبی ہدایت نہ ہوتی تو وہ صرف شور و شغب بدنظمی اور بے قاعدگی کی تصویر ہوتی۔ جس کو کہ نصف اقوامِ عالم نے اپنی تربیت سے تیار کیا تھا۔ مگر اسلامی اصولوں پر کاربند ہو کر اس قوم نے ایسی بےنظیر کامیابیاں حاصل کیں جس کی نظیر تاریخ سے نہیں ملتی +

یہ ترقی آنحضرت صلعم اور پہلے چار خلفاء کے عہد میں ظہور پذیر ہوئی۔ اسکے بعد جسم مسلم میں تفریق پیدا ہوگئی۔ مگر یہ تفریق اپنے حقیقی معنوں میں کوئی مذہبی تفریق نہ تھی کیونکہ مسلمانوں نے نہ تو عقائد اور نہ عملیات۔ مذہب میں دخل اندازی کی بلکہ یہ ایک وراثت کا جھگڑا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نفس پرست انسانوں نے غلبہ اور اقتدار حاصل کرلیا۔ مگر اس کے بعد بھی ایک مدت تک اسلام کی تعلیم پر کما حقہٗ عمل ہوتا رہا۔ اور امن اور جنگ کے زمانوں میں برابر مسلمانوں کو بےنظیر کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں اگر تعلیم قرآن پر ہمیشہ تک عمل ہوتا رہتا تو حدود اسلامیہ سے جنگ کا ہولناک دیو مدت سے کوچ کرجاتا مگر اس زمانہ کی قومیں ایسی دوربین اور مہذب نہ تھیں کہ وہ دنیا کی آج کی ... کو اس وقت دیکھ سکتیں جیسا کہ بلاشبہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے اندازہ کرلیا تھا مسلمان اسلیئے جنگ کرتے تھے کہ وہ دنیا کو جنگ سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ اور یہی غرض آج کل کے عیسائی مدبرین بھی اپنی جنگ کی بتاتے ہیں مگر مسلمانوں اور عیسائی مدبروں کے عملوں میں یہ فرق ہے کہ مسلمان جنگ کا خاتمہ کرنے کیلئے چند ایک عمدہ قوانین پر عمل پیرا ہوکر آمادۂ پیکار ہوتے تھے۔ اور تحکمانہ قومیت کو سخت زبون خیال کرتے تھے وہ جنگ کے وحشیانہ اور خونخوارانہ نتائج کو نہایت سخت قوانین سے روک دیتے تھے۔ مگر عیسائی مدبرین کو اس تحکمانہ قومیت سے اصولاً انس اور محبت ہے یہ لوگ اور بہت سی چیزوں کے ساتھ اس ضرررساں اصول کی بھی نشو و نما کر رہے ہیں سچ ہے کہ جنگ کا عمدہ اور معقول مقصد صرف جنگ کا ختم کردینا ہے اور یہ مقصد صرف اسلامی اصولوں پر ہی کاربند ہوکر حاصل ہوسکتا ہے +

"ان کے ذرائع معاش کو مت ہلاک کرو"۔ یہ تھا نبی کریم صلعم کا اپنے دشمنوں کے خلاف اصول انکے دشمن سے مراد ان کے مذہب کا دشمن ہے۔ کیونکہ علاوہ ازیں ان کا کوئی فرد بشر دشمن نہ تھا الغرض زمانہ سابقہ کے مسلمان جیسا کہ میں اوپر بیان کرچکا ہوں سوائے صحابہ کرام کے حالات کو عاقبت بین نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور خود صحابہ کرام بھی ان واقعات کو ایسا بالصراحت نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جیسے کہ آجکل ہم دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ فلسفہ

تمدن Sociology اور فلسفہ اقتصاد Political Economy اس زمانہ میں اس رنگ میں موجود نہ تھے۔ جیسے کہ آجکل ہیں۔ ہاں آنحضرت اعجازی طور پر ان کے ابدی مفہوم سے آگاہ تھے۔ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین احکام الٰہی اور اقوال نبی کی ایسی قدر کرتے تھے۔ اور ان پر اس طرح عمل پیرا ہوتے تھے کہ عقل دنگ رہجاتی ہے۔ زمانۂ حال کے مسلمان ان عالمگیر قوانین اسلام کو جن کے متعلق میرا ایمان ہے کہ وہ خدا کی طرف سے عیسائیت کی تکمیل ہیں دائرہ عمل میں لانے سے محض عاجز ہیں۔ یہ ایک نہایت خوش کن منظر ہوگا۔ اگر عیسائی اپنے طور پر اسلامی اصولوں پر عمل کرنے لگ جائیں۔ جیسے کہ وہ اسلامی قوانین جنگ پر عمل کر رہے ہیں۔ اور اس بات سے بیخبر ہیں کہ یہ زریں قوانین کہاں سے مشتق ہوتے ہیں۔ بہت سی علامتوں اور نشانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منظر دنیا کے سامنے پیش ہو کر رہیگا۔ مجھے یورپ کے قانون عامہ میں اسلامی جھلک نظر آتی ہے جس سے کہ عیسائیت محض عاری ہے۔ جب اسکے ساتھ تقویت قلب پیدا کرنے کے لئے قوت ایمانیہ بھی پیدا ہوگئی تو تاریخ تمدن میں ایک نیا دور شروع ہو جائے گا +

اب تک جو کچھ میں نے کہا ہے اور آج میں صرف اتنا ہی کہونگا وہ بطور تمہید کے ہے۔ میں انشاء اللہ آیندہ اصل مضمون پر جو کہ اسلامی تعلیم اور جنگ یورپ ہے آپ کو چند لکچروں کے سلسلہ میں مخاطب کرونگا +

---

(۲)

باب دوم

جنگ یورپ کا مذہب

عیسائیت۔ مذہبی طور پر لڑائی اور جنگ کو تسلیم نہیں کرتی۔ مذہب کے معنے ہیں وہ چیز جو کہ اس کے ماننے والے پر ضروری ہے۔ نہ ہی مسیح ناصری نے اپنی تعلیم میں اور نہ کلیسیا نے ان

قوانین ہیں جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اس تعلیم کا ضمیمہ ہیں۔ اور اسکو پورا کرنیوالے ہیں کہیں بھی جنگ کی طرف کوئی خاص توجہ کی ہے۔ یا ایسی باتوں کا بیان کیا ہے جو کہ اس معاملے میں عیسائیوں پر بلا شک و شبہ ٹھیک ٹھیک عائد ہوتی ہوں۔ پھر بھی جنگ تمام آدمیوں کے لئے ایک مذہبی معاملہ ہے۔ کیونکہ یہ ایک موت و زندگی کا معاملہ ہے۔ ہم اسکو بالفرض تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کے دماغوں میں جو کہ آج کے دن اس جنگ عیسائیت کے بانی اور منتظم ہیں۔ کوئی مذہبی خیال نام کو بھی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ان کا ایک دستور العمل ہے اور کم سے کم یہ تمام کھیلوں اور تماشوں سے سب سے زیادہ مرغوب اور اکسانے والی ہے مگر لوگوں کو راضی اور خوش رکھنے کیلئے اسبات پر مجبور ہیں کہ کسی نہ کسی خوبی اور نیکی کو اپنی طرف منسوب کریں جو کہ ان میں نہیں ہے اور اسبات کا بہانہ کریں کہ ان کے اغراض و مقاصد نہایت اعلےٰ اور خود غرضی سے بالکل مبرا ہیں اور اسبات کی قسم کھائیں کہ وہ صرف نیکی اور انصاف کیخاطر کام کر رہے ہیں۔ اور ان کے مدنظر صرف نفع رسانی خلائق ہے اور کچھ نہیں قصہ کوتاہ انہیں جنگ کو کسی نہ کسی مذہبی رنگ میں ملبس کرنا پڑتا ہے۔ مگر کس قسم کے مذہبی رنگ میں؟ عیسائیت تو یقیناً نہیں۔ کیونکہ عیسائیت مذہبی طور پر جنگ کا بالکل ذکر ہی نہیں کرتی بلکہ بظاہر اطور پر وہ مخالطت لفظی سے بھی منع کرتی ہے یعنی جیسا کہ میں پہلے آپکے سامنے اسلامی نقطۂ خیال کو بیان کر چکا ہوں عیسائیت مذہبی نقطۂ خیال سے بالکل نامکمل چھوڑ دیجی ہے۔ اور انسان کی مجموعی زندگی کے متعلق یہ کوئی ہدایات نہیں دیتی۔ اس لحاظ سے اور دوسری کئی وجوہ سے ہم اسلام کو عیسائیت کا متمم اور تکمیل دینے والا تسلیم کرتے ہیں مگر چاہے خیال میں وہ ہم سے متفق ہوں یا اختلاف کریں آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ مذہبی رنگ جس نے جنگ عیسائیت کو لاکھوں انسانوں میں معزز اور ممتاز کر دیا ہے۔ اور وہ قول اور عقیدہ جس کو کہ مختلف گورنمنٹیں مشتہر کر رہی ہیں۔ اور جس کو لاکھوں دیانتدار آدمیوں کے یقین نے متبرک بنا دیا ہے۔ یہ سب کچھ ہے۔ مگر وہ واحد مذہبی رنگ اور عقیدے جو کہ ایسے معاملے میں تشریف اور روشن خیال لوگوں کو پیش کر سکتے ہیں وہ صرف اسلامی ہی ہیں +

آؤ ہم اس گذشتہ جنگ یورپ کی تاریخ کو ان انگلستان کے بیشمار لوگوں کی نگاہوں سے

دیکھیں جو کہ اس کو ایک ہی رنگ میں رنگین سمجھتے تھے اور اب بھی سمجھتے ہیں جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ ان لوگوں کو ان تاریک اُلجھے ہوئے اور ناپاک آغازوں اور وجوہات کا علم ہی نہیں ہے جو کہ مشرق میں پیش آئیں۔ اُن کے نزدیک اس لڑائی کا آغاز جہاں تک کہ ہمارے ملک (انگلستان) سے تعلق رکھتی ہے صرف جرمنی کا بلجیم پر حملہ کرنا اور ایک قابل تعظیم معاہدہ بین الاقوامی کا توڑنا تھا۔ اور واقعی ایسا ہوا بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی معاہدے اور صلحنامے توڑے گئے۔ اور اُن کو توڑنے دیا گیا۔ پچھلے زمانے میں یورپین معاہدوں کو ایک مذہبی کارروائی کبھی نہیں سمجھا گیا بلکہ وہ ایک قسم کے باہمی سمجھوتے ہوتے تھے۔ معاہدہ برلن جو کہ بلجیم کے متعلق عہد و پیمان سے بھی بعد کا ہے۔ اور جو کہ امن یورپ کے لئے خصوصاً اور بھلائی دُنیا کے لئے عموماً کسی طرح بھی کم ضروری نہیں ہے کئی دفعہ توڑا گیا ہے۔ اور اسکے توڑے جانے پر سوائے مشرقی ممالک کے اور کہیں بھی کوئی خاص اظہار ناراضگی نہیں کیا گیا۔ معاہدہ جزیرہ قبرص جس وقت تکلیف دہ معلوم ہوا تو اُس کا قابل تعظیم ہونا بھی جاتا رہا۔ جب تک مدبر الملک و ماہر سیاست لوگوں میں ہی ان معاہدوں پر بحثیں اور تقریریں ہوتی رہینگی تب تک معاہدہ و حقوق بین الاقوامی کے متعلق ایسا ہی رُوکھا اور بیہودہ خیال رائج رہیگا۔ مگر مختلف ممالک کے لوگ فطرتی غیرت اور عزت اور کچھ دیانتداری بھی رکھتے ہیں۔ وہ اس بندوبست اور تصفیہ کی خاطر اپنی جان دیدیں گے جس کو کہ مدبران ملک منسوخ اور باطل قرار دیں گے۔ اور اپنی نہیں سخت بے عزتی تصور کریں گے کہ اُن کا ملک اپنے عہد و پیمان کو توڑ دے۔ وہ قوموں کو ایک قسم کے بڑھیا اور اعلیٰ نفس خیال کرتے ہیں جن کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ دوسرے آدمیوں کے ہوتے ہیں اور اُن کے عمدہ چال چلن کے مطابق ہی اُن کے لئے عزت اور تعظیم بھی ہو جیسا کہ دوسرے آدمی حاصل کرتے ہیں۔ اب دیکھئے یہی اسلامی نقطۂ نگاہ بھی ہے۔ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک نہایت ہی باضابطہ اور متبرک معاہدہ جس پر کہ انگلستان کے دستخط بھی تھے توڑ دیا گیا ہے تو انہوں نے خیال کیا کہ ایک نہایت ہی قبیح جُرم سرزد ہوا ہے۔

قرآن شریف فرماتا ہے :-

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝
الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ
وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم
مَّنْ خَلْفَهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً
فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (سورہ

انفال۔ رکوع ۷)۔ **ترجمہ**:- "اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات وہ لوگ ہیں جو کفر کرتے ہیں۔ وہ تو کسی طرح ایمان لانیوالے ہی نہیں۔ جن لوگوں سے تم نے (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) عہد وپیمان کیا۔ پھر اپنے عہد وپیمان کو ہر بار توڑتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے تو اگر تم اُن کو لڑائی میں پاؤ تو ان پر ایسا زور ڈالو کہ جو لوگ اُن کی پُشت پر ہیں اُن کو بھاگتے دیکھ کر اُن کو بھی بھاگنا ہی پڑے (یعنی ان کو ایسی قرار واقعی اور عبرتناک سزا دے کہ دور کے آدمی اس سے عبرت پکڑیں) شاید یہ لوگ عبرت پکڑیں۔ اور اگر تمہیں کسی قوم کی طرف سے دغا کا اندیشہ ہو۔ تو مساوات کو ملحوظ رکھ کر (ان کے عہد کو الٹا) اُن ہی کی طرف پھینک مارو۔ بیشک اللہ دغا بازوں کو دوست نہیں رکھتا"۔

ایک اور مشہور موقعہ پر قرآن شریف فرماتا ہے :-

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ
بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ
وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ
يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ
عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ (سورۂ توبہ رکوع ۱)

ترجمہ:- اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے منادی کیجاتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے دست بردار ہیں پس (اے مشرکو) اگر تم توبہ کرو تو یہ

تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور اگر پھرے رہو تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے اور (اے پیغمبر) کافروں کو عذاب دردناک کی خوشخبری سُنا دو۔ ہاں مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم (مسلمانوں) نے صلح کا عہد و پیمان کر رکھا تھا۔ پھر انہوں نے ایفائے عہد میں) تمہارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی وہ مستثنےٰ ہیں۔ تو ان کے ساتھ جو عہد ہے اُسے اس مدت تک جو اُن کے ساتھ ٹھیری تھی پُورا کرو۔ کیونکہ اللہ ان لوگوں کو جو (بدعہدی سے) بچتے ہیں دوست رکھتا ہے"۔

تمام قرآن شریف میں معاہدہ کا لفظ ایک متبرک عہد و پیمان اور ایک سنجیدہ اور پختہ اقرار کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جس کا توڑنا کفر اور فسق اور خلاف شرع ہے اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے بنی اسرائیل سے ایک عہد لیا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے پہلے عیسائیوں سے بھی عہد لیا تھا۔ مگر انہوں نے اس عہد کو پورا نہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ تکلیفوں اور مصیبتوں نے ان کو آگھیرا۔ اور سزا کے طور پر وہ مدتوں بھٹکتے پھرے مگر اسلامی اقوام کے نزدیک معاہدہ ہمیشہ ایک متبرک چیز خیال کیا جاتا تھا۔ کم از کم مجھے یاد نہیں کہ کسی موقع پر کسی اسلامی سلطنت نے جان بُوجھ کر کسی معاہدے کو توڑا ہو۔ اگرچہ انہیں پُورا حق حاصل ہے کہ معاہدے کو واپس پھینک دیں۔ اگر ان کو کسی دغا بازی کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔ میرا خیال نہیں کہ اسلام کے بدترین دشمن بھی اسلام پر بین الاقوامی امور سیاسی کے معاملہ میں کسی دغا بازی کا الزام لگا سکیں۔

انگریزوں کے ضمیر نے انکو ملامت کی جبکہ انکو کہا گیا کہ جرمنی نے اس بین الاقوامی سمجھوتہ کو توڑ دیا جس کی حفاظت کی انگلستان نے قسم کھائی ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ ہزاروں نے اس سلک قانون کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو والنٹیر کر دیا۔ مگر پھر بھی لیا جوش و خروش تھا جیسا کہ جرمنوں کے بیکس بلجیموں پر ظلم و ستم اور جرمیوں کی خبریں آنے پر پیدا ہو گیا غصے اور جنگی جوش کی ایک زبردست لہر تھی جو ملک پر پھر گئی۔ اور ان بدنصیبوں کی وجہ سے اس نے ایک مذہبی رنگ اختیار کر لیا۔ مگر کیا کہیں اناجیل عیسوی میں بھی عیسائیوں کو مظلوموں کی خاطر لڑنے کو کہا گیا ہے؟

ریویوں کے اہم جواہر پارے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر مسلسل اور سیر کن بحث کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح عامہ مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں اس کے مضمون نگار مشرق و مغرب کے علماء و فضلاء ہیں ہم نے پبلک کے مفاد کیلئے انکی قیمت میں تخفیف کر دی ہے۔ امید ہے کہ دلدادگان اسلامی لٹریچر اس سنہری موقعہ سے استفادہ اٹھاوینگے۔ اور اسی رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کار خیر میں حصہ لینگے سابقہ جلدوں میں سے کچھ مضامین بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں وھو ھذا

امن و سلامتی کا مذہب۔ عیسائیت و توحید۔ مذہب میں فطرت کا رنگ۔ اخلاق فاضلہ۔ اخلاقی معجزات رحمۃ للعالمین۔ مسئلہ زندگی۔ قرآن کریم و عقل۔ سیرت نبوی۔ لمعات انوار محمدیہ۔ ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئے مذہب۔ اسلام کا احسان عورت پر۔ تہذیب اسلام و عیسائیت۔ روحانی شفا۔ خدا کی کامل تصویر۔ کفارہ کی تردید۔ دین فطرت۔ تعدد ازدواج۔ زندگی۔ غلامی۔ رمضان۔ قسمت۔ خطبات جمعہ لنڈن مسلم ہوس کے خطبات۔ مطالعہ اسلام۔ تعلیمات مسیح۔ باری تعالیٰ۔ تعلیمات اسلام۔ جنگ و مذہب۔ دنیا کے شہدائے ثلاثہ۔ خدا کی بادشاہت۔ عورت کی حیثیت مختلف مذہبی قوانین کے ماتحت۔

اسلامک ریویو انگریزی

جلد سنہ ۱۹۱۳ء ۴ پرچے مہ۔ جلد سنہ ۱۹۱۴ء ۱۲ پرچے عہ۔ جلد سنہ ۱۹۱۵ء مکمل عہ۔ جلد سنہ ۱۹۱۶ء ۹ پرچے عہ۔
جلد سنہ ۱۹۱۷ء ۲۲ پرچے عہ۔ جلد سنہ ۱۹۱۸ء ۹ پرچے عہ۔ مکمل سنہ ۱۹۱۹ء عہ۔

اشاعت اسلام اردو

جلد سنہ ۱۹۱۴ء ۶ پرچے ۸ر۔ جلد سنہ ۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے عہ۔ جلد سنہ ۱۹۱۶ء مکمل عہ۔
جلد سنہ ۱۹۱۷ء ۱۰ پرچے عہ۔ جلد سنہ ۱۹۱۸ء ۱۱ پرچے عہ۔ جلد سنہ ۱۹۱۹ء مکمل عہ۔

المشتہر

خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اسلامک ریویو و وکنگ لنڈن

ایڈیٹرز حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا ولنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا ... کی طرف سے دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ ظلمت ... انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر ... سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی اس نے پیادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ ... اردو ترجمہ رسالہ

اشاعت اسلام

(سے سالانہ) ماہواری ... شائع ہوتا ہے ... کی تصدیق ...

المشتہر مینیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

براہین نیرہ حصہ اول (موسوم بہ زندہ و کامل مذہب اسلام) مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں یہ کھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک ضابطہ ... الہامی کتاب ہے جسمیں تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک ... بحث ... موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ... دیگر مذاہب کے عقائد اور اصولوں پر ... منطقی بحث کی گئی ہے ۱۲/

ام الالسنہ موسوم بہ زندہ کامل الہامی زبان مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو و انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے ... دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب ملکوں کی واحد عربی الاصل تھی۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے + قیمت ۱۲/

اسوہ حسنہ (موسوم بہ زندہ و کامل نبی)

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت حاصل کر چکی ہے ... کے سوا چارہ نہیں ... محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے قیمت

المشتہر مینیجر اشاعت اسلام بکڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

اسلامیہ پریس کلی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مرتبہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین — مسلم مشنری — شیخ صدر الدین

قیمت سالانہ [illegible] روپے

یہ کیا ثواب ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی [illegible] ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات سے متعلق ہے [illegible] اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۴ اخراجات کی [illegible] ہے

جلد (۵) | بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۰ء | نمبر ۱۱، ۱۲

مولود نمبر

محمد است امام رسولان ہر دو جہان — محمد است فروغ زمین و زمان

خدا بگفت [illegible] — [illegible] اعمال

[illegible] ۵۲۵ کے بعد ۵۲۵ تک صفحہ غلطی سے لکھا گیا اسکو ۵۲۷ [illegible]

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

قیمت سالانہ

تین روپیہ

اُردُو ترجمہ

اِسلامک رِیوُیُو اینڈ مُسلم اِنڈیا مجریہ لنڈن

جلد پنجم

جنوری سنہ ۱۹۱۹ء لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء

ایڈیٹرز

خواجہ کمال الدین بی-اے ایل ایل-بی

مولوی صدرُ الدین بی اے-بی-ٹی

اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام جلد پنجم سنہ ۱۹۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) — بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۱۹ء — نمبر (۱۱ و ۱۲)

شذرات

جو اہم تبلیغ اسلام کی خدمت رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ (انگلستان) نے بلاد غربیہ و دیگر ممالک اور ہندوستان میں سرانجام دی ہے وہ محتاج بیان نہیں اور نہ ہی اس پر طول طویل ریویو کرکے خامہ فرسائی کی چنداں ضرورت محسوس ہوتی ہے کیونکہ خود اس کے احسن نتائج جو قبولیت اسلام کے رنگ میں آئے دن وقتاً فوقتاً رسالہ ہذا کے صفحوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں سب بات کے کافی شاہد ہیں۔ اور کہ مذہب اسلام سے جو محبت و اُنس و عشق اس انگریزی اسلامی مجلہ نے بلاد غربیہ میں پیدا کر دی ہے اسکی مفصل کیفیت ان رپورٹوں سے عیاں ہوتی رہتی ہے جو رسالہ ہذا کے ہر نمبر میں "بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام" کے عنوان کے نیچے شائع ہوتی رہتی ہیں +

بلاد غربیہ میں اگر رسالہ اسلامک ریویو انگریزی بہت سی سعید رُوحوں کے حلقہ بگوش اسلام کا باعث ہوا ہے اور اسلام کے متعلق بہت حد تک غلط بیانیوں و افترا و بہتان کو رفع کرنے میں مظفر و منصور ہوا ہے۔ تو اسکے ساتھ ہی رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو نے

جو خدمات ہندوستان میں غیر مسلم برادری میں کی ہیں انہیں ہم نظر انداز نہیں کر سکتے یہ رسالہ اشاعت اسلام نے اگر ایک طرف بہت سے مسلم برادران میں مذہبی لٹریچر سے دلچسپی پیدا کر دی ہے تو دوسری طرف مالی رنگ میں مسلم مشن ووکنگ کو اپنے منافع سے بہت حد تک تقویت دی ہے۔ اب چونکہ رسالہ ہذا کے سال کا اختتام ہے۔ اسلئے ہم اپنے معزز ناظرین کرام کی خدمت میں مؤدبانہ التماس کرتے ہیں۔ کہ رسالہ ہذا کی اہمیت کو ملحوظ نظر رکھ کر اس کا سالانہ دی پی از راہ کرم وصول فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ رسالہ ہذا کا سالانہ چندہ تین روپے ایک نہایت قلیل رقم ہے۔ ایک مسلم بھائی خواہ کیسا ہی نادار مفلس کیوں نہ ہو۔ اس کا قلیل چندہ ادا کر کے اشاعت اسلام کے اس کار عظیم میں شامل ہو کر موجب ثواب ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے قرون اولے کے مسلم احباب نے جانیں تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ رسالہ ہذا کا سالانہ چندہ جو ایک پائی روزانہ کے مترادف ہے ناظرین کرام اس مشن کو مرحمت فرما کر اس دین متین کی اشاعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔ جس کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اور خود رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم نے گوناگوں تکالیف و مصائب و آلام جھیلیں ایک پائی روزانہ اگر آپ کی جیب خاص سے اس پاک مقصد پر صرف ہو۔ اور ساتھ ہی اس کے آپ کو اعلےٰ سے اعلےٰ لٹریچر بھی میسر آئے۔ کہ جس لٹریچر کو یورپین نقاد و پریس نے اسلام کی طاقت قبول کر لیا ہے۔ تو اس صورت میں رسالہ ہذا کی خریداری کو جاری رکھنا ہمیں امید قوی ہے کہ ناظرین رسالہ کے گراں خاطر نہ ہو گا۔ امید واثق ہے کہ اشاعت اسلام سے دلچسپی رکھنے والے برادران اسلام ان ہماری معروضات پر پوری پوری توجہ فرمائیں گے۔ اور سال نو سنہ ۱۹۲۰ء کیلئے ہمیں نئے خریدار بھی فراہم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں +

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ آیندہ سال سنہ ۱۹۲۰ء سے بجائے ؎ہ کے صہ کیا گیا ہے تاکہ قلیل سی قلیل آمدنی والے انگریزی دان احباب بھی اس کار خیر میں شامل ہو سکیں شرح چندہ حسب ذیل ہے:-

سالانہ چندہ ... ... صہ | مفت تقسیم بلاد غیر ... ... للعہ

طلباء و لائبریری ... ... للعہ

اِس رسالہ میں کسی دوسری جگہ تین مراسلات مسجد ووکنگ کے یکے بعد دیگرے درج کئے جاتے ہیں۔ جو اُمید ہے۔ کہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہونگے جن میں ایک لفٹننٹ اور ایک انگریزی خاتون کی اسلام سے محبت و قبولیت اسلام کا حال درج کیا گیا ہے +

اللہ تعالیٰ ہمارے مجاہدین اسلام کی عمر دراز فرمائے جنہوں نے کہ اپنے گھربار بچے و عیال چھوڑ کر محض خدمت دین متین کی خاطر اس قدر قربانی فرمائی ہے۔ اور ساتھ ہی اُس ایزد بیچون کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ جو کہ انکی مساعی جمیلہ کو بلاد غربیہ میں قبولیت اسلام کے رنگ میں بار آور فرما رہا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے دلی دعا ہے کہ ان مجاہدین ثلاثہ حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب و منشی دوست محمد صاحب و مولوی عبد اللہ جان صاحب و دیگر کارکنان ووکنگ کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ اور جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ کہ ہماری اسلامی برادری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ گذشتہ رسالہ میں جس انگریز لفٹننٹ کا عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہم نے اپنی دوران تقریر میں تذکرہ فرمایا تھا جن کا نام حضرت عبد اللہ تھا۔ وہ خود ایک اتوار کے روز مسجد ووکنگ میں رونق افروز ہوئے۔ اور حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب کی تقریر کے بعد انہوں نے کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر میں اسلام کی اس اخوت سادگی اعلےٰ اور پاکیزہ اخلاق کا اپنی زبان مبارک سے اظہار کیا۔ جو ان کی توجہ کو کھینچنے اور اسلام پر نثار ہو جانے کا موجب ہوئی +

مراسلہ مسجد ووکنگ مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء ایک اور انگریز خاتون کے قبول اسلام کا مژدہ جانفزا سناتا ہے۔ یہ خاتون بہت بڑی مالدار اور صاحب عزت

شان ہیں۔ یہ مراسلہ اور اُن کا دستخطی اقرارنامہ بھی اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کیا جاتا ہے۔ اُن کا اسلامی نام رُقیہ رکھا گیا ہے +

جن مبلغین اربعہ کا تذکرہ ہم نے دارُالمبلغین کے عنوان کے نیچے اگست ۱۹۱۹ء کے تذکرہ کیا تھا۔ بفضل ایزدی ہر چاروں مبلغین مذہبی و علمی تحقیق میں منہمک ہیں انگریزی زبان میں تقریری مشق کے لئے ان میں سے ہر ایک احباب کا ہر ہفتہ کی شب کو لاہور میں پبلک لیکچر ہوتا ہے۔ جس کے صدر عموماً حضرت خواجہ صاحب ہؤا کرتے ہیں۔ اور اختتام لیکچر پر سامعین کو دعوت دیجاتی ہے کہ وہ اُٹھ کر مُعزز لیکچرار کی تقریر پر تنقید کریں۔ اور مختلف پہلوؤں سے تقریر پر روشنی ڈالیں۔ اس کے بعد پھر اس شب کے معزز مقرر کو اعتراضات کے جوابات کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ جس سے کہ اسے مخالفین کے اعتراضات کو رد کرنے کی مشق ہوتی جاتی ہے۔ اور اختتام لیکچر پر حضرت خواجہ صاحب باقی ماندہ امور مضمون زیربحث پر مزید روشنی ڈالکر اجلاس کو ختم فرماتے ہیں نیز مبلغین اربعہ کی تحریری مشق رسالہ اسلامک ریویو میں انگریزی آرٹیکل دینے سے ہوتی جاتی ہے اللہ تعالےٰ اِن مجاہدین اسلام کی عمر میں برکت ڈالے۔ اور ان کے وجود کو اشاعت اسلام کے لئے جس کے لئے انہوں نے اپنی جانیں وقف کی ہیں مفید ثابت کرے + آمین ثم آمین

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری اللہ تعالےٰ کے فضل سے رو بصحت ہیں اُمید واثق ہے۔ کہ چند ماہ تک بکلی صحتیاب ہو جائینگے۔ احباب دُعا کرکے عنداللہ ماجور ہوں +

جو احباب بذریعہ خطوط حضرت خواجہ کی عیادت فرماتے رہتے ہیں۔ ہم ان کے تہ دل سے ممنون منت ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے۔ چونکہ حضرت

خواجہ صاحب فرداً فرداً ہر ایک بھائی کے خط کا جواب اپنے دست مبارک سے طبی موانعات کے ماتحت جوب دینے سے قاصر ہیں۔ اسلئے بذریعہ رسالہ ہذا ہم ان سب احبان کا مجموعی طور پر اسجگہ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کا موجودہ پتہ عزیز منزل۔ لاہور ہے +

قوی اُمید ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کامل صحتیاب ہونے پر رسالہ ہذا کے صفحات کو اپنے گرانقدر اُردو مضامین سے اپنے قیام ہندوستان میں مزین فرماتے رہینگے۔ اور یہ سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ بشرط صحت کامل جنوری سنہ ۱۹۲۰ء آغاز سال رسالہ سے شروع ہو جائیگا +

جن دو مضامین کو رسالہ ہذا میں درج کرنے کا ہم نے گذشتہ رسالہ میں عدم کیا تھا۔ ان میں سے ایک مضمون "پیدائش اسلام" کے فقط عنوان میں ذرا سا تغیر کر کے "بعثت اسلام" کی سُرخی کے نیچے اسی رسالہ میں اب ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ لیکن دوسرا دلچسپ مضمون جس کا ہم نے خصوصیت سے وعدہ کیا تھا۔ اور کہ جو "اکتشافات نفس و شعور کونیہ" مصنفہ حضرت خواجہ صاحب کے عنوان کے نیچے ہوگا۔ وہ اب بھی ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اس رسالہ میں درج ہونے سے رہگیا۔ اسکی وجہ دراصل موجودہ "مولود نمبر" ہے۔ اگر تو "اکتشافات نفس و شعور کونیہ" کے مضمون کو حسب وعدہ رسالہ ہذا میں درج کر دیا جاتا تو پھر احتمال تھا کہ وہ دلچسپ و بے بہا مضامین جن سے سرور کائنات صلعم کی عالی شان ٹپکتی ہے۔ اور کہ جنھوں نے نمبر ہذا کو مزین کرنا تھا عدم گنجائش کی وجہ سے معرض التوا میں رہجاتے۔ اور مولود نمبر میں اکتشافات نفس جیسے مضمون کا درج کرنا بھی کوئی موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ اسلئے اس دلچسپ مضمون کو ہم نے جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے نمبر کے لئے محفوظ رکھا ہے +

جن احباب کا چندہ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء کے اخیر ختم ہو جاتا ہے۔ ان سب احباب کی خدمت میں

انشاء اللہ تعالیٰ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کا رسالہ اشاعت اسلام سالانہ وی۔پی ارسال ہوگا جو جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے پہلے ہفتہ میں ناظرین کرام کی خدمت میں حاضر ہو جائیگا +

ہم نے متعدد سفیروں کو ہندوستان کے مختلف گوشوں میں رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) و اشاعت اسلام (اردو) کی توسیع اشاعت و اشاعت اسلام بلاد غیرہ و دوکنگ مشن کے چندہ امداد کے لئے ارسال کر دیا ہے ہمیں اپنے ناظرین کرام و بہی خواہان مشن کی ذات پر قوی امید ہے۔ کہ وہ انہیں اپنے اپنے قریہ و شہر و بستی میں اس احسن اسلامی کام کے سرانجام دینے میں ہر ایک قسم کی سہولت مہیا فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے۔

سفیران مذکور کے پاس رسید بک ہیں۔ جن پر مینیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام و محاسب اشاعت اسلام بلاد غیرہ و دوکنگ مشن کے دستخط ثبت ہیں مینیجر رسالجات کے نمونہ کے دستخط اسی رسالہ کے سرورق صفحہ نمبر ۴ پر درج کر دیئے جاتے ہیں۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

مراسلہ مسجد ووکنگ نمبر ۳

لفٹنٹ جوزف عبداللہ

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

گذشتہ ہفتہ لارڈ ہیڈلے بالقابہم کے لیکچر کا ذکر کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا۔ کہ لارڈ صاحب موصوف نے عراق عرب میں ایک انگریز فوجی لفٹنٹ کے قبول اسلام کی خوشخبری حاضرین کو سنائی

جنہوں نے اپنا اسلامی نام حضرت عبداللہ بتایا ہے ۔

اِس اعلان کو بھی ایک ہی ہفتہ ہوا تھا ۔ کہ کل لفٹننٹ موصوف کو ہم نے اپنے درمیان پایا ۔ آپ ٹونامی جہاں عراق عرب سے تبدیل ہوکر آپ کو جانا پڑا ۔ دو مہینہ کی رخصت پر انگلستان آئے ہیں ۔ اور کل مولینا صدرالدین صاحب سے ملنے کے لئے یہاں تشریف لائے

کسی انگریز کے قبول اسلام کی خوشخبری سن کر سب سے پہلے جو خیال ہمارے بعض ہندوستانی بھائیوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے ۔ وہ اُن کی پابندی اسلام کا سوال ہے ۔ اگرچہ اس سوال کے کرنے والے ان مشکلات کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں ۔ جو ایک نومسلم بالخصوص انگریز کی راہ میں اسلامی طور و طریق کو اختیار کرنے اور انگلستان میں رہ کر اپنی عمر بھر کی عادات کو ترک کر کے مسلمان ہوتے ہی اسلام پر کاربند ہوتے اور اسلامی اخلاق حسنہ کا خوگر بن جانے میں حائل ہیں ۔ اور جن کی عدم موجودگی کے باوجود [illegible] کے مسلمان ان سب باتوں سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں ۔ تاہم اِن جاں نثاران توحید کو یہاں آکر جس حالت میں میں نے پایا ہے ۔ اُن کے اخلاق اُن کے خلوص دل اسلام کیلئے ان کو غیرت اور اس سے محبت ۔ نمازوں وغیرہ میں شرکت اور عربی کلمات اذان نماز وغیرہ کو سیکھنے میں اُنکی جہد بلیغ کو دیکھ کر جو خوشی ہوتی ہے ۔ بسا اوقات جی چاہا ہے ۔ کہ میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کو بھی شریک کردوں ۔ اور فرداً فرداً ان تمام نومسلمین مردوں اور خواتین کا ذکر کروں جن کو اس وقت تک ملنے کا اتفاق ہوا ہے لیکن اب تک اس سے معذور رہا ۔ خدا نے چاہا ۔ تو کسی دوسرے وقت میں انشاء اللہ اس خدمت کو سرانجام دوں گا +

مگر قبل اس کے کہ وہ موقع میسر آئے لفٹننٹ حضرت عبداللہ کے ساتھ کل کی ملاقات کا جو اثر میرے قلب پر ہے ۔ جو خوشی لفٹننٹ موصوف کی قرآن خوانی کو سن کر ۔ اُن کو مسجد میں جاتے ہی دیوار پر لکھی ہوئی سورۂ اخلاص اور دیگر آیات اور اسمائے الٰہی جیسا ختنہ پڑھتے ہوئے دیکھ کر اور نہ صرف نماز اور اذان وغیرہ سے ہی نہیں واقف پاکر بلکہ اُنکی وسیع اسلامی معلومات اور اُن کے قلب میں اسلام کے لئے ایک سچا جوش محسوس کر کے

حاصل ہوئی۔ ہاں ان ایام مصیبت و بلا میں جبکہ اسلام کو بدنام کرنے کیلئے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کو وحشت و بربریت کا مجسمہ ٹھیرایا جاتا ہے ایک انگریز کے اس جگہ سے شرافت اور اخلاق حسنہ کو تصویر بن کر آنے والا جو نہ مٹنے والا نقش میرے قلب پر ہوا ہے چاہتا ہوں کہ آپ کے ناظرین کو بھی اس سے مطلع کروں۔ اور اسلام کی سادگی اور کشش کا جو ہماری رنگ آمیزیوں اور فرقہ بندیوں سے تیرہ سو برس کی داستان پارینہ بن چکی ہے دوبارہ یورپ کے اندر زندگی اور نشو و نما حاصل کرنے کی کیفیت عرض کروں۔

لفٹننٹ موصوف کا اصلی نام ج - ای وارڈ ہے۔ وہ رومن کیتھولک مذہب کے پیرو تھے جو عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے تمام عیسائی فرقوں میں سے الوہیت مسیح کو ماننے میں بہت سخت واقع ہوئے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت مریم کو بھی لائق پرستش سمجھتے اور مسیح اور مریم دونوں کے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ لوگ پوپ کے پیرو ہیں۔ اور دوسرے عیسائی فرقوں کی طرح آزاد خیال نہیں ہوتے۔ تاہم سعید روحیں بھی ہر جگہ ہوتی ہیں۔ لفٹننٹ موصوف اپنی فوج کے ساتھ عراق عرب میں گئے۔ اور وہاں وہ اسلام کی سادگی اور معقولیت پر نثار ہو گئے۔ ان کو اسلام لائے ابھی نو ہی مہینے ہوئے ہیں لیکن اس قلیل مدت میں اسلام سے جو گہری واقفیت انہوں نے حاصل کی ہے وہ لائق رشک ہے۔ وہ قرآن بخوبی پڑھ سکتے ہیں۔ وضو اور نماز کے سخت پابند ہیں اور یہ ذکر کرنا کسی فرقہ کے ساتھ منسوب ہونے کی بجائے صرف مسلم کہلانا بہت پسند کرتے ہیں یہ وہ سبق ہے جس کو آج ہمارے ہندوستانی مسلمان قطعی بھلا بیٹھے ہیں۔ اور انہوں نے اسلام کی سادہ تعلیم کو تشتت و افتراق کا آماجگاہ بنا لیا ہے لیفٹننٹ موصوف اسکے متعلق دیر تک باتیں کرتے رہے۔ بالخصوص حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق جو شیعہ سنی کے اختلاف کا موجب ہے۔ انہوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے کی بجائے ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ان دونوں کو نیک و پارسا اور آنحضرت صلعم کے سچے رفیق اور مونس سمجھیں بلکہ حضرت عمرؓ کے جوش اسلام پر تو ایران کا ملک ایک کھلی شہادت ہے +

کیا ہندوستان کے شیعہ و سُنّی حضرات جو انہی چھوٹی چھوٹی باتوں کو مسلمانوں کے خون کے بہانے اور ایکدوسرے کے خلاف دفتر اور ورق سیاہ کرنے کا ذریعہ ٹھیرا لیتے ہیں۔ ایک انگریز نومسلم کی اس پاکیزہ خیالی کی داد نہ دیں گے۔ اور اس سے سبق حاصل کر کے راہ امن و اتحاد پر گامزن نہ ہونگے؟

اِس کے ساتھ ہی کس قدر خوشی کی بات ہے کہ جس مقام کو آج وحشت و بربریت کی جگہ قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کا مرکز اور گھر ہے۔ اور انگلستان میں تبلیغ اسلام کرنیوالوں کے سر پر یہ الزام دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اسلام کو بنا سنوار کر کچھ کا کچھ بیان کرتے ہیں جو یورپین قلوب کو لبھا لیتا ہے۔ ورنہ اصل اسلام کچھ اَور ہے جو ہندوستان اور اسلامی ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس جگہ اور انہی اسلامی ممالک کے اندر یہاں اسی نام نہاد وحشت و بربریت کے گھر میں ایک انگریز فوجی لفٹننٹ اس اسلام کا والا و شیدا ہوتا ہے۔ جس کو کچھ اوڑا اور انگلستان کے اسلام سے مختلف قرار دیا جاتا ہے۔ لفٹننٹ موصوف خود ہی اسبات کو اپنی چٹھی میں بیان کیا ہے۔ جو انہوں نے اپنی واپسی سے پہلے بھیجی تھی۔ اور اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر میں طبع ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

اگر انگلستان کا کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ ووکنگ مسلم مشن اسلام کی جو شکل صورت پیش کرتا ہے یہ بہت بلند پایہ ہے۔ اور اصل چیز جو اسلامی ممالک میں دستیاب ہوتی ہے وہ اس سے بہت مختلف ہے۔ تو اس کے جواب میں آپ میری مثال کو پیش کر سکتے ہیں۔ میں ایک اسلامی ملک میں مسلمان ہوا۔ جو دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے جہاں جناب حسینؓ اور آپکے ساتھی رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ جہاں حضرت ابو حنیفہؒ۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ۔ موسیٰ کاظمؒ۔ محمد جوادؒ۔ الحسن العسکریؒ اور اسی قسم کے بہت سے اولیاء اللہ اور علماء اسلام پیدا اور دفن ہوئے +

یہ گویا اسلام میں حجاز سے دوسرے درجہ پر قابل تقدیس مقام ہے کیسقدر تحیرت انگیز ان الفاظ سے ٹپکتی ہے۔ اور ایک تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام سے کسقدر دلفریبی انہوں نے حاصل کی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس مقام کی بدولت ہے جس کو اسلام کا اصلی گہوارہ ہونے کی نسبت

وحشت و بربریت کا گھر سمجھا جاتا ہے۔ لفٹننٹ موصوف کے قلب میں اللہ تعالےٰ نے تبلیغ اسلام کا ایک گہرا جوش ودلیعت کیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ اپنی اولاد کو بھی جو رومن کیتھولک ہیں آہستہ آہستہ اسلام سے واقف کر کے مسلمان بنانے کی فکر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور اس سے بڑھ کر اسلامی خدمات کی توفیق عنایت کرے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار دوست محمد۔ از ووکنگ۔ انگلستان

مراسلۂ مسجد ووکنگ نمبر ۴

مورخہ ۸۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

گذشتہ ہفتہ لفٹننٹ وارڈ جو زف عبداللہ کے جوش اسلامی اور ملاقات کا مفصل ذکر کر چکا ہوں۔ اس اتوار کو مولینا مولوی صدرالدین صاحب نے مسجد ووکنگ میں اپنے لیکچر کے بعد لفٹننٹ موصوف کا حاضرین سے تعارف کرایا اور انہیں بتایا۔ کہ اسلام کی جو خوبیاں میں نے بیان کی ہیں وہ محض خیالی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اسلامی دنیا میں کم و بیش موجود ہیں جس کے لفٹننٹ موصوف شاہد ہیں۔ اسی وقت موصوف کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے ایک مختصر تقریر میں اس اخوت اسلامی اعلیٰ اور پاکیزہ اخلاق اور سادگی مذہب کو جو اُن کی توجہ کو کھینچنے اور اسلام پر نثار ہو جانے کا موجب ہوئے۔ بچشم خود اسلامی ممالک میں دیکھنے کی شہادت دی۔ آپ نے بتایا۔ کہ میں جس وقت مسلمان ہوا۔ ووکنگ مشن کا مجھے کوئی علم نہ تھا۔ اور جب پتہ لگا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ مشن اسلام کو جس صورت میں پیش کرتا ہے۔ وہ دراصل عملی اسلام نہیں میں نے اُس وقت اس کا جواب یہاں لکھا۔ کہ یہ وہی اصل اسلام ہے جس کو میں نے بچشم خود عمل میں آتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک معزز لیڈی جو اس لیکچر میں بھی تھی اسکو مولوی صاحب کا وعظ اور اسلام کی خوبیاں سنکر بہت اثر ہوا۔ اس نے اعتراف کیا۔ کہ یہ وہ باتیں ہیں جن کو ہمارے دل چاہتے ہیں کہ مذہب میں ہونی چاہئیں۔

علاوہ ازیں اس جمعہ کو کچھ ہندوستانی سپاہی افسر جو فرانس میں آئے ہوئے تھے انگلستان کی سیر کرتے ہوئے اس جگہ آئے۔ مولوی صاحب تو جمعہ پڑھانے لندن گئے ہوئے تھے اخویم عبدالمجید جان صاحب نے انہیں یہاں جمعہ پڑھایا۔ وہ یہاں سے بہت عمدہ اثر لیکر گئے۔ اللہ تعالےٰ اسے بارآور کرے۔ والسلام

نیازمند۔ دوست محمد۔ از ووکنگ انگلستان

مُراسلہ مسجد ووکنگ نمبر ۵

مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء

ایک اور انگریز خاتون کا قبول اسلام

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ہفتہ ایک اور نومسلم کا اضافہ ہوا۔ ایک خاتون راشل اڈیس لیوی گذشتہ جمعہ (مورخہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو لندن مسلم ہوس میں آئی۔ اور مولینا مولوی صدرالدین صاحب کے ہاتھ پر داخل حلقہ اسلام ہوئی +

یہ لورپول کی رہنے والی اور بہت بڑی مالدار اور صاحب عزت شان خاتون ہیں ان کا دستخطی اقرارنامہ اس وقت میرے سامنے ہے جسمیں وہ لکھتی ہیں:۔

"میں راشل اڈیس لیوی بنت ہائمین لیوی آف ..... لورپول مضبوطی اور صدق دل کے ساتھ یہ اعلان اور اقرار کرتی ہوں کہ اسلام میرا آیندہ مذہب ہوگا۔ اور کہ میں ایک خدا کو ہی اپنا معبود حقیقی سمجھونگی۔ میں تمام انبیائے کرام کی بڑی ہی عزت اور ادب ملحوظ رکھونگی۔ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین آخری نبی یقین کرونگی اس کے ساتھ ہی میں آئندہ ایک اعلےٰ مسلم زندگی بسر کرنے کا اقرار کرتی ہوں" +

خاتون موصوفہ کا اسلامی نام رقیہ رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے ایمان میں مضبوطی اور استقامت عطا فرمائے اور اعلےٰ مُسلم زندگی بسر کرنے کی توفیق دے اور خادم دین بنائے آمین

(۲) اس اتوار مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو مولینا مولوی صدرالدین صاحب کا ایک زبردست لیکچر مسجد ووکنگ میں ہوا۔ جسمیں آپ نے لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الخ سے استدلال کرتے ہوئے بتایا۔ کہ اسلام نے مذاہب کے دو ہی ضروری رکن قرار دئیے ہیں +

(الف) اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان +

(ب) مخلوق الٰہی [illegible] ہمدردی اور حُسن سلوک +

اسی کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

(الف) تعظیم لامر اللہ

(ب) شفقت علی خلق اللہ

کے دو نہایت ہی مختصر اور جامع جملوں میں بیان کیا۔ اور درحقیقت اللہ تعالے پر ایمان کے ساتھ مخلوق خدا کی سچی ہمدردی جب تک نہ ہو کوئی شخص مذہب پر عامل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور نہ ہی ایمان کا مفہوم ہی پورا ہوتا ہے۔ باوجود بہت زیادہ سردی اور بارش کے اس لیکچر میں بھی حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ اللہ تعالے سب کو راہ حق پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

نیازمند۔ دوست محمد۔ از ووکنگ انگلستان

بنی نوعِ انسان کا بہترین دوست

یہ امر محتاج دلیل نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کا بہترین دوست حقیقی معنوں میں وہی کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جس کی ذات بدرجہ اتم انسان کے لئے باعث خیر و برکت ہو۔ وہ جو وہ تمام سامان مہیا کرے جن کے استعمال سے انسان زندگی کے ہر شعبہ میں رفعت و ترقی حاصل کر سکے یا بالفاظ دیگر وہ جو انسان کو اس قابل بنائے کہ ایک کامیاب زندگی بسر کر سکے +

یہاں پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے کے نزدیک کامیابی یا بھلائی کا کیا مفہوم ہے۔ کیونکہ اس معرکتہ الآرا مسئلہ پر کثرت سے مختلف و متضاد خیالات جہان میں موجود رہے ہیں۔ اور ہیں مثلاً بعض کے نزدیک انسانی بھلائی اسی پر مشتمل ہے کہ انسان کو گناہ کے نتیجہ آہنی سے رستگاری حاصل ہو۔ اس خیال کے گروہ کے نزدیک گناہ فطرت انسانی کا ایک لاینفک جزو ہے۔ جو ایک رحیم پروردگار کی طرف سے اس کو عطا ہوا ہے اور انسان کی عمر بھر کی کوششوں اور محنتوں کا یہ مقصد ہونا چاہئے کہ اس سے نجات حاصل کرے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ آخر کیوں۔ کیا یہ میرے لئے شایاں ہے کہ اس عطیہ الٰہی کو رد کروں۔ خداوند تعالیٰ نے جہاں اور بیشمار عطایا مجھ پر کئے ہیں۔ مثلاً نطق و بصارت یا سماعت وغیرہ وہاں یہ بھی

میری فطرت کا ایک حصہ بنا دیا ہو کہ میرے لئے زیبا ہی۔ کہ میں ان نعمتوں کا شکریہ اس رنگ میں ادا کروں۔ کہ اپنی زبان یا کان کاٹ لوں۔ یا آنکھیں نکال پھینکوں۔ تو پھر کیوں گناہ جو بعینہ اسطرح خدا کی طرف سے ایک عنایت ہے اس سے اپنی مخلصی کرانے کی کوشش کروں

بدی جو تھی جو میری فطرت میں وقت پیدائش ٭ تو کیوں بدی کو نہ سمجھوں عنایتِ الٰہی

اگر میں ایسی کوشش کروں تو یہ خلاف فطرت نہیں تو اور کیا ہوگی لیکن اس مشکل کا خاتمہ یہاں ہی نہیں ہو جاتا۔ ایک خلاف عقل بنیاد پر جو عمارت کھڑی ہو سکتی ہی وہ بھی خلاف عقل ہی ہوگی ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج ٭ تا ثریا مے رود دیوار کج

اگر کسی تقدس مآب پادری صاحب سے گذارش کیجائے کہ حضرت جلتے یہی مقصد ہماری زندگی کا سہی بتائیے اس کے حصول کے واسطے کون سبیل ہی۔ کون سے قواعد ہیں جن پر پابند رہ کر میں یہ مقصد حاصل کر سکتا ہوں۔ تو کیا جواب ملتا ہے۔ اس واقعہ پر ایمان لاؤ کہ فلاں شخص تمہارے گناہوں کے بدلے سزا پا چکا ہے۔ تو تم تمام گناہوں سے نجات پا چکے خواہ وہ گذشتہ ہوں یا موجودہ یا آیندہ اس مہمل عقیدہ کی تشریح جناب رائیٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق نے اپنی کتاب اسلام کی طرف مغرب کی بیداری" میں ایک تمثیل بنا بر ذریعہ سے کس وضاحت سے کی ہے۔ ایک متلاشی حق کسی پادری کے پاس گیا۔ اور پوچھا کہ جناب مجھے مذہب کے متعلق کچھ ہدایت فرما سکتے ہیں۔ حضرت تقدس مآب نے فرمایا۔ کیوں نہیں صرف اس پر ایمان رکھو۔ کہ "ہا کی پا کی وسکی پنگ" سچ ہی تو بس نجات ہی نجات ہے۔ کچھ سوچ کر سائل نے جواب دیا۔ کہ اچھا پادری صاحب میں اس پر غور کرونگا۔ مجھے اس وقت اسکی سمجھ نہیں آئی۔ اس کے بعد وہ اس پاک اور معقول پیشہ کے کسی اور رکن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کے چہرہ پر تقدس چڑھانے کیلئے اوّل الذکر کی طرح ریش دراز تو نہ تھی۔ اور نہ ہی کوئی لمبا جُبّہ زیب تن تھا۔ ہاں نفیس کالا فراک کوٹ پہنے تھا۔ انکی خدمت میں عرض کیا کہ یہ نسخہ فلاں صاحب نے تجویز کیا ہے۔ آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہی۔ جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی

خطرناک عقیدہ ہے۔ اس سے تو تم براہِ راست دوزخ میں جھونک دیئے جاؤ گے۔ شاید یہ شیطان نے القا کیا ہوگا۔ یہ لو میں حقیقی نجات کا رستہ بتلاتا ہوں۔ سچے دل سے اسکی صداقت پر ایمان رکھو" ٹکی ٹکی رکی رکی"۔ اس پر ایمان باعث نجات ہوتا کہ فلاں شخص اس طرح مارا گیا۔ کیا مذکورہ بالا دو مہمل فقروں کی نسبت کم مضحکہ انگیز ہے۔ کیا یہ تمام اخلاق کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کیلئے کافی نہیں ہے +

اسی طرح اور مختلف خیالات کے لوگ ہیں بعض کے نزدیک خواہشات و جذبات کی تسکین اور بعض کے خیال میں عقل کی تشفی میں انسانی کامیابی کا راز مضمر ہے کوئی فطرت انسانی کے اس پہلو کو اور کوئی اس کو نشو و نما دینا زندگی کا مقصد اعلیٰ سمجھ بیٹھا ہے۔ سو اسطے لازمی ہے کہ جو شخص اصلاح بنی نوع کا ذمہ اٹھائے سب سے اول ایک صحیح نصب العین انسانی زندگی کا پیش کرے جو فطرت انسانی کے ہر ایک پہلو کو مدنظر رکھے اور کسی ایک کو دوسرے پر قربان نہ کرے۔ نیز الحقیقت انسان کا صحیح نصب العین تو کھلے طور پر نظر آجاتا ہے اگر ہم صحیفہ قدرت پر ایک سرسری نظر ڈالیں جس کا انسان ایک جزو ہے مثلاً ایک سیب کے بیج کا مقصد اعلیٰ کیا ہو سکتا ہے یہی کہ اسکے اندر جو قوی قدرت نے رکھ دیئے ہیں وہ نشو و نما پائیں اور اس کمال کو حاصل کریں جو اسکے لئے خالق نے مدنظر رکھا ہے۔ اسی طرح انسان کی کامیابی اسمیں ہے کہ اس کے اندر جسقدر قوی ایک خفتہ حالت میں مخفی ہیں وہ بیدار ہوں۔ اور بتدریج نشو و نما پاتے ہوئے اپنے مقدر کمال کو حاصل کریں۔ پس انسان کے دوست کا فرض اولین یہ ہوگا کہ ہمارے سامنے ایک صحیح نصب العین رکھے +

ساتھ ہی اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری فطرت کا تاریک اور مایوس کن نقشہ نہ کھینچے۔ مثلاً عیسے اور بڑہ کر ہوا ہے کہ گناہ فطرت ہی میں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے ہر ایک شخص جس کو مطالعہ فطرت انسانی کا موقع ملا ہے واقف ہے کہ مایوس کن حالت میں انسان پستی کی طرف گرنے پر مائل ہوتا ہے۔ اور جسقدر اعلیٰ حالات میں علو کی طرف اگر ایک طالب علم کے متعلق استاد بار بار یہ خیال ظاہر کرتا ہے۔ کہ تو کسی کام کا نہیں تو ایک دن آئیگا۔ کہ وہ کلاس کے بدترین طلباء میں سے ہوگا۔ خواہ وہ کیسا ہی ذہین اور ہوشیار کیوں نہ ہو۔ اور اس کے برخلاف اگر لڑکے کو ابھارا جائے تو وہ بہت جلد

وہ ترقی کر لیتا ہو اگر میری فطرت ہی میں خالق کُل نے بدی کا بیج رکھ دیا ہے تو مجھے کیا ہمت پڑسکتی ہو کہ بدی سے بچنے کا خیال تک بھی کر سکوں۔ چہ جائیکہ اخلاق فاضلہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ اس واسطے انسان کے دوست کا دوسرا فرض یہ ہوگا کہ فطرت انسانی کا وہ روشن نقشہ پیش کرے۔ جو اس کے لئے حوصلہ افزا ہو +

اس کے علاوہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مخفی طاقتوں کو بالفعل کرنے کے لئے مناسب و موزوں حالات کا ہونا ضروری ہو۔ جن کے بغیر وہ ہرگز نشو و نما نہیں پاسکتیں مثلاً آم کی گٹھلی میں بالقوی ایک بڑا اونچا اور شیریں پھل والا درخت موجود تو ہے مگر اس مخفی حالت کو حقیقت کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ گٹھلی کو مناسب زمین میں مناسب آب و ہوا میں لگا کر خاص قواعد کے مطابق پرورش کیجائے۔ تب کمال تحقیقی کو حاصل کر سکتی ہو۔ اسیطرح انسان کے اندر اخلاق فاضلہ کے جسقدر بیج بھی موجود ہیں اُن کے مناسب حال ہی سامان مہیا ہوں تو اُس کی نشو و نما ہوسکتی ہو۔ مصائب کا پہاڑ سر پر نہ ٹوٹے نہ ہر وقت مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ تو استقلال کی صفت کب پیدا ہوسکتی ہو۔ دشمن سے مقابلہ ہی نہ پڑا ہو تو شجاعت کہاں کی۔ الغرض کسی خلق کے پنپنے کے لئے جو انسان کی فطرت میں ایک بیج کے طور پر موجود ہو ضروری ہے کہ انسان مخصوص حالات میں سے گذرے۔ جسقدر ایسے حالات کا دائرہ وسیع ہوتا جاوے اُسی قدر انسان میں زیادہ اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور برعکس اس کے جسقدر یہ دائرہ تنگ ہوتا جائے اخلاق میں متناسب تنگی کا پیدا ہونا ضروری ہو۔ مثال کے طور پر وہ شخص جو انسانی سوسائٹی سے قطع تعلق کر کے کسی پہاڑ کی چوٹی۔ دریا کے کنارہ یا جنگل کا گوشہ میں اپنا بسیرا بنائے۔ وہ بیشمار اخلاق فاضلہ سے محروم ہو جاتا ہے جن کے نشو و نما کا دارو مدار ان حالات پر ہو۔ جو سوسائٹی میں رہکر پیدا ہونے ممکن ہیں انسان کی ترقی اس کے دائرہ عمل کے متناسب ہوا کرتی ہو۔ ایک کی وسعت دوسرے کی وسعت وابستہ ہو۔ اگر انسان اپنے دائرہ عمل کو اپنے اردگرد مختلف مخلوقات تک وسعت نہ دیتا۔ تو موجودہ سائنس کے کرشمے کب ممکن ہوتے۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا جبکہ لوگ

قدرت میں بعض چیزوں کو معبود سمجھتے۔ جس کو اس مقام تقدس پر کھڑا کیا جائے۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ ہم کو اپنا مضمون بنانے کا خیال تک بھی آسکے۔ اگر ایک گھوڑا میرا معبود ہے تو میں اسکو اپنے لئے مفید نہیں بنا سکتا۔ وہ میرے لئے نہیں ہے بلکہ میں اسکے لئے ہوں۔ یہی سلوک سورج۔ چاند۔ ستاروں سے ہوا۔ آگ اور دیگر مناظر قدرت کی پرستش کا یہ لازمی نتیجہ تھا۔ کہ انسان میں اُن کو اپنا معمول اور اپنے لئے مفید بنانے کا کبھی خیال نہیں آیا۔ مگر جب وہ یہ سمجھنے لگا کہ یہ تو میری خدمت کیلئے ہیں۔ تو اُن سے کیا کچھ کام لیا۔ علم کے دائرہ کو کتنا وسیع کر دیا خلاصہ کلام انسانی طاقتوں کی نشو و نما وسعت میدان عمل کی نسبت سے ہوا کرتی ہے۔ اسواسطے اس ہادی کی شان کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ اسکی فطرت کا صحیح نقشہ کھینچ کر ایک اعلیٰ اور ارفع زندگی کا مقصد پیش کرے۔ اسکے میدانِ عمل کو اسقدر وسعت دے کہ اسکی فطری قوتوں کے نشو و نما کیلئے کافی حالات بہم پہنچا سکے۔

چوتھا فرض جو ایسے انسان پر عائد ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ قانون بنائے جن پر انسانی قوتیں معراج حاصل کر سکتی ہیں۔ انسان کی فطرت جو نہایت پیچیدہ واقع ہوئی ہے ایسے اسباب کی محتاج ہے کہ مقررہ ہدایات ہوں جن کے مطابق وہ پرورش پا کر انتہائی کمال حاصل کر سکیں۔

آخری اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ وہ مصلح اپنی زندگی میں اپنی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کرے۔ حالات کیسے ہی حوصلہ افزا کیوں نہ ہوں۔ مگر پھر بھی انسان کو ضرورت پڑتی ہے۔ کہ اس کے سامنے کوئی نمونہ ہو۔ نمونہ سے کسی کام کے متعلق ذہن میں صحیح نقشہ پیدا ہونے کے علاوہ دل میں اُمنگ پیدا ہوتی ہے حوصلہ بڑھتا ہے۔ اور جو کام پہلے مشکل دکھائی دیتا تھا آسان ہو جایا کرتا ہے۔ یہ روزمرہ کے مشاہدہ کی بات ہے جو محتاج ثبوت نہیں ہے۔ ہاں اسموقع پر ایک امر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ نمونہ پیش کرنیوالے یعنی اُستاد اور شاگرد کی طاقتوں میں معقول مناسبت ہونی چاہئے ورنہ نمونہ کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی عقاب میرے سامنے بلند پروازی کا نمونہ پیش کرے تو میرے دل میں تو کوئی اُمنگ نہیں پیدا ہو سکتی۔ کہ میں بھی ایسا کروں۔ ہاں اگر کوئی میرے جیسا انسان کسی ہوائی جہاز پر بادلوں کی سیر کرے۔ تو میرے دل میں بھی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور حوصلہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی نیم خدا انسان کے لباس میں میری ہدایت کا دعویٰ کرے تو میرے لئے تو وہ اس سے زیادہ مفید نہیں ہے جس قدر ایک گھوڑے کا نمونہ

دینے والا ہو (۴) زندگی کیلئے قوانین بتلانیوالا ہو (۵) عملی نمونہ پیش کرنیوالا ہو۔

بعثت اسلام

(حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کی قلم سے)

۱۔ عرب اسلام سے پہلے

یا

(زمانۂ جاہلیت)

مذہب اسلام نے آج سے تیرہ صدیاں پہلے جزیرہ نمائے عرب میں اپنا جنم لیا۔ اور سب سے پہلا سوال جو کہ اس مضمون کی بحث میں ہمارے دل میں اُٹھتا ہے یہ ہے کہ وہ کون سے حالات اور کیفیات تھیں جن کے ماتحت اس مذہب نے اپنا جنم لیا۔ تمام مسلمان مؤرخوں نے بلاکسی استثناء کے آمد اسلام سے پہلے کے زمانے کو زمانۂ جاہلیت کے اسم سے موسوم کیا ہے۔ یہانتک کہ قرآن مجید نے بھی جو کہ پُرانی تاریخ کی سب سے زیادہ قابل وثوق ہمعصر روئداد ہونے کی وجہ سے عام طور پر اسلامی تاریخ کی کلید سمجھا جاتا ہے اس کو یہی نام دیا ہے۔ اور حقیقت میں جاہلیہ کا لفظ مسلمان مورخوں نے قرآن شریف سے ہی لیا ہے مفصلہ ذیل حوالجات اس بات کو صاف کر دیں گے:۔

(۱) سُورۃ المائدہ پچاسویں آیت جس میں زمانۂ جاہلیت کے فیصلوں کا ذکر کیا گیا ہے +

(۲) سُورۃ الاحزاب تینتیسویں آیت جس میں عورتوں کو اپنی زیب و زینت دکھانے سے جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتی تھیں منع کیا گیا ہے +

(۳) سُورۃ الفتح چھبیسویں آیت جس میں کافروں کا زمانہ جاہلیت کے مُتعلق دل میں نفرت اور کینہ کے خیالات کو رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے +

اُن ایام کے تذکرے سے جیسا کہ قرآن کریم میں پایا جاتا ہے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب اُس وقت نہایت ہی گمراہی اور بدترین حالت میں تھا۔ یہ زمانہ مذہب سے غفلت اور لاپرواہی اور سخت فسق و فجور کے زمانے سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اس زمانے کے عربوں کو جاہل بیوقوف لوگ سخت جہالت

اور تاریکی میں گھرے ہوئے۔ گونگے بہرے۔ اندھے حیوانات سے بدتر۔ قبر کے مردوں کی طرح کے خطابات سے نامزد کیا گیا ہے۔ اور دوسری تواریخ بھی جن کے حصول ذرائع اور منبع و مخزن مختلف ہیں اس بات کی صاف طور پر تائید اور تصدیق کرتی ہیں۔ ہم زمانہ جاہلیت کے عربوں کی خوبیوں۔ انکی مہمان نوازی۔ حریت پسندی۔ شجاعت و بہادری۔ اپنے قبیلے اور قوم سے وفاداری اور گہرا تعلق۔ انکی سخاوت اور دیگر مردانہ صفات سے منکر نہیں ہوں۔ مگر تہذیب کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ یہ خوبیاں اور صفات کبھی کبھی ہی اپنا جلوہ دکھا دیں اور بس۔ مگر ان خوبیوں کے مقابل پر انکی برائیاں بےشمار اور نہایت قبیح تھیں اگر کسی مسافر کو کسی بدوی کے دروازے سے مہمان نوازی کی توقع ہوتی تھی۔ تو ساتھ ہی یہ بھی بالکل ممکن ہوتا تھا کہ اس کا مال و اسباب لوٹ لیا جائے۔ اس پر تن ڈھکنے کو بھی کپڑا نہ رہے۔ اگر ان کو اپنے قبیلے سے بہت لگاؤ اور تعلق تھا تو ساتھ ہی اس کے ایک بڑا نقص تھا۔ کیونکہ اگر ایک فرد واحد کو کوئی ذرا سی بھی تکلیف پہنچ جاتی۔ تو تمام کا تمام قبیلہ لڑائی اور فساد میں پھنس جاتا تھا۔ اور بعضے وقت ان کے دعاوی ابھی پورے بھی نہ ہونے پاتے تھے کہ تمام قبیلے کا صفایا ہو جاتا تھا۔ انتقام کی آگ اپنے پورے ز... ر پر تھی۔ مگر صرف ان وجوہات پر ہم اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آیا زمانہ جاہلیت کے عرب مہذب اور اہل بصیرت لوگ تھے یا وہ ایک جاہل اور وحشی قوم تھی۔ جس نے تہذیب کی روشنی کی جھلک تک بھی نہ دیکھی تھی۔ اس تاریک اندھیرے کے درمیان جو کہ جزیرہ نمائے عرب پر چھایا ہوا تھا، روشنی کے چند شرارے ہمیں اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ کہ ہم ان لوگوں کو مہذب اور اہل بصیرت لوگ کہ سکیں +

علم اور سائنس کا کوئی شمہ بھی عربوں میں ان کے اسلام لانے سے پہلے موجود نہ تھا۔ سوائے علم عروض کے جو کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سوسائٹی کے بالکل ۲ نمازین بھی پایا جاتا ہے۔ لکھنے کا علم بھی ان کو آتا تھا۔ مگر واقعات اور حالات بالکل نہ لکھے جاتے تھے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو سائنس تاریخ کا موٹے سے موٹا علم بھی نہ تھا۔ زمانہ جاہلیت کے تاریخی اور حسب و نسب کے حالات نظموں کے ذریعے سے آئندہ نسلوں تک پہنچے ہیں۔ اور ایک نہایت تیز حافظے کے ہونے کی وجہ سے وہ ضائع ہونے سے بچ گئے۔ اور محفوظ رہے۔ مجھے کسی ایسے

مضمون نثر کا علم نہیں ہے جو کہ زمانۂ جاہلیت میں لکھا گیا ہو علم فلسفہ علم ریاضی علم سائنس وغیرہ وغیرہ بالکل مفقود تھے ۔ اور سچ پوچھو تو اس قسم کے علم عرب کے قبیلوں کی بدویانہ زندگی کے کسی طرح موافق اور موزوں نہ تھے +

سیاسی نقطۂ نگاہ سے عرب کی حالت ایسی ابتر تھی کہ اُن کو مُہذب بنانے کی تمام کوششیں بے سود تھیں ۔ ملک میں کوئی نظم ونسق نام کو نہ تھا ۔ ہر ایک قبیلے کا اپنا اپنا سردار تھا ۔ اور وہ بھی اسلئے ہوتا تھا کہ وہ دوسرے قبیلوں سے جنگ کرنے میں ان کو اپنی سرداری میں لیجائے ۔ گویا کہ گورنمنٹ اپنے حقیقی مفہوم میں ان میں مفقود تھی ۔ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس والا معاملہ تھا ۔ جو کوئی تلوار نہایت طاقت اور اُستادی سے چلا سکتا تھا وہ حکومت بھی کر سکتا تھا ۔ مگر ہر ایک قبیلہ ہر ایک خاندان ہر ایک فرد بشر خود مختاری اور آزادی کی خاطر کو شاں تھا ۔ اور جہانتک بھی ہو سکتا تھا کسی کی حکومت کو نہ مانتے تھے ۔ قصہ کوتاہ اُس وقت کے حالات کسی پولیٹیکل اتحاد و اتفاق کے سخت منافی تھے ۔ اور اس وجہ سے وہ تہذیب سے بھی عاری تھے کیونکہ یہ اُسی حالت میں ممکن ہے جبکہ اتحاد و اتفاق ہو ۔ سر ولیم میور اپنی کتاب " لائف آف محمدؐ " کے دیباچہ میں لکھتا ہے :-

کہ اُس وقت کی سب سے پہلی خصوصیت جو کہ ہماری توجہ کو اپنی طرف منعطف کراتی ہے وہ یہ ہے کہ عرب لوگ بیشمار جماعتوں میں متفرق تھے ۔ اگرچہ انکی زبان ۔ انکی رسوم و عادات انکی عزت اور اخلاق کا معیار ایک ہی تھا ۔ مگر ہر ایک جماعت ایکدوسرے سے خودمختار اور سوا تھی ۔ اور اکثر آپسمیں ایک دوسرے سے لڑائی چھڑی رہتی تھی ۔ اور خون کے رشتے اور دیگر مصلحتوں کی وجہ سے اتحاد اور تعلقات ایک نہایت ہی معمولی وجہ سے نفاق اور سخت دشمنی سے بدل جاتے تھے ۔ سو طلوع اسلام کے وقت اس گذشتہ عربی تاریخ کا خیال ہمیں ایک کانمدی سیر بین (جسمیں کانچ کے رنگ برنگے ٹکڑے اُسکو گھمانے پر مختلف شکلیں اختیار کرتے ہیں) کی طرح اتحاد اور نفرت و نفاق کی ایک ہمیشہ گھٹتی بڑھتی حالت کو ظاہر کرتا ہے جس نے کہ عام اتحاد و اتفاق کی [illegible] بالکل بے سود اور ناکام رکھا " ان لگاتار لڑائی جھگڑوں اور سیاسی [illegible] کی طرف قرآن مجید ایک سے زیادہ موقعوں پر اشارہ کرتا ہے مثلاً اس مندرجہ ذیل [illegible]

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (سورۃ آل عمران رکوع ۱۱) **ترجمہ**: اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی اور تم اُس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے (آ لگے) تھے پھر اُس نے تم کو اُس سے بچا لیا"۔

یہ بات ضرور ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ جب مسلمان مؤرخ عرب کے اسلام سے پہلے زمانے کو "زمانہ جاہلیت" سے موسوم کرتے ہیں۔ تو ان کی مراد اس سے لٹریچر، علم وفن اور سائنس سے ناواقفیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس سے تمام تمدنی اور اخلاقی اصولوں اور حقیقی مذہب سے لاعلمی مراد لیتے ہیں۔ چاہے پُرانے عربوں کے علم عروض کا پایہ کیسا ہی بلند کیوں نہ ہو مگر اس سے انہوں نے کوئی تمدنی، اخلاقی اور مذہبی اصول حاصل نہیں کئے۔ ان میں اپنی بیٹیوں کو زندہ گاڑ دینے کی وحشیانہ رسم اور ایک عورت کے کئی شوہر ہونے کے رواج کے سب قائل ہیں۔ ان میں حبالۂ نکاح بہت کمزور اور ڈھیلا ہوتا تھا کیونکہ شوہر جس وقت وہ چاہے اپنی بیوی کو الگ اور رد کر سکتا تھا۔ عورت کا درجہ بہت کمتر تھا۔ اور کسی وقت وہ خاوند کی ملکیت کا ایک حصہ خیال کیجاتی تھی۔ وہ وراثت کا ایک حصہ تھی چنانچہ متوفی کا وارث اور دوسری چیزوں کے ساتھ اس کی عورت پر بھی قبضہ کر لیتا تھا۔ اسی وجہ سے سوتیلے بیٹے کے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لینے کی وحشیانہ رسم جاری تھی۔ جس رسم کو قرآن شریف نے قطعاً نابود کر دیا۔ زناکاری نہایت صد درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ شراب نوشی بالکل عام تھی۔ اور جوا بازی کی قبیح عادت یہاں تک زور پکڑ گئی تھی کہ ایک آدمی اپنی تمام ملکیت ہار جانے کے بعد اپنی آزادی پر شرط لگانے سے بھی نہیں ہچکچاتا تھا۔ اور جس کو ہار جانے کی صورت میں وہ دوسرے کا غلام ہو جاتا تھا۔ تمام تمدنی اور اخلاقی قانونوں کے ناپید ہونے کی حالت میں یقیناً ہم ایسی سوسائٹی کو سوسائٹی کے اصل مفہوم میں نہیں بلا سکتے۔

زمانۂ جاہلیت کے عربوں کا مذہب اور زیادہ صاف طور پر ان کے فوق العادت چیزوں کے متعلق جاہلانہ خیالات اور ان سے لاعلمی کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کا مذہب چند لفظوں میں اس طرح

ادا ہو سکتا ہے۔ اول بُت پرستی جو کہ بڑی گہری جڑیں پکڑ گئی تھی۔ دوئم ذی رُوح اور غیر ذی رُوح چیزوں کی پوشیدہ طاقتوں سے ڈرنا اور ان کی عزت اور عبادت کرنی۔ وہ صرف بُتوں کو ہی نہیں پُوجتے تھے جنمیں سے ۳۶۰ صرف خانہ کعبہ میں ہی رکھے ہوئے تھے۔ بلکہ وہ قدرت کی طاقتوں مثلاً سُورج۔ چاند ستاروں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ یہانتک کہ پتھر۔ درخت اور ضمیر کی لایعنی شکلیں اور اور کئی چیزیں بھی اُن کے معبود ہونے کا شرف رکھتی تھیں"+

جبکوئی خوبصُورت پتھر ان کو ملتا تھا۔ تو اسکی پرستش کرنے لگتے تھے۔ اور اگر یہ ہاتھ آئے تو ریت کے ایک تودے پر اُونٹ کا دُودھ دوہ دیتے تھے اور اسکی پُوجا کر لیتے تھے"۔ زنع النسان کی قربانی بھی مفقود نہ تھی۔ کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے دیوتاؤں کی مرضی تیروں کے ذریعے پیشینگوئی کرنے سے معلوم کیجاتی تھی۔ ان سب عقیدوں اور توہمات کے ہوتے ہوئے بھی عرب لوگ ایک لامذہب قوم تھی۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو کہ کسی آیندہ زندگی پر یقین نہیں رکھتے تھے اور ان کے خیالات ابیکیورینز (epicureans) کی طرح نفس پرستی اور عیش پر مبنی تھے۔ اور وہ جو کسی آیندہ زندگی پر یقین کرتے تھے۔ سو وہ مردے کی قبر پر ایک اُونٹ کو رسّی سے باندھ دیتے تھے۔ تاکہ وہ بھُوک سے مر جائے۔ اور حشر کے دن اس متوفی کی سواری کے کام آئے۔ بوسورتھ سمتھ (Bosworth smith) لکھتا ہے کہ "ایک عجیب پُر از سحر وہم ان میں پھیلا ہُوا تھا۔ کہ مُردے کی رُوح اسکی قبر پر ایک اُلّو کی شکل میں منڈلاتی رہتی ہے۔ اور اگر وہ شخص مقتول ہُوا ہے۔ تو وہ اُلّو "اسقونی۔ اُسقُونی" یعنی (مجھے پینے کو دو۔ مجھے پینے کو دو) چلّاتا پھرتا ہے۔ اور وہ برابر چلّاتا رہتا ہے جب تک کہ اسکے قاتل کا خون نہ گرایا جائے۔ کئی دفعہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ عرب لوگ اللہ تعالیٰ کو بھی مانتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا عقیدہ بھی صرف کہنے کی بات تھی۔ ہر ایک دیوی اور دیوتا کے فرائض بھی جُدا جُدا تھے۔ اور اُن کی پرستش بھی مختلف مطالب اور مُدعاؤں کو حاصل کرنے کیلئے کیجاتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی اس طرح نہیں۔ بلکہ اُن کا خیال تھا کہ وہ سب دیوی دیوتاؤں پر حکمران ہے۔ اور دنیاوی معاملات کی باگ اُن کے ہاتھوں میں دیدی ہے۔ گویا کہ قومی طریق عبادت سوائے اصنام پرستی کے جو کہ بڑی گہری جڑیں پکڑ گئی تھی اور تمام ذی رُوح اور غیر ذی رُوح چیزوں کی

عزت اور عبادت کے سوا اور کچھ نہ تھی - یہ مذہب تھا اور یہ عرب کی تمدنی اور اخلاقی حالت تھی - اور کوئی آدمی اس سے انکار نہیں کرسکتا ہے کہ یہ ایک سخت جہالت اور گمراہی کا زمانہ تھا - زمانۂ جاہلیت کے عربوں کا تمدنی اخلاقی اور مذہبی مطلع بدکاری - توہمات اور لڑائی اور جھگڑوں کی وجہ سے سخت تاریک ہوگیا تھا - اس سیاہ اور تاریک رات میں سرزمین عرب پر سیاہ اور گہرے بادل چھائے ہوتے تھے - اور عربوں کے علم عروض سے محبت اگر اسکی کچھ بھی قدر و قیمت تھی تو وہ ایک دھندلے ستارے کی طرح تھی جو کہ کسی چھٹے ہوئے بادل میں سے چمک رہا ہو +

عیسائی اہل قلم بعض وقت اس نامکمل عیسائیت کے خوشگوار اثر کی طرف اشارہ کرتے ہیں - جو کہ اس وقت ملکِ عرب میں موجود تھی مگر یہ ایک قابل بحث امر ہے کہ کیا عیسائیت نے اپنے شروع کے زمانے میں دنیا پر کوئی مہذب اثر ڈالا ہے غیر متعصب سوچنے والوں نے اس کے متعلق بھاری شکوک کا اظہار کیا ہے - اور جہانتک کہ تاریخ پہلی صدی تک رہی تو دوسری صدی کے عیسائیوں کی حالت کو ظاہر کرتی ہے وہ بجائے دلکش ہونے کے نہایت ہی قابل نفرت ہیں لیکن پورے طور پر نہیں کہہ سکتا - کہ عرب میں اسلام سے پہلے شراب نوشی اور قمار بازی کا عالمگیر مرض کہاں تک عیسائیت کے اثر سے پھیلا ہے - اور عیسائیت کہانتک اسکی ذمہ دار ہے - مگر چند الفاظ جو کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائے تھے ظاہر کرتے ہیں - کہ یہ کسی نہ کسی حد تک درست ضرور ہے - جیسا کہ ڈوزی (Dozy) کہتا ہے حضرت علیؓ نے بالکل مبالغہ نہیں کیا جبکہ آپ نے ایک قبیلے کی نسبت جسمیں عیسائیت اپنی جڑ پکڑ گئی تھی یہ فرمایا "بنو تغلب عیسائی نہیں ہیں - اور اگر کوئی چیز انہوں نے اس مذہب سے لی ہے تو وہ شراب نوشی ہے" - زمانہ جاہلیت میں عیسائی شعراء بھی تھے اور انکی نظمیں اس بات کی کافی اور شافی شہادت دیتی ہیں - کہ وہ اس وقت کی عام برائیوں مثلاً جواء بازی - زناکاری - اور شراب نوشی میں ویسے ہی ڈوبے ہوئے تھے - جیسے کہ انکے بت پرست اور کافر پڑوسی - سر ولیم میور جیسا متعصب مؤرخ بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگیا ہے کہ ساتویں صدی میں عیسائیت بحثیت ضعیف اور گندی تھی - اور آپس کے اختلافات اور جھگڑوں سے اسکی تمام طاقتیں سلب ہوگئی تھیں - اور اگلے زمانے کے پاک

صاف اور وسیع مذہب کی بجائے اب بدعت اور دین باطل کے چھچھورا پن اور اوچھے پن نے جگہ لیلی تھی +

بعض دفعہ یہ بات پر زور دیا جاتا ہے کہ عیسائیت کے عقیدہ وحدانیت نے عربوں کے دلوں پر اپنا اثر کیا۔ اور یہ اس اثر کی وجہ تھی کہ بعض لوگ جو کہ حنیف کہلاتے ہیں۔ سچے مذہب کی جستجو میں روانہ ہو گئے۔ مگر واقعات اس دعوے کی تائید نہیں کرتے "خدائے واحد" اللہ تعالیٰ کا علم اُس وقت کی عیسائیت کو بہت کم تھا۔ وہ قریباً قریباً اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے بیگانہ تھی۔ کیونکہ جس خدا کی وہ پرستش کرتے تھے وہ ایک فانی ہستی تھی۔ اور یہ جناب مسیح اور اسکی الوہیت تھی جس کی بابت عیسائیت کے مختلف فرقے آپس میں جھگڑے اور بحث مباحثے کر رہے تھے عیسائیت اللہ تعالیٰ کی تعلیم نہیں دیتی تھی۔ بلکہ یسوع مسیح کی الوہیت منواتی تھی۔ اور فرقہ حنیف نے مسیح کو کبھی خدا نہیں مانا۔ یہ حقیقت ہے کہ عیسائیت نے کبھی بھی عربی چال چلن پر کوئی گہرا اثر نہیں ڈالا۔ وہ ایک ایسے انسان کے خدا ہونے کی تعلیم دیتی تھی۔ جو کہ (انکی نظروں میں) ان کے منظور نظر اور آباؤ اجداد کے بتوں پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا تھا۔ قرآن شریف مکہ کے بت پرستوں کے اِس تنازعہ پر مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ کرتا ہے:۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ترجمہ۔ اور جب مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی گئی۔ تو لیکن تمہاری قوم کے لوگ اُس (کو سن کر ایکدم) سے کھلکھلا پڑے۔ اور لگے کہنے کہ (اس صورت میں) ہمارے معبود اچھے (رہے) یا عیسیٰ۔ ان لوگوں نے عیسیٰ کی مثال جو تمہارے سامنے لا ڈالی تو صرف کٹ حجتی کے طور پر۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو"۔ کیونکہ عرب لوگ فرشتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اسلئے وہ کہتے تھے کہ ہمارے دیوتا یسوع مسیح سے بہتر ہیں۔ جو کہ باوجود عیسائیوں کے اسکو خدا ماننے کے آخر انسان تھا۔ اُن کا عیسائی مذہب کے متعلق شک اور وہم اور اس پر طعن اور ہنسی اُڑانا اس واقعہ سے خوب ظاہر ہوتا ہے:۔

"چند بشپ پادریوں کے ۵۱۳ء سن ہی منذر ثالث بادشاہ حیرہ کو عیسائی بنانے کی کوشش کرنے پر اُن کو یہ تلخ تجربہ حاصل ہؤا۔ جبکہ کچھ دیر بادشاہ اُن کے کلام کو غور سے سُنتا رہا۔ تو اُس کے افسروں میں سے ایک نے کان میں کچھ آہستہ سے کہا جس پر منذر نے فوراً ایک نہایت اُداس اور غمگین چہرہ بنا لیا۔ اور جب پادریوں نے نہایت ادب سے اُس کے غمگین ہونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا۔ "کہ ملک الملکوت میکائیل فوت ہو گئے ہیں"۔ پادریوں نے کہا۔ "نہیں بادشاہ آپ غلطی پر ہیں۔ فرشتے غیر فانی ہستیاں ہیں"۔ اِس پر بادشاہ نے چلّا کر کہا۔ "غیر فانی۔ اور تم مجھے یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ کہ خدا خود مر گیا"۔ سو اِس طرح باوجود عیسائیت کے موجود ہونے کے۔ ملک عرب اپنی پُرانی حالت پر ہی قائم رہا۔ اور بجائے اسکے کہ عیسائیت کے اُس عُمدہ اثر سے جس پر اتنا زور دیا جاتا ہے۔ اُن کا وحشیانہ پن کچھ کم پڑتا۔ اُلٹا اُن بُرائیوں کی وجہ سے جو انہوں نے عیسائیت سے حاصل کیں۔ ان کا چال چلن اور بھی ابتر اور بدتر ہو گیا +

جانوروں سے نرمی اور رحم کا سلوک

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ (سورۃ انعام رکوع ۴) ترجمہ۔ "اور جتنے حیوانات زمین میں (چلتے پھرتے ہیں) اور جتنے پرند اپنے دو پروں پر اُڑتے پھرتے ہیں۔ یہ سبھی تم لوگوں کی طرح کی مخلوقات ہیں لوح محفوظ میں (سب لکھے ہوئے موجود ہیں) ہم نے (لکھنے سے کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی۔ پھر (قیامت کے دن سب کے سب) اپنے پروردگار کے حضور میں لا حاضر کئے جائینگے" +

مسلمانوں کے خیال کے مطابق اور جیسا کہ اُوپر کی آیت ظاہر کرتی ہے اللہ تعالےٰ کے نزدیک حیوانی زندگی اور انسانی زندگی ایک جیسی ہی اہمیت رکھتی ہیں۔ "سپرٹ آف اسلام" کا لائق مصنف یوں رقمطراز ہے "عیسائی اقوام کو حیوانی مخلوقات کے متعلق فرائض سے آگاہ ہونے میں کئی صدیاں لگیں۔ اور اس زمانے سے بہت پہلے جبکہ عیسائیوں کو جانوروں سے نرمی اور رحم کا سلوک کرنے کا خواب و خیال تک بھی نہ تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت پُر درد الفاظ میں انسانوں کو اُن فرائض سے آگاہ کیا جو کہ انکے بے زبان اور مسکین غلاموں (یعنی جانوروں) کے متعلق ہیں۔ اسلامی دُنیا کی روزمرہ زندگی میں اُن ہی کے احکام پر جو کہ نہایت محبت اور حفاظت کے ساتھ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ایک سرسری نظر

نبیٔ اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) ۵۷۰ء عیسوی میں مکہ کے ایک قریشی گھر میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد عبد اللہ آپ کی ولادت سے چند ماہ پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ جب آپ کی عمر چھ سال کے قریب ہونے آئی تو آپ کی والدہ کی وفات نے آپ کو کامل یتیم کر دیا۔ اس غریب یتیم لڑکے کی پرورش اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پروں تلے ہو رہی تھی کیونکہ اسکی قسمت میں ایک اتنا بڑا کام کرنا لکھا تھا۔ جو کہ تاریخ دنیا کی رَو کو بدل دیگا۔ مگر کیا آپ نے اتنے بڑے اور اہم کام کے مطابق تعلیم حاصل کی؟ اور کیا آپ ایک اُمّی نہیں تھے؟ ہاں ایک سطحی نظر سے دیکھنے والے کی آنکھوں میں آپ ایک جاہل اور اَن پڑھ آدمی تھے مگر حقیقت میں آپ علم کا سرچشمہ اور عقل و دانائی کی کان تھے۔ اور یہ سب چیزیں خود حاصل کردہ نہ تھیں۔ بلکہ محض عطاء الٰہی تھیں۔ چند ہی سال کے بعد ہم آپ کو ایک نوجوان۔ طاقتور اور خوبصورت اور مستقل مزاج آدمی پاتے ہیں جس کے چہرے سے کامل سنجیدگی اور متانت ٹپکتی تھی +

نبوّت پر مامُوریّت

شہر کے شور و شغب سے دُور۔ غار حرا کی تنہائی میں آپ اکثر زندگی و موت اور انسان کی عاقبت کے متعلق گہرے خیالات میں منہمک رہتے تھے ایک نہایت دلربا کشف کی حالت آپ پر طاری ہوتی ہے اور ایک آواز سُنائی دیتی ہے۔ اس عجیب طریقے سے آپ نے اپنا پہلا سبق سیکھا ایک ناتوانی اور خوف کی حالت میں آپ اپنی بیوی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس آتے ہیں۔ اور چلا کر کہتے ہیں "زملونی۔ زملونی" (مجھے کمبل اُڑھا دو۔ مجھے کمبل اُڑھا دو) آپکی بیوی فرماتی ہیں۔ خوش ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ذلیل و رُسوا نہیں کریگا۔ کیا آپ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک نہیں کرتے؟ اور اپنے پڑوسیوں پر مہربان نہیں ہیں۔ اور اپنے عہد کے پورے کے محافظ نہیں ہیں؟ آپ کے چال وچلن کے متعلق کیسی اعلیٰ اور عمدہ شہادت ہے اور کبھی

آپ کی بیوی کے مُنہ سے استعداد نبوت کو مکمل ہونے میں چالیس سال لگے خلعت نبوّت کو پہننے کا اگر کوئی وقت تھا تو اب تھا۔ آپ کو ایک کڑکتی ہوئی آواز آتی ہے:-

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ ۝ (سورۃ المدثر۔ رکوع ۱) ترجمہ۔ اے کپڑا اوڑھنے والے اُٹھو اور لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک و صاف کرو۔ اور نجاست سے الگ رہو۔" آپ لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو گئے آپ نے اپنا پیغام اپنے اردگرد کے لوگوں کو سُنانا شروع کر دیا۔ آپ کی بیوی خدیجہؓ اور عمزاد بھائی علیؓ۔ اور آپ کا غلام زیدؓ بن حارث۔ اور آپ کے مُعتمر دوست عبداللہ بن ابی قحافہ (ابوبکر) آپ پر ایمان لائے اور کوششوں کے پہلے ثمرات تھے۔ ایک طرف تو کیا ہی یہ عمدہ سبق ہے کہ جس پر ہمیں کاربند ہونا چاہئے۔ یعنی کُل نیکی کے کام کی ابتدا گھر سے ہونی چاہئے۔ دوسری طرف یہ واقعی اُن کی متدیّنانہ زندگی اور پاکیزگی مقصد کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ ایک دن آپ چند رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر بلا کسی قسم کی تمہید کے بالفاظ ذیل سچا پیغام ربّی انہیں دے دیتے ہیں:-

"یا ابناءِ عبدالمطلب میں تمہیں وہ بشارت دینے لگا ہوں جس سے تم اس دُنیا میں بھی اور آیندہ میں بھی خیر و برکت کے مالک ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اُسکی خدمت کے لئے بُلاؤں تم میں کون ہے۔ جو میری اس دعوت کا بوجھ اُٹھائے"۔ سُبحان اللہ یہ الواقعہ بڑی بھاری دعوت ہے۔ الفاظ تو اسی محمدؐ کے مُنہ سے نکلے ہیں جس سے وہ آشنا ہیں لیکن آج اس کا انداز ہی نرالا ہے۔ حاضرین پر ایک رعب طاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کے لب و لہجہ اور انداز میں ایک ہیبت اور رُعب پاتے ہیں:-

تین برس کی خُدود وعظ و نصیحت کے بعد وہ وقت آیا کہ گھر کی چھت سے بلکہ پہاڑ کی چوٹی سے حق اور سچائی کے اعلان اور مشتہر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ نے لوگوں کو صفا کے پاس بُلایا۔ اور وہ آپ کے کہنے کے مطابق وہاں آ جمع ہوئے۔ آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک کڑکتی ہوئی آواز سے اُن کو اپنا پیغام سُنایا:-

میں تمہیں ایک نہایت خوفناک عذاب کی خبر دینے اور اس سے متنبہ کرنے آیا ہوں .... اور میں تمہیں اس خوفناک انجام سے بچا نہیں سکتا جبتک کہ تم لا الٰہ الا اللہ نہ پڑھو"۔ ایک ایسے لوگوں کو جو کہ بت پرستی۔ گمراہی اور توہمات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ پیغام نہایت ناگوار معلوم ہوا۔ چنانچہ اُنہوں نے رسول اللہ صلعم پر پتھروں کی بارش کر دی اور آپ کا چہرہ مبارک لہولہان ہو گیا۔ جب آپؐ سے یہ کہا گیا کہ اُن پر لعنت کرو تو آپؐ نے ہاتھ ہلا کر فرمایا "نہیں ہرگز نہیں۔ میں بنی نوعِ انسان کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ کہ اُن پر لعنت کرنے کے لئے"۔ آپؐ کے قلب کو تو دیکھو۔ ایک محبت اور شفقت کا سمندر موج زن ہے +

ایذا رسانی اور ظلم و ستم

اِس کے بعد جیسا کہ اکثر ہوتا ہے لوگوں نے آپؐ کو ایذا پہنچانی شروع کی۔ مگر اللہ تعالےٰ کے بہادر سپاہی اس کے جھنڈے کو برابر ہوا میں لہراتے رہے۔ اور اُنہوں نے نہایت اطمینان اور صبر سے تمام بدنامی، خطرات اور ظلم و ستم کو برداشت کیا۔ اکثروں کو کانٹوں کے تاج پہنائے گئے۔ مگر اُن کے خون نے اُن کے رشتہ مذہب کو اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ بال بال بچ گئے +

کافروں کا لالچ اور طمع دلانے کی کوشش کرنا

آپؐ کے دشمنوں میں سے ایک نے کہا "آؤ! اِس بدعتی اور ملحد (نعوذ باللہ) کو لالچ اور طمع دلانے کی کیوں نہ کوشش کریں"۔ چنانچہ عتبہ اِس ڈیپوٹیشن کا سردار بن کر خانہ کعبہ میں جہاں کہ نبی کریم صلعم بیٹھے ہوئے تھے گیا۔ اور کہنے لگا "اے محمدؐ تمہاری اِس نئے مذہب کو نکالنے کی کیا غرض اور مقصد ہے؟ کیا تمہیں مال و دولت کی خواہش ہے؟ اگر ہے تو ہم اپنا مال و دولت تمہارے قدموں میں رکھنے کو تیار ہیں۔ کیا تم حکومت اور طاقت چاہتے ہو؟ اگر یہ بات ہے تو ہم تجھ کو اپنا سردار بنانے میں رضامند ہیں۔ مگر مہربانی فرما کر اپنے اس نئے مذہب کی تلقین کرنی چھوڑ دو"+ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہاں! تب آپؐ نے کہا کہ اب

میرا جواب سُن لو۔ اور آپؐ نے قرآن شریف کی آیتوں کی تلاوت شروع کردی۔ اور ڈیپوٹیشن نہایت ناکام اور بددل ہو کر واپس آیا +

اِس کے بعد ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک عجیب مشکل اور دقت میں پاتے ہیں۔ کافروں نے آپؐ کے دیرینہ سال چچا ابُوطالب پر زور ڈالنا شروع کیا کہ اپنے بھتیجے کو سمجھائے۔ چنانچہ اس نے آپؐ سے کہا تُو اپنے اِس مشن کو چھوڑ دو یا مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ نبی کریم صلعم نے دُنیا سازی یا زمانہ سازی کرنے سے انکار کردیا۔ اور کہا۔ کہ اگر وہ سُورج کو میرے دائیں ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تب بھی میں ایسا کرنے سے نہیں رُکونگا۔ مگر آپؐ کے چچا سے جُدا ہونا بھی بڑا شاق گذرتا تھا۔ چنانچہ جس وقت آپ جانے لگے۔ تو فرطِ غم سے آپؐ کے آنسُو نکل پڑے۔ بوڑھے آدمی نے چلا کر کہا "میرے بھتیجے واپس آؤ۔ اور بالکل اطمینان اور دلجمعی سے رہو۔ اور جو تمہارا جی چاہے کرو اور کہو۔ میں تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑونگا" +

ایک عیسائی بادشاہ کا آپؐ کے کام کا مشاہدہ کرنا

کافروں کی ایذا دہی دن بدن بڑھتی گئی۔ اور مکّہ کی زندگی ناقابل برداشت ہو گئی ۸۳ آدمی اور ۱۸ عورتوں نے چُپ چاپ بحیرہ قلزم کو عبُور کیا۔ اور نجاشی بادشاہ ابی سینیا کی پناہ جا پکڑی۔ مگر قریش نے اُن کا وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ جب اس نئے مذہب کو بیان کرنے کیلئے یہ سب لوگ بُلائے گئے۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ نبی کریمؐ کے بھتیجے تھے۔ ان پناہگزینوں کے گروہ کے ترجمان بن کر آگے بڑھے اور کہا:۔

"اے بادشاہ۔ ہم جہالت۔ بُت پرستی اور بدکاری میں ڈوبے ہُوئے تھے۔ کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک نبی کھڑا کیا جس نے ہمیں خدائے واحد کی پرستش۔ راستگوئی۔ ایفائے عہد۔ رشتہ داروں سے نیک سلوک۔ اور ہر بُری چیز سے اجتناب کرنے کی تعلیم اور تلقین کی۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ اور اُس کے پیچھے چلنے لگے ہمارے اہل مُلک نے ہمیں طرح طرح کی ایذائیں پہنچانی شروع کیں۔ چنانچہ اب ہم ان سے بچ کر تیری پناہ کو ڈھونڈتے آئے ہیں۔ کیا تم ہماری حفاظت نہ کروگے" +

ہجرت

اہلِ مکہ نے ایذا رسانی کو نہ چھوڑا۔ چند اہل مدینہ آدھی رات کو مکہ میں آئے۔ اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور آپ کو مدینہ چلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ۱۶ جون ۶۲۲ء کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پا پیادہ مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ یہاں سے سن ہجری کا آغاز شروع ہوتا ہے۔ اہل مدینہ اہل مکہ کی طرح نہ تھے۔ انہوں نے آپ کا استقبال کیا۔ اور خوش آمدید کہا۔ ایک مٹی کی مسجد تعمیر کی گئی۔ ایک واحد خانہ خدا جو کہ عرب کیا تمام دنیا کے روحانی صحرا میں ایک ہی نخلستان تھا۔ اب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بیکس ولاچار بناہ گزینوں منافقوں اور یہودیوں سے واسطہ آپڑا۔ اور آپ کی حیثیت ایک حاکم یا بادشاہ سے کم نہ تھی۔ مگر کیا اسباب سے آپ کی طرز معاشرت و زندگی میں کوئی تغیر و تبدل ہوا؟ نہیں بالکل نہیں وہی سادہ۔ غریبانہ زندگی جو پہلے تھی سو اب بھی تھی +

فتح مکہ بلا خونریزی کے

اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں کی تعداد گروہ در گروہ بڑھنی شروع ہو گئی۔ اور قریش کی اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی تمام کوششیں بالکل بے سود اور ناکام ثابت ہوئیں۔ دس سال کی عارضی صلح ہو گئی۔ چھٹے سال ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اور تین دن تک وہاں حج کی رسوم ادا کرتے رہے۔ اور اس کے بعد نہایت امن و آرام سے واپس آ گئے۔ اہلِ مکہ ان کے تحمل اور بُردباری پر حیران تھے۔ آخر کار قریش نے عارضی صلح کو پہلے پہل توڑا۔ چنانچہ آٹھویں سال ہجری میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مع دس ہزار اصحاب کے مکہ معظمہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے۔ اہل مکہ معافی کے خواستگار ہوئے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ تمام شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائیگی ۔۔ اور قتل عام کا حکم دیدیا جائیگا۔ مگر یہ کیا ہوا؟ کہ کوئی خونریزی نہیں ہوئی۔ اور تمام قریش کو جو کہ آپ کے خون کے پیاسے تھے معافی دیدی گئی۔ مؤرخ لین پول (Lane pool) کا چلّانا بجا ہے۔ فتوحات

کی تمام تاریخ میں کوئی فاتحانہ داخلہ اس مکہ کے داخلے کا لگا نہیں کھا سکتا" +

آپؐ کے آخری الفاظ اور نصیحت

اس فتح مکہ سے دو سال کے بعد آپؐ کے رفیق الاعلےٰ سے ملنے کا وقت آن پہنچا اور منا کی وادی میں چالیس ہزار حاجیوں کا جمگھٹ ہوگیا۔ اور آپؐ کے آخری پُرمعنی الفاظ وادیٔ منا کی فضا میں اس طرح گونجے :-

"اے لوگو میرے لفظوں کو غور سے سُنو۔ کیونکہ میں نہیں جانتا۔ کہ میں پھر آپ لوگوں سے مل سکوں یا نہ مل سکوں تمہارے حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں جیسا کہ اُنکے تمہارے اُوپر حقوق ہیں۔ اپنی عورتوں سے نیک سلوک کرو۔ اور اپنے غلاموں سے بھی نیک برتاؤ کرو۔ ان کو اپنے کھانے جیسا کھانا دو۔ اور اپنے پہننے جیسا کپڑا پہننے کو دو اور اُن پر ظلم نہ کرو۔ اور اس بات کو جان رکھو کہ تم سب برابر ہو۔ اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو" +

اس کے بعد آپؐ نے آسمان کی طرف نگاہ ڈالی۔ اور کہا "اے اللہ تعالیٰ میں نے اپنے مشن کو پُورا کر دیا ہے۔ تُو اس پر شاہد رہیو" تب آپؐ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور لوگوں کے لئے دُعائے خیر مانگی۔ آپ اس کے بعد چند ماہ ہی زندہ رہے۔ اور آخر اپنے ربّ حقیقی سے جا ملے۔ خدا تعالیٰ کی ہزار ہزار برکتیں اور رحمتیں آپ پر ہوں آمین ثم آمین

اسلامک ریویو :- عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے متعلق آپؐ کے آخری الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ مگر پھر بھی نادان لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام نے عورتوں کے رُتبے اور عزت کو پامال کر دیا ہے۔ ابھی مغربی تہذیب نے اس بلندیٔ رُتبہ کو پہنچنے میں بہت مراحل اور منزلیں طے کرنی ہیں جو کہ اسلام نے عورتوں کو عطا فرمایا ہے +

لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم کی روئیداد قیمت رعایتی ۲ر

تبطلمہ منیجر اشاعت اسلام لاہور

سیرت نبوی

(از قلم جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب)

اکثر سیدھے سادے بھولے بھالے اور بے قصور انگریز اب بھی اُن پادریوں کے ناپاک الزاموں اور بہتانوں کو سچ خیال کرتے ہیں۔ جنہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کینہ ور اور شہوتی انسان (نعوذ باللہ) کہا ہے۔ اُمید ہے آپ مجھے معذور خیال کرینگے۔ اگر میں ایکدفعہ پھر اس بات پر زور دوں کہ آپ ایک نہایت حلیم اور بُردبار انسان تھے۔ اور ہر بات کے افراط سے متنفر تھے۔ اگر مجھ کو آپکے پرائیویٹ چال چلن کے متعلق صرف ایک ہی صفت بیان کرنے کو کہا جائے تو میں کہونگا "نہایت ہی پیارا" محمد رسُول اللہ صلعم کی اپنی شخصیت پنگھوڑے سے لحد تک نہایت ہی پیاری تھی۔ اور اِس دُنیا میں کسی شخص سے بھی اُن سے بڑھ کر سچی محبت نہیں کی گئی آپ سے وہی لوگ محبت نہیں کرتے ہیں جو کہ آپ سے ہمکلام ہوتے یا آپ کو جانتے تھے! اور جنکی محبت کی جھلک اب تک ان کے الفاظ میں نظر آتی ہے۔ بلکہ وہ لاکھوں کروڑوں انسان جنہوں نے آپ کا جسم مبارک کبھی نہیں دیکھا۔ اور جن کے پاس صرف آپ کی سوانحعمریاں اور تعلیم و حدیث ہیں۔ وہ بھی آپ پر فدا ہو ہو جاتے ہیں۔ آپ رسُول نبی مقنن۔ رُوحانی ہادی۔ اور نائب خدا بھی کچھ تھے مگر میں ان حیثیتوں میں آپکے متعلق کچھ نہیں لکھنے لگا۔ بلکہ صرف ایک پڑوسی اور دوسروں کے دوست اور سچے خیرخواہ ہونے کی حیثیت سے میں آپکے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں +

کیا تم یہ فرض کرتے ہو کہ اسلام صرف تلوار کے ہی ذریعے پھیلایا گیا ہے بارہ سال تک پہلے اصحاب نبی سخت دردناک اور خوفناک تکلیفیں اہل مکہ کے ہاتھوں برداشت کرتے رہے مگر پھر بھی انکی تعداد روز بروز بڑھتی رہی۔ مگر یہ سب جماعت منتشر تھی۔ اور اکثر اِن میں سے جلاوطن ہو گئے تھے مگر پھر بھی یہ تعداد میں بڑھ رہے تھے۔ اگرچہ اس مبارک جماعت کے افراد کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مگر پھر بھی بہت ہی کم مرتد ہوتے تھے۔ مگر خدا کے دین میں اور بہت سے داخل ہوتے جاتے ہیں۔ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت

جو کہ تمام دُنیا میں اپنی دلربائی میں یکتا ہے اُس روز افزوں اور پائدار ترقی پر کوئی افر نہ تھا
اِس جواب کو غور سے سُنو۔ جو کہ آپ کے ایک صحابی نے اپنے ایذا رسانوں کو دیا۔ جبکہ وہ اُسے
سخت دُکھ اور ایذا دے رہے تھے۔ انہوں نے اس سے پُوچھا۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اس وقت
محمدؐ تمہاری جگہ پر ہوتا۔ مگر اس تکلیف کی حالت میں وہ مظلوم چلا اُٹھا۔ مجھے اپنے
خاندان اپنی دولت اور اپنی اولاد کی کچھ پرواہ نہیں برخلاف اسکے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو ایک کانٹا بھی چُبھے۔ یہ اُس عزّت اور عظمت سے جو کہ لوگ پیغمبروں کی کرتے ہیں۔ اور
اُس وفاداری سے جو کہ وہ بادشاہوں سے برتتے ہیں ایک بالکل جُداگانہ چیز ہے۔ یہ دلی اور سچی محبت
کے کرشمے ہیں۔ ایک آپ کے ذاتی غلام کا یہ قول ہے۔ میں نے محمد رسُول اللہ صلعم کی دس برس
خدمت کی ہے۔ اس عرصے میں آپ نے کبھی مجھے اُف! تک نہیں کہا۔ ہمیں اس قسم کی دلی
محبّت کی اور بہت سی شہادتیں ملتی ہیں۔ اور وہ بھی اُن لوگوں کی ہیں جو کہ آپ سے ذاتی
واقفیت رکھتے تھے۔ بعض عیسائی مورخوں نے جنھوں نے آپ کی سوانح عمری لکھی ہے یہ خیال
ظاہر کیا ہے۔ کہ جب آپ کو طاقت اور حکومت حاصل ہو گئی۔ تو آپ کا چال چلن پہلے کی
نسبت ارذل ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں وہ سنجیدگی اور نرمی جو پہلے تھی وہ حکومت کے
حاصل ہونے پر زائل ہو گئی۔ مگر مجھے اس خیال کی کوئی ذرا سی بھی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔
دُنیا کے تمام شہنشاہوں اور فاتحوں میں سے صرف ایک محمد رسُول اللہ صلعم ہی تھے جنہوں نے
شخصی حکومت اختیار نہیں کی۔ بلکہ اپنے آپ کو بادشاہ بھی نہیں بنایا۔ آپ کو جنگ
کرنے کی مطلقاً کوئی خواہش نہ تھی۔ مگر جب دشمن حملہ کر کے آپ کو اور آپ کے سچے مذہب کو
کو نیست و نابود کرنے کی خواہش کرتے تھے۔ تو مجبوراً آپ کو بھی لڑنا پڑتا تھا اسلام کی غرض
اور مقصد امن اور صلح ہے نہ کہ لڑائی اور جنگ۔ اور تاریخ میں عربوں کو جنگجو ہونے کی جو شہرت
حاصل ہوئی وہ محض ایک اتفاق سے حاصل ہُوئی۔ اور اسکی وجہ دوسرے مذہبوں کا تعصب اور مذہبی
قیود ہیں۔ وہ لوگ جو کہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام محض تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ وہ ہمارے
مذہب کی حقیقت سے محض نا آشنا ہیں۔ اور جو خوشی اور تسکین قلب اس سے حاصل ہوتی ہے وہ اس سے
بیخبر ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان کو قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے کوئی

مس ہی نہیں +

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ذات پات اور فرقہ بندی کا خیال بنسبت موجودہ زمانے کے زیادہ سخت تھا۔ اور جبکہ قومیں شریف اور آزاد مردوں اور غلاموں میں منقسم ہو ئی ہوئی تھیں۔ اس وقت نبی کریم صلعم بھائی بندی۔ اور مساوات کا حکم لوگوں کیلئے لیکر آئے:۔ اور تمہارے غلام۔ اُن کو وہی کھانے کو دو جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وہی کپڑا اُن کو پہننے کو دو۔ جو کہ تم خود پہنتے ہو۔ اور اگر وہ کوئی ایسا قصور کر بیٹھیں جو کہ ناقابل گذر ہو۔ تو ان کو الگ کر دو۔ کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں۔ اور اُن سے بُرا سلوک کرنا روا نہیں ہے" +

"وہ غلام جو کہ نماز پڑھتے ہیں وہ تمہارے بھائی ہیں" +

"اے لوگو۔ میری بات کو سُنو۔ اور اسکو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور یہ بات کو جان رکھو کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم سب ایک برادری میں منسلک ہو تمہارے لئے کوئی چیز جو کہ تمہارے بھائی کی ملکیت ہو استعمال کرنی جائز نہیں ہو جب تک کہ وہ اپنی کامل رضامندی سے تمہیں اجازت نہ دیدے۔ اور بے انصافی کرنے سے ہمیشہ بچتے رہو۔ اور اس سے محترز رہو"۔

یہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ایسا فرماتے ہیں۔ اس عالمگیر برادری اور یگانگت کا سبق صرف آپ نے لفظوں ہی میں نہیں سکھایا۔ بلکہ عملاً اپنے ذاتی نمونے سے بھی اسکو ثابت کر دکھایا۔ آپ نے کسی ذی روح یا انسان کو اپنی ساری زندگی میں کبھی بھی کوئی دُکھ نہیں پُہنچایا۔ آپ شہنشاہ عرب ہو جانے کے بعد بھی اپنے تمام پیروؤں سے ویسا ہی برادرانہ اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ویسے ہی خادم اور بندے تھے جیسے کہ دوسرے مسلمان تھے۔ مگر رسُولِ خدا ہونے کی وجہ سے آپ کی بات کو دوسروں پر فوقیت حاصل تھی اور وہ عزت اور ادب سے سُنی جاتی تھی۔ آپ اپنے گرد کوئی محافظ یا باڈی گارڈ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ مسلمانوں میں نہایت آرام اور بیفکری سے یک ہادی مصلح اور قابلِ اعتبار دوست کی حیثیت سے چلتے پھرتے تھے۔ آپ کی طرز معاشرت ایسی سادہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعے سے نہ کہ خود آپ نے لوگوں کو متنبہ کیا۔ کہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو شور و غل مت کیا کریں۔ اور کھانے کے وقت تمام کے تمام آپکے مکان پر نہ آجمع ہوا کریں۔ اگرچہ یہ باتیں طبقہ

اور شائستگی کے چنداں خلاف نہ تھیں۔ مگر یہ دن بدن بڑھتی جاتی تھیں۔ کیونکہ ہر ایک شخص جو آپ سے ملنے آتا تھا یہی چاہتا تھا کہ آپ اس سے گفتگو کریں اور اسکی باتوں کو سنیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو آپ کو محبت تھی اس کے متعلق میں پہلے ذکر کر چکا ہوں آپ کو جو اپنی دوسری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت تھی وہ اگرچہ دوسرے رنگ کی تھی مگر پھر بھی کچھ کم نہ تھی (حضرت عائشہ کا نکاح بچپن میں ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا تھا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خواہش تھی کہ جسقدر بھی جلد ہو سکے یہ مبارک تقریب عمل میں آجائے) آپ کی دوسری شادیاں یا تو محض رحم کی وجہ سے اور دوسروں کا دل رکھنے کیلئے تھیں یا وہ سلطنت کی پالیسی کے ماتحت عمل میں آئیں۔ مگر ہر حالت میں آپ اپنی بیویوں سے نہایت محبت اور انصاف کے ساتھ پیش آئے اور ان کو ہر طرح خوش رکھا۔ آپ ایک خاوند۔ باپ۔ پڑوسی۔ دوست۔ حاکم اور امام ہونے کی حیثیت سے اپنے زمانے اور تمام آنیوالے زمانے کیلئے ایک بہترین نمونہ تھے اور ہیں جو کوئی بھی آپ سے ملنے آیا۔ وہ آپ کی بابرکت شخصیت سے مسحور ہو گیا۔ ایسی شخصیت جو دوسروں کی خوشی اور تسکین قلب کا باعث تھی۔ آپ کا ایک لفظ بھی جھگڑا اور فساد کرنیوالوں کو چپ کرانے اور غمگین لوگوں کو ڈھارس بندھانے اور زخمی دلوں پر مرہم کا پھایا رکھنے کیلئے کافی تھا یہانتک کہ وہ لوگ بھی جو آپ کی غیر حاضری میں آپ کے برخلاف منصوبے باندھتے تھے جب سامنے آتے تھے تو بالکل سیدھے ہو جاتے تھے۔ اور زر خرید غلام بن جاتے تھے +

آپ کی مظلوموں اور حاجتمندوں پر مہربانی اور انکی حاجت روائی کرنے۔ اور لوگوں سے منصفانہ برتاؤ کرنے بچوں سے محبت اور شفقت برتنے۔ اور بے زبان جانوروں پر مہربانی کرنے کے متعلق میں سینکڑوں کہانیاں آپ کے سامنے بیان کر سکتا ہوں۔ آپ بلیوں کو بوجہ انکی صفائی اور پاکیزگی کے بہت پسند فرماتے تھے۔ ایکدفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سہارا لگائے بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک بلی آئی اور آپکے کرتے کے دامن پر آکر لیٹ گئی اور سو گئی۔ جب بہت دیر ہو گئی اور آپ کو اٹھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو آپ نے مجبوراً اپنے کرتے کا دامن کاٹ ڈالا۔ تاکہ بلی کی نیند میں خلل نہ آئے اور خود اٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے سب لوگوں کو جانوروں پر سختی کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ آپ کو قدرت کی ہر شئے سے اتنی محبت تھی۔ کہ یہ کوئی قابل تعجب امر نہیں کہ آپکے بعض بھولے بھالے

پیرو یہ سمجھ لیتے تھے کہ تمام قدرت کی اشیاء ایک حد تک آپ کا حکم مانتی تھیں اور آپ سے محبت رکھتی تھیں۔ مگر آپ انکو ایسا خیال کرنے سے ہمیشہ منع فرماتے تھے۔ اور یہ اُن کو جتلاتے تھے کہ آپ بھی انہی کی طرح ایک بشر ہیں صرف فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا پیغام لوگوں کو پہنچانے کے لئے چُن لیا۔ کیا تاریخ میں ایسے بہتر کیریکٹر کا کوئی اور شخص نظر آتا ہے۔ اور کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ کہ پُرانے زمانے کا ایک مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور کرتے ہوئے یہ بول اُٹھے۔ چاہے تم ہر ممکن طریقے سے آپ کی بڑی سے بڑی تعریف کیوں نہ کرو۔ تب بھی تم آپ کی اعلیٰ و افضل صفات اور خوبیوں کو بیان نہیں کر سکتے۔ مگر اُس قسم کی تعریف اس میں شامل نہیں جو کہ عیسائی لوگ اپنے پیغمبر کی کرتے ہیں (یعنی اسکو خدائی مرتبے پر پہنچا دیتے ہیں)

صلّو علیہ وسلّم

ابوالارتقا وابن الارتقا

نبی اور ریفارمر میں مابہ الامتیاز

تھیوری آف ایولیوشن یعنی مسئلہ ارتقا کے دلدادہ ایک نبی کو بھی اُسی قسم کا مُصلح سمجھتے ہیں۔ جیسے دُنیا کی وقتی ضرورت کسی نہ کسی ریفارمر کو پیدا کر لیتی ہے لیکن یہ عدم تدبر کا باعث ہے۔ مسئلہ ارتقا ایک سچا مسئلہ ہے۔ فطرت کا ذرہ ذرہ اس پر شاہد ہے کس طرح ایک بیج درخت ہو جاتا ہے۔ اور کس طرح ایک قطرہ انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دُنیا کی تمدنی۔ اقتصادی۔ سیاسی۔ الغرض ہر قسم کی علمی ترقیات بھی اسی مسئلہ ارتقاء کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ ایک نسل کی علمی تحقیقیں اور اخلاقی معلوم کردہ صداقتیں درثاً دوسروں کو ملجاتی ہیں۔ اور دوسری نسل اسکی اضافہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح انبیا کے متعلق ابھی آج لوگ یہ قیاس کرتے ہیں۔ کہ انبیاء کی اصلاحیں بھی اسی ارتقائی رفتار کی ایک ممتاز منزل ہوتی ہے یعنی انبیاء علیہم السلام بھی جو علوم دنیا کو دیتے ہیں۔ وہ دراصل ورثاً وہ گذشتہ

نفسوں میں داخل کر کے اس پر مناسب ایزاد کر دیا کرتے ہیں۔ یہ امر جہاں تک دنیوی لیڈروں سے متعلق ہے بالکل صحیح ہے۔ اور اگر اس قاعدہ کلیہ میں کسی وجود کی استثنا ہوتی تو انبیاء علیہم السلام کا ہی وجود ہے۔ انبیاء علیہم السلام ان لیڈروں کی طرح ارتقاء کے فرزند نہیں ہوتے۔ بلکہ ارتقاء کے جد امجد ہوتے ہیں۔

مسئلہ ارتقاء یعنے تھیوری اوف ایوولیوشن کے دلدادوں کے لئے یہ امر قابل غور ہے۔ کہ جب اُن کے نزدیک دنیا کی رفتار ترقی میں ایک نیا مرحلہ موجودہ حالات میں سے ہی پیدا ہوا کرتا ہے اور نئی تحریکیں علی العموم انہیں خیالات کا عکس ہوا کرتی ہیں جو پہلے سے چاروں طرف مستعد طبائع میں پیدا ہو چکے ہوں۔ تو ساتویں صدی عیسوی کا وہ تاریک زمانہ جس نے ہر طرف فطرت انسانی کو پستی کی تہ میں پہنچا دیا تھا۔ عرب جیسے تاریک ترین سرزمین میں کمال انسانی کی معراج پر پرواز کرنے والی فطرت کس طرح پیدا کر سکتا تھا۔

اس عقیدے کے ماننے والے یہ رائے رکھتے ہیں۔ کہ زمانہ میں جس وقت کوئی تبدیلی خیالات یا انقلاب آرائے یا کوئی اصلاح ہونے لگتی ہے۔ تو یہ کسی خاص وقت کا یا کسی خاص ایک دماغ کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس نئی تحریک کے مناسب حال طبائع پہلے سے ہی طیار ہو جاتی ہیں۔ مختلف اسباب صدیوں آہستہ آہستہ کام کرتے آتے ہیں۔ علوم و فنون کی ترقیات معلومات کی وسعت قدیمہ مروجہ خیالات کے نقص اپنی اپنی جگہ کام کر کے لوگوں میں ایک قسم کا انتشار اور ہیجان پیدا کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ طبائع میں اضطرار اسی ایک امر کی طرف میلان ہوتا ہے۔ دلوں میں اس مقصود کے حصول کیلئے ایک مجہول الکنہ طاقت متلعین جوش مارتی ہیں۔ غرض چاروں طرف خیالات میں ایک قسم کی طیاری ہو جاتی ہے ایسے وقت میں کوئی حکیم یا لیڈر دل کا جری انسان پیدا ہو کر ان خیالات کو ایک مرئی قالب میں ڈھال دیتا ہے۔ وہ باتیں جو لوگوں کے دلوں میں اندر ہی اندر پک رہی ہیں وہ انہیں الفاظ کا لباس پہنا کر زمانہ کی بالقوہ استعدادوں کو بالفعل کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کو اگر دوسروں پر فوقیت ہو سکتی ہے تو صرف اس ایک بات میں کہ اس میں ان امور کے اظہار کی

بت اور جرأت ہوتی ہے جو طبائع میں پہلے سے ہی مرکوز ہوتی ہیں۔ لوگ اسکی
بوجی دلائل سے آگے سر نہیں جھکاتے بلکہ اُس کے دلائل میں وہ اپنے
سین کو دیکھ کر اُنہیں فی الفور قبول کر لیتے ہیں۔ لاریب یہ باتیں جو
بین مسئلہ ارتقاء پیش کرتے ہیں معقولیت سے باہر نہیں۔ بلکہ واقعات عالم
کے مؤید ہیں۔ چنانچہ عیسوی کلیسیا کے مصلحین یعنی لوتھر اور کالوین کے حالات
مسئلہ ارتقاء کے ماتحت آجاتے ہیں۔ پندرھویں صدی عیسوی میں یونانی علوم کی
و غیرہ ایسا ہی دیگر فنون کی ترقیات نے ایک طرف اور خانقاہ نشین پادریوں سے برخلاف
افزوں نفرت نے دوسری طرف بانیان ریفارمیشن (اصلاح کلیسیہ) کے پیدا ہونے سے
ان کی سڑک صاف کر رکھی تھی۔ لوگ پہلے سے ہی اسبات کے لئے طیار تھے۔ جو
بزرگوں نے تعلیم کی۔ یہی حال ہم سوامی دیانند جی مہاراج کا دیکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی
کی نبض شناسی میں غلطی نہیں کی۔ اصلاح ملک کے لئے وہ نسخہ طیار کیا۔ کہ جس کی
بیت کے لئے طبیعتیں مختلف اسباب کے ماتحت پہلے سے طیار ہو چکی تھیں۔ اصلاح
راستہ انہوں نے تجویز کیا اُس پر ملک کے تعلیم یافتوں کا ایک حصہ پہلے سے قدم مار رہا
آفتاب اسلام کی تیز شعاعوں نے ایک طرف اور جدید علوم کی روشنی نے دوسری
شرک کے اندھیرے کو مٹانا شروع کر دیا ہوا تھا۔ بت پرستی سے نفرت اور پرانک
ی وحشت پیدا ہو رہی تھی۔ برہمنوں کے خانہ ساز اصولوں سے طبیعتیں رُک گئی
تھیں۔ توحید کے عشاق تو اسلامی جامہ پہن رہے تھے لیکن وہ جو ابھی تذبذب
تھے یعنی ایک طرف قدیمی شرک کے اثروں سے پورے باہر بھی نہ تھے اور دوسری طرف
نے اپنا دھندلا سا نقش ان کے لوح دل پر ابھی جمانا شروع کیا تھا انہوں نے
کی اس نئی تحریک کو ذب اتنا تھا کو عیسائیت کی توحید فی التثلیث سے تسکین دی۔
یک لاتعداد جماعت نے وید چھوڑ کر وحدہٗ لاشریک برا مھ کے لئے برا مھو مندر بنائے
سے بتوں کو قطعاً نکال دیا گیا۔ مگر عام طور پر لوگوں کا آبائی مذہب جلدی چھوڑ دینا
عقائد کو ترک کر کے اپنے عزیزوں سے الگ ہو جانا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ یہ

امر تو ایسی بھاری قربانی چاہتا ہے۔ کہ جس کیلئے مدت مدید کی طیاری درکار ہوتی ہے۔ اسلئے ایسے انقلاب کے وقت انسانوں میں ایک قسم کی حرکت مذبوحی پیدا ہو جاتی ہے۔ نئے خیالات کی دلفریبی اور پرانے تعلقات سے دلبستگی ایک درمیانی راستہ تجویز کر لیتی ہے۔ انسان ایسے وقت نئی صورتوں کو اُسی اپنے پرانے لباس میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ جو نئی باتیں اُسے پسند آگئیں وہ ہو نہ ہو اسکی آبائی تعلیمات میں سے نکل پڑیں۔ اور وہ امور جن سے وہ متنفر ہو چکا ہے وہ کسی نہ کسی طریق سے پرانے اصلی عقائد پر الحاق شدہ ثابت ہو جائیں +

توحید کی صداقت جو اسلام ہندوستان میں لایا بُت پرستی کی بنیاد ہلا چکی تھی لیکن آبائی تعلقات قبولیت اسلام کے مانع تھے۔ اسلئے مذکورہ بالا اقدامت پرست طبائع نے چاہا . . . . کہ تعلقات قدیمہ کے قیام کے ساتھ ساتھ جدید باتیں اختیار کی جائیں۔ برہمو سماج بھی در اصل اُس انسانی کمزوری کا ایک نتیجہ تھا لیکن برہمو سماج کا وید کو چھوڑ دینا اس کی اشاعت عامہ کی راہ میں روک تھا وید کے پرستار راجہ رام موہن رائے کی بجائے کسی ایسے مہاپرش کو قبول کرنے کی تیاری کر رہے تھے جو وید کو بھی قائم رکھے اور عناصر پرستی بُت پرستی اور دیگر شرک کی صورتوں کو بھی خارج از وید ثابت کر دکھلائے۔ شرادھ وغیرہ کو بدعات اور ذات پات کے امتیاز کو برہمنوں کی مخترعات بتلائے۔ اِس ضرورت کو سوامی دیانند جی نے پُورا کیا۔ اُس نے اسی امر کا پرچار کیا کہ جس کی پیاس اسلامی روشنی نے تعلیم جدید کے ساتھ ملکر ہندو صاحبان کے دلوں میں پیدا کر رکھی تھی۔ اِسی لئے نئی تعلیم یافتہ جماعت نے ہی سب سے اوّل سوامی جی کو خوش آمدید کہا۔ سوامی جی نے نہ صرف توحید کو مغز وید ثابت کرنا چاہا۔ بلکہ اُس نے ہر ایک موجودہ ترقی کی اصل شکل وید کے الفاظ میں دکھلانے کا ادعا کیا۔ اس نے ہون کے دھوئیں میں جو آگنی کی پرستش میں کیا جاتا ہے موجودہ انجنوں کی سٹیم اور اندر کے ہوائی کرتہ والی سواری میں بیلون دیکھے۔ زمین کی تہ یعنی پاتال میں اُسے امریکہ نظر آیا۔ اور بندروں کی بستی میں اُسے یورپ دکھلائی دیا۔ الغرض اس مہاپنڈت نے ملک کی نبض شناسی کر کے انہیں خیالات کو الفاظ کے قالب میں ڈھال دیا۔ جو تعلیم یافتہ

طبائع میں چاروں طرف موجزن ہو رہے تھے۔ لہٰذا ایسے واقعات پر مسئلہ ایوولیوشن کے دلدادوں کا یہ کہہ دینا بالکل بجا ہے کہ لوتھر اور کالون کا وجود یورپ میں اور دیانند جی کی شخصیت ہندوستان میں ارتقاء کے ہاتھ کا ایک کامل کرشمہ ہے۔ اسیطرح دُنیا کے دیگر انقلابات بھی اسی مسئلہ کی تائید میں زبردست شہادتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر مسئلہ ارتقاء کے ایک قاعدہ عام ہونے میں اگر زمانہ کی تاریخ نے استثنائیں بھی پیدا کی ہیں۔ تو یہ استثنائیں اُن انقلابات میں پائی گئی ہیں جو انبیاء کے وجود نے وقتاً فوقتاً دُنیا میں پیدا کی ہیں اور جن کی کامل تشریح حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں نظر آتی ہے +

اس امر کے متعلق اس جگہ میں صرف اس ایک اصلاح کا ذکر کرونگا جو آنحضرت صلعم نے بت پرستی کے متعلق عرب سے شروع کی۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ تحریک جو آپ کے دِل میں پیدا ہُوئی وہ ہمعصروں کے خیالات کا عکس تھا یا وہ زمانہ مُطلق اس امر کیلئے طیار نہیں تھا۔ یہ امر مُسلم ہے کہ اس وقت توحید پر کامل موت وارد ہو چکی تھی ہندوستان۔ ایران۔ تمام فرنگستان بُت پرستی عناصر پرستی۔ اجرام پرستی اور سب سے آخر انسان پرستی کے غلام ہو رہے تھے عزت اور حُرمت کے بلند سے بلند مقام پر بتوں کا تختگاہ تھا۔ اس وقت بھی دُنیا سے وہ لٹریچر معدُوم نہیں ہُوا جو ہندوستان۔ ایران اور فرنگستان نے اُس وقت پیدا کیا تھا۔ اُن سب کی سب کتب میں علے العموم ہم اس آتش معرفت کی ہلکی سی چنگاری تک بھی نہیں دیکھتے کہ جس نے عنقریب فاران سے نکل کر جنگل کے جنگل شرک کے بھسم کر دینے تھے پھر ہم کیسے مان لیں کہ وہ توحید جسے شارع اسلام علیہ السلام نے ازسر نو دُنیا میں زندہ کیا وہ نتیجہ ارتقاء کی قلمکاری تھی۔ اس موقعہ پر آپ کی دس گیارہ سالہ زندگی کا ایک واقعہ مجھے یاد آگیا ہے جو شاید اس معاملہ زیر بحث پر کافی روشنی ڈالدے۔ آپ اس بچپن کی عمر میں ابو طالب اپنے چچا کے ہمراہ سفر شام کو جا رہے تھے راستہ میں ایک راہب کے ہاں قیام ہُوا۔ اثنائے گفتگو میں عرب کے عظیم الشان اور نہایت ہی مقتدر دو بُتوں یعنی لات اور ہُبل کا ذکر آگیا اِس پر آپ نے بیساختہ فرمایا۔ کہ جس قدر نفرت اور عداوت قلبی مجھے لات وہُبل سے ہے وہ کسی چیز سے نہیں +

اللہ اللہ وہ زمانہ جسمیں کُل دُنیا بُتوں کی غم کر رہی ہو۔ عرب کے گھر و نواح تمام سب بُتوں کے تسلط میں ہوں۔ وہ تعلیمات قدیمہ جو بُت پرستی کے خلاف کبھی نازل ہوئی تھیں عرب اُن کے دائرہ اثر سے ہمیشہ باہر رہا ہو بلکہ وہ تعلیمیں بھی اپنی جگہ بذات خود متروک و مردود ہو چکی ہوں پھر اہل عرب کے نزدیک لات وہبل کل دُنیا کے بُتوں کی ناک سمجھے گئے ہوں اور خدا کے ہاتھ میں پرورش پانیوالا بچہ اُس خاندان سے ہو کہ جس کی شرافت اور عزت اُسی لات وہبل کے گھر کی تولیت سے ہو۔ اُس کی آواز آنکھ اور کان نے ہمیشہ اُسی لات و ہبل کی تعظیم و تکریم ہی دیکھی اور سُنی ہو۔ اُسکی قوم و ملت کی مشکل کشائی اُسی لات وہبل کے ہاتھ سے سمجھی گئی ہو۔ جس گھرانہ میں اُس مسعود بچہ کا ابتدائی اُٹھان ہُوا ہو وہ لات وہُبل کی عظمت و محبت سے معمور ہو +

الغرض اُس سلیم الفطرت بچے کے گرد و پیش ایسے ہی سامان ہوں کہ جس سے اُس کے دِل میں لات وہبل کی عظمت و عزت اور محبت جم سکے لیکن جونہی اُن دونوں کا نام اس کے سامنے لیا جائے وہ اُن کے پرستاروں کی ذرا سی پرواہ نہ کرکے اپنی نفرت و حقارت کا اظہار کرتے۔ اور آیندہ کے واقعات یہ ثابت کردیں کہ یہ نفرت و عداوت فی الواقعہ اُسکی پاک فطرت میں گڑی ہوئی تھی۔ اب کیا یہ نفرت عداوت سے ورثہ میں یا خُون کے ذریعہ ملی۔ اُس کے آبا و اجداد تو ان بُتوں کی محبت و عشق میں سرشار تھے۔ بلکہ وہ خطرناک مخالفت جو بعد میں اُس کے عزیز و اقارب نے لات و ہُبل وغیرہ کی حمایت میں کی تھی۔ وہ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ ... ارتقاء کی بوالعجبیاں اپنے ساتھ لئے ہوئے نہ تھی۔ اگر آپ کی تعلیم الوولیوشن کا نتیجہ ہوتی تو پھر آپ کا بُت پرستی کے خلاف کھڑا ہونا تو دراصل اُنہیں خیالات کا اظہار ہوتا جو اُس کے معاصرین کے دلوں میں پیدا ہو چکے تھے لیکن عرب نے جو خطرناک مخالفت آپ کی کی۔ اور پھر بُتوں کے خلاف آپ کی تیرہ سالہ جانسوز کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف معدودے چند ہی آدمی آنحضرت کے ساتھ تھے۔ یہ بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہ تحریک جو آنحضرت کے دل میں ہُوئی وہ لوا حق خیالات کا عکس نہ تھی۔ بلکہ وہ آسمانی تحریک تھی +

اسمیں شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے چند ہی برس پہلے سرزمین عرب میں دو تین اور شخص بھی بُت پرستی سے متنفّر نظر آتے ہیں لیکن ان کی ہستی سے آپ کی شخصیت کا ارتقائی طریق پر پیدا شدہ تسلیم کرنا اِس مسئلہ کے ضروری لوازمات کو نظرانداز کرنا ہے۔ ارتقائیٔ رفتار ہمیشہ تدریج اور آہستگی کو چاہتی ہے۔ اس کے ماتحت عالم کی کایا پلٹنے والی کسی نئی اصلاح کے وجود میں آجانے کے لئے تین چالیس کیا پچاس برس بھی حقیقت نہیں رکھتے واقعاتِ عالم اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ کسی خاص قسم کے خیالات یا آرائے کا قائم ہو جانا اور پھر اُن کے متضاد خیالات یا آرائے کا دُنیا سے مٹ جانا ایک لمبے عرصہ اور پشتہا پشت کی متواتر کوششوں کو چاہتا ہے۔ اول اوّل کسی خاص تحریک سے ایک نیا خیال دُھندلی شکل میں بیج کے طور پر کسی طبیعت میں پیدا ہو جاتا ہے جس پر اور صدہا ملتے جُلتے واقعات آبیاری کرنا شروع کر دیتے ہیں پھر صدیوں بعد وہ خیال دن بدن مضبوط ہوتے ہوتے اور متضاد خیال کو روز بروز کمزور کرتے کرتے کسی زبردست ہاتھ سے مشہود و مرئی شکل اختیار کر کے طبائع عالم پر بتدریج غالب آجاتا ہے۔ چنانچہ دُنیا نے کوئی انقلابی تحریک ایسی نہیں دیکھی جس نے ارتقائی طور پر تو پیدائش حاصل کی ہو اور پیدائش سے پہلے صدیوں تک مادرِ گیتی کے حمل میں رہی ہو الغرض بدارتقاء کے کارناموں کا تمیزی نشان یہ ہوتا ہے۔ کہ جس بات نے اُس کے ماتحت پیدا ہو کر آخر کار دُنیا میں زبردست انقلاب پیدا کرنا ہوتا ہے وہ صدیوں پہلے پیدا ہو کر ایک طرف آہستہ آہستہ اپنا سکہ طبائع عالم پر جماتی جاتی ہے اور دوسری طرف اس امر کو کمزور کرتی جاتی ہے کہ جس کی بیخکنی اس نئے امر سے متصوّر ہوتی ہے۔ جن واقعات نے لوتھر اور کالون جیسے مصلحین فرنگستان میں پیدا کر دیئے۔ ان کا آغاز اگرچہ فتح قسطنطنیہ سے مانا گیا۔ لیکن میری تحقیق میں اس کا اصلی سبب فتح قسطنطنیہ سے کئی صدیاں پہلے دُنیا میں پیدا ہو چکا تھا۔ فتح قسطنطنیہ نے جن رُومی اور یُونانی مُقفّل علوم کو یُورپ میں پہنچایا وہ اِس قدیمی خیال کے مُوَیّدات تھے ؛

اصل اصول ریفارمیشن (اصلاحِ کلیسیا) کا یہ تھا۔ کہ امورِ دینیہ میں کسی خاص شخص

کی بجائے پاپائے اجتہاد کی پرواہ کیجائے - بلکہ شخص کی بجائے کلام الٰہی کو ترجیح دیجائے۔ رومن کیتھولک کلیسیہ پوپ کو پطرس کا جانشین قرار دیکر اس کے اجتہاد اور احکام پر چلنا عیسائیت کا اصل اصول قرار دیتا تھا اور اس بات کی سخت مخالفت کرتا تھا کہ کتب مقدسہ کے معانی اور مطالب سے کوئی پادری کے سوا آشنا ہو۔ اور اس کے مقابل لوتھر اور کالون نے ہر انسانی اجتہاد پر کلام الٰہی کو ترجیح دینے کے لئے ترجمہ انجیل پر اور اس کے مطالب کو عام فہم کرنے پر زور دیا۔ اب امر تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ خیال کہ امور مذہبیہ میں ہر امر متنازعہ میں شخصی اجتہاد کے مقابل کلام الٰہی کو ترجیح دی جائے یورپ میں کہاں سے پیدا ہوا۔ اس کو تجدید علوم یونانی و روما کی طرف منسوب کرنا اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے جب اس لٹریچر میں یہ اصول کسی نہ کسی رنگ میں پایا جائے لیکن یہ امر مسلم ہے کہ یونانی و رومی علم ادب زیادہ تر انہیں کے فہم و دماغ کا نتیجہ ہے کہ جن کے سامنے یہ سوال کبھی پیدا نہیں ہوا - وہ تو بت پرست مشرک اقوام تھے - انہیں الٰہیات سے کوئی تعلق نہ تھا معقولات کے بیشک وہ بادشاہ تھے لیکن حق اللہ و حق العباد کے معاملات انکی نگاہ سے بہت ارفع تھے اسلئے امر زیر بحث کو ان کی طرف منسوب کرنا ایک صریح مورخانہ غلطی ہے - یہ کہا جاتا ہے - یہ کہا جاتا ہے - کہ ان یونانی رومی حکماء کے طریق استدلال نے علمی تحقیق کا ذوق سلیم یورپین دماغ میں پیدا کر کے اہل یورپ کو پوپ کی غاصبانہ حکومت سے آہستہ آہستہ متنفر کر دیا - اور دیگر معاملات دنیوی کی طرح امور مذہب میں بھی پوپ کے جوئے کے نیچے گردن رکھنے کی بجائے ہر ایک اہل الرائے کو خود فکر کرنے کا شوق پیدا ہوا لیکن اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ شخصی اجتہاد کا دائرہ وسیع ہو جاتا اور پوپ کے سوا اوروں کو بھی معاملات ملتیہ میں رائے زنی کا حق ہو جاتا - نہ یہ کہ کلام الٰہی کی تلاش اور تجسس ان معاملات میں پیدا ہوتی اور ہر مسئلہ میں کلام الٰہی کے الفاظ کو انسانی الفاظ پر ترجیح دیجاتی - یورپ کے مذہبی علم کلام میں یہ ایک نیا امر تھا اور اس کی اصل کو یونانی رومی حکما کی تحریر میں تلاش کرنا ایک بے سود کوشش ہے ہم کیوں اس تجدید کو علوم یونانیہ کا ایک اتفاقی نتیجہ قرار دیں جس صورت میں یہ اصول انہیں الفاظ میں ہمیں اسلام کے ساتھ وابستہ نظر آتا ہے - قرآن نے ہی کتب مقدسہ میں سب سے اول الٰہیات کے اس زریں اصول کو قائم کر کے

کتاب اللہ کے احکام اور مستندات کے آگے ہر انسانی اجتہاد کی گردن جھکا دی۔ اس اصول نے اندلس کی راہ سے یورپ میں اپنا راستہ پیدا کیا۔ اور اس اسلامی عقیدہ نے آخر کار یورپ کا توجہ احکام و اجتہادات پر الفاظ اناجیل و ملفوظات مسیح کو ترجیح دینے کا خیال پیدا کر کے لوتھر جیسے لوگوں لوتھر سے بھی پہلے مطالعہ انجیل اور ترجمہ انجیل کی طرف طبائع کو پھیر دیا۔ چنانچہ لوتھر کی اس تعلیم نے کہ الفاظ انجیل کو پوپ کے اجتہاد و احکام پر ترجیح ہونی چاہئے۔ لوتھر کو کلیسیا روما کے پادریوں سے محمدی کُتّا کہلوایا۔ کیونکہ کلیسیہ مذکور کے علم و یقین میں لوتھر کا یہ طریق عمل محمدی تعلیم فردوہ الی اللہ والرسول سے اخذ شدہ تھا یعنی امور متنازعہ میں تم کل انسانی اجتہادوں کو چھوڑ کر خدا اور اس کے رسول کے کلام کی طرف رجوع کرو۔ الغرض جن خیالات نے لوتھر کو پیدا کر کے اس کے سر پر مقبولیت عامہ کا تاج پہنایا۔ وہ لوتھر سے صدی پہلے نہیں بلکہ کئی صدیاں پہلے اسلام سے یورپ میں آ گئے۔ ہاں تجدید علوم یونانیہ نے اس خیال کی آبیاری کی اور بالمقابل پوپ کی عظمت بھی آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی جب کا بیج اسلام نے بویا اور پھر آہستہ آہستہ یہ درخت بار آور ہوتا گیا۔ دن بدن ایک طرف توحید زور پکڑتی گئی اور بت پرستی بالمقابل کمزور ہوتی گئی۔ راجہ رام موہن رائے اور کیشب چندر سین اس عمارت توحید کی تعمیر کے مزدور تھے۔ اور اسی کام کو کرنیوالا سوامی دیانند تھا۔ الغرض مسئلہ ارتقاء کے پرستاروں کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ جس طرح اصلاح کُن امور ایک مدت پہلے طبائع میں بیج کی طرح پیدا ہو کر آہستہ آہستہ اپنے کامل ظہور کی طرف قدم مارتے ہیں۔ اور دن بدن ترقی کی شکل اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح اصلاح طلب امور کی طرف سے طبیعتیں دن بدن متنفر ہوتی جاتی ہیں۔ گویا یہ دونوں متضاد امور بالمقابل متحرک رفتار چل کر آخر کار قطعیت پر پہنچ آ جاتے ہیں۔ پس اگر صاحب الصلوٰۃ والتحیاۃ کی تحریک توحید ان لوازمات ارتقا سے بالکل جدا ہے نہ آپ کی بعثت سے پہلے عرب میں یا دنیا میں بت پرستی کے خلاف کوئی خاص تحریک پیدا ہو کر آپ کی پیدائش تک مضبوط ہوتی گئی۔ نہ توحید کی حمایت میں کوئی خاص خیالات بتدریج ترقی کرتے گئے آنحضرت صلعم کی اصلاح تو اس صورت میں ارتقا کے ماتحت آ سکتی ہے جب یہ امر ثابت ہو جائے کہ وہ توحید جو جناب موسیٰ یا جناب مسیح نے تعلیم کی یا جو خیال آریہ سماجی

وید میں پائی جاتی تھی وہ تاریخ الہام میں دن بدن مضبوط ہوتی گئی۔ اور اس کے مقابل شرک روز بروز کمزور ہوتا گیا ہو لیکن معاملہ بالکل دگرگوں نظر آتا ہے ہم کو تو تاریخ میں یہ پتہ لگتا ہے کہ گو مختلف مرسلین علیہم السلام نے توحید کا سبق دیا لیکن دنیا نے اُسے بہت جلد بھلا دیا اور جوں جوں اسلام کی پیدائش کے دن قریب آتے گئے شرک کا اپنا کامل تسلط دُنیا پر بڑھاتا گیا حتے کہ نبی کریم کی بعثت پر چاروں طرف شرک ہی شرک نظر آتا تھا بعثت نبوی سے سات صدی پہلے جناب مسیح نے ایک حصہ دُنیا کو شرک کی نجاست سے پاک کرنا چاہا لیکن جوں ہی توحید کی یہ ندی یُونان و روما کے راستے یورپ کے بحر شرک میں داخل ہوئی۔ اسی وقت اس ندی کا اس طرح نام و نشان مٹ گیا جس طرح بڑے سے بڑے دریا کا سمندر میں داخل ہو کر مٹ جاتا ہے مسیح کے بعد ایک آدھ صدی تک تو عیسائیوں میں موحدین نظر آتے رہے لیکن آخر کار یونانی اور رُومی مشرکانہ خیالات نے عیسائیت کو اپنے رنگ میں رنگین کر دیا۔ جیو پیٹر اور ذی اوس کے پرستاروں نے بہ تبدیلِ نام و مقام پرانی بُت پرستی کو نئے قالب میں ڈھال دیا جیو پیٹر کے تخت پر یسوع اور وینس کی کُرسی پر مریم کو متمکن کیا۔ اور اُن کے ماتحت جو جو دیوتا رومن اور یونانی مائی تھیولوجی میں مختلف جذبات و اشغالِ انسانی کی سرپرستی کے لئے پوجے جاتے تھے۔ اُن کی جگہ کیتھلک کلیسیہ میں مختلف سینٹوں کو دیگئی۔ الغرض تمام کی تمام پُرانی مائی تھیالوجی (مذہبی افسانہ جات) نے عیسائی لباس میں از سر نو ظہور کیا گبن کا یہ مقولہ نہایت ہی نتیجہ خیز ہے۔ کہ یُورپ نے مسیح کو بہت جلد اسلئے قبول کیا۔ کہ مشرک یورپ نے از سر نو اس خدا کو انسانوں میں چلتے پھرتے دیکھا کہ جس کی بابت ان کے افسانے مملو تھے۔ وہ سنتے آتے تھے۔ کہ کس طرح قدیم سے قدیم زمانوں میں خدا جیو پیٹر اور ذی اوس کے نام پر انسانی سوسائٹی میں جلوہ افروز تھا کس طرح وہ انسانوں کے ساتھ ملتا جُلتا اور اُن کے معاملات میں دخل دیتا تھا۔ ان کی نگاہیں طبعاً الیڈ اور اڈویسی[1] کے زمانہ کو از سر نو دیکھنا چاہتی تھیں۔ اسلئے انہوں نے مسیح کے حالات کو سُنکر اُس قدیمی جیو پیٹر اور ذی اوس کو نئے لباس میں آسمان سے نازل ہوتے دیکھا۔ اور مسیح کو خدائی رنگ میں قبول

[1] یہ دو یونانی رزمیہ کتابیں ہیں جنمیں مشرک یونانیوں کا خدا ہر ایک اہم انسانی معاملات میں دخل دیتا ظاہر کیا گیا ہے۔

کر لیا۔ ان مشرکانہ تعلیم کا ذمہ وار بہت حد تک پولوس تھا جس نے اسرائیلیوں سے قطع کر کے یونان میں مذہب کو ہر دلعزیز بنانے کے لئے یونانی خیالات میں عیسائیت کو رنگین کرنا چاہا۔ وہ توحید جسے مسیح لایا پھر مٹ گئی۔ اور اس طرح عیسائیت کی مشرکانہ شکل ہی مشرک یورپ میں اس کی عظمت پھیلانے کا باعث ہوئی۔ الغرض جوں جوں آنحضرت صلعم کا زمانہ قریب ہوتا گیا توحید کا نقش دھندلا اور شرک کا منظر بین اور روشن ہوتا گیا۔ یہی حالت ہم ہندوستان میں اور اس کے مضافات میں دیکھتے ہیں۔ وید کی توحید نے جس شرک کو مٹانا چاہا کچھ عرصہ بعد وہ خود اس کا شکار ہو گئی۔ اگر ویدوالوں نے دریائے سندھ کو عبور کر کے اصلی باشندگان ہندوستان کی زمین پر قبضہ پا لیا۔ تو قدیمی معبودوں نے ویدوالوں کے دلوں پر تسلط پایا۔ چنانچہ ترتیب وید کے کچھ عرصہ بعد ہی وہ ابتدائی رنگ کی توحید جو وید منتروں میں بیان کیجاتی ہے عناصر پرستی میں ڈل گئی اور شرک نے ڈیرا آ لگایا۔ اگرچہ عارف بدھ کی پیدائش نے پھر چند صدیاں رفتار شرک کو دھیما کر دیا۔ لیکن آخرکار انہیں خونخوار معبودوں نے جو ظہور وید سے پہلے اس ملک کے باشندگان پر حکمران تھے از سر نو درگا اور کالی وغیرہ کی شکل میں ملک کا بہت سا حصہ فتح کرنا شروع کر دیا حتے کہ بہت جلد وہ توحید کی دھندلی روشنی جو کسی قدر وید کے ذریعہ ہند میں چمکی تھی فی الفور نابود ہو گئی اور ظلمت شرک کی جہان میں اسقدر پھیل گئی۔ کہ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آنے لگی۔ دنیا کا حال ایک تاریک ترین رات کی طرح ہو گیا۔ کہ جس کے خاتمہ پر آفتاب نے بصد آب و تاب جلوہ گر ہونا تھا۔ ایسی حالت میں اگر آفتاب اسلام کے طلوع سے کچھ پہلے عرب میں توحید کی روشنی نے چمک دکھلائی تو وہ اس روشنی کی طرح تھی جو شب دیجور کے خاتمہ پر صبح کاذب کے رنگ میں مطلع عالم پر پیدا ہو جاتی ہے لیکن جس طرح صبح کاذب کی روشنی ایک بے حقیقت چیز ہوتی ہے۔ وہی حال ان معدودے چند موحدین کا تھا جو آنحضرت سے ایک نسل پہلے عرب میں پیدا ہوئے۔ یہ موحدین تو اس آفتاب صداقت سے پہلے بطور ارہاص کے تھے کہ جس نے عنقریب نکل کر کل دنیا کو منور کر دینا تھا۔ تھیوری آف ارولیوشن کے ماتحت تو چاہئے تھا کہ بعثت نبوی سے مدتوں پہلے توحید مضبوط ہوتی جاتی اور

ترک بالمقابل کمزور ہوتا جاتا اور یہ دونوں امور بالمقابل معکوس رفتار پر چلکر قطعیت کا رنگ نہیں عرب کے ہاتھ سے دیکھ لیتے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ لہٰذا بت پرستی کی بیخ کنی میں اسلامی تحریک کسی نہج پر بھی ارتقاء کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی کا عرب جیسے ملک اور پھر خصوصاً مکہ سے دور کر دینا کوئی آسان امر نہ تھا۔ یہ کام خلوص استقامت کا وہ انتہائی نکتہ کسی مصلح میں چاہتا تھا۔ کہ جس کا اظہار آنحضرت صلعم سے پہلے یا بعد میں تاریخ زمانہ کسی اور اولو العزم انسان میں نہیں دکھلا سکی۔ کوئی محبوب سے محبوب اور عزیز سے عزیز چیز ہمیں ایسی نظر نہیں آتی۔ جو آپ کو اور آپ کی اتباع میں صحابہ کرام کو اعلائے کلمۃ اللہ پر قربان نہ کرنی پڑی ہو۔ دراصل جسقدر خطرناک مخالفت کسی مصلح کی راہ میں ہوتی ہے اسیقدر وہاں استقامت کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشکل تو یہ تھی کہ بت پرستی اہل مکہ کو نہ صرف اسلئے عزیز تھی کہ یہ ان کا آبائی مذہب تھا بلکہ اسلئے بھی کہ اہل مکہ اور خصوصاً قبیلہ قریش کی عزت، وجاہت ان کا رعب ان کی دولت و ثروت ان کی وجہ معاش گویا ان کی سب محبوب ترین چیزیں ان کے علم و یقین میں صرف ایک بت پرستی کے قیام پر ہی قائم رہ سکتی تھیں بتکدۂ کعبہ نے مکہ کو عرب اور اسکے نواحی ممالک کا مرجع بنا رکھا تھا۔ ان نواحوں میں مکہ ہی بڑی بھاری تجارت کی منڈی تھی۔ قبیلہ قریش کا رعب اگر کل عرب پر غالب تھا تو صرف اسی لئے کہ وہ بتکدۂ کعبہ کے متولی کاہن تھے اسلئے جو شخص مکہ کو بتوں سے خالی کرکے ملک سے بت پرستی چھڑانا چاہتا تھا وہ صرف اہل مکہ کے جدی مذہب پر ہی حملہ کرتا تھا بلکہ وہ اہل مکہ کو ان کے وہم و گمان میں انکی دولت ثروت رعب اور وجاہت سے محروم کرنے کی بھی فکر میں تھا۔ اسکی بہت ادنےٰ درجہ پر تشریح اسی کوشش سے ہو سکتی ہے جس کو کوئی شخص پانڈوں کے مقابل ہردوار میں جاکر گنگا ماتا کی پرستش کے اٹھانے میں کرے۔ کیونکہ ہردوار کے پانڈوں کی عزت وجاہت اور معیشت بھی پرستش گنگا کے قیام پر منحصر ہے۔ حالانکہ اس وقت ہم اس سلطنت کے سایۂ رحمت میں پناہ گزین ہیں کہ جو ہماری جسمانی حفاظت کی ذمہ دار ہے اور جس کی سیاست ہر ایک حملہ کو روک سکتی ہے۔ لیکن اس پر بھی سوامی دیانند جی مہاراج نے ہردوار

چھوڑ کسی اور نے اسی ادنیٰ بُت پرستی کے مرکز میں بھی اپنی اصلاح کے کام کو استقلال کے ساتھ جاری کرنے کی جُرات نہیں کی۔ انہوں نے تو اس نیک کام کے لئے اُسی گروہ کو انتخاب کیا جسے اسلامی روشنی اور تعلیم جدیدہ نے سوامی کی موحدانہ تحریک کے قبول کرنے کیلئے مدّتوں پہلے طیار کر رکھا تھا۔ جس وقت ہم موجودہ آرام و آسائش والے اور پُر امن زمانہ کا مقابلہ اُس خطرناک زمانہ سے کرتے ہیں۔ جو عربوں جیسی خونخوار مُطلق العنان اور خلیع اللجام قوم نے ملکِ عرب میں پیدا کر رکھا تھا۔ اور پھر اس مخالفت پر نگاہ دوڑاتے ہیں جو اس مُلک کے کمزور دل کے انسانوں نے دیانند جی کے مقابل پر کی۔ تو ہم کو آسانی سے سمجھ آجاتا ہے۔ وہ انسان کیسا عظیم الشان جوہر استقامت اپنے اندر رکھتا ہوگا جس نے عرب جیسے مُلک کو اپنے جیتے جی کُل کا کُل بُت پرستی سے پاک کر دیا +

ہرقل قیصر رُوم اور آنحضرت صلعم

حضرت نبی کریم صلعم کا مشن جناب مسیح اور موسیٰ علیہم السّلام کے مشنوں کی طرح اپنی ہی قوم اور لوگوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ آپ کا مشن ہمہ گیر اور تمام نسل انسانی کے واسطے تھا۔ جب رسالت مآب کو دیگر مخصوص و اُلجھنوں سے کسیقدر اطمینان نصیب ہُوا۔ تو اب یہ وقت آیا۔ کہ اسلام کا پیغام تمام دُنیا کے کانوں تک پہنچا یا جائے۔ تا کہ ان ارشادات الٰہیہ کی کما حقہٗ تکمیل ہو۔ جن میں کہ آپ کو قل یا ایھا الناس انّی رسول اللہ الیکم جمیعاً (یعنی تمام دُنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہہ دو۔ کہ میں کسی خاص قوم کا رسُول نہیں بلکہ اے دُنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف رسُول بنا کر بھیجا گیا ہوں) کہہ کر پکارا گیا۔ اور کہ جن کی پھر ارشاد الٰہی اور بھی توضیح کرتا ہوا فرماتا ہے ؎ ما ارسلناک

؎ ما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً (سورہ ۳۴۔ آیت ۲۸) +

کافۃً للناس ۔ ہمنے تم کو صرف عرب کے لئے نہیں بھیجا ۔ بلکہ تمام لوگوں ۔ ہاں کُل لوگوں کیلئے بھیجا ہے ۔ اور اسی کے ہم معنے یہ آیت کریمہ بھی ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۔ یعنی ہم نے تم کو تمام جہانوں اور تمام قوموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔ اور اب اس رحمت کی تمام دُنیا جہان کو خبر دینا آپ کا سب سے بڑھ کر فرض منصبی اور مشن تھا ۔ اور اسی اہم فرض منصبی کی تکمیل کے لئے آپؐ نے اپنے مُلک کی حدود سے باہر بھی پیغام حق ارسال فرمایا اور قرب و جوار کی اقوام کے سلاطین کو سفیر ارسال فرما کر اسلام کی دعوت دی +

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے آپ نے دحیہ کلبی کو قیصر رُوم کے پاس دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا ۔ مسلم سفیر اس نامہ مبارک کو لئے اس وقت ہرقل قیصر رُوم کے پاس پہنچا ۔ جبکہ ہرقل ایرانیوں پر شاندار فتح حاصل کرکے شکرانہ ادا کرنے کے لئے حمص سے بیت المقدس تک پیادہ پا سفر کرکے ایسی شان و شکوہ سے آیا تھا ۔ کہ جہاں چلتا تھا زمین پر فرش اور فرش پر پھُول بچھائے جاتے تھے +

مسلم سفیر کا بڑی تزک و احتشام سے خیر مقدم کیا گیا ۔ اور قیصر نے حضرت نبی کریم صلعم کے دعاوی کے سُننے میں بہت اشتیاق ظاہر کیا ۔ اور ساتھ ہی آنحضرت صلعم کے اخلاق و عادات و سیرت کے متعلق اور معلومات بڑھانے کا متمنی تھا ۔ اتفاقاً ملک عرب سے بعض مکی سوداگران کا ایک قافلہ اس جگہ آ پہنچا ۔ اور قیصر نے انہیں اپنے دربار میں بُلا بھیجا ۔ ابوسفیان جو آنحضرت صلعم کا عدو جان تھا ۔ وہ بھی انہیں سوداگروں میں شامل تھا ۔ اور آنحضرت صلعم کا وہی عدو جان اس ملاقات کی گفتگو کی صحت و صداقت کا ذمہ دار ہے ۔ جو ہرقل قیصر رُوم اور ابوسفیان کے درمیان ہوئی ۔ قیصر نے بڑی تزک و احتشام سے دربار منعقد کیا ۔ اور خود تاج خسروی پہن کر تخت پر بیٹھا ۔ اور تخت کے چاروں طرف قسیس اور رہبان کی صفیں قائم کیں ۔ اور پھر جب سوداگران عرب کا اُس نصرانی شہنشاہ سے تعارف کرایا گیا ۔ تو اُس نے مُترجم کے ذریعہ اہل عرب کو مخاطب کرکے پُوچھا ۔ کہ ان میں سے اُس مدعی نبوت کا رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا میں ۔ پھر اُسکو ارشاد ہُوا ۔ کہ وہ قیصر کے پاس کھڑا ہو ۔ اور اُس کے

ساتھیوں کو جو اُس کے پس پشت کھڑے تھے حکم ہُوا۔ کہ اگر وہ کسی بات میں کذب یا دروغ بیانی کرے۔ تو تم اسکی تردید کر دینا۔ پھر قیصر نے مترجم کی وساطت سے اس پر استفسارات کرنے شروع کئے۔ جو استفسارات اور جوابات ایک متلاشی حق کی اطمینان و تسکین قلب کیلئے کافی ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے عدو جان کے منہ سے اس قسم کے کلمات کا نکلنا حضرت رسالت پناہ کی صداقت پر مہر لگا دیتے ہیں اور غیر مسلم احباب بھی تعصب و ضد کی عینک کو اُتار کر اگر ان جوابات کو حق پژوہی کیلئے مطالعہ فرمائیں۔ تو بہت کچھ منفعت حاصل کر سکتے ہیں +

(۱) **قیصر**۔ مُدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان۔ شریف ہے +

(۲) **قیصر**۔ اس خاندان میں کسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

(۳) **قیصر**۔ ان میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

(۴) **قیصر**۔ جن لوگوں نے یہ مذہب قبول کیا ہے۔ وہ غریب و کمزور لوگ ہیں یا بااثر و متموّل؟

ابوسفیان۔ کمزور و نادار لوگ ہیں۔

(۵) **قیصر**۔ اسکے پیرو روز افزوں ترقی پر ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں؟

ابوسفیان۔ مسلسل بڑھتے جاتے ہیں +

(۶) **قیصر**۔ اس کے پیروؤں میں یہ مذہب قبول کر کے بھی کوئی پھر جاتا ہے یا نہیں؟

ابوسفیان۔ نہیں +

(۷) **قیصر**۔ کبھی تم لوگوں کو اسکی نسبت جھوٹ کا تجربہ ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

(۸) **قیصر**۔ تم لوگوں نے کبھی اس سے جنگ کی؟

ابوسفیان - ہاں -

(۹) **قیصر** - تم میں سے کون ظفرمند ہوا؟

ابوسفیان - کبھی ہم غالب آئے اور کبھی وہ +

(۱۰) **قیصر** - تمہیں کیا سکھاتا ہے؟

ابوسفیان - کہتا ہے - کہ ایک خدا کی عبادت کرو - کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ - اپنے آباو اجداد کی رسُومات و بدعات کو ترک کرو - نماز پڑھو - زکوٰۃ دو - پاکدامنی اختیار کرو - اور سچ بولو - زنا بُری عادات سے اجتناب کرو صلہ رحم کرو +

ان استفسارات کا جو قیصر نے ابوسفیان سے کئے - کیا مدعا تھا؟ اور مندرجہ بالا تسلی بخش جوابات کے پانے پر جس نتیجہ پر قیصر مذکور پہنچا - وہ خود اس کے ان کلمات سے ظاہر ہوتا ہے - جو اُس نے اُس موقع پر کہے - قیصر نے کہا - کہ میرے پہلے سوال کے جواب میں تم نے اُسے شریف النسب بتایا پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندان سے پیدا ہوتے ہیں کمینہ قوم کے افراد لوگوں میں ہر دلعزیزی حاصل نہیں کر سکتے - کیونکہ اُن کا کمینہ قوم میں پیدا ہونا ان لوگوں کے ان کی پیروی کرنے میں رُکاوٹ بن جاتا ہے - جن لوگوں کی طرف وہ خدا کے رسُول بنا کر مبعوث کئے جائیں" +

کمینہ لوگوں میں بھی متقی - پارسا اور پرہیزگار ہوتے ہیں - لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے پیغامبر منتخب کیا کرتا ہے وہ ہمیشہ اعلےٰ اور شریف النسب ہُوا کرتے ہیں - دوسرے سوال کے متعلق قیصر نے کہا - کہ اگر قریش میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا - تو یہ گمان کیا جاسکتا تھا - کہ خاندانی خیال کا اثر ہے" - تیسرے استفسار کے متعلق قیصر نے کہا - کہ اگر اُس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہُوا ہوتا - تو یہ سمجھا جاسکتا تھا - کہ اُسے بادشاہت کی ہوس ہے" - پھر ساتویں استفسار سے قیصر نے استنباط کیا کہ اگر اس نے انسانوں کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا - تو پھر یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر جھوٹ باندھے - اور پھر باقیماندہ استفسارات کے جواب میں کہا ہے - اگر وہ بالکل سچ ہے - تو یاد رکھو کہ اس پیغمبر زمان کی صداقت میں کسی قسم کا شک و شبہ

نہیں۔ کیونکہ سچے پیغمبروں کی یہی نشانیاں ہوا کرتی ہیں۔ مجھے خود ایک آنے والے پیغمبر کا خیال تھا۔ جو کہ عرب میں پیدا ہوگا۔ اور کہ جس کا قبضہ میرے قدمگاہ تک ہو جاویگا۔ کاش کہ میں وہاں جاسکتا اور خود اُس کے پاؤں دھوتا +

اِس گفتگو کے بعد قیصر نے خود نامۂ مُبارک پڑھ کر معزز اراکین دربار کو ارشاد فرمایا۔ کہ وہ مقام حنین شاہی دربار میں حاضر ہوں۔ جب وہاں پر شاہی دربار منعقد ہوا۔ تو قیصر نے نامہ مبارک کے الفاظ کو جو ذیل میں درج ہیں پڑھنے کا ارشاد کیا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتك اللہ اجرك مرتین فان تولیت فعلیك اثم الاریسین و یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا اربابا من دون اللہ فان تولوا فاشھدوا بانا مسلمون +	محمد کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسُول ہے۔ بنام ہرقل کے نام ہے۔ جو رُوم کا رئیس اعظم ہے۔ اُسپر سلامتی ہو۔ جو ہدایت کی تبع کرتا ہے۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت کی طرف بُلاتا ہوں اسلام لا۔ تو سلامت رہیگا۔ خدا تجھ دُگنا اجر دیگا۔ اور اگر تُونے نہ مانا تو اہل مُلک کا گناہ تیرے اُوپر ہوگا۔ اے اہلکتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی (خدا کو چھوڑکر) خدا نہ بنائے۔ اور تم نہیں مانتے۔ تو گواہ رہو۔ کہ مانتے ہیں۔

فرمان رسالت کے الفاظ پڑھے جانے کے بعد ہرقل قیصر رُوم نے اہل دربار کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ اے سرداران رُوم اگر تم اپنی سلامتی اور ہدایت چاہتے ہو۔ تو عرب کے نبی کریم صلعم کی تبع اختیار کرو۔ اس پر تمام اہل دربار سخت برہم ہوئے۔ اور انھوں نے اپنی صلیبیں اُٹھالیں۔ اور اُن کو ہوا میں اُونچا کھڑا کیا۔ اس پر سلیم الفطرت قیصر نے کہ جس کے قلب سلیم میں ایمان کی چنگاری سُلگ چکی تھی۔ اور اُس کے دل میں نور اسلام گھر کر چکا تھا۔ کہا۔ کہ مجھے تو فقط تمہارے ایمان کی آزمائش کرنی تھی۔ اور اب مجھ کو تمہاری

وفاداری ۔ جان نثاری اور استقلال پر کامل اطمینان ہے ۔ گو قیصر کا دل تو نور ایمان سے منور ہو چکا تھا لیکن تخت و تاج کی لالچ ہی فقط اعلان اسلام میں حائل ہوئی +

ایک باکمال و قابل نمونہ خاوند

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بدنام کنندہ تک بھی اسبات کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ کہ آپ واقعی ایک باکمال و قابل نمونہ خاوند تھے ۔ اگرچہ عربوں میں ایک سے زیادہ بیوی کرنے کی رسم تھی ۔ مگر پھر بھی نبی کریم صلعم ایک ہی بیوی یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی پر قانع رہے ۔ اور انکی وفات تک آپنے کوئی دوسری شادی نہیں کی ۔ حالانکہ حضرت خدیجہ ایک بیوہ عورت تھیں ۔ اور حضرت نبی کریم صلعم سے عمر میں بھی بہت بڑی تھیں ۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ کو حضرت خدیجہ سے بڑی گہری محبت تھی ۔ اور آپ انکی بڑی تعظیم کرتے تھے ۔ حضرت خدیجہؓ کی عین حیات میں آپ اپنی محبت میں بڑے ثابت قدم رہے ۔ اور انکی وفات کے بعد جب کبھی بھی انکا ذکر آتا تھا ۔ تو آپ کا دل بھر آتا تھا ۔ ایک موقع پر آپنے اپنی پیاری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا "کہ خدیجہؓ سے بہتر میں نے کوئی بیوی نہیں دیکھی ۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں جبکہ تمام لوگ مجھ سے نفرت کرتے تھے ۔ اور جبکہ میں غریب تھا تو وہ میری ضروریات زندگی کی کفیل ہوئیں" ۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں ۔ کہ مجھے حضرت خدیجہ کے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور بیوی پر کبھی رشک نہیں آیا ۔ حالانکہ حضرت خدیجہ کبھی کی فوت بھی ہو چکی تھیں ۔ اور میں نے انہیں کبھی دیکھا بھی نہ تھا ۔ مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پھر بھی نہایت محبت اور تعظیم سے آپ کو یاد کیا کرتے تھے ۔ اور جب کبھی آپ کوئی بکرا حلال کرتے تھے تو گوشت کے ٹکڑے حضرت خدیجہؓ کی پرانی سہیلیوں کو بھی ضرور بھجوایا کرتے تھے ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ۔ کہ کبھی کبھی میں نبی کریم صلعم سے نہایت تعجب سے پوچھتی تھی کہ کیا حضرت خدیجہؓ کوئی دنیا میں یکتا اور نرالی عورت تھیں ۔ تو آپؐ فرماتے

تھے کہ واقعی وہ ایک بےنظیر عورت تھیں" +

اسبات کا خیال دل میں ضرور رکھنا چاہئے کہ اگرچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت تھی۔ مگر اس وجہ سے آپ کے اپنی دوسری بیویوں سے سلوک میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ نبی کریم صلعم اکثر اپنی بیویوں کا گھر کے کام وکاج میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اور آپ کی بیوی حضرت میمونہؓ اکٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ دونو کے سر پر ایک ہی کپڑا تھا۔ ایک دفعہ آپ کی بیوی حضرت صفیہؓ اونٹ پر چڑھنے لگیں تو آپ نے اپنے گھٹنے کا زینہ بنا دیا جس پر وہ پاؤں رکھکر وہ اونٹ پر چڑھ گئیں۔ آپ کھانا اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ہی کھایا کرتے تھے۔ اور اُسی گلاس سے پانی پیتے تھے جس سے وہ پیتی تھیں۔ کبھی آپ اپنی بیویوں سے نہایت پاک مذاق بھی کر لیا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ آپ حضرت عائشہؓ کے ساتھ مذاقاً دوڑا بھی کرتے تھے کہ دیکھیں کون آگے بڑھ جاتا ہے اور بعض دفعہ آپ حضرت عائشہؓ کی گودی میں سر رکھ کر قرآن شریف کی آیات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے +

یہ ناممکن ہے کہ آدمی محسوس نہ کرے کہ یہ بےنظیر انسان ایک نہایت سادہ مزاج۔ نرم دل۔ اور فرشتہ سیرت انسان تھا۔ جو کہ ایک ہی وقت میں رسول امام و پیشوا اور شہنشاہِ عرب تھا۔ اور جس نے کہ چند ہی سال میں عرب کی طرز معاشرت و زندگی کی رَو کو بالکل بدل دیا۔ اور دنیا کو ایک نیا اور مکمل مذہب عطا فرمایا +

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق کے متعلق آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی شہادت

جبکہ فرشتۂ خدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلی وحی الٰہی لیکر آیا تو اس کے بعد آپ اپنی بیوی خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور اپنی جان کے خطرے کو ظاہر کیا۔ اُس وفادار بیوی نے فرمایا "کبھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی بھی ضائع نہیں کریگا۔ آپ حق قرابت کی حفاظت کرتے ہیں اور صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ آپ نے خاندان غریب بے یار و مددگار لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ آپ مفلس اور غریب لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ آپ مہمانوں کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ نہیں فروگذاشت کرتے۔ اور مصیبت زدہ اور ایذا رسیدہ لوگوں کی ہر طرح مدد فرماتے اور انکو تسلی دیتے ہیں" +

عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ میاں اور بیوی سے بڑھ کر اور کسی دو شخصوں میں ویسی بے تکلفی اور ایکدوسرے سے گہری واقفیت نہیں ہوسکتی۔ ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتا شکوک اور خواہشات کا مسکن ہوتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی شخص کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دوسرے کے پوشیدہ اور مخفی تر رازوں سے واقف ہے تو وہ شخص وہ مرد ہے یا عورت ہے جنمیں تعلقات زن و شوہر قائم ہیں۔ پندرہ برس تک حضرت خدیجہؓ نبی کریم صلعم کے ساتھ رہیں اور اس اثنا میں آپکے لڑکے اور لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں۔ آپ نبی کریم صلعم کی نیک خصلت اور مزاج اور دلیرانہ طبیعت کی پورے طور پر مداح تھیں۔ جن باتوں کو آپ کی چپ چاپ اور غور و فکر کرنے کی عادت دوسرے لوگوں سے چھپا سکتی تھی۔ مگر آپ کی بیوی سے نہیں چھپا سکتی تھی۔ آپ حضرت خدیجہؓ کی حین حیات میں اُن سے بھی ویسی ہی محبت اور الفت کرتے تھے

جیسا کہ وہ ان سے کرتی تھیں۔ اور اُنکی وفات کے بعد بھی آپ اُن کو بڑی محبت سے یاد فرماتے تھے۔ آپ کی حضرت خدیجہؓ سے محبت اور گہرے تعلق کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ عید الضحیٰ کی قربانی کے موقع پر یا جب کبھی بھی آپ قربانی فرماتے تھے۔ تو حضرت خدیجہؓ کی پرانی سہیلیوں کو کبھی نہ بھولتے تھے۔ اور اُن کو بھی گوشت بھجوا دیا کرتے تھے

ایسے حالات کے ماتحت ایک شریف خاتون کی شہادت ان تمام میورز، سپرینجرز اور مارگولیتھ (عیسائی مورخوں کے نام ہیں) کے خبیث گروہ کی شہادت سے کہیں زیادہ قابل عزت و قابل اعتبار ہے۔ حضرت خدیجہؓ کی حیثیت اور مرتبہ ایسا تھا کہ آپ نبی کریمؐ کی سیرت اور چال و چلن سے خوب واقفیت حاصل کر سکتی تھیں۔ تاکہ یہ لوگ جو کہ اندھیرے میں ہاتھ مار مار کر یہ ٹٹولنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ایسی زبردست شخصیت کے اندر وہ کیا بات تھی جس نے کہ اتنی تھوڑی مدت میں دُنیا کا تختہ اُلٹ دیا

حضرت خدیجہؓ نہ صرف اپنی پندرہ برس کی بیاہتا زندگی میں نبی کریم صلعم کی سیرت سے واقف ہونے کی وجہ سے بلکہ آپ کی بچپن کی مکّی زندگی سے بھی واقف ہونے کی وجہ سے (جبکہ آپ الامین (یعنی وفادار اور دیانتدار) کہہ کر پکارے جاتے تھے) یہ نہایت وثوق سے کہہ سکتی تھیں۔ کہ خدا تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کریگا"۔ گویا آپ کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خوبیوں اور نیکیوں کے جامع اور نمونہ تھے۔ اور کوئی ایسی نیکی اور خوبی نہ تھی جو کہ آپؐ میں موجود نہ ہو۔ سو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ آپ کو کس طرح ضائع کر دیتا +

کوئی شخص بھی چاہے وہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک ایسی خاتون کی شہادت کو نظر انداز نہیں کر سکتا جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسی محبوب اور عزیز تھیں۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کے ہم ملک اور ہمقوم لوگوں کی شہادت کو بھی جو کہ تمام کے تمام آپؐ کو سب سے زیادہ دیانتدار اور راستباز انسان خیال کرتے تھے

اور الامین کہکر پکارتے تھے +

صلوا علیہ وسلم

نعت

عجب نوریست در جانِ محمد — عجب لعلیست در کانِ محمد
ز ظلمتہا ولے آنگہ شود صاف — کہ گردد از محبانِ محمد
عجب دارم دلِ آں ناکساں را — کہ رُو تابند از خوانِ محمد
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم — کہ دارد شوکت و شانِ محمد
خدا زاں سینہ بیزارست صد بار — کہ ہست از کینہ دارانِ محمد
خدا خود سوزد آں کرم دُنی را — کہ باشد از عدوّانِ محمد
اگر خواہی نجات از مستی نفس — بیا در ذیلِ مستانِ محمد
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت — بشو از دل ثنا خوانِ محمد
اگر خواہی دلیلِ عاشقش باش — محمد ہست برہانِ محمد
سرے دارم فدائے خاکِ احمد — دلم ہر وقت قربانِ محمد
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم — نثارِ روئے تابانِ محمد
دریں راہ گر کشندم ور بسوزند — نتابم رُو ز ایوانِ محمد
بکارِ دین نترسم از جہانے — کہ دارم رنگِ ایمانِ محمد
بسے سہل ست از دنیا بُریدن — بیادِ حسن و احسانِ محمد
فدا شد در رہش ہر ذرہ من — کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمد
دگر اُستاد را نامے ندانم — کہ خواندم در دبستانِ محمد
بدیگر دلبرے کارے ندارم — کہ ہستم کشتۂ آنِ محمد
مرا آں گوشہ چشمی بباید — نخواہم جز گلستانِ محمد
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید — کہ بستیمش بدامانِ محمد
من آن خوش مرغ از مرغانِ قدسم — کہ دارد جا بہ بستانِ محمد
تو جانِ ما منوّر کردی از عشق — فدایت جانم اے جانِ محمد
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ — نباشد نیز شایانِ محمد
چہ ہیبتہا بدادند ایں جواں را — کہ ناید کس بمیدانِ محمد
الا اے دشمنِ نادان و بے راہ — بترس از تیغِ بُرّانِ محمد
رہِ مولےٰ کہ گم کردند مردم — بجو در آل و اعوانِ محمد
الا اے منکر از شانِ محمد — ہم از نورِ نمایانِ محمد

قرآن شریف فرماتا ہے :-

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ج وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ (سورۃ النسا۔ رکوع ۱۰)

ترجمہ۔ اور (مسلمانو) تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے دشمنوں سے نہیں لڑتے جو دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی (یعنی مکے) سے نجات دے جہاں کے رہنے والے ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا" +

جب تمام نوجوان اور جری جانبازوں نے اپنے آپ کو فوج میں داخل کر دیا تو اور آدمیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور یہ ضروری معلوم ہوا کہ مستقل پیشہ و عادات کو بھی بھرتی کیا جائے۔ اور ان کو یہ جتلایا گیا۔ کہ یہ ایک فرض ہے جو کہ ادا کرنا ہے صرف ملکی فرض کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ مذہبی فرض سمجھ کر بھی کیونکہ اُن کو اپنی جانیں قربان کرنی پڑینگی۔ کیا تمام انجیل میں کہیں بھی اس قسم کی عبارت ہے جو کہ اس قسم کی کارروائی کو جائز قرار دیتی ہو ؟ مگر قرآن شریف میں کئی جگہ مذہبی جہاد کے موقع پر جبری جنگی بھرتی کے جواز کا ذکر آیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ گذشتہ جنگ انہی معنوں میں ایک مذہبی جنگ تھی۔ مگر یہ میں ضرور کہونگا کہ انگریزی آبادی کا بہت سا حصہ اسکو یہی خیال کرتا تھا۔ چنانچہ گورنمنٹ نے بھی یہی اعلان کیا تھا۔ کہ یہ لڑائی کمزور آدمیوں۔ عورتوں اور بچوں کی خاطر لڑی جا رہی ہے۔ قرآن مجید میں مقدس عبارتوں کے بیشمار ذخیرہ سے میں یہاں صرف وہی بیان کرتا ہوں :-

(۱) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ (مسلمانو) تم پر جہاد فرض کیا گیا اور وہ تم کو ناگوار بھی گزریگا۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور

عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے۔ اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے + (سورۃ البقر رکوع ۲۶)

(۲) وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (سورۃ البقرۃ۔ رکوع ۳۳)

ترجمہ:۔ "اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو نہ ہٹاتا رہتے تو ملک کا انتظام درہم برہم ہو جائے لیکن اللہ دنیا کے لوگوں پر مہربان ہے" +

سوا سبات کو تسلیم کرلو کہ ہم اپنی حفاظت کے لئے لڑ رہے تھے۔ اور مظلوموں اور کمزوروں کی حمایت اور حفاظت اور بدی کے تدارک کی خاطر جنگ کر رہے تھے۔ کیا عیسوی اناجیل میں کہیں بھی ایسے مطلب کی خاطر جنگ کرنا جائز قرار دیا گیا ہے؟ حالانکہ دوسری طرف قرآن کریم بڑے زور سے جواب طلب کرتا ہے:۔

وَمَا لکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھٰذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ ترجمہ:۔ (مسلمانو) تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے دشمنوں سے نہیں لڑتے جو دُعائیں مانگ رہے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے نجات دے جہان کے رہنے والے ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا (سورۃ النساء رکوع ۱۰) +

اسبات کو تسلیم کرلو کہ ہم پہلے حملہ آور نہیں ہوئے۔ اور ہم نے پہلے زیادتی نہیں کی۔ کیا انجیل مقدس میں سے کوئی عبارت پیش کیجا سکتی ہے۔ جو کہ ہماری کارروائی کی تصدیق کرنے میں قرآن مجید کی اس آیت سے مقابلہ کر سکے؟

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ترجمہ (مسلمانو) جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے رستے (یعنے دین کی حمایت) میں ان سے لڑو۔ اور زیادتی نہ کرنا۔ اللہ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ البقر رکوع ۲۴)

آپ کو یاد ہوگا کہ جب پہلے پہل جرمنی نے گیس جنگ میں استعمال کی تھی۔ تو یہاں بہت سے لوگ تھے جن کا خیال تھا۔ کہ ہمیں اس کے بدلے میں گیس استعمال نہیں کرنی چاہئے۔ یہ ایک نہایت قبیح جنگی کارروائی تھی جس سے ہم اپنے ہاتھ آلودہ کرنا کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ مگر قصاص اور بدلہ انسان کی ہستی کا ایک بنیادی اصول ہے۔ ایکی دفعہ بھی ضرورت ہمیشہ کی طرح پھر غالب آئی۔ کیونکہ جب انہوں نے سُنا کہ اس نئے آلۂ حرب نے ہمارے آدمیوں کو کتنی سخت جانکاہ تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں۔ اور یہ کہ اگر ہم اس کا عوض اور بدلہ لیں تو دشمن اس سے بیشمار فائدہ اُٹھائیگا۔ تو سنجیدہ مزاج اور نرم دل لوگ بھی اس بات سے ہچکچاتے ہوئے رک گئے اور ذکی الحس اور رقیق طبیعت والے تو بالکل بیرحم اور کینہ ور ہو گئے۔ مگر عام خیال اور رائے جسکو کہ میں مذہبی رائے کہونگا یہی تھی کہ بدلہ برابر کا لیا جائے۔ اور کسی قسم کی زیادتی نہ ہو پھر پہلے پہل غیر محفوظ شہروں پر ہوائی حملے ہوئے اور جب پہلے پہل جرمنی میں ہمارے قیدیوں کے ساتھ بیرحمانہ سلوک کی خبریں آئیں۔ تو بہت سے لوگ تھے جو کہ اسی قسم کے انتقام اور بدلے کے برخلاف تھے۔ اس قسم کی جنگی کارروائی ہمارے ایک ہی نسل اور جماعت ہونے کی حیثیت سے بالکل شایاں نہیں تھی۔ مگر آہستہ آہستہ جُوں جُوں کہ غضب و غصہ بڑھتا گیا۔ لوگ اس قسم کے انتقام اور بدلے کو جائز سمجھنے لگ پڑے۔ ذکی الحس اور رقیق طبع آدمی پھر بیرحم اور کینہ ور بن گئے۔ مگر مذہبی رائے ایک مساوی انتقام کے سوا اور کسی کے حق میں نہ تھی۔

قرآن شریف کے لفظوں کو بغور سُنو +

(۱) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ۔ رکوع ۲۲) + ترجمہ مسلمانو جو لوگ مارے جائیں اُن میں تم کو بدلے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد۔ اور غلام کے بدلے

غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر جس (قاتل) کو اُس کے بھائی (طالب قصاص) سے کوئی جزو (قصاص) معاف کر دیا جائے۔ تو (وارث مقتول کی طرف سے) اُس کا (یعنی خوں بہا) مطالبہ دستور کے مطابق اور وارث مقتول کو خوش معاملگی کے ساتھ (خوں بہا) ادا کر دینا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے حق میں آسانی اور مہربانی ہے پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے اور عقلمند و قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ تاکہ تم (خونریزی سے) باز رہو"۔

(۲) وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ج فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ٥ (سورۃ البقر رکوع ۲۴)

ترجمہ:۔ اور (جو لوگ تم سے لڑتے ہیں) اُن کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے تم بھی اُن کو (وہاں سے) نکال باہر کرو۔ اور فساد (کا برپا رہنا) خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور جب تک کافر حرمت والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس تم سے نہ لڑیں تم بھی اُس جگہ اُن سے نہ لڑو لیکن اگر وہ لوگ تم سے لڑیں تو تم بھی اُن کو قتل کرو۔ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے"۔

(۳) اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ط فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ٥ (سورۃ البقر رکوع ۲۴) ترجمہ "حرمت والے مہینوں کا معاوضہ حرمت والے مہینے اور (مہینوں کی خصوصیت نہیں بلکہ) ادب کی (تمام) چیزیں ادلے کا بدلہ تو جو تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی اُس نے تم پر کی ویسی ہی زیادتی تم بھی اُس پر کرو۔ اور (زیادتی کرنے میں) اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ ان ہی کا ساتھی ہے جو (اُس سے) ڈرتے ہیں"۔ اسی مطلب کی اور بہت سی آیتیں بھی ہیں +

ایک معمولی سا چھوٹا نکتہ ہے جس نے مجھے ایک سپاہی کی حیثیت سے بڑا متعجب کیا اور ساتھ ہی دلچسپ بھی معلوم ہوا۔ میں ہمیشہ سمجھتا تھا۔ کہ یہ مسیحی تعلیم ہے کہ ہر ایک گندہ بیانی اور فحش اور واہیات گفتگو انسان کے برخلاف اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے اور اسکی رُوح کی نجات کو خطرے میں ڈال دیگی۔ مگر یہ سمجھ نہیں آتی۔ کہ انگریزی قوم اس عقیدے کو تمام سپاہیوں کے نجات پا جانے کے عام یقین کے ساتھ کیوں ملا دیتی ہے۔ اُن کے لئے جو کہ ایک سپاہی سے محبت رکھتے ہیں یہ ایک قدرتی یقین ہے کہ اُس اعلیٰ وارفع علت کی وجہ سے جس کی خاطر وہ لڑ رہا ہے۔ اور اس بے نظیر قربانی کی وجہ سے جس کی بھینٹ چڑھنے کو وہ تیار ہے اسکے تمام گناہ اور خطائیں معاف کردیجائینگی۔ مگر اناجیل عیسوی میں اس کی کہیں بھی اجازت یا تصدیق نہیں آئی۔ حالانکہ بیہودہ اور فضول گوئی کے متعلق جو عقیدہ ہے۔ اسکی پھر بھی کچھ تائید اور تصدیق ہوتی ہے۔ اور کسی قسم کے لوگ بھی ایسی اکھڑ اور فحش زبان نہیں بولتے جیسا انگریزی سپاہی بولتے ہیں (ماسوائے اٹالین اور فرانسیسی سپاہیوں کے جو کہ سرتاپا کلمۂ کفر مذمت دین میں ڈوبے ہوئے ہیں) اور مزا یہ ہے کہ انکی نیت بالکل صاف ہوتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ان کا مذہب اُن کو ملعون قرار دیتا ہے مگر قرآن شریف فرماتا ہے:۔

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ (سُورۃ البقرہ رکوع ۲۸)

ترجمہ "تمہاری قسموں میں جو لایعنی ہیں اُن پر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں لیکن اُن (قسموں) پر تم سے (ضرور) مواخذہ کریگا جو تمہارے دلی ارادے سے ہوں۔ اور اللہ بخشنے والا بُردبار ہے"۔

یہ ہے جو کہ قرآن شریف اِن سپاہیوں کی قسمت کے متعلق فرماتا ہے جو کہ خدا کی راہ میں لڑ کر مارے جاتے ہیں یعنی جو کہ سچے مذہب کی حفاظت میں مظلوموں اور کمزوروں کی خاطر۔ اور بدی کا تدارک کرنے میں مارے جاتے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۝ (سورۃ البقرۃ رکوع ۱۹) **ترجمہ**۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں (مگر انکی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے۔ اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے۔ اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور (اے پیغمبر) صبر کرنیوالوں کو (خوشنودی خدا اور کشائش کی) خوش خبری سُنا دو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں۔ اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اُنکے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی راہ راست پر ہیں"۔

اس موجودہ جنگ میں لوگوں کو یوں مخاطب کیا گیا تھا۔ اس ملک کیخاطر مثلاً جس کی خاطر تمہارے باپ دادا نے جانیں لڑادیں۔ اُنہوں نے ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کیں۔ تاکہ یہ ملک تمہارے لئے ہر طرح محفوظ اور مامون رہے۔ اگر اب تم اپنا فرض ادا کرنے سے جی چراؤ۔ تو تم انگریز کہلانے کے کسی طرح اہل نہیں ہو۔ کیا یہ ترغیب و تحریک اس قرآن شریف کی ایک دُنیاوی صدائے بازگشت نہیں ہے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۶) **ترجمہ**۔ کیا تُم ایسا خیال کرتے ہو کہ بہشت میں جا داخل ہوگے اور ابھی تک تمکو اُن لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ کہ اُن کو سختیاں پہنچیں اور تکلیفیں بھی پہنچیں۔ اور جھڑ جھڑائے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور ایمان والے جو انکے ساتھ تھے چلا اُٹھے کہ خدا کی مدد کا کوئی وقت بھی ہے۔ سنبھلو اللہ کی مدد (کا وقت) قریب ہے"۔

آخر کار اب جب کہ لڑائی ختم ہو چکی ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ دشمنوں سے بیرحمانہ سلوک کرنے کے خواہشمند ہیں۔ بلا استثناء اس کے کہ وہ سپاہی ہیں یا عام شہری۔ مرد ہیں یا عورتیں یا بچے۔ یہ خواہش اسلامی تعلیم سے کوسوں دور ہے۔ مگر جمہور کا یہی خیال ہے کہ جہانتک حالات اجازت دے سکیں وہاں تک جرمنوں سے نیک اور دوستانہ سلوک کرنا چاہئے۔ مگر اس شرط پر کہ جو جو اشخاص ان جرموں اور بیرحمیوں کے بانی مبانی ہیں وہ تلاش کر کے پکڑے جائیں اور اپنی کیفر کردار کو پہنچیں میرا خیال نہیں کہ عیسائیوں کی انجیل کی کوئی عبارت اس خیال کی تائید کرتی ہو۔ اگرچہ انتقام کے مسئلہ کی پرانا عہد نامہ کئی جگہ تائید کرتا ہے یہودی اپنے وطن فلسطین میں محبّ وطن ہونے کی حیثیت سے نہایت تنگدل بیرحم اور کینہ ور لوگ تھے۔ قرآن شریف کہیں بھی انتقام کی سپرٹ کو پسند نہیں کرتا۔ اور لڑائی کے خاتمے پر ہر طرح کی دشمنی کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سوائے بدمعاشوں کی مخالفت کرنے کے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۖ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ○ (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۴)

ترجمہ:۔ "اور وہاں تک ان سے لڑو کہ (ملک میں) فساد (باقی) نہ رہے۔ اور (ایک) خدا کا حکم چلے۔ پھر اگر (فسادی) باز آجائیں۔ تو (ان پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ زیادتی (تو) ظالموں کے سوا کسی پر (جائز ہی) نہیں" +

باب سوم
غزواتِ نبوی

عیسائی دنیا میں اب تک خیال پھیلا ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بڑا جنگجو اور لڑاکا انسان تھا۔ جو کہ لڑائی کو بحث و مباحثہ پر ترجیح دیتا تھا۔ اور جس کی سب سے زیادہ مضبوط دلیل اور حجت زبردستی اور لڑائی تھی مگر اس قسم کے خیالات کی کوئی تاریخی بنا

نہیں ہے +

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے پہلے انسان تھے پہلے چالیس سالوں میں جبکہ آپؐ کو ابھی نبوت عطا نہیں ہوئی تھی۔ ایک نہایت ہی امن دوست منشیات سے متنفر۔ باعصمت اور راستباز دیانتدار انسان تھے اور ایسے لوگوں میں رہتے تھے جو کہ اپنی بدمعاشیوں اور زیادتیوں میں مشہور تھے۔ انہوں نے اپنے عمدہ چالچلن کی وجہ سے الامین کا خطاب حاصل کیا تھا۔ اور لوگوں میں صلح کرانے کی وجہ سے بھی کچھ کم مشہور نہ تھے۔ مگر عطاء نبوّت کے بعد جب آپؐ نے روحانی اور نبوت کی آنکھوں سے اپنے لوگوں کے گندے اور فحش خیالات اور اعمال کو دیکھا تو آپؐ کو سخت دکھ اور تکلیف پہنچی۔ اور آپؐ نے جان لیا۔ کہ ان لوگوں کو ان گندگیوں سے نکالنے کا انسانی طاقت سے بالاتر کام آپؐ کے حصے میں مقدر ہے۔ چنانچہ پہلے بارہ سال تک آپؐ نے سخت مصائب اور تکالیف جھیل کر اللہ تعالیٰ کے نام کی منادی کی۔ آپؐ نے خانہ کعبہ میں اور دیگر پبلک جگہوں پر کئی دفعہ کافروں سے بحث و مباحثہ اور ان کو سمجھانے میں ہر روز اپنی جان کو خطرے میں ڈالا آپؐ کے پیرؤوں کی تکالیف اور شہادت نے اور اپنا بھی اسی قسم کا انجام ہونے کے خطرے نے غرضکہ کسی چیز نے بھی آپؐ کو کافروں سے بدلے میں ویسا ہی سلوک کرنے پر آمادہ نہیں کیا۔ اور اسبات پر یقین کرتے ہوئے کہ آپ سے پہلے زمانہ میں خدا تعالیٰ کا انسان کو آخری پیغام حضرت عیسیٰ کے ذریعے وحی ہوا۔ اور کیونکہ آپؐ پر اس وقت تک کوئی وحی ایسی نازل نہیں ہوئی تھی جو کہ ہتھیار اٹھانے کی اجازت دے۔ اسلئے آپؐ نے کامل مذہبی طور پر حضرت عیسیٰ کی نرم اور غیر مقاومت پالیسی اختیار کر لی اور اپنے پیرؤوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیدیا۔

مخالفین اسلام یہ ضرور کہیں گے۔ جیسا کہ وہ اکثر کہتے آئے ہیں۔ کہ نبی کریم صلعم اس بات کا انتظام کر رہے تھے۔ کہ ان کے پاس ایک لشکر جمع ہو جائے۔ تب وہ کوئی کارروائی کریں اگر آپؐ مدینے کو ہجرت کرنے سے پہلے مکہ معظمہ میں لڑائی کرنا چاہتے۔ تو وہ اپنے خاندان اور قبیلے کے ایک گروہ کثیر کی کمان کر سکتے تھے۔ کیونکہ اگرچہ وہ لوگ بت پرست تھے۔ مگر سوائے ابو لہب کے سب کے سب آپؐ کو قتل سے بچانے کے لئے ہر طرح کمربستہ تھے

اخلاق و عادات نبوی

(از قلم حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ)

حضور رسالت مآب نبی کریم صلعم کی قلمی تشبیہ

(حلیہ مبارک)

آپ کا قد مبارک نہ لمبا تھا نہ چھوٹا۔ جب آپ تنہا چلتے لوگ کہتے آپ چھوٹے قد کے ہیں حالانکہ جب کوئی اور آپ کے ہمراہ ہوتا تو آپ اس سے قد میں زیادہ ہی نظر آتے خود آپ فرمایا کرتے تھے کہ قد اوسط بہتر ہے۔ آپ کا رنگ سفید نور تھا۔ لیکن جس میں نہ گندم گونی ہو۔ اور نہ بہت سفیدی۔ گویا آپ کا رنگ تنگ مروارید سے ملتا جلتا تھا یعنی ایسی خالص سفیدی جس میں زردی۔ سُرخی یا کسی اور رنگ کی جھلک تک نہ ہو۔ بعض نے آپ کے رنگ میں سُرخی بھی بیان کی ہے لیکن پھر یہی کہا ہے کہ آپ کے ایسے اعضا پر تمازت کا اثر ہوتا مثلاً چہرہ۔ کان۔ گردن۔ سُرخی مائل تھے۔ ان کے بالمقابل باقی آپ کے اعضا سب رنگ جو کپڑے سے ڈھکے رہتے سفید تھے۔ موے شریف گھنگریالے تھے۔ نہ بالکل ڈھلکے ہوئے اور نہ پیچ دار۔ جب شانہ فرماتے۔ تو بالوں میں عنبر کی سی کیفیت پیدا ہوتی بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ کے بال دوش مبارک تک لٹکتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بنائے گوش تک پہنچتے تھے۔ بعض وقت آپ کی زلفیں کان کے دوسری طرف بھی آجاتی تھیں۔ بعض وقت آپ کانوں سے اوپر اس طرح شانہ فرماتے۔ کہ گردن نظر آتی۔ ریش مبارک میں صرف سترہ سفید بال تھے۔ مگر اس سے زیادہ نظر آتے تھے۔ حضور کا چہرہ مبارک دوسروں سے زیادہ خوبصورت اور دلربا تھا۔ اور چہرہ مبارک کا حلیہ بیان کرنے والے ہمیشہ آپ کو بدر کامل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کہ جلد کا رنگ نکھرا ہوا تھا۔ اسلئے رنج و خوشی کے آثار چہرہ مبارک سے نمودار ہو جاتے تھے

بعض سی مروی ہے کہ آپ کے صدیق اکبرؓ آپ کو ایسا بیان کرتے ۔ جیسا کہ ذیل کے الفاظ میں موزوں کیا گیا ہے ؎

اِس طرح بے عیب درخشاں عارضِ پرسوز تھے
تیرگی سے جس طرح خالی شبِ مہتاب ہو

جبین مبارک کشادہ تھی ۔ اور آبرو پتلی اور گھنی تھیں ۔ اور آبروؤں کے درمیان ایک روپہلی چمک تھی ۔ چشمانِ مبارک بڑی بڑی اور سیاہ تھیں جن میں سُرخی کی جھلک تھی ۔ اور مژگان مبارک اسقدر طویل اور گھنی تھیں ۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ وہ آپس میں ملنے لگی ہیں بینی مبارک نسبتاً لمبی تھی ۔ ہر چھوٹی چیز کے دانت کھلے کھلے تھے ۔ اور جب ہنستے ۔ تو انکی درخشانی بجلی کی چمک کو مات کر دیتی تھی ۔ لب مبارک خوبصورت و دلربا تھے ۔ اور رخسارانِ مبارک نرم نہیں تھے بلکہ سخت تھے اور آپ کا چہرہ مبارک لمبا تھا اور نہ ہی مدور بلکہ ... گول تھا ۔ اور ریش مبارک گھنی تھی ۔ اور آپ اسے تراشا نہ کرتے تھے ۔ بلکہ اسکو ... چھوڑ دیتے ۔ آپ مونچھوں کو تراش لیا کرتے تھے ۔ گردن مبارک نہ تو زیادہ طویل اور نہ ... چھوٹی تھی جس ... زیادہ خوبصورت تھی ۔ گردن کا وہ حصہ جو سورج اور ہوا کے سامنے ہوتا ۔ وہ ایک روپہلی صراحی کی طرح کہ جس پر سنہری افشاں ہو درخشاں معلوم ہوتا تھا سینہ مبارک تمام کینہ و عناد سے خالی کشادہ اور روشن تھا ۔ سینہ کے کسی بھی حصہ کا اُبھار دوسرے حصہ سے اوپر دکھائی نہ دیتا تھا سینہ مبارک ہموار ... اور منقش تھا ۔ چھاتی سے لیکر ناف تک بالوں کی باریک سیلی تھی اس کے علاوہ اور کوئی بال نہ تھا ۔ آنحضرت صلعم کے دونوں شانے کشادہ تھے ۔ اور دونوں شانوں پر کثرت سے گھنے بال تھے ۔ شانے تخنے ۔ اور بغلوں مبارک بھرے ہوئے تھے اور پشت مبارک بھی کشادہ تھی ۔ اور آپؐ کے دونہ شانہ پر ایک ... کا نشان تھا ۔ اور اس مہر میں سیاہ تل تھا ۔ جو کسی قدر زرد تھا ۔ اور اس کے گرد ... ہوئے بال تھے ۔ دونوں دست مبارک اور بازو پر گوشت تھے ۔ اور کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں ۔ اور ... تھا اور پاؤں کشادہ اور فراخ تھے ۔ آپ کی ہتھیلیاں مبارک مخمل کی طرح نرم تھیں ۔ اور ایک عطار کی ہتھیلیوں کی طرح ان میں سے خوشبو کی مہک آتی تھی ۔ پنڈلیاں اور

رانیں مبارک پُر گوشت تھیں جسم مبارک متوسط طور پر مضبوط تھا عالم پیری میں بھی حضور قوی الاعصاب تھے۔ چال چلن میں استقلال ٹپکتا تھا۔ اور قدم مبارک محکم ہوتا۔ چلتے وقت آگے کو جھک کر چلا کرتے بہت چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھایا کرتے مشابہت میں آپ فرماتے۔ کہ میں زیادہ تر آدم سے ملتا جُلتا ہوں۔ لیکن جسمانی بناوٹ میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہم السلام سے مشابہ ہوں +

خوش گفتاری

حضرت رسالت مآب نبی کریم صلعم گفتگو میں دوسرے لوگوں سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے کم سخن اور شیریں کلام تھی۔ اور آپ کی گفتگو معنی خیز اور سلک مروارید کی طرح پیوستہ و مسلسل ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کلام مبارک میں اطناب تھا آپ بہت ہی کم سخن تھی۔ اور عوام الناس کو اپنے اظہار خیالات کے لئے اپنے کلام کو بہت طول دینا پڑتا ہے لیکن کلام مبارک تمام دوسرے لوگوں سے خیر الکلام ہوتا تھا۔ اور آپ اپنے خیالات کا اظہار نہایت ہی مختصر معنے خیز و عام فہم الفاظ میں فرما دیا کرتے تھے۔ اور حضور کے دہن مبارک سے کلمات اس طرح نکلتے تھے جیسا کہ سلک مروارید میں ایک موتی دوسرے کے بعد مسلسل آتا ہے۔ کلام مبارک میں چھوٹے چھوٹے وقفے ہوتے تھے۔ تاکہ سامعین گفتگو کو یاد رکھنے کے قابل ہوسکیں۔ حضور سرور کائنات بلند آواز تھے۔ اور لب و لہجہ بہت ہی دلکش و دلپسند تھا۔ بغیر موقعہ و محل کے کلام نہ فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی بھی کوئی شنیع و قبیح لفظ نہیں فرماتے تھے۔ اور حالت برافروختگی میں بھی کلمہ حق کے سوائے کوئی دوسرا لفظ نہیں فرماتے تھے۔ بدکلام اور فحش گو آدمی سے آپ کو نفرت تھی۔ حضور کے سامنے کوئی شخص دوسرے کی قطع کلام نہ کیا کرتا تھا۔ وہ بہی خواہ عالم سچے ہمدرد کی طرح نہایت سنجیدگی اور متانت سے نیک مشورہ دیا کرتا تھا ؎ آقائے نامدار اپنے خدام کے سامنے ہمیشہ متبسم رہتا۔ بسا اوقات اسقدر تبسم کرتا کہ ڈاڑھیں تک دکھائی دیتے +

آنحضرت صلعم دسترخوان پر

حضرت رسالت مآب حضر پر اکتفا فرماتے۔ اکثر احباب جس تشتری میں کھاتے آپ بھی اُسی میں سے

تناول فرماتے وہی حضور کو مرغوب ہوتا۔ جب دسترخوان بچھایا جاتا اور کھانا چُنا جاتا تو اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کر کے دسترخوان پر اس طرح بیٹھتے جیسا کہ ایک مسلم حالت نماز میں بیٹھتا ہے اور ایک ران دوسری سے پیوست ہوتی۔ اور ایک پاؤں دوسرے سے ملا ہوا ہوتا تھا۔ اور حضور سرورِ دو عالم فرمایا کرتے۔ کہ میں بھی ایک مخلوق ہوں۔ اور دوسری مخلوق کی طرح میری زندگی کا حصر بھی اکل و شرب پر ہے۔ حضور تو گرم طعام سے احتراز تھا بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ ابھی اس طعام میں برکت کی ضرورت ہے۔ اور خدا تعالےٰ ہمیں آگ کھانے کے لئے نہیں دیتے۔ اسلئے اسکو ٹھنڈا ہو جانے دو۔ آپ تین انگلیوں سے اپنے ہاتھ کی درازی کے حدود کے اندر ہی تناول فرمایا کرتے۔ اور بعض وقت چوتھی انگلی لقمہ کے سہارے کیلئے بھی استعمال فرمالیا کرتے۔ ایک دفعہ عثمان بن عفان آپ کے پاس فالودہ لائے جب حضور نے اس میں سے کھالیا تو ان سے دریافت فرمایا "ابو عبداللہ یہ کیا ہے" عثمان نے کہا حضور میری جان آپ پر قربان ہو۔ ہم نے ... اور شہد کو ایک برتن میں ڈالکر آگ پر پکایا۔ اور پھر اس میں آرد گندم ڈالا۔ اور اسکو چمچہ سے ساتھ ہلاتے رہے۔ یہاں تک کہ پک کر اسکی وہ حالت ہوگئی جو حضور کے پیش نظر ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ یہ کھانا نہایت لذیذ و نفیس و خوش ذائقہ ہے۔"

حضرت نبی کریم صلعم بغیر چھنے ہوئے جو کے آٹے کی روٹی کھالیا کرتے تھے۔ اور سبز کھیرا کو سبز کھجوروں اور سبز پھلوں کے نمک کے ساتھ کھالیا کرتے۔ اور باقی تمام چیزوں سے انگور اور تر ... آپ کے زیادہ مرغوب خاطر تھے۔ روٹی اور قند کے ساتھ خربوزہ کھاتے تھے۔ بعض اوقات سبز کھجوروں کے ساتھ خربوزہ کو دست مبارک سے کھاتے تھے۔ ایکدفعہ جبکہ دائیں ہاتھ سے کھجوریں کھا رہے تھے۔ تو بائیں ہاتھ میں گٹھلیاں رکھتے جاتے تھے۔ اتنے میں ایک بکری اتفاقیہ پاس آئی۔ حضور نے اس کو گٹھلیاں دکھائیں۔ اور اس نے بائیں ہاتھ میں سے گٹھلیاں کھالیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ دائیں ہاتھ سے آپ خود کھجوریں کھاتے جاتے۔ یہاں تک کہ کھجوریں ختم کر لیں۔ اور بکری چلی گئی۔ پانی کے ساتھ جناب رسالتمآب کھجوریں کھایا کرتے۔ اور دودھ ... کے ایک گھونٹ کے بعد ایک کھجور کھاتے۔ اور پھر وقتاً فوقتاً بار بار بہت سی چیزیں کھاتے اور پیتے تھے +

ضروری اعلان

ہم نے متعدد سفیران مختلف اطراف ہندوستان میں ارسال کئے ہیں تاکہ رسالجات کی توسیع اشاعت کریں ہمیں امید واثق ہے ۔ کہ ہر ایک مسلم احباب اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن کے اہم کام سے دلچسپی رکھنے والا اپنے اپنے قصبوں و شہروں میں انہیں ہر ایک قسم کی سہولت فرما کر داخل حسنات ہوں گے ۔ سفیران کے پاس دفتر ہذا کی رسید بک ہوگی ۔ جس پر مینیجر رسالجات کے دستخط ثبت ہیں ۔ والسلام

نمونہ دستخط مینیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام ۔ عزیز منزل

خادم

Khwaja Abdulghani

مینیجر

لاہور (پنجاب)

الیکٹرک پریس ... لاہور میں حافظ مظہر ... کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا